شائقین علمِ حدیث کے لیے بیش بہا تحفہ
اصول حدیث پر بصیرت افروز کتاب

تسہیل علوم حدیث

شرح اردو

تیسیر مصطلح الحدیث

وفاق المدارس العربیہ کے نصاب کے عین مطابق

خصوصیات

عبارت پر اعراب · آسان ترجمہ · لغوی و اصطلاحی تحقیق · مکمل تشریح · مفید اضافہ

تصنیف
شیخ ڈاکٹر محمود الطحان
اسلامی یونیورسٹی، مدینہ منورہ
مدرسہ خلفائے راشدین شاخ

مترجم و شارح
مفتی فیضان الرحمن کمال
مدرسہ خلفائے راشدین
(شاخ) جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

المروۃ پبلشرز
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

شائقین علمِ حدیث کے لیے بیش بہا تحفہ
اصول حدیث پر بصیرت افروز کتاب

تسہیل علوم حدیث

شرح اردو

تیسیر مصطلح الحدیث

وفاق المدارس العربیہ کے نصاب کے عین مطابق

خصوصیات

• عبارت پر اعراب ○ آسان ترجمہ • لغوی واصطلاحی تحقیق • مکمل تشریح • مفید اضافہ

تصنیف
شیخ ڈاکٹر محمود الطحان
اسلامی یونیورسٹی، مدینہ منورہ
مدرسہ خلفائے راشدین شاخ

مترجم وشارح
مفتی فیضان الرحمن کمال صاحب
مدرسہ خلفائے راشدین
(شاخ) جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

المروۃ پبلشرز
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

نام کتاب: ــــــــــــــــــ تسہیلِ علومِ حدیث

تالیف: ــــــــــــــــــ شیخ ڈاکٹر محمود الطحان

اشاعت: ــــــــــــــــــ اول

تاریخ طبع: ــــــــــــــــــ ستمبر ۲۰۱۷ء

تعداد: ــــــــــــــــــ 1100

مطبع: ــــــــــــــــــ المروۃ پبلشرز

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

021-34928643 - 0321-2045610

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سخن ہائے اوّلیں

نحمدهٗ و نصلی علی رسوله الکریم......وبعد !

حدیث پاک اللہ تعالیٰ کی بہت عظیم نعمت ہے اور اس کی کسی بھی درجے میں خدمت بھی رب العزت کا کرم واحسان ہے۔اصولِ حدیث یا مصطلح الحدیث کا علم وفن محدثینِ کرام کا لازوال و بے مثال کارنامہ ہے جو صدیوں سے موجود ہے اور مرورِ زمانہ کے ساتھ اس کی تازگی اور رونق بڑھتی ہی چلی جارہی ہے، یہ وہ فن ہے جس کی نظیر آج کی جدید دنیا بھی پیش کرنے سے قاصر ہے، حدیث پاک کی تدوین کے ساتھ اصول حدیث کو بھی مرتب کیا گیا اور ہر زمانے میں اس کی تدریس کو لازمی سمجھا گیا۔

دیگر فنون کی طرح اس موضوع پر بھی جتنی کتابیں تصنیف ہوئیں وہ اپنے اپنے دور کے لحاظ سے نہایت اہم اور قابل وقعت ہیں، اور مرور زمانہ کے ساتھ اس میں بھی تسہیل وتیسیر کا عمل جاری رہا، زیرنظر کتاب ''تیسیر مصطلح الحدیث'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

مصنف ڈاکٹر محمود الطحان صاحب شام کے مشہور ومعروف علومِ شریعت کے ماہر اور اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ کے بڑے پروفیسروں میں سے ہیں، طویل عرصہ کلیۃ الشریعہ میں اصولِ حدیث پڑھاتے رہے اور طلبہ کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے انہوں نے اصولِ حدیث کے موضوع پر ایک جدید طریقہ اپناتے ہوئے عربی زبان میں مذکورہ آسان اور معیاری کتاب تصنیف فرمائی۔

کتاب کا اسلوب اور زبان اتنی آسان ہے کہ اگر طلبہ اسی میں محنت کر لیتے تو یقیناً انہیں بہت فائدہ ہوتا لیکن چونکہ اب وہ ہمت اور ولولہ علم کے سلسلے میں باقی نہیں رہا جس کی بناء پر بعض اوقات خود معلمین تسہیل وتشریح کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں، چنانچہ مجھ سے بھی بعض ناشرین دوستوں

نے مذکورہ کتاب کی شرح لکھنے کی فرمائش کی اور پھر روز بروز ان کا اصرار بڑھتا ہی چلا گیا جس کی بنا پر توکلاً علی اللہ کام کو شروع کر دیا اور بعجلت تمام چند دنوں میں موصوف کے تقاضے پر اسے مکمل بھی کرلیا وللہ الحمد۔ اس سلسلے میں ہمارا زیادہ تر اعتماد مشہور ماہرینِ علومِ حدیث حافظ ابن صلاحؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، حافظ سیوطیؒ، ملا علی قاریؒ کی کُتب (خصوصاً مقدمہ ابن صلاحؒ، نزہۃ النظر، الہدی الساری، شرح شرح نخبۃ الفکر)، شروط الحازمی اور المحدث الفاصل للحاکم الشہیدؒ وغیرہ کتب پر رہا اور انہی کی روشنی میں تشریح وتوضیح کی گئی۔

بحیثیت شرح کے پہلے عربی عبارت بمعہ اعراب درج کی گئی اور اعراب بالعموم قاعدہ کے مطابق ہے البتہ کہیں کہیں اَعلام وغیرہ میں حکائی اعراب بھی اپنانا پڑا۔ پھر اس کا اردو ترجمہ کیا گیا جس کے بعد تشریح قلم بند کی گئی۔ تشریح کے اندر فن کی باریکیوں کا خیال رکھا گیا اور موضوع سے متعلق مفید باتوں کا اضافہ بھی ہوا تاکہ قارئین پوری بصیرت کے ساتھ فن کا مطالعہ کر سکیں، فہرست میں اردو عنوانات قائم ہیں مگر کتاب میں مصنف کے قائم کردہ عربی کے آسان اور عام عنوانات پر ہی اکتفاء کیا گیا۔ چونکہ کتاب درسِ نظامی میں داخل نصاب ہے اور سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی ہے اس لیے ترجمہ کے اندر محاورے کے ساتھ لفظی مطابقت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ امید ہے کہ ہماری یہ ادنیٰ کاوش اپنے قارئین سے دادِ تحسین وصول کرے گی اور ان کی مطلوبہ ضرورت کے لیے بھی کافی ہوگی، مگر پھر بھی انسان خطا کا پتلا ہے، اگر کہیں کوئی علمی خطا یا کمپوزنگ کی غلطی نظر آئے تو اطلاع فرما کر ممنون فرمائیے تاکہ آئندہ ایڈیشنوں میں اصلاح کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ہر عمل میں اخلاص عطا فرمائیں، ہماری لغزشوں سے درگذر فرما کر قیامت کے روز ہم سب کو سرخرو فرمائیں اور پیارے رسول ﷺ کے قرب میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین

بندہ فیضان الرحمٰن کمال عفا اللہ عنہ

۵ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ

مُقَدِّمَۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ مَنَّ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ بِاِنْزَالِ الْقُرْآنِ الْکَرِیْمِ، وَتَکَفَّلَ بِحِفْظِهٖ فِی الصُّدُوْرِ وَالسُّطُوْرِ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ، وَجَعَلَ مِنْ تَتِمَّةِ حِفْظِهٖ حِفْظَ سُنَّةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَامُحَمَّدِ الَّذِیْ أَوْکَلَ اللّٰهُ اِلَیْهِ تِبْیَانَ مَا أَرَادَهٗ مِنَ التَّنْزِیْلِ الْحَکِیْمِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ﴾[سورة النحل: ٤٤]، فَقَامَ ﷺ مُبَیِّنًا لَهٗ بِاَقْوَالِهٖ وَاَفْعَالِهٖ وَتَقْرِیْرَاتِهٖ بِاُسْلُوْبٍ وَاضِحٍ مُبِیْنٍ.

ترجمہ : شروع اللہ کے بابرکت نام سے جونہایت رحم کرنے والا بے حدمہربان ہے۔تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کوسزاوار ہیں جس نے قرآن کریم نازل کر کے مسلمانوں پر احسان فرمایا، روزِ جزا تک سینوں اور صفحات میں اس کی حفاظت کی ذمہ داری قبول فرمائی اور سیدالمرسلین ﷺ کی سنت کی حفاظت کواس (قرآن کریم) کی حفاظت کی تکمیل میں سے قرار دیا۔درود وسلام نازل ہو ہمارے سرداراور نبی حضرت محمد ﷺ پر کہ جن کواللہ تعالیٰ نے اپنے ارشادگرامی (ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف نصیحت اتاری تاکہ آپ لوگوں کے فائدہ کی خاطر اس نصیحت کوجوان کی طرف اتاری گئی ہے، کھول کھول کر بیان کریں اورتا کہ وہ غوروفکر کریں) کے ذریعہ سے جس قدر چاہا' کتاب حکیم (قرآن کریم) کی وضاحت (کی ذمہ داری) سونپی، چنانچہ آپ ﷺ اپنے ارشادات، افعال اور تقریرات کے ذریعہ روشن اور واضح انداز میں اس کو بیان کرتے رہے۔

شرح :- احادیث مبارکہ میں تصریح ہے کہ ہر اہم اور مہتم بالشان کواللہ کے نام سے شروع کرنا چاہیے اور آغاز میں ہی اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول پاک ﷺ پر درود وسلام پڑھنا چاہیے ورنہ برکت اٹھالی جاتی ہے؛ اسی لیے مصنفین کرام عموماً اپنی اپنی کتابوں میں افتتاحی خطبہ کے اندراس کا اہتمام کرتے ہیں۔

وَالرِّضٰی عَنِ الصَّحَابَةِ الَّذِیْنَ تَلَقَّوُا السُّنَّةَ النَّبَوِیَّةَ عَنِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ ﷺ فَوَعَوْهَا،وَنَقَلُوْهَا لِلْمُسْلِمِیْنَ کَمَا سَمِعُوْهَا خَالِصَةً مِنْ شَوَائِبِ التَّحْرِیْفِ وَالتَّبْدِیْلِ،وَالرَّحْمَةُ وَالْمَغْفِرَةُ لِلسَّلَفِ الصَّالِحِ الَّذِیْنَ تَنَاقَلُوا السُّنَّةَ الْمُطَهَّرَةَ جِیْلاً عَنْ جِیْلٍ، وَوَضَعُوْا لِسَلاَمَةِ نَقْلِهَا وَرِوَایَتِهَا قَوَاعِدَ وَضَوَابِطَ دَقِیْقَةً لِتَخْلِیْصِهَا مِنْ تَحْرِیْفِ الْمُبْطِلِیْنَ. وَالْجَزَاءُ الْخَیْرُ لِمَنْ خَلَفَ السَّلَفَ مِنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ الَّذِیْنَ تَلَقَّوْا قَوَاعِدَ رِوَایَةِ السُّنَّةِ وَضَوَابِطَهَا عَنِ السَّلَفِ فَهَذَّبُوْهَا وَرَتَّبُوْهَا وَجَمَعُوْهَا فِیْ مُصَنَّفَاتٍ مُسْتَقِلَّةٍ سُمِّیَتْ فِیْمَا بَعْدُ "عِلْمَ مُصْطَلَحِ الْحَدِیْثِ".

ترجمہ : اور (اللہ تعالیٰ کی) رضامندی واقع ہو تمام صحابہ سے جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنتِ نبویہ کو حاصل کیا، اس کو محفوظ کیا اور مسلمانوں تک (ظاہری و باطنی) تحریف سے محفوظ حالت میں اسی طرح پہنچایا جس طرح سنا تھا۔ رحمت و مغفرت ہو ان نیک پیشروؤں کی جنہوں نے سنتِ مطہرہ (پاکیزہ سنت) کو نسل در نسل منتقل کیا اور اس کی نقل و روایت کی حفاظت کی خاطر باریک قواعد و ضوابط مقرر فرمائے تاکہ اس کو باطل پرستوں کے دست برد سے بچایا جاسکے۔ بہترین بدلہ ملے ان نیک پیشروؤں کے جانشین بننے والے مسلم علماء کو جنہوں نے سابق بزرگوں سے سنت کو روایت کرنے کے قواعد و ضوابط حاصل کیے، اُسے سنوارا، مرتب کیا اور مستقل تصانیف میں اکٹھا کردیا جسے آگے چل کر "مصطلح الحدیث کا علم" نام دے دیا گیا۔

شرح :- علماء کرام نے فرمایا ہے کہ خطبہ میں حمد و صلاۃ کے بعد اور دیگر اوقات میں بھی صحابہؓ کے لیے رضائے الٰہی کی اور بزرگانِ دین کے لیے رحمتِ الٰہی کی دعا مانگنا مستحب ہے۔ [ردمحتار شامی: ۵۲۰/۱] اس فن کے اور بھی نام ہیں مثلاً: علم الحدیث درایۃ، علوم الحدیث اور اصول الحدیث وغیرہ۔

أَمَّابَعْدُ: فَعِنْدَمَا کُلِّفْتُ مُنْذُ سَنَوَاتٍ بِتَدْرِیْسِ عِلْمِ "مُصْطَلَحِ الْحَدِیْثِ" فِیْ کُلِّیَّةِ الشَّرِیْعَةِ بِالْجَامِعَةِ الإِسْلاَمِیَّةِ فِی الْمَدِیْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ وَکَانَ الْمُقَرَّرُ تَدْرِیْسَ کِتَابِ "عُلُوْمِ الْحَدِیْثِ" لِابْنِ الصَّلاَحِ،ثُمَّ قُرِّرَ بَدَلَهُ مُخْتَصَرُهُ کِتَابُ "التَّقْرِیْبِ" لِلنَّوَوِیِّ،وَجَدْتُ مَعَ الطَّلَبَةِ بَعْضَ الصُّعُوْبَاتِ فِیْ دِرَاسَةِ هٰذَیْنِ الْکِتَابَیْنِ ـ عَلٰی

جلاَ لَتِهِمَا وَغَزَارَةِ فَوَائِدِهِمَا ـ دِرَاسَةً نِظَامِيَّةً، مِنْ هٰذِهِ الصُّعُوْبَاتِ: التَّطْوِيْلُ فِيْ بَعْضِ الْأَبْحَاثِ، لَاسِيَّمَا فِيْ كِتَابِ ابْنِ الصَّلَاحِ(۱)، وَمِنْهَا الْإِخْتِصَارُ فِي الْبَعْضِ الْآخَرِ لَاسِيَّمَا فِيْ كِتَابِ النَّوَوِيِّ(۲)، وَمِنْهَا صُعُوْبَةُ الْعِبَارَةِ، وَمِنْهَا عَدَمُ تَكَامُلِ بَعْضِ الْأَبْحَاثِ، وَذٰلِكَ كَتَرْكِ التَّعْرِيْفِ مَثَلاً أَوْ إِغْفَالِ الْمِثَالِ أَوْ عَدَمِ ذِكْرِ الْفَائِدَةِ مِنْ هٰذَا الْبَحْثِ أَوْ ذَاكَ، أَوْ عَدَمِ التَّعْرِيْجِ عَلٰى ذِكْرِ أَشْهَرِ الْمُصَنَّفَاتِ(۳)، وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ.

ترجمہ : حمد وصلوٰۃ کے بعد، چند سال پہلے جب مجھے مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی کی کلیہ شریعہ میں ''علم مصطلح الحدیث'' پڑھانے کی ذمہ داری سونپی گئی جبکہ نصاب میں (پہلے) ابن صلاحؒ کی کتاب ''علوم الحدیث'' کی تدریس مقرر تھی، پھر اس کے بدلہ اس کی مختصر کتاب ''تقریب نوویؒ'' مقرر کردی گئی، تو میں نے ان دونوں کتابوں کی عظمت اور کثرتِ فوائد کے باوجود محسوس کیا کہ بعض طلباء کو ان کے مقررہ ترتیب سے پڑھنے میں کچھ مشکلات درپیش ہیں۔ ان مشکلات میں سے چند یہ ہیں: بعض مباحث میں کلام کو طویل کر دینا خصوصاً ابن صلاحؒ کی کتاب میں۔ بعض دوسرے مباحث میں اختصار سے کام لینا بالخصوص امام نوویؒ کی کتاب میں۔ عبارت کا پیچیدہ ہونا اور بعض مباحث کا نامکمل ہونا مثلاً جیسے تعریف کو ترک کر دینا، یا مثال کے ذکر کو چھوڑ دینا، یا کسی کسی بحث سے حاصل فائدہ کا ذکر نہ کرنا، یا مشہور ترین کتابوں کی معلومات نہ دینا اور انہی کی طرح دیگر باتیں۔

شرح :-(۱) ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں تطویل کی ایک مثال حدیث مبارک کے سننے اور یاد رکھنے کی کیفیت کی بحث بھی ہے جو تقریباً اس کتاب کے ۴۶ صفحے بنتے ہیں جبکہ ہماری کتاب (تیسیر مصطلح الحدیث) میں یہی بحث مکمل وضاحت کے ساتھ دس صفحات میں سمٹی ہوئی ملے گی۔

(۲) امام محی الدین نوویؒ شافعی بڑے جلیل القدر عالم، فقیہ اور محدث ہیں، صحیح مسلم شریف کا مروّجہ حاشیہ آپ ہی کا لکھا ہوا ہے۔ آپ نے علمِ حدیث کی اصطلاح کے بارے میں ایک کتاب لکھی جس کا پورا نام ''التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر والنذیر'' ہے، مگر حد درجہ اختصار اختیار کیا گیا ہے، چنانچہ حدیثِ ضعیف کی بحث جو تیسیر مصطلح الحدیث میں تین صفحات پر مشتمل ہے،

امام نوویؒ کی مذکورہ کتاب میں اس کے متعلق صرف اتنا کہا گیا: ''وَهُوَ مَا لَمْ يَجْمَعْ صِفَةَ الصَّحِيْحِ أَوِ الْحَسَنِ، وَيَتَفَاوَتُ ضُعْفُهُ كَصِحَّةِ الصَّحِيْحِ، وَمِنْهُ مَالَهُ لَقَبٌ خَاصٌّ: كَالْمَوْضُوْعِ وَالشَّاذِ وَغَيْرِهِمَا''۔

(۴) ''تیسیر مصطلح الحدیث'' کی منجملہ خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سابقہ مصنفین کی کتابوں میں فن حدیث کی اصطلاحات سے تو بحث ضرور کی گئی ہے مگر ہر بحث کے متعلق مشہور تصانیف کا ذکر بہت کم کیا گیا یا بالکل اس کو ترک کر دیا گیا، اس کے برعکس اس کتاب میں ہر بحث کے اختتام پر ''أشهر المصنفات فيه'' کا عنوان قائم کر کے کئی دیگر تصنیفات کے نام ذکر کیے گئے ہیں تاکہ تحقیق کا ذوق رکھنے والے طلبہ ان کتابوں سے بھی استفادہ کر سکیں۔

وَوَجَدْتُ غَيْرَهُمَا مِنْ كُتُبِ الْأَقْدَمِيْنَ فِيْ هٰذَا الْفَنِّ كَذَالِكَ بَلْ اِنَّ بَعْضَ تِلْكَ الْكُتُبِ غَيْرُ شَامِلٍ لِجَمِيْعِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ، وَبَعْضُهَا غَيْرُ مُهَذَّبٍ وَلَا مُرَتَّبٍ، وَعُذْرُهُمْ فِيْ ذٰلِكَ هُوَ اِمَّا وُضُوْحُ الْأُمُوْرِ الَّتِيْ تَرَكُوْهَا بِالنِّسْبَةِ لَهُمْ أَوِ الْحَاجَةُ لِتَطْوِيْلِ بَعْضِ الْأَبْحَاثِ بِالنِّسْبَةِ لِزَمَنِهِمْ أَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ مِمَّا نَعْرِفُهُ أَوْ لَا نَعْرِفُهُ.

ترجمہ : اور میں نے ان دو کتابوں (مقدمہ ابن صلاحؒ اور تقریبِ نواویؒ) کے علاوہ اس فن میں لکھی ہوئی متقدمین کی کتابوں کو بھی اسی طرح پایا بلکہ ان میں سے بعض کتابیں تو تمام علومِ حدیث کو شامل بھی نہیں ہیں اور بعض دوسری کتابیں سنوری ہوئی اور مرتب شدہ نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں ان (متقدمین) کا عذر وہ یا تو ان اُمور کا اُن کی بنسبت واضح ہونا ہے یا انہی کے زمانہ کے مطابق بعض مباحث کو طوالت دینے کی ضرورت ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ جو ہم جان سکتے ہیں یا نہیں جان سکتے ہیں۔

فَرَأَيْتُ أَنْ أَضَعَ بَيْنَ أَيْدِى الطَّلَبَةِ فِيْ كُلِّيَّاتِ الشَّرِيْعَةِ كِتَابًا سَهْلًا فِيْ مُصْطَلَحِ الْحَدِيْثِ وَعُلُوْمِهٖ، يُيَسِّرُ عَلَيْهِمْ فَهْمَ قَوَاعِدِ الْفَنِّ وَمُصْطَلَحَاتِهٖ، وَذٰلِكَ بِتَقْسِيْمِ كُلِّ بَحْثٍ اِلٰى فِقْرَاتٍ مُرَقَّمَةٍ مُتَسَلْسِلَةٍ مُبْتَدِئًا بِتَعْرِيْفِهٖ ثُمَّ بِمِثَالِهٖ ثُمَّ بِأَقْسَامِهٖ مَثَلًا ... مُخْتَتِمًا بِفِقْرَةِ '' أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ''. كُلُّ ذٰلِكَ بِعِبَارَةٍ سَهْلَةٍ وَأُسْلُوْبٍ

عِلْمِيّ وَاضِحٍ لَيْسَ فِيْهِ تَعْقِيْدٌ وَلَا غُمُوْضٌ، وَلَمْ أُعَرِّجْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِنَ الْخِلَافَاتِ وَالْأَقْوَالِ وَبَسْطِ الْمَسَائِلِ مُرَاعَاةً لِلْحِصَصِ الزَّمَنِيَّةِ الْقَلِيْلَةِ الْمُخَصَّصَةِ لِهٰذَا الْعِلْمِ فِيْ كُلِّيَّاتِ الشَّرِيْعَةِ وَكُلِّيَّاتِ الدِّرَاسَاتِ الْإِسْلَامِيَّةِ.

ترجمہ : تو میری رائے ہوئی کہ میں کلیاتِ شرعیہ کے طلباء کے سامنے اصطلاحاتِ حدیث اور اس کے علوم کے بارے میں ایک آسان سی کتاب پیش کروں جس سے ان کے لیے فن کے قواعد اور اصطلاحات سمجھنا آسان ہو سکے اور یہ مثلاً ہر بحث کو چند مسلسل نمبروار جملوں میں اس طرح تقسیم کر کے کہ ابتداء تعریف سے کروں پھر اس کی مثال دوں اور پھر اس کی قسمیں ذکر کروں...... (اور بحث کو) اس عنوان کے ساتھ ختم کروں ''اس موضوع پر مشہور تین تصانیف''۔ یہ سب کا سب آسان عبارت اور ایسے واضح علمی انداز میں ہے کہ جس میں نہ پیچیدگی ہو نہ پوشیدگی، اور میں نے کلیہ شریعہ اور کلیہ دراسات اسلامی میں اس علم کے لیے مخصوص مختصر اوقات کے پیریڈ (گھنٹے) کا خیال رکھتے ہوئے زیادہ اختلافات واقوال اور مسائل کو پھیلا کر بیان کرنے سے گریز کیا ہے۔

شرح :- سابقہ ادوار میں جتنی کتابیں لکھی گئی تھیں اُن میں بالعموم اپنے اہلِ زمانہ کی سطح علمی کی رعایت رکھی گئی تھی، آج کل شریعہ ودراسات اسلامی کالجوں میں اصولِ حدیث کے سبق کے لیے جو اوقات اور گھنٹے مقرر کیے جاتے ہیں' اُن کے لحاظ سے درس وتدریس مشکل تھی اور موجودہ دور کے طلباء کے ذہنوں سے ہم آہنگ کوئی آسان اور مفید کتاب لکھنا ضروری تھا، اس لیے مصنف کا ارادہ ہوا فن کے قواعد واصطلاحات کی مثالوں سے وضاحت کرتے ہوئے ایک کتاب لکھیں جس میں تسہیل پیش نظر رہے اور کچھ مزید فوائد طلبہ کو حاصل ہوں چنانچہ نمبروار جملوں کے ساتھ ہر عنوان کے اخیر میں اس موضوع سے متعلق مشہور ترین کتابوں کا تذکرہ اس کتاب کی نمایاں خصوصیات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین

وَسَمَّيْتُهُ ''تَيْسِيْرَ مُصْطَلَحِ الْحَدِيْثِ'' وَلَسْتُ أَرٰى أَنَّ هٰذَا الْكِتَابَ يُغْنِيْ عَنْ كُتُبِ الْعُلَمَاءِ الْأَقْدَمِيْنَ فِيْ هٰذَا الْفَنِّ، وَإِنَّمَا قَصَدْتُ أَنْ يَكُوْنَ مِفْتَاحًا لَهَا، وَمُذَكِّرًا بِمَا فِيْهَا، وَمُيَسِّرًا لِلْوُصُوْلِ إِلٰى فَهْمِ مَعَانِيْهَا، وَتَظَلُّ كُتُبُ الْأَئِمَّةِ وَالْعُلَمَاءِ الْأَقْدَمِيْنَ

مَرْجِعًا لِلْعُلَمَاءِ وَالْمُتَخَصِّصِيْنَ فِيْ هٰذَا الْفَنِّ، وَمَعِيْنًا فَيَّاضًا يَنْهَلُوْنَ مِنْهُ.

ترجمہ : اور میں نے اس کا نام "تیسیر مصطلح الحدیث" تجویز کیا۔ میں یہ نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب اگلے علماء کرام کی اس فن میں تحریر شدہ کتابوں سے بے نیاز کردے گی، میرا ارادہ تو بس اتنا ہے کہ یہ اُن کے لیے کنجی بن سکے، ان کے مضامین کو یاد کرانے والی ہو، اُن (کتابوں) کے معانی کا سمجھنا آسان کرنے والی ہو اور ائمہ وعلماءِ سابقین کی کتابیں اس فن میں تخصص (اسپلائزیشن) کرنے والوں کے لیے مرجع برقرار رہیں اور جاری چشمہ ہو جس سے وہ اپنی پیاس بجھاتے رہیں۔

وَلَا يَفُوْتُنِيْ أَنْ أَذْكُرَ أَنَّهُ صَدَرَ فِي الْآوِنَةِ الْأَخِيْرَةِ كُتُبٌ لِبَعْضِ الْبَاحِثِيْنَ فِيْهَا الْفَوَائِدُ الْغَزِيْرَةُ لَا سِيَمَا الرَّدَّ عَلٰى شُبَهِ الْمُسْتَشْرِقِيْنَ وَالْمُنْحَرِفِيْنَ، لٰكِنَّ بَعْضَهَا مُطَوَّلٌ وَبَعْضُهَا مُخْتَصَرٌ جِدًّا، وَبَعْضُهَا غَيْرُ مُسْتَوْعِبٍ، فَأَرَدْتُ أَنْ يَكُوْنَ كِتَابِيْ هٰذَا وَسَطًا بَيْنَ التَّطْوِيْلِ وَالْاِخْتِصَارِ وَمُسْتَوْعِبًا لِجَمِيْعِ الْأَبْحَاثِ.

ترجمہ : مجھ سے اس بات کا ذکر رہنے نہ پائے کہ حالیہ زمانے میں بعض محققین کی چند کتابیں منظر عام پر آئی ہیں جن میں بہت فوائد ہیں خصوصاً مستشرقین ومنحرفین کے شبہات کا ردموجود ہے مگر ان میں سے کچھ تو بہت طویل ہیں تو کچھ نہایت مختصر اور کچھ نامکمل۔ اس لیے میں نے چاہا کہ میری یہ کتاب طوالت واختصار کے درمیان درمیان رہے اور تمام مباحث کا احاطہ کرنے والی ہو۔

شرح :- خیر وشر کی باہمی کشمکش جو ابلیس کے انکارِ سجود سے شروع ہوا' قیامت تک رہے گی اور ہر دور ہر زمانے میں اسلام کے مخالفین مختلف انداز سے اسلام کے بنیادی مآخذ یعنی قرآن وسنت میں شکوک وشبہات پیدا کرکے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن بفضلہٖ تعالیٰ اس قسم کے کسی بھی فتنے کو امتِ مسلمہ میں پنپنے کا موقع نہیں ملا، بلکہ علمائے کرام، محدثین ومتکلمین نے ان فتنوں کا بھرپور محاسبہ کیا اور ان کے شکوک کا بہتر سے بہتر جواب دیا۔ قریب کے زمانہ میں مستشرقین اور ان سے متاثر کچھ جدید خیالات رکھنے والے لوگوں کے ایک طبقہ نے انکارِ حدیث کا سلسلہ شروع کردیا تھا اور اس کے لیے مختلف توجیہات کرنے لگے تھے بالخصوص حدیث کے ثبوت اور درجہ پر کلام کیا گیا اور اس کی حیثیت پر بحث کی گئی حالانکہ حدیث ہی وہ سیڑھی ہے جس کے ذریعہ

فہم قرآن نصیب ہوسکتا ہے۔ لہذا عرب وعجم کے علماء نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور علم حدیث کی نئے انداز سے خدمت کی اور اب انہوں نے احادیث مبارکہ کی تدوین واشاعت اور استناد کو بہت زیادہ واضح کردیا ہے۔ انہی کتابوں میں حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی صاحبؒ (فاضل دارالعلوم دیوبند) کی تصنیف بزبان اردو "تدوین حدیث" بھی ہے جس کا عربی ترجمہ استاذنا حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب شہیدؒ کی تصنیف "اَلسُّنَّةُ النَّبَوِيَّةُ وَمَكَانَتُهَا" بھی کافی مدلل وجامع ہے۔ نیز شیخ عبدالفتاح ابوغدۃؒ اور مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی بھی متعدد مفید کتابیں اور رسائل اس سلسلے میں دستیاب ہیں۔

مصنف ڈاکٹر محمود طحان صاحب فرماتے ہیں کہ دورِ حاضر میں محققین کی لکھی ہوئی کتابیں مفید ہونے کے باوجود ان میں سے بعض بے حد طویل ہیں، بعض بہت زیادہ مختصر اور بعض تمام مباحث کو شامل نہیں ہیں اس لیے میں نے یہ چاہا کہ میری یہ کتاب اختصار وطویل کے درمیان مناسب اور تمام ابحاث پر مشتمل اور مکمل ہو۔

وَالْجَدِيْدُ فِيْ كِتَابِيْ هٰذَا هُوَ: ١- اَلتَّقْسِيْمُ، أَيْ تَقْسِيْمُ كُلِّ بَحْثٍ اِلٰى فِقْرَاتٍ مُرَقَّمَةٍ مِمَّا يَسْهُلُ عَلَى الطَّالِبِ فَهْمُهُ. ٢- اَلتَّكَامُلُ فِيْ كُلِّ بَحْثٍ مِنْ حَيْثُ الْهَيْكَلِ الْعَامِّ لِلْبَحْثِ مِنْ ذِكْرِ التَّعْرِيْفِ وَالْمِثَالِ الخ.... ٣- اَلْاِسْتِيْعَابُ لِجَمِيْعِ أَبْحَاثِ الْمُصْطَلَحِ بِشَكْلٍ مُخْتَصَرٍ. أَمَّا مِنْ حَيْثُ التَّبْوِيْبِ وَالتَّرْتِيْبِ فَقَدِ اسْتَفَدْتُ مِنْ طَرِيْقَةِ الْحَافِظِ ابْنِ حَجَرَ فِي النُّخْبَةِ وَشَرْحِهَا فَإِنَّهُ خَيْرُ تَرْتِيْبٍ تَوَصَّلَ اِلَيْهِ ـ رَحِمَهُ اللّٰهُ ـ وَكَانَ جُلُّ اعْتِمَادِيْ فِي الْمَادَّةِ الْعِلْمِيَّةِ عَلٰى "عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ" ـ لِابْنِ الصَّلَاحِ وَمُخْتَصَرِهِ "التَّقْرِيْبِ" لِلنَّوَوِيِّ، وَشَرْحِهِ "التَّدْرِيْبِ" لِلسَّيُوْطِيِّ. وَجَعَلْتُ الْكِتَابَ مِنْ مُقَدِّمَةٍ وَأَرْبَعَةِ أَبْوَابٍ: اَلْبَابُ الْأَوَّلُ فِي الْخَبَرِ، وَالْبَابُ الثَّانِيْ فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ، وَالْبَابُ الثَّالِثُ فِي الرِّوَايَةِ وَأُصُوْلِهَا، وَالْبَابُ الرَّابِعُ فِي الْإِسْنَادِ وَمَعْرِفَةِ الرُّوَاةِ.

ترجمہ : میری اس کتاب میں نئی باتیں مندرجہ ذیل ہیں: (۱) تقسیم: یعنی ہر بحث کو چند نمبر وار جملوں میں تقسیم کرنا کہ طالب علم کے لیے اس کا سمجھنا آسان ہو جائے۔ (۲) بحث کے عمومی ڈھانچے کے اعتبار سے ہر بحث میں تعریف ومثال وغیرہ اشیاء کو ذکر کر کے بات کو پورا کرنا۔ (۳) مصطلح الحدیث کے تمام مباحث کا مختصر انداز میں احاطہ کرنا۔ جہاں تک باب بندی اور (مضامین کی) ترتیب کا تعلق ہے تو میں نے اس سلسلے میں نخبہ اور اس کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ کے طریقہ سے فائدہ اٹھایا ہے کیونکہ وہ ایک بہترین ترتیب ہے جو انہوں نے اختیار کیا ہے...... اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے ...... علمی مواد میں میرا زیادہ تر اعتماد ابن صلاحؒ کی ''علوم الحدیث''، اس کی مختصر کتاب ''التقریب'' جو امام نوویؒ کی تصنیف ہے اور اس کی شرح ''التدریب'' جو امام سیوطیؒ کی تصنیف ہے، پر رہا۔ میں نے کتاب کو ایک مقدمہ اور چار ابواب پر مشتمل بنایا ہے۔ پہلا باب خبر کے بیان میں، دوسرا باب جرح وتعدیل کے بیان میں، تیسرا باب روایت اور اس کے اصول کے بیان میں اور چوتھا باب اسناد اور معرفتِ رواۃ کے بیان میں ہے۔

شرح :- پانچویں صدی ہجری میں ابو بکر خطیب بغدادیؒ (متوفی ۴۶۳ھ) نے علم حدیث کے تقریباً ہر موضوع کے متعلق ایک کتاب لکھی تھی اور تمام مباحث کو اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا تھا، اسی لیے بعض حضرات کہا کرتے تھے: ''ان المحدثین بعد الخطیب عیالٌ علی کتبه'' (خطیب بغدادیؒ کے بعد آنے والے محدثین انہی کی کتابوں کے خوشہ چین ہیں)۔ خطیب بغدادی کی مختلف کتابوں میں حدیث کے مختلف فنون درج کیے گئے تھے چنانچہ ان کے بعد تقی الدین ابو عمرو عثمان ابن الصلاح (متوفی ۶۴۳ھ) نے ''علوم الحدیث'' کے نام سے ایک جامع کتاب لکھی جس کے اندر پہلے سے زیادہ فوائد ونکات تھے، چونکہ انہوں نے یہ کتاب باقاعدہ تحریر نہیں فرمائی تھی بلکہ طلبہ کو املاء کراتے گئے اس لیے مناسب ترتیب قائم نہیں رہی یہی وجہ ہے کہ پھر بعد کے علماء میں سے کسی نے اس کا اختصار کیا تو کسی نے مزید تشریح کر دی، کسی نے اس کو اشعار کی لڑی ہی میں پرو دیا تو کسی نے پھر ان اشعار کی بھی شرح کر ڈالی۔

بالآخر علامہ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ (متوفی ۸۵۲ھ) نے پہلے نخبۃ الفکر کے نام سے اس

کی تلخیص کی اور پھر خود ہی ''نزھۃ النظر'' کے نام سے اس کی بھی شرح کردی۔ چونکہ حافظ ابن حجرؒ نے کتابی انداز سے خصوصیت کے ساتھ طلبہ کی آسانی کے لیے تلخیص کی تھی اس لیے ان کی کتاب بہترین ترتیب کے ساتھ مرتب ہوئی اور محدثین میں پسند کی گئی۔ مصنف ڈاکٹر طحان صاحب نے بھی ترتیب میں ان کی پیروی کی ہے تاکہ آسانی رہے، دشواری نہ ہو البتہ علمی مواد وہی ہے جو ابن الصلاحؒ اپنی املائی کتاب ''علوم الحدیث'' میں ودیعت کر چکے تھے۔

وَاِنَّنِیْ اِذْ أُقَدِّمُ هٰذَا الْجُهْدَ الْمُتَوَاضِعَ لِأَبْنَائِنَا الطَّلَبَةِ أَعْتَرِفُ بِعجْزِیْ وَتَقْصِیْرِیْ فِیْ اِعْطَاءِ هٰذَا الْعِلْمِ حَقَّهٗ وَلَا أُبَرِّئُ نَفْسِیْ مِنَ الزَّلَلِ وَالْخَطَإِ، فَالرَّجَاءُ مِمَّنْ يَطَّلِعُ فِيْهِ عَلٰى زَلَّةٍ أَوْ خَطَإٍ أَنْ يُنَبِّهَنِیْ عَلَيْهِ مَشْكُوْرًا لَعَلِّیْ أَتَدَارَكُهٗ، وَأَرْجُو اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْ يَنْفَعَ بِهِ الطَّلَبَةَ وَالْمُشْتَغِلِيْنَ بِالْحَدِيْثِ وَأَنْ يَجْعَلَهٗ خَالِصًا لِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ.

ترجمہ : اور میں جب کہ اپنے عزیز طلباء کے لیے یہ حقیر سی کاوش پیش کر رہا ہوں، اس علم کا حق ادا کرنے میں اپنی کمزوری و کوتاہی کا اعتراف کرتا ہوں اور میں خود کو لغزش و خطا سے پاک نہیں سمجھتا۔ لہذا ہر اس شخص سے جو اس کتاب میں کسی لغزش یا غلطی پر مطلع ہو امید ہے کہ مجھے اس سے مطلع کر دے، شکریہ ادا کیا جائے گا تا کہ میں اس غلطی کا تدارک کر سکوں اور میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ اس کتاب کے ذریعہ طلباء کو اور علم حدیث میں مشغول افراد کو نفع پہنچائیں گے اور یہ کہ اس کو اپنی مہربان ذات کے خالص کر لیں گے۔

اَلْمُقَدِّمَةُ: ۔ نُبْذَةٌ تَارِيْخِيَّةٌ عَنْ نَشْأَةِ عِلْمِ الْمُصْطَلَحِ وَالْأَطْوَارِ الَّتِیْ مَرَّ بِهَا. ۔ أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِیْ عِلْمِ الْمُصْطَلَحِ. ۔ تَعْرِيْفَاتٌ أَوَّلِيَّةٌ.

ترجمہ : پیش لفظ: علم المصطلح کے آغاز اور ان احوال کی مختصر تاریخ جن سے یہ علم گزرا ہے۔ علم مصطلح کے بارے میں مشہور ترین تصانیف۔ ابتدائی تعریفات۔

شرح :۔ کسی بھی کتاب کے مقدمہ میں سب سے پہلے اُس علم یا فن کے متعلق بنیادی باتیں بیان کی جاتی ہیں جو اُس کتاب کا موضوع ہوتا ہے؛ تا کہ کتاب کا قاری تمام مضامین فہم اور بصیرت کے ساتھ پڑھے اور اس کے پڑھنے سمجھنے میں دقت نہ ہو، چنانچہ مصنف صاحب بھی اپنی کتاب کے

مقدمہ یعنی پیش لفظ میں تین ابتدائی عنوانات قائم فرما رہے ہیں۔ پہلے عنوان کے تحت فن ''اصول حدیث'' جسے ''مصطلح الحدیث'' بھی کہا جاتا ہے اس کے آغاز اور مختلف ادوار کا ذکر فرمائیں گے جس سے یہ پتہ چلے گا کہ ہر زمانہ میں ''اصول الحدیث'' کی نوعیت اور شکل کیا رہی؟۔ دوسرے عنوان کے تحت ''اصول الحدیث'' کی مشہور کتابوں کا ذکر فرمائیں گے جبکہ تیسرے عنوان کے تحت اس فن بکثرت استعمال ہونے والے الفاظ کی تعریف کی جائے گی تاکہ آئندہ صرف اُن کے نام ذکر کریں تو طالب علم کو سمجھنے میں پریشانی نہ ہو۔

نُبْذَةٌ تَارِيْخِيَّةٌ عَنْ نَشْأَةِ عِلْمِ الْمُصْطَلَحِ وَالْأَطْوَارِ الَّتِىْ مَرَّ بِهَا

يُلَاحِظُ الْبَاحِثُ الْمُتَفَحِّصُ أَنَّ الْأُسُسَ وَالْأَرْكَانَ الْأَسَاسِيَّةَ لِعِلْمِ الرِّوَايَةِ وَنَقْلِ الْأَخْبَارِ مَوْجُوْدَةٌ فِى الْكِتَابِ الْعَزِيْزِ وَالسُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ،فَقَدْ جَاءَ فِى الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ قَوْلُهُ تَعَالىٰ: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾ [الحجرات:٦]، وَجَاءَ فِى السُّنَّةِ قَوْلُهُ ﷺ:''نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعىٰ مِنْ سَامِعٍ''،وَفِىْ رِوَايَةٍ ''فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلىٰ مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ''. [ترمذی،ابوداؤد]فَفِىْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ الْكَرِيْمَةِ وَهٰذَا الْحَدِيْثِ الشَّرِيْفِ مَبْدَأُ التَّثَبُّتِ فِىْ أَخْذِ الْأَخْبَارِ وَكَيْفِيَّةِ ضَبْطِهَا بِالْاِنْتِبَاهِ لَهَا وَوَعْيِهَا وَالتَّدْقِيقِ فِىْ نَقْلِهَا لِلْاٰخَرِيْنَ.

ترجمہ : علم مصطلح کی ابتداء اور ان احوال کی مختصر تاریخ جن سے یہ علم گزرا ہے۔ تحقیق وتلاش کرنے والا یہ ملاحظہ کرے گا کہ علمِ روایت اور نقلِ اخبار کی بنیادیں اور اہم ارکان کتابِ مقدس اور سنتِ نبویہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا ہے:﴿يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾ (اے ایمان والو! تمہارے پاس اگر فاسق کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلیا کرو)[سورۂ حجرات]۔ اور احادیث میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد وارد ہوا ہے:'' اللہ تعالیٰ اُس شخص کو تر وتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی پھر اُسے جس طرح سنا تھا' اسی طرح پہنچادی چنانچہ بہت سے لوگ جن تک بات پہنچائی جاتی ہے' زیادہ محفوظ کرنے والے ہیں سننے

والے سے"۔اور ایک روایت میں اس طرح ہے"پس بہت سے لوگ سمجھ کی بات نقل کرنے والے ہوتے ہیں اُن لوگوں تک جو اُن سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں اور بہت سے سمجھ کی بات نقل کرنے والے خود فقیہ نہیں ہوتے" [ترمذی وابوداؤد]۔مذکورہ آیتِ مبارکہ اور حدیث شریف میں خبروں کے قبول کرنے اور انہیں ضبط کرنے میں احتیاط سے کام لینے کا قاعدہ موجود ہے ان پہ پوری توجہ رکھنے، انہیں محفوظ کرنے اور انہیں دوسروں تک پہنچانے میں باریک بینی اختیار کرنے کے ساتھ۔

وَامْتِثَالًا لِأَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَرَسُوْلِهٖ ﷺ فَقَدْ كَانَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يَتَثَبَّتُوْنَ فِيْ نَقْلِ الْأَخْبَارِ وَقَبُوْلِهَا، لَا سِيَّمَا إِذَا شَكُّوْا فِيْ صِدْقِ النَّاقِلِ لَهَا، فَظَهَرَ بِنَاءً عَلٰى هٰذَا مَوْضُوْعُ الْإِسْنَادِ وَقِيْمَتُهٗ فِيْ قَبُوْلِ الْأَخْبَارِ أَوْ رَدِّهَا، فَقَدْ جَاءَ فِيْ مُقَدَّمَةِ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ: " قَالَ: لَمْ يَكُوْنُوْا يَسْأَلُوْنَ عَنِ الْإِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوْا سَمُّوْا لَنَا رِجَالَكُمْ، فَيُنْظَرُ إِلٰى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ وَيُنْظَرُ إِلٰى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ".

ترجمہ : اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ خبروں کے نقل اور انہیں قبول کرنے میں احتیاط کرتے تھے خصوصاً جب ان کو ناقلِ حدیث کی سچائی میں تردد ہوتا، اسی بناء پر خبروں کے قبول یا رد کرنے میں اسناد کا موضوع اور اس کی قدر و قیمت ظاہر ہوئی چنانچہ صحیح مسلم کے مقدمہ میں ابن سیرینؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: وہ لوگ اسناد کے متعلق سوال نہیں کیا کرتے تھے، لیکن جب فتنہ پیش آیا تو وہ کہنے لگے: "ہمارے سامنے اپنے لوگوں (رواۃ) کے نام لو" پھر اہلِ سنت کو دیکھ کر ان کی حدیث کو قبول کر لیا جاتا اور اہل بدعت کو دیکھ کر ان کی حدیث کو نہیں لیا جاتا۔

شرح:۔فتنہ سے معتزلہ اور خوارج و دیگر فرقوں کا ظہور مراد ہے۔واللہ اعلم

وَبِنَاءً عَلٰى أَنَّ الْخَبَرَ لَا يُقْبَلُ إِلَّا بَعْدَ مَعْرِفَةِ سَنَدِهٖ فَقَدْ ظَهَرَ عِلْمُ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ، وَالْكَلَامُ عَلَى الرُّوَاةِ، وَمَعْرِفَةُ الْمُتَّصِلِ أَوِ الْمُنْقَطِعِ مِنَ الْأَسَانِيْدِ، وَمَعْرِفَةُ الْعِلَلِ الْخَفِيَّةِ، وَظَهَرَ الْكَلَامُ فِيْ بَعْضِ الرُّوَاةِ لٰكِنْ عَلٰى قِلَّةٍ؛ لِقِلَّةِ الرُّوَاةِ

الْمَجْرُوْحِیْنَ فِیْ أَوَّلِ الْأَمْرِ. ثُمَّ تَوَسَّعَ الْعُلَمَاءُ فِیْ ذٰلِكَ حَتّٰی ظَهَرَ الْبَحْثُ فِیْ عُلُوْمٍ كَثِیْرَةٍ تَتَعَلَّقُ بِالْحَدِیْثِ مِنْ نَاحِیَةِ ضَبْطِهٖ وَ كَیْفِیَّةِ تَحَمُّلِهٖ وَأَدَائِهٖ، وَمَعْرِفَةُ نَاسِخِهٖ مِنْ مَنْسُوْخِهٖ وَغَرِیْبِهٖ وَغَیْرُ ذٰلِكَ اِلَّا أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ یَتَنَاقَلُهُ الْعُلَمَاءُ شَفَوِیًّا.

ترجمہ : اوراس بناء پر کہ خبر کونہیں قبول کیا جانا چاہیے مگراس کی سند پہچان لینے کے بعد ہی تو علمِ جرح وتعدیل، رواۃ پر کلام، سندِ متصل ومنقطع کی معرفت اور مخفی علتوں کا علم وجود میں آیا اور بعض رواۃ کے متعلق کلام ہونے لگا مگر ایسا کم ہی تھا کیونکہ شروع شروع میں مجروح رواۃ کی تعداد کم تھی۔ اس کے بعد اس میں علماء نے وسعت اختیار کی یہاں تک کہ حدیث سے متعلق بہت سارے علوم میں بحث ہونے لگی یعنی اس کے ضبط کرنے، حاصل کرنے اور پہنچانے کی کیفیت اور ناسخ ومنسوخ کے درمیان امتیاز اور حدیثِ غریب کی شناخت وغیرہ کے اعتبار سے۔ لیکن ان تمام باتوں کو علماء زبانی ایک دوسرے سے بیان کیا کرتے تھے۔

شرح :- ۱۰۰ھ کے بعد علماء نے سند کی چھان بین اور رواۃ کے حالات بحیثیت صادق وکاذب ہونے، سے بحث کرنا شروع کی چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے بھی بعض راویوں پر جرح کی اور ان سے حدیث روایت کرنے سے منع فرمایا۔ مثلاً: (۱) مَارَأَیْتُ أَكْذَبَ مِنْ جَابِرِ الْجُعْفِیِّ" میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا نہیں پایا۔ (۲) اُكْتُبْ عَنْهُ فَاِنَّهٗ ثِقَةٌ، مَاخَلَا أَحَادِیْثَ أَبِیْ اِسْحَاقَ الْحَارِثِ وَأَحَادِیْثَ جَابِرِ الْجُعْفِیِّ". سفیان ثوری سے حدیث لکھو کیونکہ وہ معتبر ہیں مگر ابواسحاق حارث اور جابر جعفی کی سند سے مروی احادیث نہیں لکھنا۔ (۳) "زَیْدُ بْنُ عَیَّاشٍ ضَعِیْفٌ" زید بن عیاش کمزور ہیں۔ [راہنمائے علم حدیث]

ثُمَّ تَطَوَّرَ الْأَمْرُ، وَصَارَتْ هٰذِهِ الْعُلُوْمُ تُكْتَبُ وَتُسَجَّلُ لٰكِنْ فِیْ أَمْكِنَةٍ مُتَفَرِّقَةٍ مِنَ الْكُتُبِ مَمْزُوْجَةً بِغَیْرِهَا مِنَ الْعُلُوْمِ الْأُخْرٰی كَعِلْمِ الْأُصُوْلِ وَعِلْمِ الْفِقْهِ وَعِلْمِ الْحَدِیْثِ، مِثْلَ كِتَابِ الرِّسَالَةِ وَكِتَابِ الْأُمِّ. وَأَخِیْرًا لَمَّا نَضِجَتِ الْعُلُوْمُ وَاسْتَقَرَّ الْاِصْطِلَاحُ، وَاسْتَقَلَّ كُلُّ فَنٍّ عَنْ غَیْرِهٖ وَذٰلِكَ فِی الْقَرْنِ الرَّابِعِ الْهِجْرِیِّ، أَفْرَدَ الْعُلَمَاءُ عِلْمَ الْمُصْطَلَحِ فِیْ كِتَابٍ مُسْتَقِلٍّ، وَكَانَ مِنْ أَوَّلِ مَنْ أَفْرَدَهٗ

بِالتَّصْنِيْفِ الْقَاضِيْ أَبُوْمُحَمَّدِ الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ خَلَّادِ الرَّامَهُرْمُزِيُّ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ٣٦٠هـ فِيْ كِتَابِهِ " الْمُحَدِّثُ الْفَاصِلُ بَيْنَ الرَّاوِيْ وَالْوَاعِيْ". وَسَأَذْكُرُ أَشْهَرَ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْ عِلْمِ الْمُصْطَلَحِ مِنْ حِيْنِ اِفْرَادِهٖ بِالتَّصْنِيْفِ اِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا.

ترجمہ : پھر حالات بدلے اور یہ علوم لکھے اور قلمبند کیے جانے لگے مگر کتابوں میں بکھرے مقامات دوسرے علوم کے ساتھ ملے ہوئے کی حالت میں جیسے علمِ اصول، علم فقہ اور علمِ حدیث (کے ضمن میں علومِ روایت بھی بیان ہوتے رہتے) مثلاً کتاب الرسالہ اور کتاب الأم۔ آخر میں جب علوم پختہ ہوئے اور اصطلاح مقرر ہوئی اور ہر ایک فن دوسرے سے علیحدہ ہو گیا اور ایسا چوتھی صدی ہجری میں ہوا، تو علماء نے علمِ مصطلح کو مستقل کتاب میں جدا بیان کیا اور سب سے پہلے اس کو علیحدہ تصنیف کرنے والوں میں ابو محمد حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد رامہرمزیؒ متوفی سنہ ۳۶۰ھ ہیں، انہوں نے کتاب ''المحدث الفاصل بین الراوی والواعی'' تصنیف کی۔ میں عنقریب علمِ مصطلح کو علیحدہ تصنیف کیے جانے کے وقت سے اب تک کی مشہور ترین تصنیفات کا ذکر کروں گا۔

أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْ عِلْمِ الْمُصْطَلَحِ

١- اَلْمُحَدِّثُ الْفَاصِلُ بَيْنَ الرَّاوِيْ وَالْوَاعِيْ: صَنَّفَهُ الْقَاضِيْ أَبُوْمُحَمَّدِ الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ خَلَّادِ الرَّامَهُرْمُزِيُّ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ٣٦٠هـ لٰكِنَّهُ لَمْ يَسْتَوْعِبْ أَبْحَاثَ الْمُصْطَلَحِ كُلَّهَا، وَهٰذَا شَأْنُ مَنْ يَفْتَتِحُ التَّصْنِيْفَ فِيْ أَيِّ فَنٍّ أَوْ عِلْمٍ غَالِبًا.

٢- مَعْرِفَةُ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ: صَنَّفَهُ أَبُوْعَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْحَاكِمُ النَّيْسَابُوْرِيُّ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ٤٠٥هـ لٰكِنَّهُ لَمْ يُهَذِّبِ الْأَبْحَاثَ وَلَمْ يُرَتِّبْهَا التَّرْتِيْبَ الْفَنِّيَّ الْمُنَاسِبَ.

ترجمہ : علمِ مصطلح کی مشہور ترین تصنیفات: (۱) المحدث الفاصل بین الراوی والواعی: اس کو قاضی ابو محمد حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد رامہرمزیؒ متوفی سنہ ۳۶۰ھ نے تصنیف کیا مگر انہوں نے علمِ مصطلح کی تمام بحثوں کو نہیں سمیٹا۔ اکثر یہی کیفیت ہوتی ہے ہر اس شخص کی جو کسی بھی فن یا علم میں تصنیف آغاز کرتا ہے۔ (۲) معرفۃ علوم الحدیث: اس کو ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوریؒ متوفی

سنہ ۴۰۵ھ نے تصنیف کیا مگر انہوں نے مباحث کو واضح نہیں کیا اور ان کو مناسب فنی انداز سے مرتب نہیں کیا۔

٣- اَلْمُسْتَخْرَجُ عَلیٰ مَعْرِفَةِ عُلُوْمِ الْحَدِیْثِ: صَنَّفَهُ أَبُوْنُعَیْمٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْأَصْبَهَانِيُّ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ٤٣٠هـ، اِسْتَدْرَكَ فِیْهِ عَلَى الْحَاكِمِ مَا فَاتَهُ فِیْ كِتَابِهِ "مَعْرِفَةُ عُلُوْمِ الْحَدِیْثِ" مِنْ قَوَاعِدِهٰذَا الْفَنِّ ،لٰكِنَّهُ تَرَكَ أَشْیَاءَ یُمْكِنُ لِلْمُتَعَقِّبِ أَنْ یَسْتَدْرِكَهَا عَلَیْهِ أَیْضًا. ٤-اَلْكِفَایَةُ فِیْ عِلْمِ الرِّوَایَةِ: صَنَّفَهُ أَبُوْبَكْرٍ أَحْمَدُبْنُ عَلِيِّ بْنِ ثَابِتِ الْخَطِیْبُ الْبَغْدَادِيُّ الْمَشْهُوْرُ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ٤٦٣هـ وَهُوَ كِتَابٌ حَافِلٌ بِتَحْرِیْرِ مَسَائِلِ هٰذَا الْفَنِّ وَبَیَانِ قَوَاعِدِ الرِّوَایَةِ، وَیُعْتَبَرُ مِنْ أَجَلِّ مَصَادِرِ هٰذَا الْعِلْمِ.

ترجمہ : (۳) المستخرج علی معرفۃ علوم الحدیث: اس کو ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانیؒ متوفی سنہ ۴۳۰ھ نے تحریر کیا۔ اس کتاب میں انہوں نے حاکمؒ سے اس فن کے ان قواعد کا تدارک کیا ہے جو ان کی کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" میں ذکر نہیں ہوئے تھے مگر ابونعیمؒ نے (بھی) چند چیزیں چھوڑ دی ہیں کہ بعد میں آنے والا ان کا بھی تدارک کرسکتا ہے۔ (۴) الکفایۃ فی علم الروایۃ: ابوبکر احمد بن علی بن ثابت المشہور بہ خطیب بغدادیؒ متوفی سنہ ۴۶۳ھ نے تصنیف کی ہے، اور یہ اس فن کے مسائل کی وضاحت اور قواعدِ روایت کے بیان کی جامع کتاب ہے۔ اِسے اس علم کے اہم ترین مصادر میں شمار کیا جاتا ہے۔

٥- اَلْجَامِعُ لِأَخْلَاقِ الرَّاوِيْ وَآدَابِ السَّامِعِ: صَنَّفَهُ الْخَطِیْبُ الْبَغْدَادِيُّ أَیْضًا، وَهُوَ كِتَابٌ یَبْحَثُ فِیْ آدَابِ الرِّوَایَةِ كَمَا هُوَ وَاضِحٌ مِنْ تَسْمِیَتِهِ وَهُوَ فَرِیْدٌ فِیْ بَابِهِ، قَیِّمٌ فِیْ أَبْحَاثِهِ وَمُحْتَوَیَاتِهِ، وَقَلَّ فَنٌّ مِنْ فُنُوْنِ عُلُوْمِ الْحَدِیْثِ اِلَّا وَصَنَّفَ الْخَطِیْبُ فِیْهِ كِتَابًا مُفْرَدًا، فَكَانَ كَمَا قَالَ الْحَافِظُ أَبُوْبَكْرِبْنُ نُقْطَةَ: "كُلُّ مَنْ أَنْصَفَ عَلِمَ أَنَّ الْمُحَدِّثِیْنَ بَعْدَ الْخَطِیْبِ عِیَالٌ عَلیٰ كُتُبِهِ". ٦-اَلْاِلْمَاعُ اِلیٰ مَعْرِفَةِ أُصُوْلِ الرِّوَایَةِ وَتَقْیِیْدِ السَّمَاعِ: صَنَّفَهُ الْقَاضِيْ عِیَاضُ بْنُ مُوْسَى الْیَحْصُبِيُّ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ٥٤٤هـ وَهُوَ كِتَابٌ غَیْرُ شَامِلٍ لِجَمِیْعِ أَبْحَاثِ الْمُصْطَلَحِ بَلْ هُوَ مَقْصُوْرٌ عَلیٰ مَایَتَعَلَّقُ بِكَیْفِیَّةِ

التَّحَمُّلِ وَالْأَدَاءِ وَمَا يَتَفَرَّعُ عَنْهَا، لٰكِنَّهُ جَيِّدٌ فِيْ بَابِهِ، حَسَنُ التَّنْسِيْقِ وَالتَّرْتِيْبِ.

ترجمہ : (۵) الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع: خطیب بغدادیؒ ہی نے تصنیف کی ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ہی واضح ہے روایت کے آداب سے بحث کرتی ہے، اپنے باب میں منفرد اور اپنے مباحث ومضامین کے لحاظ سے اہم ہے۔ علوم کے فنون میں بہت کم ہی کوئی فن ہے (یعنی کوئی فن نہیں) مگر خطیبؒ نے اس میں ایک الگ کتاب لکھی ہے، آپؒ اسی طرح تھے جیسے حافظ ابوبکر بن نقطہ نے کہا ہے: جو بھی انصاف سے کام لے' یہ جان لے گا کہ خطیبؒ کے بعد آنے والے محدثین ان ہی کی کتابوں کے محتاج ہیں۔ (۶) الالماع الی معرفۃ اصول الروایۃ وتقیید السماع: اس کو قاضی عیاض بن موسیٰ یحصبیؒ متوفی ۵۴۴ھ نے تصنیف کی ہے۔ یہ کتاب مصطلح الحدیث کے تمام مباحث کو شامل نہیں ہے بلکہ یہ تحمل واداء حدیث اور اس سے حاصل چیزوں کے متعلقہ امور پر منحصر ہے مگر اپنے لحاظ سے عمدہ اور اس کا انداز وترتیب اچھی ہے۔

٧- مَالَا يَسَعُ الْمُحَدِّثَ جَهْلُهُ: صَنَّفَهُ أَبُوْحَفْصٍ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْمَجِيْدِ الْمَيَانِجِيُّ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ٥٨٠هـ وَهُوَ جُزْءٌ صَغِيْرٌ لَيْسَ فِيْهِ كَبِيْرُ فَائِدَةٍ. ٨- عُلُوْمُ الْحَدِيْثِ: صَنَّفَهُ أَبُوْعَمْرٍو عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الشَّهْرَزُوْرِيُّ الْمَشْهُوْرُ بِابْنِ الصَّلَاحِ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ٦٤٣هـ وَكِتَابُهُ هٰذَا مَشْهُوْرٌ بَيْنَ النَّاسِ بِـ "مُقَدِّمَةِ ابْنِ الصَّلَاحِ" وَهُوَ مِنْ أَجْوَدِ الْكُتُبِ فِي الْمُصْطَلَحِ. جَمَعَ فِيْهِ مُؤَلِّفُهُ مَا تَفَرَّقَ فِيْ غَيْرِهٖ مِنْ كُتُبِ الْخَطِيْبِ وَمَنْ تَقَدَّمَهُ، فَكَانَ كِتَابًا حَافِلًا بِالْفَوَائِدِ لٰكِنَّهُ لَمْ يُرَتِّبْهُ عَلَى الْوَضْعِ الْمُنَاسِبِ لِأَنَّهُ أَمْلَاهُ شَيْئًا فَشَيْئًا، وَهُوَ مَعَ هٰذَا عُمْدَةُ مَنْ جَاءَ بَعْدَهُ مِنَ الْعُلَمَاءِ، فَكَمْ مِنْ مُخْتَصِرٍ لَهُ وَنَاظِمٍ، وَمُعَارِضٍ لَهُ وَمُنْتَصِرٍ.

ترجمہ : (۷) مالا یسع المحدث جہلہ: اس کو ابوحفص عمر بن عبدالمجید میانجیؒ متوفی سنہ ۵۸۰ھ نے تصنیف کیا۔ یہ ایک چھوٹا سا جزء ہے جس میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں۔ (۸) علوم الحدیث: اس کے مصنف ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوریؒ معروف بہ ابن صلاحؒ متوفی سنہ ۶۴۳ھ ہیں۔ آپ کی یہ کتاب لوگوں میں ''مقدمہ ابن صلاحؒ'' کے نام سے معروف ہے اور یہ مصطلح الحدیث کی بہت

بہترین کتابوں میں سے ہے۔اس میں مؤلف نے وہ سب باتیں اکٹھی کی ہیں جو خطیبؒ اوران سے پہلے لوگوں کی کتب میں بکھری ہوئی تھیں، چنانچہ یہ کتاب فوائد پر مشتمل ہے مگر انہوں نے اسے مناسب طرز پر مرتب نہیں کیا اس لیے کہ آپ نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے املاء کروایا۔اس کے باوجود کتاب ابن صلاحؒ کے بعد آنے والے علماء کے لیے قابلِ اعتماد ہے تو کتنے ہی اس کے اختصار کرنے والے ہیں اور کتنے اس کے نظم بنانے والے،اور کتنے اس کے تردید کرنے والے اور کتنے اس کی تائید کرنے والے۔

٩- اَلتَّقْرِيْبُ وَالتَّيْسِيْرُ لِمَعْرِفَةِ سُنَنِ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ: صَنَّفَهُ مُحْيِى الدِّيْنِ يَحْيَى بْنُ شَرَفِ النَّوَوِىُّ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ٦٧٦هـ وَكِتَابُهُ هٰذَا اخْتِصَارٌ لِكِتَابِ "عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ" لِابْنِ الصَّلَاحِ، وَهُوَ كِتَابٌ جَيِّدٌ لٰكِنَّهُ مُغْلَقُ الْعِبَارَةِ أَحْيَانًا. ١٠- تَدْرِيْبُ الرَّاوِىْ فِىْ شَرْحِ تَقْرِيْبِ النَّوَاوِىْ: صَنَّفَهُ جَلَالُ الدِّيْنِ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِىْ بَكْرٍ السُّيُوْطِىُّ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ٩١١هـ وَهُوَ شَرْحٌ لِكِتَابِ تَقْرِيْبِ النَّوَاوِىْ كَمَا هُوَ وَاضِحٌ مِنِ اسْمِهٖ، جَمَعَ فِيْهِ مُؤَلِّفُهُ مِنَ الْفَوَائِدِ الشَّىْءَ الْكَثِيْرَ.

ترجمہ : (۹) التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر النذیر: اس کو محیی الدین یحییٰ بن شرف نوویؒ متوفی سنہ ۶۷۶ھ نے تصنیف کیا۔ان کی یہ کتاب ابن صلاحؒ کی کتاب "علوم الحدیث" کا اختصار ہے اور یہ عمدہ کتاب ہے مگر اس کی عبارت کچھ کچھ پیچیدہ ہے۔(۱۰) تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی: اس کے مصنف جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطیؒ متوفی سنہ ۹۱۱ھ ہیں اور یہ تقریبِ نووی کی شرح ہے جیسا کہ اس کے نام سے ہی واضح ہے،اس میں مؤلف نے بہت فوائد جمع کیے ہیں۔

١١- نَظْمُ الدُّرَرِ فِىْ عِلْمِ الْأَثَرِ: صَنَّفَهَا زَيْنُ الدِّيْنِ عَبْدُالرَّحِيْمِ بْنُ الْحُسَيْنِ الْعِرَاقِىُّ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ٨٠٦هـ وَمَشْهُوْرَةٌ بِاسْمِ "أَلْفِيَّةِ الْعِرَاقِىِّ" نَظَمَ فِيْهَا "عُلُوْمَ الْحَدِيْثِ" لِابْنِ الصَّلَاحِ، وَزَادَ عَلَيْهِ، وَهِىَ جَيِّدَةٌ غَزِيْرَةُ الْفَوَائِدِ، وَعَلَيْهَا شُرُوْحٌ مُتَعَدِّدَةٌ، مِنْهَا شَرْحَانِ لِلْمُؤَلِّفِ نَفْسِهٖ. ١٢- فَتْحُ الْمُغِيْثِ فِىْ شَرْحِ أَلْفِيَّةِ الْحَدِيْثِ:

صَنَّفَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ السَّخَاوِیُّ الْمُتَوفّٰی سَنَةَ ۹۰۲ھ وَهُوَ شَرْحٌ عَلٰی أَلْفِیَّةِ الْعِرَاقِیِّ وَهُوَ مِنْ أَوْفٰی شُرُوْحِ الْأَلْفِیَّةِ وَأَجْوَدِهَا.

ترجمه : (۱۱) نظم الدرر فی علم الأثر: اس کو زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقیؒ متوفی سنہ ۸۰۶ھ نے تصنیف کیا اور یہ ''الفیۃ العراقی'' کے نام سے معروف ہے، اس میں مصنف نے ابن صلاحؒ کی ''علوم الحدیث'' کو منظوم کیا ہے اور اس پر اضافہ بھی کیا۔ یہ عمدہ اور بڑے فوائد والی کتاب ہے اور اس کی کئی شروحات موجود ہیں، ان میں سے دو شرحیں مصنف کی اپنی ہیں۔ (۱۲) فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث: اس کو محمد بن عبدالرحمٰن سخاویؒ متوفی ۹۰۲ھ نے تصنیف کیا۔ یہ الفیہ عراقی کی شرح ہے اور یہ الفیہ کی کامل اور بہترین شروحات میں سے ہے۔

۱۳- نُخْبَةُ الْفِكَرِ فِیْ مُصْطَلَحِ أَهْلِ الْأَثَرِ: صَنَّفَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرِ الْعَسْقَلَانِیُّ الْمُتَوفّٰی سَنَةَ ۸۵۲ھ وَهُوَ جُزْءٌ صَغِیْرٌ مُخْتَصَرٌ جِدًّا لٰکِنَّهُ مِنْ أَنْفَعِ الْمُخْتَصَرَاتِ وَأَجْوَدِهَا تَرْتِیْبًا، اِبْتَکَرَ فِیْهِ مُؤَلِّفُهُ طَرِیْقَةً فِی التَّرْتِیْبِ وَالتَّقْسِیْمِ لَمْ یُسْبَقْ اِلَیْهَا، وَقَدْ شَرَحَهُ مُؤَلِّفُهُ بِشَرْحٍ سَمَّاهُ " نُزْهَةَ النَّظَرِ" كَمَا شَرَحَهُ غَیْرُهُ. ۱۴- الْمَنْظُوْمَةُ الْبَیْقُوْنِیَّةُ : صَنَّفَهَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ الْبَیْقُوْنِیُّ الْمُتَوفّٰی سَنَةَ ۱۰۸۰ھ وَهِیَ مِنَ الْمَنْظُوْمَاتِ الْمُخْتَصَرَةِ، اِذْ لَا تَتَجَاوَزُ أَرْبَعَةً وَثَلَاثِیْنَ بَیْتًا، وَتُعْتَبَرُ مِنَ الْمُخْتَصَرَاتِ النَّافِعَةِ الْمَشْهُوْرَةِ وَعَلَیْهَا شُرُوْحٌ مُتَعَدِّدَةٌ. ۱۵- قَوَاعِدُ التَّحْدِیْثِ : صَنَّفَهُ مُحَمَّد جَمَالُ الدِّیْنِ الْقَاسِمِیُّ الْمُتَوفّٰی سَنَةَ ۱۳۳۲ھ وَهُوَ كِتَابٌ مُحَرَّرٌ مُفِیْدٌ. وَهُنَاكَ مُصَنَّفَاتٌ أُخْرٰی كَثِیْرَةٌ یَطُوْلُ ذِكْرُهَا، اِقْتَصَرْتُ عَلٰی ذِكْرِ الْمَشْهُوْرِ مِنْهَا، فَجَزَی اللّٰهُ الْجَمِیْعَ عَنَّا وَعَنِ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرَ الْجَزَاءِ.

ترجمه : (۱۳) نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الأثر: اس کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ متوفی سنہ ۸۵۲ھ نے تصنیف کیا ہے۔ یہ بہت ہی مختصر اور چھوٹا جزء ہے مگر مختصر کتابوں میں خوب فائدہ مند اور بہتر ترتیب والی کتاب ہے۔ اس کے مؤلف نے اس میں ترتیب وتقسیم کی ایک نئی طرز اختیار کی ہے جو پہلے کسی نے اختیار نہیں کی اور مؤلف ہی نے اس کی ایک شرح لکھی جس کا نام ''نزہۃ النظر'' رکھا

جیسا کہ دوسرے حضرات نے بھی اس کی شرح لکھی۔ (۱۴) المنظومۃ البیقونیہ: اس کو عمر بن محمد بیقونیؒ متوفی سنہ ۱۰۸۰ھ نے تصنیف کیا، یہ مختصر منظومات میں سے ہے کیونکہ یہ ۳۴ اشعار سے زیادہ نہیں ہے اور معروف ومفید مختصرات میں سے ہے، اس کی متعدد شروح ہیں۔ (۱۵) قواعد التحدیث: اس کو محمد جمال الدین قاسمیؒ متوفی سنہ ۱۳۳۲ھ نے تصنیف کیا اور یہ واضح اور مفید کتاب ہے۔ اس موضوع پر بہت ساری دوسری تصنیفات بھی ہیں جن کا ذکر طویل ہو جائے گا۔ میں نے ان میں سے معروف تصانیف کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہماری طرف سے اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین

تَعْرِيْفَاتٌ أَوَّلِيَّةٌ

١ – عِلْمُ الْمُصْطَلَحِ : عِلْمٌ بِأُصُوْلٍ وَقَوَاعِدَ يُعْرَفُ بِهَا أَحْوَالُ السَّنَدِ وَالْمَتْنِ مِنْ حَيْثُ الْقَبُوْلِ وَالرَّدِّ. ٢ – مَوْضُوْعُهُ : السَّنَدُ وَالْمَتْنُ مِنْ حَيْثُ الْقَبُوْلِ وَالرَّدِّ. ٣ – ثَمَرَتُهُ : تَمْيِيْزُ الصَّحِيْحِ مِنَ السَّقِيْمِ مِنَ الْأَحَادِيْثِ. ٤ – اَلْحَدِيْثُ : (أ) لُغَةً : الْجَدِيْدُ، وَيُجْمَعُ عَلىٰ أَحَادِيْثَ عَلىٰ خِلَافِ الْقِيَاسِ. (ب) اِصْطِلَاحاً : مَا أُضِيْفَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ تَقْرِيْرٍ أَوْ صِفَةٍ.

ترجمہ: ابتدائی تعریفات۔ علم المصطلح: ایسے اصول وقواعد کا جاننا جن کے ذریعہ سند اور متن کے حالات قبول ورد کیے جانے کی حیثیت سے پہچانے جائیں۔ اس کا موضوع: سند اور متن قبول یا رد کیے جانے کی حیثیت سے۔ اس کا فائدہ: صحیح احادیث کو کمزور احادیث سے جدا کرنا۔ حدیث: لغوی معنی: نیا، اور اس کی جمع قاعدہ کے برخلاف اَحَادِیث کے وزن پر آتی ہے۔ اصطلاحی معنی: ہر وہ قول یا فعل یا تقریر یا حالت جس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔

تشریح:- لغوی اعتبار سے قاعدہ وقیاس کے مطابق حَدِیثٌ بروزن فَعِیلٌ کی جمع أَحْدَاثٌ بروزن اَفْعَالٌ یا (جمع غیر ذوی العقول کے مطابق) حَدَائِثُ بروزن فَعَائِلُ آنی چاہیے، مگر عام عرف میں اس کی جمع اَحَادِیثُ ہی معروف ہے اس لیے یہ خلافِ قیاس ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں حدیث نبی کریم کی جانب منسوب ہر قول (بات)، فعل (کام)، تقریر (برقرار رکھنا) اور صفت

(حالت) کو کہتے ہیں۔قول جیسے یوں کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا فرمایا۔فعل جیسے یوں کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کیا۔تقریر جیسے یوں کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کو فلاں کام کرتے ہوئے دیکھا یا اس طرح کہتے ہوئے سنا اور منع نہیں کیا۔صفت جیسے یوں کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ خوبصورت تھا۔

٥- اَلْخَبَرُ : (أ) لُغَةً : النَّبَأُ ، وَجَمْعُهُ أَخْبَارٌ.(ب) اِصْطِلَاحاً : فِيْهِ ثَلَاثَةُ أَقْوَالٍ:
١ ...... هُوَ مُرَادِفٌ لِلْحَدِيْثِ: أَيْ اِنَّ مَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ اِصْطِلَاحاً. ٢ ...... مُغَايِرٌ لَهُ :
فَالْحَدِيْثُ مَاجَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْخَبَرُ مَاجَاءَ عَنْ غَيْرِهٖ. ٣...... أَعَمُّ مِنْهُ: أَيْ اِنَّ
الْحَدِيْثَ مَاجَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْخَبَرُ مَاجَاءَ عَنْهُ أَوْ غَيْرِهٖ.

ترجمہ : خبر: لغت کے اعتبار سے دی ہوئی اطلاع کو کہتے ہیں اور اس کی جمع اَخبار آتی ہے۔
اصطلاحی معنی: اس بارے میں تین اقوال ہیں: (۱) یہ حدیث کے مترادف ہے یعنی اصطلاحاً ان دونوں کا معنی ایک ہے۔(۲) حدیث سے مختلف ہے چنانچہ حدیث تو وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کے بارے میں منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور کے بارے میں منقول ہو۔(۳) حدیث سے عام ہے: یعنی حدیث جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہو اور خبر جو آپ سے یا کسی اور سے منقول ہو۔

شرح:- خبر کی اصطلاحی تعریف کے بارے میں تین اقوال مشہور ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:
(۱) اکثر علماء و محدثین خبر اور حدیث کو ہم معنی یعنی مترادف قرار دیتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔
(۲) بعض علماء حدیث اور خبر کو الگ الگ قرار دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ حدیث وہ بات یا کام یا تقریر جو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہو اور خبر وہ بات یا کام یا تقریر جو آپ ﷺ کے علاوہ کسی صحابی یا بزرگ۔ یا عام لوگوں کی طرف منسوب ہو یہی وجہ ہے کہ عرفِ عام میں سنتِ نبویہ کے عالم کو تو محدث کہتے ہیں اور عام لوگوں کے احوال و تاریخ بیان کرنے والے کو اِخباری کہتے ہیں۔
(۳) بعض دوسرے حضرات خبر کو عام قرار دیتے ہیں کہ چاہے حضور ﷺ کی طرف منسوب ہو یا غیر کی طرف اور حدیث کو خاص قرار دیتے ہیں یعنی جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہو۔پس خبر و حدیث

کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔

٦- اَلْأَثَرُ : (أ) لُغَةً : بَقِيَّةُ الشَّيْءِ .(ب) اِصْطِلَاحاً : فِيْهِ قَوْلَانِ هُمَا : ١ ...... هُوَ مُرَادِفٌ لِلْحَدِيْثِ : أَيْ اِنَّ مَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ اِصْطِلَاحاً. ٢ ...... مُغَايِرٌ لَهُ : وَهُوَ مَا أُضِيْفَ اِلَى الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ مِنْ اَقْوَالٍ أَوْ أَفْعَالٍ.

ترجمہ : اثر:لغت کے اعتبار سے چیز کا باقی رہنے والا حصہ۔اصطلاحی معنی،اس بارے میں دو قول یہ ہیں:(۱) یہ حدیث کے مترادف ہے یعنی ان دونوں کا معنی اصطلاحاً ایک ہے۔(۲) یہ حدیث سے مختلف ہے اوراثر وہ اقوال یا افعال ہیں جو صحابہ وتابعین کی طرف منسوب ہوں۔

شرح :- اثر لغت میں کسی بھی چیز کے باقی رہنے والے نشان یا حصہ کو کہتے ہیں البتہ اس کی اصطلاحی تعریف میں بھی دو اقوال ہیں:

(۱) اکثر علماء اِسے حدیث کے ہم معنی ومترادف قرار دیتے ہیں پس جو تعریف حدیث کی وہی تعریف اس کی بھی ہے۔

(۲) اہلِ خراسان کے نزدیک اثر وہ قول یا فعل یا تقریر ہے جو کسی صحابی یا تابعی کی طرف منسوب ہو۔ قول جیسے یوں کہا جائے کہ فلاں صحابی یا تابعی نے ایسا کہا۔فعل جیسے یوں کہا جائے کہ فلاں صحابی یا تابعی نے ایسا کیا۔تقریر جیسے یوں کہا جائے کہ فلاں صحابی یا تابعی کے سامنے ایسا کہا گیا یا ایسا کیا گیا اورانہوں نے نکیر نہیں کی۔

٧- اَلْإِسْنَادُ : لَهُ مَعْنَيَانِ :(أ) عَزْوُ الْحَدِيْثِ اِلىٰ قَائِلِهِ مُسْنَدًا.(ب) سِلْسِلَةُ الرِّجَالِ الْمُوْصِلَةُ لِلْمَتْنِ، وَهُوَ بِهٰذَا الْمَعْنىٰ مُرَادِفٌ لِلسَّنَدِ. ٨- السَّنَدُ : لُغَةً : الْمُعْتَمَدُ، وَسُمِّيَ كَذٰلِكَ لِأَنَّ الْحَدِيْثَ يَسْتَنِدُ اِلَيْهِ وَيَعْتَمِدُ عَلَيْهِ. اِصْطِلَاحاً : سِلْسِلَةُ الرِّجَالِ الْمُوْصِلَةُ لِلْمَتْنِ. ٨- اَلْمَتْنُ : (أ) لُغَةً : مَا صَلُبَ وَارْتَفَعَ مِنَ الْأَرْضِ. (ب) اِصْطِلَاحاً : مَا يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ السَّنَدُ مِنَ الْكَلَامِ.

ترجمہ : اسناد:اس کے دو معنی ہیں (۱) حدیث کی اس کے کہنے والے کی طرف مسند ہونے کی حالت میں نسبت کرنا۔(۲) لوگوں کا وہ سلسلہ جو متن کو پہنچانے والا ہے،اوراس معنی کے اعتبار سے

یہ سند کے مترادف ہے۔ سند: لغت کے اعتبار سے بمعنی جس پر ٹیک لگایا جائے، اور یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ حدیث کو اس سے سہارا ملتا ہے اور وہ اس پر اعتماد کرتی ہے۔ اصطلاحی معنی: لوگوں کا وہ سلسلہ جو متن کو پہنچانے والا ہے۔ متن: لغت کے اعتبار سے بمعنی زمین کا وہ حصہ جو سخت ہو اور بلند ہو۔ اصطلاحی معنی: وہ کلام جس پر پہنچ کر سند ختم ہوتی ہے۔

شرح :- اسناد: اس کے لغوی معنی تو ایک چیز کو دوسری چیز کا سہارا یا تکیہ دینے کے ہیں اور اصطلاح میں اس کے دو معنی معتبر ہیں: (۱) حدیث کو سند کے ساتھ اس کے قائل کی طرف منسوب کرنا۔ (۲) راویانِ حدیث کا وہ سلسلہ جو حدیث کو اس کے قائل سے نقل کر کے دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ ہو۔ اس دوسرے معنی کے لحاظ سے اسناد اور سند مترادف اور ہم معنی ہوئے کیونکہ سند کے اصطلاحی معنی بھی راویانِ حدیث کا سلسلہ ہے۔ سند: لغت میں سہارا اور تکیہ کو کہتے ہیں جس پر ٹیک لگایا جاتا ہے اور اصطلاح میں سند راویانِ حدیث کے اس سلسلہ کو کہتے ہیں جو متن آگے پہنچا رہا ہوتا ہے، اسے سند اس لیے کہتے ہیں کہ حدیث اس سلسلۂ رواۃ پر اعتماد اور بھروسہ کرتی ہے اور اسی کے واسطہ سے منتقل ہوتی ہے۔ متن: یہ لغت میں زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو اٹھی ہوئی ہو یا دوسرے حصے سے سخت ہو جبکہ اصطلاح میں اس کلام کو کہتے ہیں جو سند کے اختتام پر موجود ہو یعنی سند کا سلسلہ جس کلام پر پہنچ کر ختم ہو جائے اور مکمل ہو جائے مثلاً آپ سے لے کر کسی بزرگ تک پانچ استاذوں کا واسطہ ہو اور اس کے بعد ان بزرگ کا کوئی قول یا فعل ہو جسے ان کے شاگرد نقل کر رہے ہوں تو یہ تمام واسطے سند ہیں اور جو واسطہ کے بعد مذکورہ بزرگ کا قول یا فعل ہو گا وہ متن کہلائے گا۔

۹- اَلْمُسْنَدُ (بفتح النون): (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ أَسْنَدَ الشَّيْءَ اِلَيْهِ بِمَعْنٰى عَزَاهُ وَنَسَبَهُ لَهُ. (ب) اِصْطِلَاحاً : لَهُ ثَلَاثَةُ مَعَانٍ: ١ ...... كُلُّ كِتَابٍ جُمِعَ فِيْهِ مَرْوِيَّاتُ كُلِّ صَحَابِيٍّ عَلٰى حِدَةٍ. ٢ ...... اَلْحَدِيْثُ الْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ سَنَداً. ٣ ...... أَنْ يُرَادَ بِهِ "السَّنَدُ" فَيَكُوْنُ بِهٰذَا الْمَعْنٰى مَصْدَراً مِيْمِيًّا.

ترجمہ : مسند (نون کے فتحہ کے ساتھ): باعتبار لغت کے اسم مفعول ہے، بمعنی ایک چیز کی دوسری چیز کی طرف نسبت کی۔ باعتبارِ اصطلاح اس کے تین معانی ہیں: (۱) ہر وہ کتاب جس میں ہر

صحابی کی مرویات علیحدہ مذکور ہو۔(۲) وہ مرفوع حدیث جو سند کے اعتبار سے متصل ہو۔(۳) یہ کہ اس سے مراد سند ہو تو اس معنی کے اعتبار سے یہ مصدر میمی ہوگا۔

شرح:- مسنَد (جس کے نون پر فتحہ ہو) لغوی اعتبار سے باب افعال سے اسم مفعول ہے جس کے معنی وہ چیز ہے جسے دوسری چیز کا سہارا دیا جائے یا اس کی طرف منسوب کیا جائے جبکہ اس کے اصطلاحی معنی کے بارے میں تین اقوال ہیں: (۱) مسنَد اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں صحابہ کرام کی مرویات اس طرح جمع ہو کہ ہر صحابی کی تمام مرویات ایک جگہ موجود ہو جیسے مسندِ احمد بن حنبل۔(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ مسنَد وہ حدیث مرفوع کہلاتی ہے جو سند کے اعتبار سے متصل ہو۔ مرفوع سے مراد نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب حدیث ہے، متصل سے مراد یہ ہے کہ سند میں اس کے تمام راویوں کا ذکر ہو اور کوئی راوی محذوف نہ ہو۔ بعض محدثین ''مُسنَد'' کو عام قرار دیتے ہیں چاہے آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہو یا صحابی یا تابعی کی طرف لیکن جمہور کے نزدیک پہلا معنی راجح ہے یعنی جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو۔(۳) یہ مصدر میمی ہے جو سند کے ہم معنی ہے۔

١١ – المُسْنِدُ (بِكَسْرِ النُّوْنِ): هُوَ مَنْ يَرْوِي الْحَدِيْثَ بِسَنَدِهٖ، سَوَاءٌ أَكَانَ عِنْدَهٗ عِلْمٌ بِهٖ أَمْ لَيْسَ لَهٗ اِلَّا مُجَرَّدُ الرِّوَايَةِ. ١٢ – اَلْمُحَدِّثُ : هُوَ مَنْ يَشْتَغِلُ بِعِلْمِ الْحَدِيْثِ رِوَايَةً وَّدِرَايَةً وَيَطَّلِعُ عَلٰى كَثِيْرٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ وَأَحْوَالِ رُوَاتِهَا.
١٣ – اَلْحَافِظُ : فِيْهِ قَوْلَانِ : ١...... مُرَادِفٌ لِلْمُحَدِّثِ عِنْدَ كَثِيْرٍ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ.
٢...... وَقِيْلَ هُوَ أَرْفَعُ دَرَجَةً مِنَ الْمُحَدِّثِ بِحَيْثُ يَكُوْنُ مَا يَعْرِفُهٗ فِيْ كُلِّ طَبَقَةٍ أَكْثَرَ مِمَّا يَجْهَلُهٗ. ١٤ – اَلْحَاكِمُ : هُوَ مَنْ أَحَاطَ عِلْمًا بِجَمِيْعِ الْأَحَادِيْثِ حَتّٰى لَا يَفُوْتَهٗ مِنْهَا اِلَّا الْيَسِيْرُ عَلٰى رَأْيِ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ.

ترجمہ : مسنِد (نون کے کسرہ کے ساتھ): وہ شخص ہے جو اپنی سند کے ساتھ حدیث روایت کرے، برابر ہے کہ وہ حدیث کو جانتا ہو یا اس کے پاس صرف حدیث کی روایت ہو۔ محدِّث: وہ شخص ہے جو باعتبارِ روایت ودرایت علمِ حدیث میں مشغول ہو اور بہت سی روایات اور ان کے رواۃ کے احوال پر مطلع ہو۔ حافظ: اس کے بارے میں دو اقوال ہیں: (۱) بہت سے محدثین کے نزدیک

یہ محدث کے مترادف ہے۔(۲) ایک قول یہ ہے کہ یہ محدث سے بلند مرتبہ ہے اس طور پر کہ ہر طبقہ کے بارے میں اس کا علم اس کے نہ جاننے سے زیادہ ہوتا ہے۔ حاکم: بعض اہلِ علم کی رائے کے مطابق وہ شخص ہے جس نے تمام احادیث کے علم کا احاطہ کرلیا ہو یہاں تک کہ ان میں سے کم ہی کچھ اس سے رہ جائے۔

شرح:- علامہ عراقیؒ نے محدث اِسے قرار دیا ہے: ''جس کے پاس کئی حدیث کی کتابیں ہوں، حدیثیں پڑھیں، سنیں اور یاد کیا، شہر اور گاؤں کا سفر کیا، متونِ حدیث اور مسانید، علل وتاریخ کی تقریباً ایک ہزار تصانیف اپنے پاس رکھتا ہو''۔ بظاہر یہ انتہائی درجے کے محدث کی تعریف ہے۔

حافظِ حدیث کے متعلق چار تعریفیں نقل کی گئی ہیں:

(۱) اکثر محدثین کے نزدیک حافظ اور محدث ہم معنیٰ ہیں۔

(۲) بعض حضرات کے نزدیک حافظ محدث سے بھی بلند مرتبہ ہوتا ہے اس لیے کہ راویوں کے ہر طبقہ کے متعلق اس کا علم زیادہ ہے۔

یہ دونوں تعریفیں کتاب میں مذکور ہیں، مزید دو اقوال یہ ہیں:

(۳) حافظ وہ ہے جس نے ایک لاکھ حدیثیں یاد کرلی ہوں۔

(۴) ہر زمانہ کے عرف کے لحاظ سے حافظ الحدیث کی تعریف مختلف ہوتی ہے مثلاً آج کل حافظ وہ کہلائے گا جو کسی بھی حدیث کو سن کر یہ بتاسکے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

حافظ سے بڑا رتبہ محدثین کے ہاں ''حجۃ'' کا ہوتا ہے اور حجۃ کی بھی دو تعریفیں ہیں:

(۱) جس نے تین لاکھ احادیث یاد کرلی ہوں۔

(۲) وہ محدث جس کا فیصلہ احادیث کے صحیح ومردود ہونے میں اس کے ہم عصر لوگوں کے یہاں مقبول ہو۔

''حجۃ'' کے بعد بڑا اور آخری مرتبہ ''حاکم'' کا ہے، حاکم وہ شخص ہے جس نے تمام احادیث کا علم اس طرح حاصل کیا ہو کہ متن وسند، جرح وتعدیل اور تاریخ تک اسے یاد ہو۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر تھوڑا بہت یاد نہ ہو تب بھی حاکم کہا جاسکتا ہے۔[مزید دیکھئے: شرح النزھۃ لملا علی القاریؒ]

اَلْبَابُ الْأَوَّلُ : الْخَبَرُ

۔اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ : تَقْسِيْمُ الْخَبَرِ بِاعْتِبَارِ وُصُوْلِهٖ اِلَيْنَا. ۔اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ : الْخَبَرُ الْمَقْبُوْلُ. ۔اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ : الْخَبَرُ الْمَرْدُوْدُ. ۔اَلْفَصْلُ الرَّابِعُ : الْخَبَرُ الْمُشْتَرَكُ بَيْنَ الْمَقْبُوْلِ وَالْمَرْدُوْدِ.

ترجمہ: باب اول۔فصلِ اول: خبر کی ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے تقسیم۔فصلِ دوم: خبرِ مقبول۔ فصلِ سوم: خبرِ مردود۔فصلِ چہارم: مقبول ومردود کے درمیان مشترک خبر۔

شرح:- پہلے باب کے تحت خبر سے متعلق چند عنوانات پر گفتگو کی گئی ہے اوراس کو چار فصلوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔پہلی فصل اس بیان میں کہ خبر کی ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے کتنی قسمیں بنتی ہیں اس لیے کہ خبر جو ہم تک پہنچ رہی ہے اس میں راویوں کا واسطہ ضرور ہوتا ہے اور راوی کبھی بہت زیادہ ہوتے اور کبھی بہت کم اور کبھی ان کے درمیان یعنی چند لوگ ہوتے ہیں اس طرح خبر کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔دوسری فصل میں اس خبر کی تفصیل ہے جو قابل قبول ہوتی ہے اور تیسری فصل میں نا قابلِ قبول خبر کا بیان ہوگا جبکہ چوتھی فصل اس خبر کے بیان میں ہے جو کبھی مقبول ہوتی ہے اور کبھی نا قابلِ قبول۔

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ : تَقْسِيْمُ الْخَبَرِ بِاعْتِبَارِ وُصُوْلِهٖ اِلَيْنَا

يَنْقَسِمُ الْخَبَرُ بِاعْتِبَارِ وُصُوْلِهٖ اِلَيْنَا اِلٰى قِسْمَيْنِ : ١ – فَاِنْ كَانَ لَهٗ طُرُقٌ بِلَاحَصْرِ عَدَدٍ مُعَيَّنٍ فَهُوَ الْمُتَوَاتِرُ. ٢ – وَاِنْ كَانَ لَهٗ طُرُقٌ مَحْصُوْرَةٌ بِعَدَدٍ مُعَيَّنٍ فَهُوَ الْآحَادُ. وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا أَقْسَامٌ وَتَفَاصِيْلُ سَأَذْكُرُهَا وَأَبْسُطُهَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَأَبْدَأُ بِبَحْثِ الْمُتَوَاتِرِ.

ترجمہ: خبر کی ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے تقسیم۔ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے خبر دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہے: چنانچہ (۱) اگر اُس کے بہت سارے ذرائع ہوں جو کسی متعین عدد میں بند نہیں، تو وہ متواتر ہے۔(۲) اور اگر اس کے متعین عدد میں محصور ذرائع ہوں تو وہ آحاد ہے۔ان میں سے ہر ایک کی قسمیں اور تفصیلات ہیں جنہیں میں عنقریب ذکر کروں گا اور ان کی وضاحت کروں گا انشاء

اللہ تعالیٰ، ابتدا متواتر کی بحث سے کروں گا۔

شرح :- ابتداءً خبر کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم کو خبرِ متواتر کہتے ہیں اور دوسری قسم کو خبرِ آحاد۔ خبرِ متواتر کی کوئی قسم نہیں لیکن خبر آحاد کی تین قسمیں ہیں۔ آگے انہی دو کی تفصیل پیش کی جائے گی۔

اَلْمَبْحَثُ الْاَوَّلُ : اَلْخَبَرُ الْمُتَوَاتِرُ

١- تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمُ فَاعِلٍ مُشْتَقٌّ مِنَ التَّوَاتُرِ أَيِ التَّتَابُعِ، تَقُوْلُ تَوَاتَرَ الْمَطَرُ أَيْ تَتَابَعَ نُزُوْلُهُ.(ب) اِصْطِلَاحاً : مَا رَوَاهُ عَدَدٌ كَثِيْرٌ تُحِيْلُ الْعَادَةُ تَوَاطُؤَهُمْ عَلَى الْكَذِبِ.وَمَعْنَى التَّعْرِيْفِ : أَيْ هُوَ الْحَدِيْثُ أَوِ الْخَبَرُ الَّذِيْ يَرْوِيْهِ فِيْ كُلِّ طَبَقَةٍ مِنْ طَبَقَاتِ سَنَدِهِ رُوَاةٌ كَثِيْرُوْنَ يَحْكُمُ الْعَقْلُ عَادَةً بِاسْتِحَالَةِ أَنْ يَكُوْنَ أُولٰئِكَ الرُّوَاةُ قَدِ اتَّفَقُوْا عَلَى اخْتِلَاقِ هٰذَا الْخَبَرِ.

ترجمہ بحث اول۔خبرِ متواتر کی تعریف: لغت کے اعتبار سے یہ اسمِ فاعل ہے جو تواتر سے مشتق ہے یعنی لگاتار ہونا، آپ کہتے ہیں: تَوَاتَرَ الْمَطَرُ یعنی بارش لگاتار ہوئی۔ اصطلاح کے اعتبار سے وہ حدیث جس کو (راویوں کی) اتنی بڑی تعداد روایت کرے کہ عادت ان کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو ناممکن قرار دے۔ تعریف کا مطلب یہ ہے کہ خبرِ متواتر وہ حدیث یا خبر ہے جس کو اس کی سند کے طبقات میں سے ہر طبقے میں اتنے زیادہ راوی روایت کرتے ہوں کہ عقل عادت کے لحاظ سے اس بات کے ناممکن ہونے کا فیصلہ کرے کہ ان راویوں نے اس خبر کو گھڑ لینے پر اتفاق کیا ہوگا۔

شرح :- متواتر کے لغوی معنی لگاتار اور پے در پے ہونے کے ہیں اور یہ باب تفاعل کے مصدر تواتُر سے مشتق ہے چنانچہ کہا جاتا ہے تَوَاتَرَ الْمَطَرُ یعنی بارش کے قطرے ایک دوسرے کے پیچھے لگاتار گرتے رہے۔ اصطلاح میں خبرِ متواتر ہر اس خبر کو کہتے ہیں جس کے روایت کرنے والے ہر دور میں اتنے زیادہ ہوں کہ عادت کو دیکھتے ہوئے عقل ان کے جھوٹ پر اتفاق کو محال و ناممکن سمجھے یعنی وہ اس قدر جدا جدا مختلف علاقوں سے خبر دیں کہ عادت کے موافق اتنے لوگ اگر اس حدیث کو از خود بنا بھی لینا چاہتے تو ان سب کا اکٹھا ہو کر حدیث بنا لینا ممکن نہ ہو۔ اس خبر کو متواتر اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے کہنے والے بھی لگاتار اور پے در پے خبر دے رہے ہوتے ہیں۔

۲- شُرُوْطُهٗ : يَتَبَيَّنُ مِنْ شَرْحِ التَّعْرِيْفِ أَنَّ التَّوَاتُرَ لَا يَتَحَقَّقُ فِي الْخَبَرِ اِلَّا بِشُرُوْطٍ أَرْبَعَةٍ وَهِيَ: (أ) أَنْ يَرْوِيَهٗ عَدَدٌ كَثِيْرٌ، وَقَدِ اخْتُلِفَ فِيْ أَقَلِّ الْكَثْرَةِ عَلٰى أَقْوَالٍ، اَلْمُخْتَارُ أَنَّهٗ عَشَرَةُ أَشْخَاصٍ. (ب) أَنْ تُوْجَدَ هٰذِهِ الْكَثْرَةُ فِيْ جَمِيْعِ طَبَقَاتِ السَّنَدِ. (ج) أَنْ تُحِيْلَ الْعَادَةُ تَوَاطُؤَهُمْ عَلَى الْكَذِبِ. (د) أَنْ يَكُوْنَ مُسْتَنَدُ خَبَرِهِمُ الْحِسَّ، كَقَوْلِهِمْ سَمِعْنَا أَوْ رَأَيْنَا أَوْ لَمَسْنَا أَوْ ...... أَمَّا اِنْ كَانَ مُسْتَنَدُ خَبَرِهِمُ الْعَقْلَ كَالْقَوْلِ بِحُدُوْثِ الْعَالَمِ مَثَلاً فَلَا يُسَمَّى الْخَبَرُ حِيْنَئِذٍ مُتَوَاتِراً.

ترجمہ: خبرمتواتر کی شرائط: تعریف کی تشریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی خبر میں تواتر چار ہی شرطوں سے پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں:

(اَ) یہ کہ اُسے ایک بڑی تعداد نقل کرے، کثرت کی کم سے کم تعداد کے بیان میں مختلف اقوال ہیں، پسندیدہ قول یہ ہے کہ وہ دس آدمی ہوں۔ (ب) یہ کہ مذکورہ کثرت سند کے تمام طبقوں میں پائی جائے۔ (ج) یہ کہ عادت ان کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو ناممکن قرار دے۔ (د) یہ کہ ان کی خبر کی بنیاد حس ہو، جیسے ان کا یہ کہنا کہ ہم نے سنا یا ہم نے دیکھا، یا ہم نے چھوا...... وغیرہ، اگر ان کی خبر کی بنیاد عقل ہو جیسے مثلاً یہ کہنا کہ دنیا نو پید ہے' تو پھر خبر کو اس وقت متواتر نہیں کہا جائے گا۔

شرح:- متواتر کے لیے چار شرطیں ہیں:

(۱) ایک بڑی جماعت اُسے نقل کرے۔ اس جماعت کی تعداد کم سے کم کتنی ہونی چاہیے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ چار ہوں۔ بعض کے نزدیک پانچ ہوں۔ بعض کے نزدیک بارہ ہوں۔ بعض کے نزدیک چالیس ہوں۔ بعض کے نزدیک ستر ہوں اور بعض کے نزدیک تین سو تیرہ ہوں۔ ان میں سے ہر عدد کا ذکر قرآن وحدیث اور ائمہ تفسیر کے ذکر میں آیا ہے۔ مصنف کے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ ان کی تعداد کم سے کم دس ہو کیونکہ دس سے کم افراد کامل جماعت نہیں کہلاتی۔ اس کے برعکس جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی حد مقرر نہیں، بس دِلی اطمینان بمعہ یقینِ کامل جن سے حاصل ہو جائے' کافی ہے چاہے عدد کتنی ہی ہو۔

(۲) ابتداء سے انتہاء تک رواۃ کے ہر طبقہ میں اس قدر تعداد موجود ہو۔ اگر کہیں مقررہ حد سے کم اور

کہیں زیادہ ہو تو اس کا نام متواتر نہیں ہوگا۔

(۳) عادتاً اتنے سارے لوگوں کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا ناممکن ہو مثلاً وہ مختلف شہروں اور متنوع اشغال سے وابستہ ہوں کہ بیک وقت سب کا اکٹھا ہو کر کوئی خبر بنا لینا مشکل لگے۔ اس کے برعکس اگر کسی وجہ سے ان کا اتفاق کر لینا ممکن ہو تو ایسی خبر کو بھی متواتر نہیں کہیں گے مثلاً ایک ہی علاقے کے بہت سارے لوگ چاند دیکھنے کی خبر دیں تو چونکہ ان کا تعلق ایک علاقے سے ہے اس لیے عادتاً اتفاق ممکن ہے۔

(۴) ان کے بتانے کی وجہ حسی ہو، مثلاً یوں کہنا: ہم نے سنا، ہم نے دیکھا وغیرہ۔ اگر اس کی وجہ عقلی فہم ہو مثلاً یوں بتانا ''دو اور دو چار ہوتا ہے'' تو اس کا نام متواتر نہیں ہوگا۔

٣–حُكْمُهُ : اَلْمُتَوَاتِرُ يُفِيْدُ الْعِلْمَ الضُّرُوْرِيَّ، أَيِ الْيَقِيْنِيَّ الَّذِيْ يُضْطَرُّ الْإِنْسَانُ اِلَى التَّصْدِيْقِ بِهِ تَصْدِيْقاً جَازِماً كَمَنْ يُشَاهِدُ الْأَمْرَ بِنَفْسِهِ، كَيْفَ لَا يَتَرَدَّدُ فِيْ تَصْدِيْقِهِ، فَكَذٰلِكَ الْخَبَرُ الْمُتَوَاتِرُ. لِذٰلِكَ كَانَ الْمُتَوَاتِرُ كُلُّهُ مَقْبُوْلاً، وَلَاحَاجَةَ اِلَى الْبَحْثِ عَنْ أَحْوَالِ رُوَاتِهِ. ٤– أَقْسَامُهُ : يَنْقَسِمُ الْخَبَرُ الْمُتَوَاتِرُ اِلىٰ قِسْمَيْنِ هُمَا، لَفْظِيٌّ وَمَعْنَوِيٌّ. (أ) اَلْمُتَوَاتِرُ اللَّفْظِيُّ : هُوَ مَا تَوَاتَرَ لَفْظُهُ وَمَعْنَاهُ. مِثْلَ حَدِيْثِ : " مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ " رَوَاهُ بِضْعَةٌ وَسَبْعُوْنَ صَحَابِيًّا. (ب) اَلْمُتَوَاتِرُ الْمَعْنَوِيُّ : هُوَ مَا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ دُوْنَ لَفْظِهِ. مِثْلَ : أَحَادِيْثِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ، فَقَدْ وَرَدَ عَنْهُ ﷺ نَحْوُ مِائَةِ حَدِيْثٍ، كُلُّ حَدِيْثٍ مِنْهَا فِيْهِ أَنَّهُ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ، لٰكِنَّهَا فِيْ قَضَايَا مُخْتَلِفَةٍ، فَكُلُّ قَضِيَّةٍ مِنْهَا لَمْ تَتَوَاتَرْ، وَالْقَدْرُ الْمُشْتَرَكُ بَيْنَهَا ـ وَهُوَ الرَّفْعُ عِنْدَ الدُّعَاءِ ـ تَوَاتَرَ بِاعْتِبَارِ مَجْمُوْعِ الطُّرُقِ.

ترجمہ متواتر کا حکم: متواتر علمِ ضروری یعنی علمِ یقینی کا فائدہ دیتا ہے کہ انسان اس کی قطعی تصدیق کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جس طرح ایک شخص کام کو خود دیکھے، اُسے کسی طرح اس کام کو سچا سمجھنے میں تردد نہیں ہوتا، اسی طرح خبرِ متواتر بھی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے متواتر ساری کی ساری مقبول ہے اور اس کے راویوں کے حالات کی تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ متواتر کی قسمیں:

خبرِ متواتر دو قسموں میں منقسم ہے: لفظی ومعنوی۔ (۱) متواتر لفظی: وہ حدیث ہے جس کے الفاظ اور معنی متواتر ہوں، جیسے حدیث "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" ستر سے زائد صحابہ کرامؓ نے اس کو روایت کیا۔ (۲) متواتر معنوی: وہ حدیث ہے جس کے معنی متواتر ہوں، الفاظ نہیں مثلاً دعا میں ہاتھ اٹھانے کی حدیثیں، چنانچہ آپ ﷺ سے سو تک حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ہر ایک میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا میں ہاتھ اٹھائے ہیں مگر یہ سب مختلف واقعات میں ہے۔ ہر واقعہ متواتر نہیں ہے، ان میں قدرِ مشترک دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ہے، تمام سندوں کے اعتبار سے متواتر ہے۔

شرح:- خبر متواتر کا حکم یہ ہے کہ اس کے سننے سے ایسا یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ اس میں کسی قسم شک کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی کیونکہ عقلاً ان کا جھوٹ پر اتفاق ناممکن ہوتا ہے لہذا خبر متواتر سے بالکل اس طرح علمِ یقینی حاصل ہوتا ہے جس طرح اگر انسان خود واقعہ کے وقت موجود ہوتا اور وہ اس کا مشاہدہ کرتا تو اُسے اس خبر کے سچ ہونے میں ذرا تردد نہیں ہوتا۔ اس درجے یقینی علم جس حدیث سے حاصل ہو جائے اس کے راویوں کے حالات کی چھان بین اور تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ سند اور رواۃ کے حال احوال سے بحث یقین اور اطمینان حاصل کرنے کے لیے ہے، جب وہ پہلے ہی حاصل ہو چکا تو اب مزید بحث وتحقیق کی ضرورت نہیں اور خبرِ متواتر مکمل مقبول ہے، اس میں کوئی ایسی حدیث نہیں جو مقبول نہ ہو۔

خبرِ متواتر کی دو قسمیں ہیں: (۱) خبرِ متواتر لفظی: یہ وہ حدیث ہے جس کا لفظ اور معنی دونوں متواتر ہو جیسے حدیث "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" (جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ بولا وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنائے)۔ یہ ایسی حدیث ہے کہ اس کو ستر سے زائد صحابہ نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، ان صحابہ میں عشرہ مبشرہ بھی داخل ہے۔ متواتر لفظی کی دوسری مثال حوضِ کوثر سے متعلق حدیث ہے جس کو پچاس سے زائد صحابہ نے روایت کیا ہے۔
(۲) متواتر معنوی: وہ حدیث ہے جس کے الفاظ تو مختلف ہوں مگر مضمون سب کا ایک ہی ہو مثلاً دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کا ذکر کہ سو تک صحابہ کرامؓ نے مختلف واقعات میں نبی کریم ﷺ کا دست

مبارک اٹھانا نقل کیا ہے، یہ واقعات اوران کے کلمات مختلف ہیں مگر قدرِ مشترک سب میں دعا میں ہاتھ اٹھانا ہے اس لیے یہ متواتر معنوی کہلاتی ہے۔عرفِ عام میں متواتر معنوی کی مثال حاتم طائی کی سخاوت سے دی جاسکتی ہے کہ سینکڑوں لوگوں نے مختلف انداز سے ان کا سخاوت کرنا نقل کیا اوران سب سے ایک بات مشترکہ طور پر معلوم ہوئی، وہ یہ کہ حاتم طائی نے سخاوت کی۔

٥- وُجُوْدُهُ : يُوْجَدُ عَدَدٌ لَا بَأْسَ بِهِ مِنَ الْأَحَادِيْثِ الْمُتَوَاتِرَةِ، مِنْهَا حَدِيْثُ الْحَوْضِ، وَحَدِيْثُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَحَدِيْثُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ، وَحَدِيْثُ نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً، وَغَيْرُهَا كَثِيْرٌ. لٰكِنْ لَوْ نَظَرْنَا اِلىٰ عَدَدِ أَحَادِيْثِ الْآحَادِ لَوَجَدْنَا أَنَّ الْأَحَادِيْثَ الْمُتَوَاتِرَةَ قَلِيْلَةٌ جِدًّا بِالنِّسْبَةِ لَهَا.

۵ ترجمہ متواتر کا وجود: متواتر احادیث کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے، ان میں سے حوضِ کوثر والی حدیث ہے، موزوں پر مسح والی حدیث ہے، نماز میں رفع یدین والی حدیث ہے اور نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً (اللہ تعالیٰ تروتازہ رکھے) والی حدیث ہے اوران کے علاوہ بہت ہیں لیکن اگر خبرِ آحاد کی تعداد کو دیکھیں تو ہمیں احادیث متواترہ اُن کی بنسبت بہت کم لگیں گی۔

شرح ۱ :- بعض علماء نے متواتر کا وجود نادر قرار دیا ہے جبکہ بعض دوسرے حضرات نے نایاب قرار دیا ہے مگر صحیح بات یہ ہے کہ احادیث میں متواتر کی بھی ایک مناسب تعداد موجود ہے جس کو معلوم کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جتنی احادیث کی کتابیں موجود ہیں اوران کے مصنفین کا حال بھی معلوم ہے۔ان سب کی احادیث کو اکٹھا کیا جائے اور سندوں کی تعداد دیکھی جائے تو اچھی خاصی تعداد میں متواتر احادیث ملیں گی۔ ہماری کتاب میں چار مثالیں یہ دی گئی ہیں: (۱) حوض کوثر والی حدیث جس کے روایت کرنے والے پچاس سے زیادہ صحابہ ہیں۔(۲) موزوں پر مسح کرنے والی حدیث جس کے روایت کرنے والے ستر صحابہ ہیں۔(۳) نماز میں رفع یدین کرنا جس کے راوی پچاس تک صحابہ ہیں۔پنج وقتی فرض اور وتر وعیدین کی نمازوں میں تکبیرِ افتتاح سے لے کر سلام پھیرنے تک مختلف مواقع پر ہاتھ اٹھانے کا ذکر متعدد روایات میں ہے جن میں سے تکبیرِ افتتاح، دعائے قنوت اور تکبیراتِ عیدین کے علاوہ رفع یدین احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود منسوخ

ہے جیسے کہ قرآن مجید کی بعض آیات تلاوت کیے جانے کے باوجود حکماً منسوخ ہیں۔(۴) حدیث ''اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو تر و تازہ رکھے جو میری بات کو سن کر اُسی طرح دوسروں تک پہنچا دے''۔ تیس تک صحابہ کرامؓ سے منقول ہے۔ان کے علاوہ بھی احادیث متواترہ ہیں جن کو بآسانی کتابوں سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ خبر متواتر کے مقابلے میں خبر آحاد کی تعداد بہت زیادہ ہے اور خبر آحاد کی بنسبت خبر متواتر کا وجود انتہائی کم ہے مگر اس کے باوجود اس کے ثبوت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

٦- أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : لَقَدِ اعْتَنَى الْعُلَمَاءُ بِجَمْعِ الْأَحَادِيْثِ الْمُتَوَاتِرَةِ وَجَعْلِهَا فِيْ مُصَنَّفٍ مُسْتَقِلٍّ لِيَسْهُلَ عَلَى الطَّالِبِ الرُّجُوْعُ اِلَيْهَا، فَمِنْ تِلْكَ الْمُصَنَّفَاتِ : (أ) الْأَزْهَارُ الْمُتَنَاثِرَةُ فِي الْأَخْبَارِ الْمُتَوَاتِرَةِ :لِلسَّيُوْطِيِّ، وَهُوَ مُرَتَّبٌ عَلَى الْأَبْوَابِ. (ب) قَطْفُ الْأَزْهَارِ : لِلسَّيُوْطِيِّ أَيْضاً، وَهُوَ تَلْخِيْصٌ لِلْكِتَابِ السَّابِقِ. (جـ) نَظْمُ الْمُتَنَاثِرِ مِنَ الْحَدِيْثِ الْمُتَوَاتِرِ : لِمُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ الْكَتَّانِيِّ.

ترجمہ خبر متواتر کی بابت مشہور ترین تصانیف: یقیناً علماء نے احادیث متواترہ جمع کرنے اور انہیں مستقل تصنیف میں پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے تاکہ طالب علم کے لیے ان کی طرف رجوع کرنا آسان ہو، چنانچہ انہی تصانیف میں چند یہ ہیں: (۱) الأزہار المتناثرہ فی الأحادیث المتواترہ: یہ امام سیوطیؒ کی تصنیف ہے اور ابواب پر مرتب ہے۔(۲) قطف الأزہار: یہ بھی امام سیوطیؒ کی تصنیف ہے اور سابقہ کتاب کی تلخیص ہے۔(۳) نظم المتناثر من الحدیث المتواتر: یہ محمد بن جعفر کتانیؒ کی تصنیف ہے۔

تشریح :- علماء کرام نے خصوصیت کے ساتھ احادیثِ متواترہ کو جمع کیا ہے اور ان کے متعلق علیحدہ تصنیف کی ہے اور اس کا مقصد یہی ہے کہ طالب حدیث کو ان کے تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔خبر متواتر کے متعلق چند مشہور تصانیف یہ ہیں: (۱) الأزہار المتناثرہ فی الأخبار المتواترہ: یہ امام جلال الدین سیوطیؒ کی تصنیف ہے۔اس کتاب کی ترتیب ابواب پر مشتمل ہے اور اس میں مصنف نے تمام متواتر احادیث تمام سندوں اور تخریج کرنے والے مصنفین کے اسماء کے ساتھ جمع کی ہیں۔ چونکہ کتاب طویل تھی ،اس لیے مصنف سیوطیؒ ہی نے اس کا خلاصہ لکھا اور اس کا نام (۲) قطف

الأزہار رکھا۔ اس کتاب میں آپ نے صرف حدیث کی تخریج کرنے والے مصنف کا نام ذکر کیا اور سندیں حذف کر دیں۔ (۳) نظم المتناثر من الحدیث المتواتر: یہ مشہور مصنف محمد بن جعفر کتانی ؒ کی تالیف ہے جو سابقہ کتابوں سے زیادہ فوائد پر مشتمل ہے۔

اَلْمَبْحَثُ الثَّانِیْ : خَبَرُ الْآحَادِ

١- تَعْرِیْفُهُ : (أ) لُغَةً : اَلْآحَادُ جَمْعُ أَحَدٍ بِمَعْنَی الْوَاحِدِ، وَخَبَرُ الْوَاحِدِ هُوَ مَا یَرْوِیْهِ شَخْصٌ وَاحِدٌ. (ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ مَا لَمْ یَجْمَعْ شُرُوْطَ الْمُتَوَاتِرِ. ٢- حُکْمُهُ : یُفِیْدُ الْعِلْمَ النَّظَرِیَّ، أَیِ الْعِلْمَ الْمُتَوَقِّفَ عَلَی النَّظَرِ وَالْاِسْتِدْلَالِ. ٣- أَقْسَامُهُ بِالنِّسْبَةِ اِلیٰ عَدَدِ طُرُقِهٖ : یُقْسَمُ خَبَرُ الْآحَادِ اِلیٰ عَدَدِ طُرُقِهٖ اِلیٰ ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ. (أ) مَشْهُوْرٌ. (ب) عَزِیْزٌ . (ج) غَرِیْبٌ. وَسَأَتَکَلَّمُ عَلیٰ کُلٍّ مِنْهَا بِبَحْثٍ مُسْتَقِلٍّ.

ترجمہ بحث دوم۔ خبر آحاد کی تعریف: لغت کے اعتبار سے آحاد، اَحَد کی جمع ہے جس کے معنی ایک کے ہیں اور خبرِ واحد وہ حدیث ہے جس کو ایک شخص نقل کرے۔ اصطلاحی اعتبار سے خبر آحاد وہ حدیث ہے جس میں متواتر کی شرطیں اکٹھی نہ ہوں۔ خبر آحاد کا حکم: اس سے علمِ نظری کا فائدہ حاصل ہوتا ہے یعنی ایسے علم کا جو غور و فکر اور استدلال پر موقوف ہو۔ سندوں کی تعداد کے اعتبار سے خبر آحاد کی قسمیں: خبر آحاد کو اس کی سندوں کی تعداد کے اعتبار سے تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے: (۱) مشہور (۲) عزیز (۳) غریب۔ عنقریب میں مستقل بحث کے تحت ہر ایک پر گفتگو کروں گا۔

تشریح :- آحاد، یہ اَحَد کی جمع ہے جو واحد کے ہم معنی ہے یعنی ایک۔ لغوی اعتبار سے جس خبر کو ایک شخص روایت کرے اُسے خبر واحد کہا جاتا ہے لہذا آحاد وہ خبریں ہیں جن کے روایت کرنے والے ایک شخص ہوں، مگر اصطلاحِ اصول حدیث میں خبر واحد ہر اُس حدیث کو کہتے ہیں جس میں متواتر کی کوئی نہ کوئی شرط مفقود ہو چاہے اس کے روایت کرنے والے ایک ہوں یا ایک سے زیادہ۔ خبر واحد کا حکم یہ ہے کہ اس سے خبر متواتر کی طرح علمِ یقین حاصل ہوتا ہے مگر یہ یقین راویوں کے حالات میں غور و فکر اور استدلال کے ساتھ حاصل ہوتا ہے کیونکہ خبر متواتر میں عقل بظاہر رواۃ کے گٹھ جوڑ کو محال سمجھتی ہے جبکہ خبر واحد میں بظاہر ان کا اتفاق محال نہیں ہوتا اس لیے تدبر کی ضرورت پڑتی

ہے اس کے بعد اگر صحت پر اعتماد ہو تو یقین حاصل ہوتا ہے ورنہ نہیں۔خبر واحد میں چونکہ اس کی سند یعنی راویوں کی تعداد سے بھی بحث کی جاتی ہے اس لیے ان کی تعداد مختلف ہونے سے خبر واحد کی تین قسمیں حاصل ہوتی ہیں یعنی مشہور، عزیز اور غریب۔آئندہ انہی کی تفصیل آئے گی۔

اَلْمَشْهُوْرُ

١- تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ "شَهَرْتُ الْأَمْرَ" إِذَا أَعْلَنْتُهُ وَأَظْهَرْتُهُ وَسُمِّيَ بِذٰلِكَ لِظُهُوْرِهِ.(ب) اِصْطِلَاحاً : مَا رَوَاهُ ثَلَاثَةٌ فَأَكْثَرُ- فِيْ كُلِّ طَبَقَةٍ- مَا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ الْمُتَوَاتِرِ. ٢- مِثَالُهُ : حَدِيْثُ " اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ.

ترجمہ: خبر مشہور۔اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے یہ "شَهَرْتُ الْأَمْرَ" سے اسم مفعول کا صیغہ ہے (یہ اس وقت بولا جاتا ہے) جب میں کسی کام کا چرچا اور اس کا اظہار کروں، یہ نام حدیث کا اس کے ظہور کی وجہ سے رکھا گیا۔اصطلاح کے اعتبار سے مشہور وہ حدیث ہے جس کو ہر طبقہ میں تین یا اس سے زیادہ لوگ روایت کرے جب تک متواتر کی حد کو نہ پہنچے۔اس کی مثال: حدیث" اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ ..." (بے شک اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں واپس لیں گے کہ دلوں سے ہی نکال لے......الحدیث) ہے۔

تشریح:- مشہور کے لغوی معنی جانی پہچانی ہوئی چیز کے ہیں کیونکہ یہ" شَهَرْتُ الْأَمْرَ" سے اسم مفعول کے لیے ماخوذ ہے اور یہ اس وقت بولتے ہیں جب متکلم کسی کام کو لوگوں کے درمیان پھیلائے اور اس کا چرچا کرے، خبر مشہور کو مشہور کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ لوگوں میں ظاہر اور معروف ہوتی ہے۔اصطلاح اصول حدیث میں خبر مشہور وہ حدیث کہلاتی ہے جس کے روایت کرنے والے راویوں کی تعداد ہر طبقہ میں تین یا تین سے زیادہ ہوں مگر اس میں متواتر کی تمام شرطیں نہ پائی جائے۔متواتر کی چار شرطیں بیان کی گئی تھیں، لہذا اگر ان میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے تو حدیث متواتر نہیں رہے گی بلکہ خبر مشہور یا دوسری قسم بن جائے گی۔اسی طرح خبر مشہور کی سند میں ہر طبقہ کے اندر کم از کم تین رواۃ ہوں گے، اگر کسی طبقہ میں تین سے کم ہو تو خبر مشہور نہیں کہلائے گی بلکہ خبر عزیز یا خبر غریب کہلائے گی۔خبر مشہور کی مثال: حدیث" اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ

الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ ...'' (بے شک اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں چھینیں گے کہ دلوں سے ہی نکال لے......الحدیث) ہے، یہ حدیث سنداً صحیح بھی ہے اور مشہور بھی۔

۳- اَلْمُسْتَفِيْضُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ فَاعِلٍ مِنْ "اِسْتَفَاضَ" مُشْتَقٌّ مِنْ فَاضَ الْمَاءُ وَسُمِّيَ بِذٰلِكَ لِانْتِشَارِهٖ. (ب) اِصْطِلَاحاً : أُخْتُلِفَ فِيْ تَعْرِيْفِهٖ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَقْوَالٍ وَهِيَ : ۱ ...... هُوَ مُرَادِفٌ لِلْمَشْهُوْرِ. ۲ ...... هُوَ أَخَصُّ مِنْهُ لِأَنَّهٗ يُشْتَرَطُ فِي الْمُسْتَفِيْضِ أَنْ يَسْتَوِيَ طَرَفَا اِسْنَادِهٖ، وَلَا يُشْتَرَطُ ذٰلِكَ فِي الْمَشْهُوْرِ.
۳...... هُوَ أَعَمُّ مِنْهُ أَيْ عَكْسَ الْقَوْلِ الثَّانِيْ.

ترجمہ: خبر مستفیض: لغت کے اعتبار سے "اِسْتَفَاضَ" سے اسم فاعل ہے جو فَاضَ الْمَاءُ (پانی بہہ گیا) سے مشتق ہے، اور حدیث کا یہ نام اس کے پھیلنے کی وجہ سے رکھا گیا۔ اصطلاح کے اعتبار سے اس کی تعریف کے بارے میں تین اقوال پر اختلاف ہوا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) یہ مشہور کے مترادف ہے۔ (۲) یہ مشہور سے خاص ہے اس لیے کہ مستفیض میں یہ شرط ہے کہ اس کی سند کے دونوں اطراف برابر ہوں اور یہ شرط مشہور میں نہیں رکھی جاتی۔ (۳) یہ مشہور سے عام ہے یعنی دوسرے قول کے برعکس۔

شرح: چونکہ اکثر فقہاء کرام کے ہاں مشہور ہی کا نام مستفیض ہے، اس لیے خبر مشہور کے عنوان کے تحت اس پر بھی گفتگو کی جا رہی ہے۔ خبر مستفیض لغت کے اعتبار سے تو "اِسْتَفَاضَ" باب استفعال کا اسم فاعل ہے اور اس کا مجرد فَاضَ الْمَاءُ ہے جس کے معنی ہیں پانی کا نہر سے نکل کر بہنا یعنی جب نہر پانی سے بھر جائے اور اس کے کناروں سے پانی نکل کر اطراف میں پھیل جائے تو اس وقت کہا جاتا ہے کہ فَاضَ الْمَاءُ۔ اس لحاظ سے خبر مستفیض کا نام مستفیض رکھنا واضح ہے کیونکہ یہ بھی لوگوں میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔

اصطلاح اصول حدیث میں خبر مستفیض کی تعریف میں تین اقوال مشہور ہیں:

(۱) مستفیض اور مشہور ایک ہی ہیں یعنی دونوں ہم معنی و مترادف ہے، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں، فقہاء کرام کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے۔ (۲) مستفیض اور مشہور کے درمیان اس طرح عموم

وخصوص مطلق کی نسبت ہے کہ مستفیض خاص اور مشہور عام ہے۔ (۳) دوسرے قول کے برعکس یعنی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے لیکن مستفیض عام ہے اور مشہور خاص۔

بعض حضرات نے مستفیض اس خبر کو قرار دیا ہے جس کو امت عدد کا اعتبار کیے بغیر قبول کرلے۔ اس تعریف کے لحاظ سے متواتر اور مستفیض ایک ہوجائیں گے۔ محدثین مستفیض سے بحث نہیں کرتے، اس لیے بذاتِ خود یہ اس فن کے مباحث میں شامل نہیں۔ [شرح النزھۃ للقاری]

٤ – اَلْمَشْهُوْرُ غَيْرُ الْإِصْطِلَاحِيّ : وَيُقْصَدُ بِهِ مَا اشْتَهَرَ عَلَى الْأَلْسِنَةِ مِنْ غَيْرِ شُرُوْطٍ تُعْتَبَرُ فَيَشْمِلُ :(أ) مَا لَهُ إِسْنَادٌ وَاحِدٌ. (ب) وَمَا لَهُ أَكْثَرُ مِنْ إِسْنَادٍ. (جـ) وَمَا لَا يُوْجَدُ لَهُ إِسْنَادٌ أَصْلًا. ٥ – أَنْوَاعُ الْمَشْهُوْرِ غَيْرِ الْإِصْطِلَاحِيّ : لَهُ أَنْوَاعٌ كَثِيْرَةٌ أَشْهَرُهَا :(أ) مَشْهُوْرٌ بَيْنَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ خَاصَّةً : وَمِثَالُهُ حَدِيْثُ أَنَسٍ " أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَنَتَ شَهْراً بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَدْعُوْ عَلىٰ رِعْلٍ وَذَكْوَانَ". [متفق عليه] (ب) مَشْهُوْرٌ بَيْنَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ وَالْعُلَمَاءِ وَالْعَوَامِّ : مِثَالُهُ "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ". [متفق عليه] (جـ) مَشْهُوْرٌ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ : مِثَالُهُ حَدِيْثُ " أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ". [مستدرك حاكم] (د) مَشْهُوْرٌ بَيْنَ الْأُصُوْلِيِّيْنَ : مِثَالُهُ حَدِيْثُ " رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ". صَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ. (هـ) مَشْهُوْرٌ بَيْنَ النُّحَاةِ : مِثَالُهُ حَدِيْثُ " نِعْمَ الْعَبْدُ صُهَيْبٌ لَوْ لَمْ يَخَفِ اللّٰهَ لَمْ يَعْصِهِ " لَا أَصْلَ لَهُ. (و) مَشْهُوْرٌ بَيْنَ الْعَامَّةِ : مِثَالُهُ حَدِيْثُ " اَلْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ.

ترجمہ: مشہور غیر اصطلاحی: اور اس سے مقصود وہ حدیث ہے جو زبان زدِ عام ہو بغیر کسی معتبر شرائط کے، پس یہ شامل ہوگی: (۱) اس حدیث کو جس کی ایک ہی اسناد ہو۔ (۲) اور جس حدیث کی ایک سے زیادہ اسناد ہو۔ (۳) اور جس حدیث کی کوئی بھی اسناد موجود نہ ہو۔ مشہور غیر اصطلاحی کی قسمیں: اس کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں مشہور یہ ہیں: (۱) خاص طور پر محدثین کے ہاں مشہور: اس کی مثال حدیث انسؓ ہے کہ " أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَنَتَ شَهْراً بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَدْعُوْ

عَلیٰ رِعْلٍ و ذَکْوَانَ " (رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینے تک رکوع کے بعد قنوت پڑھی جس میں آپ قبیلہ رعل وذکوان کے خلاف بددعا فرماتے رہے)۔(۲) محدثین اور علماء وعوام کے ہاں مشہور: اس کی مثال حدیث "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ" (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں) ہے۔(۳) فقہاء کرام کے ہاں مشہور: اس کی مثال حدیث " اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقِ" (اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال میں سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے) ہے۔(۴) اصولیین کے ہاں مشہور: اس کی مثال حدیث " رُفِعَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ" (میری امت سے خطا، نسیان اور وہ گناہ معاف کردیئے گئے ہیں جن پر انہیں مجبور کیا جائے) ہے، ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا۔

(۵) نحویین کے ہاں مشہور: اس کی مثال حدیث " نِعْمَ الْعَبْدُ صُهَيْبٌ لَوْ لَمْ يَخَفِ اللّٰهَ لَمْ يَعْصِهٖ " (صہیب کیا ہی اچھا بندہ ہے، اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا تو اس کی نافرمانی نہ کرتا) ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔(۶) عوام کے ہاں مشہور: اس کی مثال حدیث " اَلْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ" (جلدبازی شیطان کی جانب سے ہے) ہے، ترمذی نے اس کو ذکر کر کے حسن قرار دیا۔

فائدہ :- خبر مشہور کی اصطلاحی تعریف اوپر گذر چکی جس کے مطابق اس کے ناقلین کم از کم رواۃ کے ہر طبقہ میں تین افراد ہونے چاہئیں مگر اصطلاح سے ہٹ کر عام عرف میں مشہور ہر اس خبر کو کہہ دیا جاتا ہے جو لوگوں میں مشہور ہو جائے اب چاہے اس کی اصل ہو یا نہ ہو، سند میں لوگ تھوڑے ہو یا زیادہ۔ اس طرح غیر اصطلاحی مشہور تین طرح کی احادیث کو شامل ہوگی: (۱) وہ حدیث جس کی صرف ایک سند ہو، اس سے زیادہ نہیں۔(۲) وہ حدیث جس کی ایک سے زیادہ سندیں ہوں۔ (۳) وہ حدیث جس کی سرے سے کوئی سند نہ ہو، مگر مشہور ہو جائے۔

خبر مشہور غیر اصطلاحی کی اقسام: اس کی مشہور ترین قسمیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) وہ حدیث جو صرف اہلِ حدیث کے ہاں مشہور ہوں یعنی وہ حضرات جن کا خصوصی شغل علم حدیث ہو وہ اس حدیث کو عام طور پر جانتے ہوں: اس کی مثال حدیث انسؓ " اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَنَتَ شَهْراً بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَدْعُوْ عَلىٰ رِعْلٍ وَذَكْوَانَ " ہے۔ یہ حدیث بخاری ومسلم

میں موجود ہے۔

(۲) وہ حدیث اہل حدیث کے ساتھ ساتھ دیگر علوم وفنون کے علماء اور عوام میں بھی مشہور ہو، مثلاً حدیث ابو ہریرہؓ "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ" اِسے سب جانتے ہیں اور متعدد کتبِ احادیث میں ہے۔

(۳) وہ حدیث جو خصوصیت کے ساتھ فقہاء کے ہاں مشہور ہو، مثلاً حدیث ابن عمرؓ " أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقِ" یہ حدیث فقہاء کے درمیان مشہور و مستعمل ہے، اور صحیح علی شرط مسلم ہے۔

(۴) وہ حدیث جو اصولِ فقہ والوں کے ہاں مشہور ہو جیسے حدیث ابن عباسؓ " رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ" یہ اصولیین کے ہاں بہت زیادہ مستعمل ومشہور ہے اور متعدد کتب میں مروی ہے۔

(۵) وہ حدیث جو نحویین کے ہاں مشہور ہو جیسے حدیث " نِعْمَ الْعَبْدُ صُهَيْبٌ لَوْ لَمْ يَخَفِ اللّٰهَ لَمْ يَعْصِهٖ" مگر یہ بے اصل ہے، حدیث کی کسی کتاب میں منقول نہیں۔

(۶) وہ حدیث عام لوگوں کے ہاں مشہور ہو جیسے حدیث " اَلْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ" امام ترمذیؒ نے اسے نقل کیا اور نقل کرکے اسے حسن کہا۔

٦- حُكْمُ الْمَشْهُوْرِ : اَلْمَشْهُوْرُ الْاِصْطِلَاحِيُّ وَغَيْرُ الْاِصْطِلَاحِيِّ لَا يُوْصَفُ بِكَوْنِهٖ صَحِيْحًا أَوْ غَيْرَ صَحِيْحٍ، بَلْ مِنْهُ الصَّحِيْحُ وَمِنْهُ الْحَسَنُ وَالضَّعِيْفُ بَلْ وَالْمَوْضُوْعُ، لٰكِنْ اِنْ صَحَّ الْمَشْهُوْرُ الْاِصْطِلَاحِيُّ فَتَكُوْنُ لَهٗ مِيْزَةٌ تُرَجِّحُهٗ عَلَى الْعَزِيْزِ وَالْغَرِيْبِ. ٧- أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : اَلْمُرَادُ بِالْمُصَنَّفَاتِ فِي الْاَحَادِيْثِ الْمَشْهُوْرَةِ هُوَ الْاَحَادِيْثُ الْمَشْهُوْرَةُ عَلَى الْاَلْسِنَةِ وَلَيْسَ الْمَشْهُوْرَةَ اِصْطِلَاحًا، وَمِنْ هٰذِهِ الْمُصَنَّفَاتِ :(أ) اَلْمَقَاصِدُ الْحَسَنَةُ فِيْمَا اشْتَهَرَ عَلَى الْاَلْسِنَةِ لِلسَّخَاوِيِّ. (ب) كَشْفُ الْخَفَاءِ وَمُزِيْلُ الْاِلْبَاسِ فِيْمَا اشْتَهَرَ مِنَ الْحَدِيْثِ عَلٰى أَلْسِنَةِ النَّاسِ لِلْعَجْلُوْنِيِّ.(جـ) تَمْيِيْزُ الطَّيِّبِ مِنَ الْخَبِيْثِ فِيْمَا يَدُوْرُ عَلٰى أَلْسِنَةِ النَّاسِ مِنَ الْحَدِيْثِ لِابْنِ الدَّيْبَعِ الشَّيْبَانِيِّ.

ترجمہ: خبر مشہور کا حکم: مشہور اصطلاحی و غیر اصطلاحی، اسے صحیح یا غیر صحیح کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں سے صحیح بھی ہے اور اس میں سے حسن و ضعیف بلکہ موضوع بھی ہے، لیکن اگر مشہورِ اصطلاحی صحیح ثابت ہو جائے تو اس کی ایک خصوصیت ہوتی ہے جس کی بناء پر وہ عزیز و غریب سے راجح ہوتی ہے۔ خبر مشہور کے بارے میں مشہور ترین تصانیف: احادیثِ مشہورہ کے متعلق تصانیف سے مراد وہ مشہور احادیث ہیں جو زبان زد عام ہوں، اس سے مشہورِ اصطلاحی مراد نہیں۔ ان تصانیف میں سے چند یہ ہیں: (۱) المقاصد الحسنۃ فیما اشتہر علی الألسنۃ: یہ امام سخاویؒ کی تصنیف ہے۔ (۲) کشف الخفاء ومزیل الالباس فیما اشتہر من الحدیث علیٰ السنۃ الناس: یہ امام عجلونیؒ کی تصنیف ہے۔ (۳) تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علیٰ السنۃ الناس من الحدیث: یہ ابن الدیبع شیبانیؒ کی تصنیف ہے۔

تشریح: خبر مشہور کا حکم: خبر مشہور چاہے اصطلاحی ہو یا غیر اصطلاحی چونکہ اس کی سند سے بحث کی جاتی ہے اور سند کبھی تو موجود ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ پھر جس حدیث مشہور کی سند ہو وہ کبھی صحیح درجہ کی ہوتی ہے، کبھی حسن یا ضعیف درجہ کی اور کبھی موضوع حدیث بھی مشہور ہو جاتی ہے جیسے اس کی ایک مثال اوپر گذری یعنی "نِعْمَ الْعَبْدُ صُهَيْبٌ" یہ حدیث جو نحویین کے ہاں عام طور پر مشہور تو ہے مگر بالکل بے اصل و بے سند اور موضوع ہے۔ اسی لیے حدیث مشہور کو نہ تو بالکلیہ صحیح کہا جا سکتا ہے، نہ حسن یا ضعیف اور نہ ہی موضوع وغیرہ بلکہ اس کے تحت ہر طرح کی حدیث موجود ہے، سند کی تحقیق شرط ہے تاکہ صحت و ضعف وغیرہ کا حکم لگایا جا سکے۔ البتہ جو حدیث اصطلاحی مشہور ہو یعنی اس پر اصطلاحِ محدثین کے مطابق مشہور کی تعریف صادق آتی ہو اور وہ صحیح حدیث ہو تو اس کا درجہ حدیثِ عزیز و غریب سے بڑھ کر ہے اور عند التعارض اس کو اپنے مابعد اقسام پر ترجیح حاصل ہوگی۔

حدیث مشہور کے متعلق مشہور تصانیف سے مراد مشہور احادیث کے متعلق مستقل گئی کتابیں ہوتی ہیں یعنی برابر ہے کہ وہ احادیث مشہورِ اصطلاحی ہوں یا غیر اصطلاحی، ان کتب میں ہر طرح کی مشہور حدیث کی تحقیق کی جاتی ہے اور اس کی اصل حقیقت واضح کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں تین کتابوں کے نام ذکر کیے گئے ہیں جن کے مصنفین امام سخاویؒ، امام عجلونیؒ اور ابن دیبع شیبانی

ہیں۔ان کے علاوہ اور بھی حضرات نے اس موضوع پر لکھا ہے۔

اَلْعَزِيْزُ

١۔ تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ صِفَةٌ مُشَبَّهَةٌ مِنْ " عَزَّ يَعِزُّ " بِالْكَسْرِ أَىْ قَلَّ وَ نَدَرَ، أَوْ مِنْ " عَزَّ يَعَزُّ " بِالْفَتْحِ أَىْ قَوِىَ وَاشْتَدَّ، وَسُمِّىَ بِذٰلِكَ إِمَّا لِقِلَّةِ وُجُوْدِهِ وَنُدْرَتِهِ، وَإِمَّا لِقُوَّتِهِ بِمَجِيْئِهِ مِنْ طَرِيْقٍ آخَرَ. (ب) اِصْطِلَاحاً : أَنْ لَا يَقِلَّ رُوَاتُهُ عَنِ اثْنَيْنِ فِىْ جَمِيْعِ طَبَقَاتِ السَّنَدِ.

ترجمہ: خبر عزیز: اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے یہ صفت مشبہ ہے جو " عَزَّ يَعِزُّ " کسرہ کے ساتھ بمعنی کم اور نادر ہوا، سے ہے یا پھر " عَزَّ يَعَزُّ " فتحہ کے ساتھ بمعنی مضبوط اور سخت ہوا، سے ہے۔اور یہ نام یا تو اس وجہ سے رکھا گیا کہ اس کا وجود کم اور نادر ہے اور یا پھر اس وجہ سے کہ دوسری سند سے وارد ہونے کی بناء پر یہ قوی ہو جاتی ہے۔اصطلاحی اعتبار سے: یہ کہ اس کے رواۃ تمام طبقات میں دو سے کم نہ ہوں۔

تشریح:- عزیز لغت میں دو ابواب سے مستعمل ہے: (۱) باب ضرب سے بمعنی کم ہونا اور نادر ہونا۔پھر عزیز کہلانے کی وجہ یہ ہوگی کہ خبر عزیز بھی دوسری خبر آحاد کی بنسبت کم پائی جاتی ہے۔(۲) باب سمع سے بمعنی قوی و مضبوط ہونا۔پھر عزیز کہلانے کی وجہ یہ ہوگی کہ خبر عزیز دوسری سند سے بھی مروی ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس میں قوت اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔عزیز کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ عزیز وہ حدیث ہے جس کے راوی اپنے ہر طبقہ میں دو سے کم کبھی نہ ہو۔

٢۔ شَرْحُ التَّعْرِيْفِ : يَعْنِىْ أَنْ لَا يُوْجَدَ فِىْ طَبَقَةٍ مِنْ طَبَقَاتِ السَّنَدِ أَقَلَّ مِنِ اثْنَيْنِ، أَمَّا إِنْ وُجِدَ فِىْ بَعْضِ طَبَقَاتِ السَّنَدِ ثَلَاثَةٌ فَأَكْثَرُ فَلَا يَضُرُّ، بِشَرْطِ أَنْ تَبْقَىٰ وَلَوْ طَبَقَةٌ وَاحِدَةٌ فِيْهَا اثْنَانِ، لِأَنَّ الْعِبْرَةَ لِأَقَلِّ طَبَقَةٍ مِنْ طَبَقَاتِ السَّنَدِ. هٰذَا التَّعْرِيْفُ هُوَ الرَّاجِحُ كَمَا حَرَّرَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرَ. وَقَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ : إِنَّ الْعَزِيْزَ هُوَ رِوَايَةُ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ، فَلَمْ يَفْصِلُوْهُ عَنِ الْمَشْهُوْرِ فِىْ بَعْضِ صُوَرِهٖ.

ترجمہ: تعریف کی وضاحت: مراد یہ ہے کہ سند کے طبقات میں سے کسی طبقہ میں دو سے کم

افراد نہ پائے جائیں، البتہ اگر چند طبقات میں تین یا اُس سے بھی زیادہ پائے جائیں تو یہ نقصان دہ نہیں، شرط یہ ہے کہ ایک طبقہ ضرور ایسا ہو جس میں دو ہوں، اس لیے کہ طبقاتِ سند میں سے کم افراد والے طبقہ کا اعتبار ہے۔ یہی تعریف راجح ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اسی کو بیان کیا۔ بعض علماء نے کہا: عزیز وہ دو یا تین افراد کا روایت کرنا ہے۔ پس انہوں نے خبر عزیز کو خبر مشہور سے اُس کی بعض صورتوں میں جدا نہیں کیا۔

شرح ا:- خبر عزیز قرار پانے کے لیے اتنا کافی ہے کہ راویوں کے جتنے طبقے ہیں، ان میں سے کسی نہ کسی طبقہ میں راوی کم ہو کر دو رہ جائیں، اس کے لیے یہ بات نقصان دہ نہیں کہ کسی طبقہ میں دو سے زیادہ بھی ہو جائیں۔ اگر کسی طبقہ میں رواۃ کی تعداد دو سے زیادہ ہوں اور کسی میں دو ہو تو اس حدیث کو بھی عزیز کہیں گے۔

راجح تعریف کے مطابق عزیز وہ خبر ہے جس کے راوی کسی نہ کسی طبقہ میں دو ہوں، اس طرح عزیز اور مشہور میں فرق قائم رہے گا کیونکہ مشہور وہ خبر ہے جس کو روایت کرنے والے ہر طبقہ میں کم از کم تین افراد ہوں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسی طرح تحریر فرمایا ہے لیکن علامہ ابن الصلاحؒ نے عزیز کی تعریف یہ کی ہے ''جس کو دو یا تین افراد روایت کریں''۔ اس تعریف کی رو سے بعض صورتوں میں عزیز و مشہور جمع ہو جائیں گے اور ان میں فرق نہیں ہو سکے گا حالانکہ یہ دونوں علیحدہ قسمیں ہیں۔ بعض صورتوں سے مراد وہ احادیث ہیں جن کی سند میں ہر طبقہ کے اندر کم سے کم تین افراد ہوں، تو جمہور کے نزدیک یہ خبر مشہور کہلائے گی مگر ابن صلاحؒ کی تعریف کی رُو سے یہ خبر عزیز بھی ہو گی۔ یہ درست نہیں۔

٣- مِثَالُهُ : مَا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍؓ وَالْبُخَارِيُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: " لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ". [متفق علیه] وَرَوَاهُ عَنْ اَنَسٍؓ قَتَادَةُ وَعَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ، وَرَوَاهُ عَنْ قَتَادَةَ شُعْبَةُ وَسَعِيْدٌ وَرَوَاهُ عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ اِسْمَاعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ وَعَبْدُالْوَارِثِ، وَرَوَاهُ عَنْ كُلٍّ جَمَاعَةٌ. ٤- اَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : لَمْ يُصَنِّفِ الْعُلَمَاءُ مُصَنَّفَاتٍ

خَاصَّةً لِلْحَدِيْثِ الْعَزِيْزِ، وَالظَّاهِرُ اَنَّ ذٰلِكَ لِقِلَّتِهٖ وَلِعَدَمِ حُصُوْلِ فَائِدَةٍ مُهِمَّةٍ مِنْ تِلْكَ الْمُصَنَّفَاتِ.

ترجمہ: خبرعزیز کی مثال: وہ حدیث جس کو بخاری ومسلم دونوں نے حضرت انسؓ کے واسطے سے اور صرف بخاری نے حضرت ابوہریرہؓ کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ " (تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اُسے اپنے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں)۔ حضرت انسؓ سے اس کو قتادہؒ اور عبدالعزیز بن صہیبؒ نے روایت کیا، قتادہؒ سے شعبہؒ اور سعیدؒ نے، اور عبدالعزیزؒ سے اسماعیل بن علیہؒ اور عبد الوارث نے روایت کیا، اور پھر ہر ایک سے ایک جماعت نے روایت کیا۔ خبرعزیز کے بارے میں مشہورترین تصانیف: حدیث عزیز کے متعلق علماء نے خصوصی تصانیف تحریر نہیں فرمائیں، اور ظاہر یہی ہے کہ ایسا اس وجہ سے ہوا کہ عزیز کا وجود کم ہے اور ان تصانیف سے کوئی اہم فائدہ بھی حاصل نہ ہوتا۔

شرح: - خبرعزیز کی مثال حدیث " لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ ......الخ" ہے کیونکہ مثلاً دورِ صحابہ میں اس کے دو راوی حضرت انسؓ وحضرت ابوہریرہؓ ہیں، اس کے بعد حضرت انسؓ کے دو شاگرد اس کے راوی ہیں یعنی قتادہ اور عبدالعزیز، پھر ان میں سے ہر ایک کے بھی دو، دو راوی ہیں، اس کے بعد پھر بڑی جماعت اس حدیث کو روایت کرنے لگی۔ غرض چند طبقات میں دو راوی موجود ہے۔

علماء نے خبرعزیز کے متعلق علیحدہ سے کتاب نہیں مستقل ہے جس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں: (۱) خبرعزیز کا وجود بہت کم ہے حتی کہ بعض علماء نے اس کے وجود کا انکار کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ خبرعزیز موجود ہے جس کی ایک مثال اوپر دی گئی۔ (۲) اس کی تصنیف سے کوئی اہم فائدہ متعلق نہ ہوتا۔

اَلْغَرِيْبُ

١- تَعْرِيْفُهٗ : (أ) لُغَةً : هُوَ صِفَةٌ مُشَبَّهَةٌ بِمَعْنَى الْمُنْفَرِدِ اَوِ الْبَعِيْدِ عَنْ اَقَارِبِهٖ.
(ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ مَايَنْفَرِدُ بِرِوَايَتِهٖ رَاوٍ وَاحِدٌ. ٢- شَرْحُ التَّعْرِيْفِ : اَيْ هُوَ

الْحَدِيْثُ الَّذِيْ يَسْتَقِلُّ بِرِوَايَتِهِ شَخْصٌ وَاحِدٌ، إِمَّا فِيْ كُلِّ طَبَقَةٍ مِنْ طَبَقَاتِ السَّنَدِ، أَوْ فِيْ بَعْضِ طَبَقَاتِ السَّنَدِ وَلَوْ فِيْ طَبَقَةٍ وَاحِدَةٍ، وَلَا تَضُرُّ الزِّيَادَةُ عَنْ وَاحِدٍ فِيْ بَاقِيْ طَبَقَاتِ السَّنَدِ لِأَنَّ الْعِبْرَةَ لِلْأَقَلِّ.

ترجمہ:۔ خبر غریب۔اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے: یہ صفت مشبہ ہے جس کے معنی ہیں اکیلا یا اپنے رشتہ داروں سے دور۔ اصطلاحی اعتبار سے: وہ حدیث جس کی روایت میں ایک راوی اکیلا ہو۔ تعریف کی وضاحت: یعنی غریب وہ حدیث ہے جس کو روایت کرنے میں ایک ہی شخص تنہا ہو یا تو طبقاتِ سند میں سے ہر طبقہ میں یا پھر چند طبقاتِ سند میں اگر چہ ایک ہی طبقہ میں کیوں نہ ہو باقی طبقاتِ سند میں ایک سے زیادہ ہونا نقصان دہ نہیں ہے اس لیے کہ اعتبار کم سے کم کا ہے۔

شرح:۔ غریب کے لغوی معنی تنہا اور اکیلا کے ہیں اور اسی سے اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی شہر میں اجنبی ہو یعنی اپنے رشتہ داروں سے دور مسافر شخص۔غریب کے اصطلاحی معنی اس حدیث کے ہیں جس کے روایت کرنے میں ایک شخص تنہا ہو یعنی پورے طبقاتِ سند میں کسی نہ کسی طبقہ میں ایک شخص منفرد ہو چاہے تمام طبقوں میں ایک ایک راوی ہو یا کسی میں کم کسی میں زیادہ مگر ایک جگہ صرف ایک راوی ہو اور اسی کی وجہ سے اس حدیث کا نام غریب پڑے گا کیونکہ تسمیہ میں راویوں کے زیادہ ہونے کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ کم راوی دیکھے جاتے ہیں کتنے ہیں، انہی کے اعتبار سے نام تجویز ہوتا ہے۔اس قسم کو غریب اسی لیے کہتے ہیں کہ جس طرح مسافر کسی ملک میں اکیلا ہوتا ہے اسی طرح حدیث غریب کا راوی بھی اکیلا ہوتا ہے۔

٣- تَسْمِيَةٌ ثَانِيَةٌ لَهُ : يُطْلِقُ كَثِيْرٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ عَلَى الْغَرِيْبِ اِسْماً آخَرَ هُوَ "الْفَرْدُ" عَلَىٰ أَنَّهُمَا مُتَرَادِفَانِ، وَغَايَرَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ بَيْنَهُمَا، فَجَعَلَ كُلًّا مِنْهُمَا نَوْعاً مُسْتَقِلًّا، لٰكِنَّ الْحَافِظَ ابْنَ حَجَرٍ يَعْتَبِرُهُمَا مُتَرَادِفَيْنِ لُغَةً وَاصْطِلَاحاً، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْإِصْطِلَاحِ غَايَرُوْا بَيْنَهُمَا مِنْ حَيْثُ كَثْرَةِ الْإِسْتِعْمَالِ وَقِلَّتِهِ، فَـ"الْفَرْدُ" أَكْثَرُ مَا يُطْلِقُوْنَهُ عَلَى "الْفَرْدِ الْمُطْلَقِ" وَ "الْغَرِيْبُ" أَكْثَرُ مَا يُطْلِقُوْنَهُ عَلَى "الْفَرْدِ النِّسْبِيِّ".

ترجمہ:۔ غریب کا دوسرا نام: بہت سے علماء غریب پر ایک اور نام بولتے ہیں، وہ "فرد" ہے اس

بنیاد پر کہ دونوں مترادف ہیں۔ بعض دوسرے علماء نے دونوں میں مغایرت بیان کی اور ہرایک کو الگ قسم قرار دیا مگر حافظ ابن حجرؒ ان دونوں کو لغت واصطلاح کے اعتبار سے ایک ہی سمجھتے ہیں، البتہ انہوں نے کہا ہے: اہلِ اصطلاح نے استعمال کی کثرت اور قلت کے اعتبار سے ان دونوں کے درمیان مغایرت کی ہے چنانچہ فرد، اس کا اطلاق اکثر وہ لوگ فردِ مطلق پر کرتے ہیں اور غریب، اس کا اطلاق اکثر وہ لوگ فردِ نسبی پر کرتے ہیں۔

شرح :- ''فرد'' کے معنی ''تنہا'' اور ''اکیلا'' کے ہیں اور ''غریب'' کے معنی ''انوکھا'' اور ''اجنبی'' بھی کے اس کے قریب ہیں۔ اسی بناء پر بعض علماء ان دونوں کو ایک اور باہم مترادف قرار دیتے ہیں یعنی دونوں ایک چیز کے دونام ہیں جبکہ بعض دوسرے علماء ان کو علیحدہ علیحدہ قرار دیتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں البتہ استعمال کا فرق ہے۔ اہل فن ''فرد'' کا اطلاق زیادہ تر غریب کی پہلی قسم ''فردِ مطلق'' پر کرتے ہیں اور ''غریب'' کا اطلاق اس کی دوسری قسم یعنی ''فردِ نسبی'' پر کرتے ہیں۔ اس بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے جب محدثین فرد کہیں تو قرینہ کی عدم موجودگی میں اس سے فردِ مطلق مراد ہوگی اور جب غریب کہیں تو اس سے فردِ نسبی مراد ہوگی۔

٤ – أَقْسَامُهٗ : يُقْسَمُ الْغَرِيْبُ بِالنِّسْبَةِ لِمَوْضِعِ التَّفَرُّدِ فِيْهِ اِلىٰ قِسْمَيْنِ هُمَا ''غَرِيْبٌ مُطْلَقٌ'' وَ''غَرِيْبٌ نِسْبِيٌّ''. (أ) اَلْغَرِيْبُ الْمُطْلَقُ : اَوِ الْفَرْدُ الْمُطْلَقُ. ١ ...... تَعْرِيْفُهٗ: هُوَ مَا كَانَتِ الْغَرَابَةُ فِيْ اَصْلِ سَنَدِهٖ اَیْ مَا يَتَفَرَّدُ بِرِوَايَتِهٖ شَخْصٌ وَاحِدٌ فِيْ اَصْلِ سَنَدِهٖ. ٢ ...... مِثَالُهٗ: حَدِيْثُ ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ''. [متفق عليه] تَفَرَّدَ بِهٖ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: هٰذَا وَقَدْ يَسْتَمِرُّ التَّفَرُّدُ اِلىٰ آخِرِ السَّنَدِ، وَقَدْ يَرْوِيْهِ عَنْ ذٰلِكَ الْمُتَفَرِّدِ عَدَدٌ مِنَ الرُّوَاةِ.

ترجمہ: خبر غریب کی اقسام: خبر غریب کو اس میں مقامِ تفرد کی طرف نسبت کرتے ہوئے دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے، وہ غریب مطلق اور غریب نسبی ہیں۔ (ا) غریب مطلق یا فردِ مطلق: اس کی تعریف: یہ وہ حدیث ہے جس میں غرابت اصلِ سند میں موجود ہو یعنی جس حدیث کی اصل سند میں ایک ہی شخص اس کے روایت کرنے میں تنہا ہو۔ اس کی مثال: حدیث 'اِنَّمَا الْاَعْمَالُ

بِـالـنِّيَّـات ہے، اس کو تنہا حضرت عمرؓ نے روایت کیا۔ اسے سمجھ لو، اور کبھی تفرد آخر سند تک باقی رہتی ہے، اور کبھی اس اکیلے شخص سے حدیث کو رواۃ کی بڑی تعداد نقل کر رہی ہوتی ہے۔

شرح :- سند کے جس مقام پر راوی اکیلا ہوتا ہے وہ کبھی تو سند کی جڑ ہوگی یعنی بالکل ابتدا، اور کبھی درمیان میں کسی خاص طبقہ راوی اکیلا ہو جائے گا۔ ان دو اعتبارات سے حدیثِ غریب کی دو قسمیں ہیں: (۱) غریب مطلق یا فرد مطلق (۲) غریب نسبی یا فرد نسبی۔ غریب مطلق یا فرد مطلق اس حدیث غریب کو کہتے ہیں جس کی اصلِ سند میں ایک راوی ہو۔ ''أَصْلُ السَّنَد'' سے مراد سند کی وہ جانب ہے جس میں صحابی موجود ہے، یعنی غریب مطلق وہ خبر ہے جس کو صحابی سے ایک تابعی روایت کرے، کبھی تو یہ تفرد آخر تک رہتا ہے یعنی ہر طبقہ میں ایک ہی راوی ملتا ہے، کبھی تابعی کے بعد ہی بہت سارے راوی موجود ہوتے ہیں اور کبھی دو چار طبقوں کے بعد رواۃ کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے، ان تمام صورتوں میں وہ غریب مطلق ہی کہلائے گی، مثلاً حدیث ''انما الأعمال بالنیات'' کہ اسے حضرت عمرؓ سے صرف علقمہؒ نے روایت کی، ان سے صرف محمد بن ابراہیمؒ نے اور ان سے یحییٰ بن سعیدؒ نے، ان کے بعد رواۃ کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔

(ب) اَلْغَرِيْبُ النِّسْبِيُّ : أَوِ الْفَرْدُ النِّسْبِيُّ. ١ ...... تَعْرِيْفُهُ : هُوَ مَا كَانَتِ الْغَرَابَةُ فِيْ أَثْنَاءِ سَنَدِهٖ أَيْ أَنْ يَرْوِيَهُ أَكْثَرُ مِنْ رَاوٍ فِيْ أَصْلِ سَنَدِهٖ، ثُمَّ يَنْفَرِدُ بِرِوَايَتِهٖ رَاوٍ وَاحِدٌ عَنْ أُولٰئِكَ الرُّوَاةِ. ٢ ...... مِثَالُهُ : حَدِيْثُ " مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلٰى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ " [متفق علیه]، تَفَرَّدَ بِهٖ مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

ترجمہ: غریب نسبی یا فرد نسبی: اس کی تعریف: وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں غرابت ہو یعنی یہ کہ جس کو اصلِ سند میں ایک سے زیادہ راوی روایت کرے پھر اُن راویوں سے روایت کرنے میں ایک راوی اکیلا ہو جائے۔ اس کی مثال: حدیث مالک بواسطہ زہری، وہ بواسطہ انسؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ وَ رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ (نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ اس حال میں داخل ہوئے آپ کے سر مبارک پر خود تھا)۔ زہری سے امام مالک (روایت کرنے میں) اکیلے ہیں۔

شرح :- یعنی غریب نسبی وہ حدیث ہے جس میں صحابی سے روایت کرنے والے بہت سارے

تابعی ہوں لیکن ان میں سے ایک تابعی سے روایت کرنے میں کوئی راوی اکیلے ہو جائے مثلا حدیث ''ان النبی ﷺ دخل مکة ..... '' الحدیث۔ حضرت انسؓ سے زہریؒ ودیگر نے اس کو روایت کیا لیکن امام زہریؒ سے صرف امام مالکؒ کررئش ہیں اسی لیے یہ حدیث غریب نسبی ئش۔ ایک بات واضح رئش کہ غریب نسبی میں تابعی سے راوی کا ایک ہونا ضروری نہیں بلکہ اثنائے سند کسی خاص شیخ سے روایت کرنے میں کوئی متفرد ہو تو اس کو بھی اس شیخ کی طرف نسبت کرتے ہوئے غریب سکتا گے۔

٥- مِنْ أَنْوَاعِ الْغَرِيْبِ النِّسْبِيِّ : هُنَاكَ أَنْوَاعٌ مِنَ الْغَرَابَةِ أَوِ التَّفَرُّدِ يُمْكِنُ اعْتِبَارُهَا مِنَ الْغَرِيْبِ النِّسْبِيِّ، لِأَنَّ الْغَرَابَةَ فِيْهَا لَيْسَتْ مُطْلَقَةً، وَإِنَّمَا حَصَلَتِ الْغَرَابَةُ فِيْهَا بِالنِّسْبَةِ إِلىٰ شَيْءٍ مُعَيَّنٍ، وَهٰذِهِ الْأَنْوَاعُ هِيَ :(أ) تَفَرُّدُ ثِقَةٍ بِرِوَايَةِ الْحَدِيْثِ : كَقَوْلِهِمْ : لَمْ يَرْوِهِ ثِقَةٌ إِلاَّ فُلَانٌ .(ب) تَفَرُّدُ رَاوٍ مُعَيَّنٍ عَنْ رَاوٍ مُعَيَّنٍ : كَقَوْلِهِمْ : " تَفَرَّدَ بِهِ فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ " وَإِنْ كَانَ مَرْوِيًّا مِنْ وُجُوْهٍ أُخْرىٰ عَنْ غَيْرِهٖ.(جـ) تَفَرُّدُ أَهْلِ بَلَدٍ أَوْ أَهْلِ جِهَةٍ كَقَوْلِهِمْ : " تَفَرَّدَ بِهٖ أَهْلُ مَكَّةَ أَوْ أَهْلُ الشَّامِ".(د) تَفَرُّدُ أَهْلِ بَلَدٍ أَوْ جِهَةٍ عَنْ أَهْلِ بَلَدٍ أَوْ جِهَةٍ أُخْرىٰ : كَقَوْلِهِمْ : " تَفَرَّدَ بِهٖ أَهْلُ الْبَصْرَةِ عَنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، أَوْ تَفَرَّدَ بِهٖ أَهْلُ الشَّامِ عَنْ أَهْلِ الْحِجَازِ".

ترجمہ: غریب نسبی کی چند صورتیں: اس مقام پر غرابت یا تفرد کی چند صورتیں ہیں جن کو غریب نسبی میں سے اعتبار کیا جا ہیں ئش، اس لیے کہ غرابت مطلق طور پر نہیں بلکہ ان میں غرابت کسی متعین چیز کی بنسبت حاصل ہوئی ئش، اور وہ صورتیں یہ ہیں:

(۱) ایک ثقہ کا حدیث کی روایت میں اکیلے ہونا: جیسے ان کا (یعنی محدثین کا) یہ کہنا: اس حدیث کو سوائے فلاں کے کسی ثقہ نے روایت نہیں کیا۔ (۲) ایک متعین راوی کا دوسرے متعین راوی سے اکیلے ہونا جیسے ان کا یہ کہنا: فلاں سے روایت کرنے میں فلاں راوی اکیلا ہوا، اگرچہ اس کے علاوہ سے اور سندوں کے ذریعہ بھی منقول ہو۔ (۳) ایک شہر یا ایک جانب والوں کا اکیلے ہونا جیسے ان کا یہ کہنا: اس میں اہل مکہ یا اہل شام اکیلے ہیں۔ (۴) ایک شہر یا جانب والوں کا دوسرے شہر یا جانب

والوں سے روایت کرنے میں اکیلے ہونا جیسے ان کہنا: اس میں اہل مدینہ سے روایت کرنے میں اہل بصرہ اکیلے ہیں یا اس میں اہل حجاز سے روایت کرنے میں اہل شام اکیلے ہیں۔

شرح :- غریب نسبی میں غرابت چونکہ اصلِ سند میں نہیں ہوتی بلکہ سند کے کسی حصہ میں کسی کا تفرد پایا جاتا ہے، وہ خاص حصہ کبھی تو خاص شخص ہوگا اور کبھی خاص اہل علاقہ۔ اس اعتبار سے اس کی چار قسمیں ہو جائیں گی۔ (۱) جس کی سند میں ثقہ راوی ایک ہو جیسے یہ کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کو سوائے فلاں کے کسی ثقہ راوی نے بیان نہیں کیا یعنی یوں تو بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے لیکن بحیثیت ثقہ صرف ایک راوی اس کی سند میں موجود ہے۔ (۲) کسی متعین راوی کا دوسرے متعین راوی سے اکیلے روایت کرنا جیسے یوں کہا جائے کہ فلاں حدیث کو فلاں شیخ سے صرف فلاں صاحب نے سنی ہے، اس میں ممکن ہے کہ حدیث کی دوسری سندیں بھی ہوں جن میں کئی کئی راوی بیک وقت موجود ہوں مگر اس خاص سند میں کسی خاص شیخ سے روایت صرف ایک شخص نے نقل کی ہو، اسی کو کہتے ہیں غَرِیْبٌ مِنْ وَجْهٍ ۔ (۳) ایک متعین شہر یا خاص اطراف والوں کا کسی روایت میں متفرد ہونا جیسے یوں کہا جائے کہ فلاں حدیث کو صرف اہلِ بصرہ روایت کرتے ہیں، اب اہلِ بصرہ خود بے شمار ہیں لیکن بحیثیت اہل شہر وہ بمنزلہ واحد ہیں یا کہا جائے کہ صرف اہلِ حجاز روایت کرتے ہیں، اب اہلِ حجاز بہت سارے شہر والے ہیں اور بے شمار لوگ ہیں لیکن بحیثیت ایک جانب کہلانے کے وہ بمنزلہ واحد ہیں۔ (۴) ایک شہر والوں کا دوسرے شہر والوں سے یا ایک خاص جانب والوں کا دوسری خاص جانب والوں سے روایت نقل کرنے میں متفرد ہونا جیسے یوں کہا جائے کہ اس حدیث کو اہل مکہ سے صرف اہل مدینہ نقل کرتے ہیں، اب اہل مکہ بھی کثیر ہیں اور اہل مدینہ بھی مگر بحیثیت خاص شہر وہ سب بمنزلہ واحد ہیں یا یوں کہا جائے کہ اہل حجاز سے صرف اہل شام نقل کرتے ہیں تو دونوں کثیر افراد ہیں مگر بحیثیت ایک جانب کے وہ سب بمنزلہ واحد ہیں۔

٦- تَقْسِيْمٌ آخَرُ لَهُ : قَسَمَ الْعُلَمَاءُ الْغَرِيْبَ مِنْ حَيْثُ غَرَابَةِ السَّنَدِ أَوِ الْمَتْنِ إِلىٰ :
(أ) غَرِيْبٍ مَتْناً وَإِسْنَاداً : وَهُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ تَفَرَّدَ بِرِوَايَةِ مَتْنِهِ رَاوٍ وَاحِدٌ. (ب) غَرِيْبٍ إِسْنَاداً لَا مَتْناً : كَحَدِيْثٍ رَوَىٰ مَتْنَهُ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ، اِنْفَرَدَ وَاحِدٌ

بِرِوَايَتِهِ عَنْ صَحَابِيٍّ آخَرَ. وَفِيهِ يَقُولُ التِّرْمِذِيّ : "غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ".
٧- أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ :(أ) غَرَائِبُ مَالِكٍ لِلدَّارَقُطْنِيْ. (ب) اَلْأَفْرَادُ لِلدَّارَقُطْنِيِّ أَيْضاً. (ج) السُّنَنُ الَّتِي تَفَرَّدَ بِكُلِّ سُنَّةٍ مِنهَا أَهْلُ بَلْدَةٍ، لِأَبِيْ دَاوُدَ السِّجِسْتَانِي.

ترجمہ غریب کی دوسری تقسیم: علماء نے غریب کو سند یا متن کی غرابت کے اعتبار سے دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: (۱) بحیثیت متن وسند غریب: یہ وہ حدیث ہے جس کا متن روایت کرنے میں ایک راوی متفرد ہو۔ (۲) بحیثیت سند غریب نہ کہ بحیثیت متن: جیسے ایک حدیث صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت جس کا متن نقل کرے، ایک راوی کسی اور صحابی سے روایت کرنے میں اکیلا ہو، اسی کے متعلق امام ترمذیؒ کہتے ہیں: اس اعتبار سے غریب ہے۔ خبر غریب کے بارے میں مشہور ترین تصانیف: (۱) غرائب مالک: یہ امام دار قطنیؒ کی تصنیف ہے۔ (۲) الأفراد: یہ بھی دار قطنیؒ کی تصنیف ہے۔ (۳) السنن التی تفرد بکل سنۃ منھا اھل بلدۃ: یہ امام ابوداود سجستانیؒ کی تصنیف ہے۔

شرح:- حدیث غریب کی دوسری تقسیم یہ بیان کی جارہی ہے کہ بعض اوقات کسی حدیث کا متن اور سند غریب ہوگی یعنی متن ایک ہی شخص کے واسطے سے منقول ہوتو اس طرح حدیث متناً بھی غریب ہوئی کہ دوسرے کسی سے منقول نہیں اور سنداً بھی غریب ہوئی کہ راوی متفرد ہے اور بعض اوقات صرف سند غریب ہوگی لیکن متن اور رواۃ سے بھی مروی ہوگا جیسے ایک حدیث صحابہ کرامؓ کے حوالے سے مشہور ہو پھر اچانک ایک راوی کسی غیر مشہور صحابی سے روایت نقل کرے تو حدیث اس خاص صحابی کی بنسبت سنداً غریب کہلائے گی اور متن مشہور سمجھا جائے گا۔ ایک اور قسم بھی بن سکتی ہے جس کو " غریبٌ متنًا لا اسنادا" کہا جاتا ہے یعنی کسی حدیث کا متن غریب ہو لیکن سند میں کوئی متفرد راوی مشہور ہو جائے اور اس سے ایک جماعت نقل کرے مگر ایسا کم ہی ہے۔

حدیث غریب کے متعلق تین مشہور تصانیف ہیں: (۱) غرائب مالک: یہ امام دار قطنیؒ کی تصنیف ہے جس میں انہوں نے امام مالکؒ کی ان روایات کو مصطلح کیا ہے جن میں وہ متفرد ہیں۔ (۲) الأفراد: یہ بھی امام دار قطنیؒ کی تصنیف ہے مگر پہلی کتاب سے عام۔ (۳) السنن التی تفرد...... الخ: یہ امام ابوداؤد سجستانیؒ کی دلچسپ تصنیف ہے جس میں انہوں نے ایسی سنتیں اکٹھی فرمائی ہیں

کہ ان میں ہر سنت کے ناقل ایک خاص شہر کے باشندے ہیں اور وہ اس میں متفرد کہلاتے ہوں۔

۔تَقْسِيْمُ خَبَرِ الْآحَادِ بِالنِّسْبَةِ اِلىٰ قُوَّتِهٖ وَضُعْفِهٖ۔

يَنْقَسِمُ خَبَرُ الْآحَادِ۔ مِنْ مَشْهُوْرٍ وَعَزِيْزٍ وَغَرِيْبٍ۔ بِالنِّسْبَةِ اِلىٰ قُوَّتِهٖ وَضُعْفِهٖ اِلىٰ قِسْمَيْنِ وَهُمَا: (أ) مَقْبُوْلٌ: وَهُوَ مَا تَرَجَّحَ صِدْقُ الْمُخْبِرِ بِهٖ، وَحُكْمُهٗ: وُجُوْبُ الْاِحْتِجَاجِ وَالْعَمَلِ بِهٖ. (ب) مَرْدُوْدٌ: وَهُوَ مَا لَمْ يَتَرَجَّحْ صِدْقُ الْمُخْبِرِ بِهٖ، وَحُكْمُهٗ: أَنَّهٗ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ وَلَا يَجِبُ الْعَمَلُ بِهٖ، وَلِكُلٍّ مِنَ الْمَقْبُوْلِ وَالْمَرْدُوْدِ أَقْسَامٌ وَتَفَاصِيْلُ سَأَذْكُرُهَا فِيْ فَصْلَيْنِ مُسْتَقِلَّيْنِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالىٰ.

ترجمہ خبر آحاد کی قوی وضعیف ہونے کے اعتبار سے تقسیم۔ خبر آحاد یعنی مشہور، عزیز اور غریب اپنے قوی وضعیف ہونے کے اعتبار سے دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہے، وہ یہ ہیں: (۱) مقبول: یہ وہ حدیث ہے جس کے خبر دینے والے کی سچائی غالب ہو۔ اس کا حکم: اسے دلیل بنانا اور اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ (۲) مردود: یہ وہ حدیث ہے جس کے خبر دینے والے کی سچائی غالب نہ ہو۔ اس کا حکم: یہ ہے کہ اسے دلیل نہیں بنایا جاتا نہ ہی اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ مقبول ومردود میں سے ہر ایک کی کئی قسمیں اور تفصیلات ہیں جنہیں میں دو جدا جدا فصلوں میں ذکر کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

شرح :- یہاں سے خبر آحاد کی دوسری تقسیم بیان کی جارہی ہے جس میں اس کی پہلی تقسیم سے حاصل ہونے والی تمام قسمیں شامل ہیں یعنی خبر مشہور، خبر عزیز اور خبر غریب۔ اس دوسری تقسیم کی بنیاد خبر آحاد میں راوی کی سچائی یا کذب کا راجح ہونا ہے کیونکہ ہر مخبر میں صدق وکذب کا احتمال ہوتا ہے، اسی اعتبار سے کبھی خبر آحاد میں قوت ہوگی اور کبھی ضعف۔ خبر آحاد کی باعتبار قوت وضعف دو قسمیں ہیں: (۱) خبر مقبول (۲) خبر مردود۔ اس طرح کل چھ قسمیں حاصل ہوں گی: مشہور مقبول، مشہور مردود۔ عزیز مقبول، عزیز مردود۔ غریب مقبول، غریب مردود۔ (۱) خبر مقبول کی تعریف: مقبول کے لغوی معنی جسے مان لیا جائے اور اصطلاح میں یہ وہ خبر آحاد ہے جس کے مخبر کی سچائی اس کے کذب سے راجح ہو۔ اس لیے کہ انسان جس کی سچائی سے مطمئن ہوتا ہے اس کی بتائی ہوئی خبر کو قبول کر لیتا ہے۔ خبر مقبول کا حکم یہ ہے کہ اسے حجت کے طور پر استعمال کرنا اور اس کے مطابق

عمل کرنا لازم ہوتا ئش۔(۲) خبر مردود کی تعریف: مردود کے لغوی معنی جسے واپس کر دیا جائے اور اصطلاح میں یہ وہ خبر آحاد ئش جس کے مخبر کی سچائی اس کے کذب کی بنسبت راجح نہ ہو بلکہ کذب کا بھی برابر امکان ہو۔اس لیے کہ انسان کو جس کی سچائی کے ساتھ اس کے جھوٹے ہونے کا بھی برابر اعتقاد ہو اس کے بتائی ہوئی خبر کو لوٹا دیتا ئش یعنی اس کا اعتبار نہیں کیا کرتا۔خبر مردود کا حکم: نہ اس سے استدلال کیا جاتا ئش اور نہ اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہوتا ئش۔

خبر مقبول اور خبر مردود کی متعدد اقسام ہیں جن سے آئندہ صفحات میں ۔ ش کی جائے گی۔

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ: اَلْخَبَرُ الْمَقْبُوْلُ

ـ اَلْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : أَقْسَامُ الْمَقْبُوْلِ . ـ اَلْمَبْحَثُ الثَّانِيْ : تَقْسِيْمُ الْمَقْبُوْلِ اِلٰى مَعْمُوْلٍ بِهٖ وَغَيْرِ مَعْمُوْلٍ بِهٖ.

ترجمہ پہلی فصل: خبر مقبول۔ بحث اول: مقبول کی قسمیں۔ بحث دوم: مقبول کی معمول بہ اور غیر معمول بہ میں تقسیم۔

شرح :- بحث اول کے عنوان کے تحت اس بات سے بحث کی جائے گی کہ قوت کے اعتبار سے خبر مقبول کی کتنی قسمیں بنتی ہیں اور بحث دوم کے عنوان سے اس بات کی وضاحت کی جائے گی کہ بحث اول سے حاصل شدہ اقسام میں سے بعض معمول بہ ہیں یعنی ان کے مطابق عمل کیا جاتا ئش اور بعض غیر معمول بہ یعنی ان کے مطابق عمل نہیں کیا جاتا۔

اَلْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : أَقْسَامُ الْمَقْبُوْلِ

يُقْسَمُ الْمَقْبُوْلُ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى تَفَاوُتِ مَرَاتِبِهٖ اِلٰى قِسْمَيْنِ رَئِيْسَيْنِ هُمَا : صَحِيْحٌ وَحَسَنٌ وَكُلٌّ مِنْهُمَا يُقْسَمُ اِلٰى قِسْمَيْنِ هُمَا: لِذَاتِهٖ وَلِغَيْرِهٖ، فَتَئُوْلُ أَقْسَامُ الْمَقْبُوْلِ فِي النِّهَايَةِ اِلٰى أَرْبَعَةِ أَقْسَامٍ هِيَ : ١ – صَحِيْحٌ لِذَاتِهٖ. ٢ – حَسَنٌ لِذَاتِهٖ. ٣– صَحِيْحٌ لِغَيْرِهٖ. ٤ – حَسَنٌ لِغَيْرِهٖ. وَاِلَيْكَ بَحْثُ هٰذِهِ الْأَقْسَامِ تَفْصِيْلًا.

ترجمہ بحث اول: خبر مقبول کو اس کے مراتب مختلف ہونے کے اعتبار سے دو بنیادی قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے، وہ قسمیں صحیح و حسن ہیں، اور ان میں ہر ایک کی دو قسمیں کی جاتی ہیں جو کہ لذاتہٖ اور لغیرہٖ ہیں۔ اس لیے بالآخر خبر مقبول کی چار قسمیں بن جائیں گی: (۱) صحیح لذاتہٖ (۲) حسن لذاتہٖ (۳) صحیح لغیرہٖ (۴) حسن لغیرہٖ۔ آپ کی خدمت میں ان اقسام کی تفصیلی بحث پیش ہے۔

شرح:- پہلے پہل خبر مقبول کی دو قسمیں بنائی جاتی ہیں: (۱) صحیح (۲) حسن۔ پھر ان میں سے ہر ایک دو قسموں میں منقسم ہوتی ہے: (۱) لذاتہٖ (۲) لغیرہٖ۔ اب جب دونوں کی دو قسمیں ہوئیں تو کل اقسام چار ہوں گی یعنی (۱) صحیح لذاتہ (۲) حسن لذاتہ (۳) صحیح لغیرہٖ (۴) حسن لغیرہٖ۔ آئندہ انہی کی تفصیل آئے گی۔

اَلصَّحِيْحُ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اَلصَّحِيْحُ ضِدُّ السَّقِيْمِ، وَهُوَ حَقِيْقَةٌ فِي الْأَجْسَامِ مُجَازٌ فِي الْحَدِيْثِ وَسَائِرِ الْمَعَانِيْ. (ب) اِصْطِلَاحاً : مَا اتَّصَلَ سَنَدُهُ بِنَقْلِ الْعَدْلِ الضَّابِطِ عَنْ مِثْلِهِ اِلٰى مُنْتَهَاهُ مِنْ غَيْرِ شُذُوْذٍ وَلاَ عِلَّةٍ. ٢ – شَرْحُ التَّعْرِيْفِ : اِشْتَمَلَ التَّعْرِيْفُ السَّابِقُ عَلٰى أُمُوْرٍ يَجِبُ تَوَفُّرُهَا حَتّٰى يَكُوْنَ الْحَدِيْثُ صَحِيْحاً، وَهٰذِهِ الْأُمُوْرُ هِيَ : (أ) اِتِّصَالُ السَّنَدِ : وَمَعْنَاهُ أَنَّ كُلَّ رَاوٍ مِنْ رُوَاتِهِ قَدْ أَخَذَهُ مُبَاشَرَةً عَمَّنْ فَوْقَهُ مِنْ أَوَّلِ السَّنَدِ اِلٰى مُنْتَهَاهُ. (ب) عَدَالَةُ الرُّوَاةِ : أَيْ اِنَّ كُلَّ رَاوٍ مِنْ رُوَاتِهِ اِتَّصَفَ بِكَوْنِهِ مُسْلِماً بَالِغاً عَاقِلاً غَيْرَ فَاسِقٍ وَغَيْرَ مَخْرُوْمِ الْمُرُوْءَةِ. (ج) ضَبْطُ الرُّوَاةِ : أَيْ اِنَّ كُلَّ رَاوٍ مِنْ رُوَاتِهِ كَانَ تَامَّ الضَّبْطِ، اِمَّا ضَبْطَ صَدْرٍ أَوْ ضَبْطَ كِتَابٍ (د) عَدَمُ الشُّذُوْذِ : أَيْ أَنْ لَّا يَكُوْنَ الْحَدِيْثُ شَاذًّا، وَالشُّذُوْذُ : هُوَ مُخَالَفَةُ الثِّقَةِ لِمَنْ هُوَ أَوْثَقُ مِنْهُ. (هـ) عَدَمُ الْعِلَّةِ : أَيْ أَنْ لَّا يَكُوْنَ الْحَدِيْثُ مَعْلُوْلاً، وَالْعِلَّةُ سَبَبٌ غَامِضٌ خَفِيٌّ يَقْدَحُ فِيْ صِحَّةِ الْحَدِيْثِ مَعَ أَنَّ الظَّاهِرَ السَّلَامَةُ مِنْهُ.

ترجمہ صحیح۔ اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے صحیح (تندرست)، سقیم (بیمار) کی ضد ہے اور یہ اجسام میں حقیقت ہے جبکہ حدیث اور تمام معانی میں مجاز ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے صحیح وہ

حدیث ہے جس کی سند انتہاء تک عدالت سے متصف ضبط کرنے والے شخص کے نقل کرنے کے ساتھ بغیر شذوذ اور علت کے متصل ہو۔تعریف کی وضاحت: گذشتہ تعریف چند اُمور پر مشتمل ہے جن کا پایا جانا ضروری ہے تا کہ حدیث صحیح ہو سکے،وہ اُمور یہ ہیں: (۱) سند کا اتصال: اس کا مطلب یہ ہے کہ سند کے شروع سے آخر تک اس حدیث کے رواۃ میں سے ہر راوی نے اُسے اپنے سے اوپر شخص سے براہِ راست حاصل کیا ہو۔(۲) راویوں کی عدالت: یعنی اس کے رواۃ میں سے ہر راوی مسلمان، بالغ، عقلمند ہونے کے ساتھ اس حال میں متصف ہو کہ وہ نہ فاسق ہو نہ بے مروت۔ (۳) راویوں کا ضبط کرنا: یعنی اس کا ہر راوی مکمل ضبط (محفوظ) کرنے والا ہو یا تو سینہ میں محفوظ یقین، یا پھر کتاب میں محفوظ یقین۔(۴) شذوذ کا نہ ہونا: یعنی یہ کہ حدیث شاذ نہ ہو اور شذوذ سے مراد ثقہ کا اپنے سے زیادہ ثقہ کی مخالفت کرنا ہے۔(۵) علت کا نہ ہونا: یعنی یہ کہ حدیث معلول نہ ہو اور علت ایک باریک و پوشیدہ وجہ ہے جو حدیث کی صحت کو مجروح کرتی ہے حالانکہ ظاہری حالت اس سے محفوظ ہونا ہے۔

شرح:- لغوی اعتبار سے صحیح تندرست کو کہتے ہیں جو سقیم یعنی بیمار کی ضد ہے اور تندرستی ہو یا بیماری دونوں اجسام کے اوصاف میں سے ہیں، اِن کو حدیث کی یا معانی کے قبیل سے چیزوں کی صفت بنانا مجاز ہے کیونکہ حقیقتاً جسم صحیح یا سقیم کہلاتا ہے،جسم کے علاوہ کسی چیز کو صحیح یا سقیم قرار دینا مجاز ہی ہوگا، گویا جس طرح تندرست جسم کو کمزور جسم پر برتری حاصل ہوتی ہے اسی طرح حدیثِ صحیح کو بھی حدیث ضعیف پر برتری حاصل ہوتی ہے۔اصطلاحی اعتبار سے صحیح اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے اندر چند باتیں اکٹھی ہوں: (۱) سند متصل ہو یعنی پہلے راوی سے لے کر آخری راوی تک سب درج ہوں، کوئی بھی حذف نہ ہو۔(۲) تمام راوی عدل ہوں: عدل لغت میں معتدل اور برابر کو کہتے ہیں جبکہ یہاں پر عدل سے مراد وہ شخص ہے جو مسلمان ہو، بالغ ہو، عقلمند ہو، فاسق نہ ہو اور خلافِ انسانیت کام نہ کرنے والا ہو یعنی بامروت ہو۔(۳) راوی ضابط ہوں: ضبط کے لغوی معنی ہیں کسی بات کو اچھی طرح محفوظ کرنا۔یہاں پر مراد یہ ہے کہ ہر راوی حدیث کو اچھی طرح یاد رکھنے والا ہو جس کے دو طریقے ہیں: ایک سینہ میں یا یقین یعنی زبانی یا یقین دوسرا کاغذ میں لکھ کر محفوظ

کرلینا۔ (۴) حدیث شاذ نہ ہو: اس حدیث کا متن شذوذ سے پاک ہو یعنی کسی بھی ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت نہ کی ہو بلکہ ان میں اتفاق پایا جاتا ہو۔ (۵) حدیث ہر قسم کی علت سے خالی ہو: علت ایسی باریک وخفیہ بات جس کی وجہ سے حدیث میں عیب لگے اوراس کی صحت متاثر ہو حالانکہ ظاہری صورت کے لحاظ سے حدیث میں کوئی باعث نقص نہ ہو۔

جب یہ تمام شقیں کسی حدیث میں موجود ہوں گی تو اس حدیث کو صحیح کہا جائے گا۔

٣ – شُرُوْطُهُ : يَتَبَيَّنُ مِنْ شَرْحِ التَّعْرِيْفِ أَنَّ شُرُوْطَ الصَّحِيْحِ الَّتِي يَجِبُ تَوَفُّرُهَا حَتّٰى يَكُوْنَ الْحَدِيْثُ صَحِيْحاً خَمْسَةٌ وَهِيَ : اِتِّصَالُ السَّنَدِ ـ عَدَالَةُ الرُّوَاةِ ـ ضَبْطُ الرُّوَاةِ ـ عَدَمُ الْعِلَّةِ ـ عَدَمُ الشُّذُوْذِ .فَإِذَا اخْتَلَّ شَرْطٌ وَاحِدٌ مِنْ هٰذِهِ الشُّرُوْطِ الْخَمْسَةِ فَلَا يُسَمَّى الْحَدِيْثُ حِيْنَئِذٍ صَحِيْحاً.

ترجمہ: صحیح کی شرطیں: تعریف کی وضاحت سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ صحیح کی وہ شرطیں جن کا پایا جانا حدیث کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہیں، وہ پانچ ہیں جو کہ یہ ہیں: سند کا اتصال، راویوں کی عدالت، راویوں کا ضبط، علت نہ ہونا، شذوذ نہ ہونا۔ پس جب مذکورہ پانچ شرطوں میں سے کوئی ایک شرط کم ہو تو اس وقت حدیث کا نام صحیح نہیں رکھا جائے گا۔

شرح:- مذکورہ بالا پانچ شرائط کی تفصیل اس سے پہلے عرض کردی گئی ہے۔

٤ – مِثَالُهُ : مَا أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ صَحِيْحِهِ قَالَ : "حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قرأ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ". [البخاری] فَهٰذَا الْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ لِأَنَّ :(أ) سَنَدَهُ مُتَّصِلٌ : إِذْ إِنَّ كُلَّ رَاوٍ مِنْ رُوَاتِهِ سَمِعَهُ مِنْ شَيْخِهِ، وَأَمَّا عَنْعَنَةُ مَالِكٍ وَابْنِ شِهَابٍ وَابْنِ جُبَيْرٍ فَمَحْمُوْلَةٌ عَلَى الْاِتِّصَالِ لِأَنَّهُمْ غَيْرُ مُدَلِّسِيْنَ. (ب،جـ) وَلِأَنَّ رُوَاتَهُ عُدُوْلٌ ضَابِطُوْنَ : وَهٰذِهِ أَوْصَافُهُمْ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ.

١ ..... عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ : ثِقَةٌ مُتْقِنٌ . ٢ ..... مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ : إِمَامٌ حَافِظٌ . ٣ ..... اِبْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ : فَقِيْهٌ حَافِظٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى جَلَالَتِهِ وَإِتْقَانِهِ . ٤ ..... مُحَمَّدُ

بْنُ جُبَيْرٍ : ثِقَةٌ . ٥...... جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ : صَحَابِيٌّ .د) وَلِأَنَّهُ غَيْرُ شَاذٍّ : إِذْ لَمْ يُعَارِضْهُ مَا هُوَ أَقْوىٰ مِنْهُ .هـ) وَلِأَنَّهُ لَيْسَ فِيْهِ عِلَّةٌ مِنَ الْعِلَلِ .

ترجمہ صحیح کی مثال: وہ حدیث جس کو امام بخاری اپنی صحیح میں لائے ہیں، انہوں نے فرمایا: ''حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ..... الحدیث'' (یہ سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا وہ امام مالک سے، وہ ابن شہاب سے، وہ محمد بن جبیر بن مطعم سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں سورہ طور پڑھتے ہوئے سنا)، یہ حدیث صحیح ہے اس لیے کہ: (۱) اس کی سند متصل ہے: کیونکہ اس کے رواۃ میں سے ہر راوی نے اسے اپنے استاذ سے سنا ہے، جہاں تک امام مالک، ابن شہاب اور ابن جبیر کے عنعنہ کا تعلق ہے تو اتصال پر محمول ہے اس لیے کہ وہ مدلس نہیں ہیں۔ (۲، ۳) اور اس وجہ سے اس کے راوی عدل اور ضابط ہیں: علماءِ جرح وتعدیل کے ہاں ان راویوں کے یہ اوصاف ہیں: عبداللہ بن یوسفؒ، ثقہ متقن ہیں۔ مالک بن انسؒ، امام اور حافظ حدیث ہیں۔ ابن شہاب زہریؒ، فقیہ وحافظ حدیث ہیں ان کی جلالتِ شان اور اتقان پر سب متفق ہیں۔ محمد بن جبیرؒ، ثقہ ہیں۔ جبیر بن مطعمؓ: صحابی ہیں۔ (۴) اور اس وجہ سے یہ شاذ نہیں ہے: اس لیے کہ اس کے مقابلے میں ایسی روایت نہیں جو اس سے بھی قوی ہو۔ (۵) اور اس وجہ سے کہ اس میں علتوں میں سے کوئی علت نہیں ہے۔

شرح :- صحیح کی مثال حضرت جبیر بن مطعمؓ سے مروی مذکورہ بالا حدیث ہے اور اس کے صحیح ہونے کی وجہ تمام شرطوں کا پایا جانا ہے جس کی تفصیل ترجمہ سے واضح ہے۔ ثقہ کے معنی ہیں قابلِ بھروسہ اور متقن کے معنی ہیں پختہ اور مضبوط کرنے والا یعنی حدیث کو اچھی طرح محفوظ کرنے والا۔

٥ – حُكْمُهُ : وُجُوْبُ الْعَمَلِ بِهِ بِإِجْمَاعِ أَهْلِ الْحَدِيْثِ وَمَنْ يُعْتَدُّ بِهِ مِنَ الْأُصُوْلِيِّيْنَ وَالْفُقَهَاءِ، فَهُوَ حُجَّةٌ مِنْ حُجَجِ الشَّرْعِ، لَا يَسَعُ الْمُسْلِمَ تَرْكُ الْعَمَلِ بِهِ. ٦ – اَلْمُرَادُ بِقَوْلِهِمْ : " هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ " أَوْ " هٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ صَحِيْحٍ ": (أ) اَلْمُرَادُ بِقَوْلِهِمْ : "هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ" أَنَّ الشُّرُوْطَ الْخَمْسَةَ السَّابِقَةَ قَدْ تَحَقَّقَتْ فِيْهِ، لَا أَنَّهُ

مَقْطُوْعٌ بِصِحَّتِهِ فِيْ نَفْسِ الْأَمْرِ، لِجَوَازِ الْخَطَأِ وَالنِّسْيَانِ عَلَى الثِّقَةِ. (ب) وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِمْ: "هٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ صَحِيْحٍ" أَنَّهُ لَمْ تَتَحَقَّقْ فِيْهِ شُرُوْطُ الصِّحَّةِ الْخَمْسَةُ السَّابِقَةُ كُلُّهَا أَوْ بَعْضُهَا لَا أَنَّهُ كَذِبٌ فِيْ نَفْسِ الْأَمْرِ لِجَوَازِ إِصَابَةِ مَنْ هُوَ كَثِيْرُ الْخَطَأِ.

ترجمہ صحیح کا حکم: محدثین اور قابلِ لحاظ اصولیین وفقہاء کے اجماع کے مطابق حدیث صحیح پر عمل واجب ئش، پس یہ شریعت کی حجتوں میں سے ایک حجت ئش، مسلمان کے لیے اس پر عمل ترک کرنے کی گنجا ہم نہیں۔ محدثین کے قول ''یہ صحیح حدیث ئش'' یا ''یہ صحیح حدیث نہیں ئش'' کا مطلب: (۱) ان کے قول ''یہ صحیح حدیث ئش'' کا مطلب یہ ئش کہ گذشتہ پانچوں شرطیں اس حدیث میں پائی گئی ہیں، یہ مطلب نہیں کہ حقیقت میں اس کی صحت کا کھنا کر لیا گیا ئش کیونکہ ثقہ راوی سے بھی غلطی یا بھول ہو سکتی ئش۔ (۲) اور ان کے قول ''یہ صحیح حدیث نہیں ئش'' کا مطلب یہ ئش کہ اس میں صحت کی گذشتہ پانچ شرطیں تمام کی تمام یا ان میں سے چند نہیں پائی گئیں، یہ مطلب نہیں کہ یہ حدیث جھوٹی (غلط) ئش اس لیے کہ زیادہ غلطی کرنے والا بھی درست کہہیں ئش۔

شرح:- حدیث صحیح کا حکم یہ ئش کہ یہ شریعت کے دلائل میں سے ایک دلیل ئش جس سے احکامات ثابت ہوتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرنا بھی لازم ئش کسی مسلمان کو اس پر عمل ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ محدثین اور ان کے ساتھ بڑے درجہ کے اصولیین اور فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

محدثین کرام جب کسی حدیث کے متعلق اس کے صحیح ہونے یا غیر صحیح ہونے کا حکم لگاتے ہیں تو یہ سند کی ظاہری صورتحال پر مبنی ہوتا ئش، نفس الامر اور حقیقت میں اس بات کا حکم نہیں لگایا جاتا کیونکہ اس کا علم مشکل ئش۔ اسی لیے جب وہ کسی حدیث کے متعلق یہ سکتا کہ ''یہ صحیح حدیث ئش'' تو اس سے یہ سمجھنا چاہیے صحت کے لیے لازم پانچ شرطیں اس حدیث میں موجود ہیں اس لیے صحیح کہا گیا۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ حقیقت میں بھی اس کے صحیح ہونے کا حکم ئش کیونکہ بظاہر جو ثقہ اور قوی الحافظہ ئش اُس سے بھی غلطی اور بھول واقع ہو سکتی ئش، اس امکان کے ساتھ قطعی حکم کیسے لگ کہیں ئش؟۔ یوں ہی جب محدثین کسی حدیث کے متعلق اس کے صحیح نہ ہونے کا حکم لگائیں تو اس کا مطلب

یہ ہوتا ہے کہ چونکہ اس میں صحت کی مطلوبہ شرطیں نہیں پائی جارہیں اس لیے ہم اِسے صحیح نہیں سمجھیں گے، یہ اس بات کا حکم نہیں ہوتا کہ حقیقت میں بھی یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ بظاہر جسے کثیر الخطا سمجھا رہا ہے اور اس کے حافظہ پر اعتماد نہیں کیا جارہا ہے بہت ممکن ہے کہ وہ کبھی ٹھیک بات نقل کرے، اس امکان کے ہوتے ہوئے کیسے صحیح نہ ہونے کا قطعی حکم کیسے لگ سکتا ہے؟۔

٧ – هَلْ يُجْزَمُ فِيْ اِسْنَادٍ اَنَّهٗ اَصَحُّ الْاَسَانِيْدِ مُطْلَقاً ؟ اَلْمُخْتَارُ اَنَّهٗ لَا يُجْزَمُ فِيْ اِسْنَادٍ اَنَّهٗ اَصَحُّ الْاَسَانِيْدِ مُطْلَقاً لِاَنَّ تَفَاوُتَ مَرَاتِبِ الصِّحَّةِ مَبْنِيٌّ عَلٰى تَمَكُّنِ الْاِسْنَادِ مِنْ شُرُوْطِ الصِّحَّةِ، وَيَنْدُرُ تَحَقُّقُ اَعْلَى الدَّرَجَاتِ فِيْ جَمِيْعِ شُرُوْطِ الصِّحَّةِ، فَالْاَوْلَى الْاِمْسَاكُ عَنِ الْحُكْمِ لِاِسْنَادٍ بِاَنَّهٗ اَصَحُّ الْاَسَانِيْدِ مُطْلَقاً، وَمَعَ ذٰلِكَ فَقَدْ نُقِلَ عَنْ بَعْضِ الْاَئِمَّةِ الْقَوْلُ فِيْ اَصَحِّ الْاَسَانِيْدِ، وَالظَّاهِرُ اَنَّ كُلَّ اِمَامٍ رَجَّحَ مَا قَوِيَ عِنْدَهٗ، فَمِنْ تِلْكَ الْاَقْوَالِ اَنَّ اَصَحَّهَا : (أ) الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ : رُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ رَاهْوَيْه وَاَحْمَدَ . (ب) اِبْنُ سِيْرِيْنَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ : رُوِيَ ذٰلِكَ عَنِ ابْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَالفَلَّاسِ . (جـ) الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ : رُوِيَ ذٰلِكَ عَنِ ابْنِ مَعِيْنٍ . (د) الزُّهْرِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ : رُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ . (هـ) مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ : رُوِيَ ذٰلِكَ عَنِ الْبُخَارِيِّ .

:ذ۔ ترجمہ کیا کسی اسناد کے بارے میں یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ وہ مطلقاً اصح الأسانید ہے؟
پسندیدہ بات یہ ہے کہ کسی اسناد کے متعلق اس کے علی الاطلاق اصح الاسانید (تمام اسانید میں سب سے صحیح سند) کا یقین نہیں رکھا جاسکتا اس لیے کہ مراتبِ صحت کا فرق اسناد کے اندر شروطِ صحت کے راسخ ہونے پر مبنی ہے اور تمام شرطوں میں اعلیٰ درجات کا پایا جانا نادر ہے پس کسی اسناد کے متعلق اصح الأسانید کے فیصلہ سے رُک جانا بہتر ہے، (مگر) اس کے باوجود بعض اماموں سے اصح الأسانید کے متعلق گفتگو منقول ہے، بظاہر ہر امام نے اس سند کو ترجیح دی جو ان کے ہاں قوی ثابت ہوئی، چنانچہ ان اقوال میں چند یہ ہیں کہ سب سے صحیح اسناد:

(۱) زہریؒ بواسطہ سالمؒ، وہ بواسطہ اپنے والد (ابن عمرؓ) ہے۔ یہ قول اسحاق بن راہویہؒ اور امام احمدؒ سے مروی ہے۔

(۲) ابن سیرینؒ بواسطہ عبیدہؒ، وہ بواسطہ علیؓ ہے، یہ قول ابن المدینیؒ اور فلاسؒ سے مروی ہے۔

(۳) اعمشؒ بواسطہ ابراہیمؒ، وہ بواسطہ علقمہؒ اور وہ بواسطہ عبداللہ (بن مسعودؓ) ہے، یہ قول ابن معینؒ سے مروی ہے۔

(۴) زہریؒ بواسطہ علیؒ بن حسینؒ، وہ بواسطہ اپنے والدؒ اور وہ بواسطہ علیؓ ہے، یہ قول ابوبکر بن ابی شیبہؒ سے مروی ہے۔

(۵) مالکؒ بواسطہ نافعؒ، وہ بواسطہ ابن عمرؓ ہے، یہ قول امام بخاریؒ سے مروی ہے۔

شرح :- صحیح اور راجح قول تو یہی ہے کہ کسی خاص سند کو بالکلیہ ''اصح الاسانید'' نہ بولا جائے؛ کیونکہ اس کا دارومدار تمام رواۃ کے مکمل طور پر قبول کے درجات یعنی ضبط وعدالت وغیرہ اوصاف میں سب سے افضل اور بہتر ہونے پر ہے اور یہ کوئی نہیں جان سکتا یا اس کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا البتہ کسی خاص صحابی یا شہر والوں کی بنسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی اسانید میں فلاں کی سند سب سے صحیح ہے کیونکہ اس میں حصر ممکن ہے۔ اس کے باوجود بعض ائمہ سے مختلف اسانید کا علی الاطلاق اصح ہونا منقول ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مذکورہ سند راجح ہے۔ ہمارے نزدیک اصح الاسانید ''ابوحنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن اسود وعلقمہ عن ابن مسعودؓ '' ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ روایتِ حدیث کی سب سے کڑی شرط محدثین کی نظر میں وہ ہے جو امام ابوحنیفہؒ نے اختیار کی ہے، وہ یہ کہ ''راوی کو جب تک حدیث زبانی یاد نہ ہو وہ اس کی روایت بیان نہیں کرسکتا'' اس کی تفصیل کتاب کے باب سوم، بحثِ رابع میں آئے گی۔ دوسری وجہ تمام حضرات کا بڑے درجہ کا فقیہ ومتقن ہونا ہے...... وغیر ذلک۔

۸ – مَا هُوَ أَوَّلُ مُصَنَّفٍ فِي الصَّحِيْحِ الْمُجَرَّدِ ؟ أَوَّلُ مُصَنَّفٍ فِي الصَّحِيْحِ الْمُجَرَّدِ صَحِيْحُ الْبُخَارِيِّ، ثُمَّ صَحِيْحُ مُسْلِمٍ، وَهُمَا أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ الْقُرْآنِ، وَقَدْ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى تَلَقِّيْ كِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُوْلِ .

ترجمہ: صرف صحیح (احادیث) کے متعلق سب سے پہلی تصنیف کونسی ہے؟ صرف صحیح کے متعلق سب سے پہلی تصنیف صحیح البخاری ہے، پھر صحیح مسلم۔ قرآن مجید کے بعد یہ دونوں کتابیں سب سے صحیح ہیں اور امت ان کی کتابوں کو قبولیت کے ساتھ لینے پر متفق ہو گئی ہے۔

شرح:- سب سے پہلی ایسی کتاب جس میں صرف صحیح احادیث جمع کرنے کا اہتمام ہو، کونسی ہے؟ اس بارے میں اکثریت کا قول یہ ہے کہ وہ صحیح بخاری اور اس کے بعد صحیح مسلم ہے بعض علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ امام مالکؒ کی کتاب موطا سب سے پہلی صحیح احادیث کی کتاب ہے جو لکھی گئی، چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''مَا أَعْلَمُ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ أَصَحَّ مِنْ مُوَطَّأِ مَالِكٍ '' [شرح النزھہ للقاری]، البتہ انہوں نے احادیث واقوالِ صحابہ وتابعین کے درمیان وہ امتیاز قائم نہیں رکھا جو امام بخاریؒ نے قائم رکھا اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ خالص وممتاز صحیح احادیث کا سب سے پہلا مجموعہ صحیح بخاری ہے، یہ جمہور محدثین کا قول ہے ورنہ کتاب الآثار جس میں امام ابوحنیفہؒ کی مرویات جمع ہیں، اسے اقدمیت حاصل ہے ۔ واللہ اعلم

(أ) أَيُّهُمَا أَصَحُّ : وَالْبُخَارِيُّ أَصَحُّهُمَا، وَأَكْثَرُهُمَا فَوَائِدَ وَذٰلِكَ لِأَنَّ أَحَادِيْثَ الْبُخَارِيِّ أَشَدُّ اتِّصَالاً وَأَوْثَقُ رِجَالاً، وَلِأَنَّ فِيْهِ مِنَ الْإِسْتِنْبَاطَاتِ الْفِقْهِيَّةِ وَالنِّكَتِ الْحِكَمِيَّةِ مَا لَيْسَ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ. هٰذَا وَكَوْنُ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ أَصَحَّ مِنْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ إِنَّمَا هُوَ بِاعْتِبَارِ الْمَجْمُوْعِ وَإِلَّا فَقَدْ يُوْجَدُ بَعْضُ الْأَحَادِيْثِ فِيْ مُسْلِمٍ أَقْوَىٰ مِنْ بَعْضِ الْأَحَادِيْثِ فِي الْبُخَارِيِّ. وَقِيْلَ: إِنَّ صَحِيْحَ مُسْلِمٍ أَصَحُّ، وَالصَّوَابُ هُوَ الْقَوْلُ الْأَوَّلُ .

ترجمہ: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں کون زیادہ صحیح ہے؟ ان دونوں میں بخاری زیادہ صحیح اور زیادہ فوائد پر مشتمل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بخاری کی احادیث بہت زیادہ اتصال اور زیادہ قابل اعتماد رواۃ والی ہیں، اور اس وجہ سے کہ اس میں وہ فقہی استنباطات اور حکیمانہ نکات ہیں جو صحیح مسلم میں نہیں۔ یہ بات سمجھ لیجیے اور صحیح بخاری کا صحیح مسلم سے زیادہ صحیح ہونا مجموعہ کے اعتبار سے ہے ورنہ صحیح مسلم میں بعض احادیث صحیح بخاری سے زیادہ قوی موجود ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ صحیح مسلم زیادہ

صحیح ہے۔ٹھیک وہی قول اول ہے۔

شرح :- جمہور علماء کے نزدیک صحیح بخاری، صحیح مسلم سے اصح ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ رواۃ کے حالات پرکھنے میں زیادہ سخت ہیں بنسبت امام مسلمؒ کے چنانچہ جو شرائط امام بخاریؒ نے صحتِ حدیث کے لیے مقرر کیں ہیں، امام مسلمؒ کے ہاں ان شرائط میں نرمی ہے چنانچہ مسلمؒ کے متکلم فیہ راوی بخاریؒ کے متکلم فیہ راویوں سے زیادہ ہیں۔اسی طرح استاد شاگرد کے درمیان اتصال کی شرط امام بخاری کے ہاں کڑی ہے اور وہ دونوں کی ملاقات کا ثبوت ضروری قرار دیتے ہیں جبکہ امام مسلم اس کے لیے ہم عصر ہونے کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔ابو علی نیشا پوریؒ اور بعض اہل مغرب علماء نے صحیح مسلم کو اصح قرار دیا ہے۔اس کی توجیہ یہ ہے کہ یا تو ان کے نزدیک صحیح بخاری و مسلم ایک درجہ کی ہیں یا پھر ان کی مراد مسلم کا اپنی ترتیب وحُسنِ سیاق میں امام بخاری سے بہتر ہونا ہے، مطلقاً اصح ہونا مراد نہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض خصوصیات میں صحیح مسلم، صحیح بخاری سے فوقیت رکھتی ہے۔

(ب) هَلِ اسْتَوْعَبَا الصَّحِيْحَ اَوِ الْتَزَمَاهُ ؟ لَمْ يَسْتَوْعِبِ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ الصَّحِيْحَ فِيْ صَحِيْحَيْهِمَا وَلاَ الْتَزَمَاهُ، فَقَدْ قَالَ الْبُخَارِيُّ: " مَا اَدْخَلْتُ فِيْ كِتَابِيَ الْجَامِعِ اِلاَّ مَا صَحَّ وَتَرَكْتُ مِنَ الصِّحَاحِ لِحَالِ الطُّوْلِ". وَقَالَ مُسْلِمٌ :" لَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدِيْ صَحِيْحٌ وَضَعْتُهُ هٰهُنَا، اِنَّمَا وَضَعْتُ مَا اَجْمَعُوْا عَلَيْهِ". [علوم الحدیث]

ترجمہ: کیا ان دونوں نے صحیح احادیث کا احاطہ کرلیا ہے یا اس کو اپنے اوپر لازم کیا ہے؟ بخاری ومسلم نے اپنی صحیحین میں نہ ہی صحیح احادیث کا احاطہ کیا ہے نہ ہی اس کو انہوں نے اپنے ذمہ لازم کیا ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے کہا ہے: ''میں اپنی کتاب جامع میں صرف صحیح حدیث لایا ہوں اور میں نے طوالت کی وجہ سے کئی صحیح احادیث چھوڑ دی''، اور امام مسلمؒ نے کہا: ''ہر حدیث جو میرے نزدیک صحیح تھی، اُسے میں نے اس میں نہیں رکھا، میں نے تو وہی حدیث ذکر کی جس (کی صحت پر) پر محدثین کا اتفاق تھا''۔

شرح :- اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا صحیح بخاری وصحیح مسلم میں تمام صحیح حدیثیں آ گئی ہیں یا انہوں نے ہی اس کا التزام کیا ہے؟ تو اس کا جواب خود انہی حضرات کی زبانی دیا جا رہا ہے کہ امام بخاریؒ

فرماتے ہیں: ''میں نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح حدیثیں ہی ذکر کی ہیں لیکن بہت سی صحیح حدیثیں چھوڑ دی ہیں تاکہ کتاب لمبی نہ ہو جائے''۔ معلوم ہوا کہ صحیح بخاری میں آپ کا قصد تمام صحیح حدیثیں جمع کرنا نہیں تھا بلکہ ایک حد تک جس سے لوگ اُکتائیں نہیں، صحیح احادیث ذکر کرنا تھا۔ اسی طرح امام مسلمؒ نے فرمایا: ''میں نے اپنے نزدیک ثابت ہونے والی ہر صحیح حدیث اس کتاب میں ذکر نہیں کی ہے، میں نے تو اس میں صرف وہ حدیثیں جمع کی ہیں جن پر محدثین کا اتفاق تھا''۔ پس معلوم ہوا کہ امام مسلمؒ کے پیش نظر بھی تمام صحیح حدیثیں اپنی صحیح مسلم اکٹھی کرنا نہیں تھا، بلکہ صرف اُن حدیثوں کو جمع کیا جن کے صحیح ہونے پر آپ نے محدثین کو متفق پایا۔ لہٰذا بخاری مسلم کے علاوہ دیگر کتابوں میں بھی صحیح احادیث موجود ہیں۔

(جـ) هَلْ فَاتَهُمَا شَيْءٌ كَثِيْرٌ أَوْ قَلِيْلٌ مِنَ الصَّحِيْحِ؟ ١ ...... قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ الْأَخْرَمِ : لَمْ يَفُتْهُمَا اِلَّا الْقَلِيْلُ، وَأُنْكِرَ هٰذَا عَلَيْهِ. ٢ ...... وَالصَّحِيْحُ أَنَّهُ فَاتَهُمَا شَيْءٌ كَثِيْرٌ، فَقَدْ نُقِلَ عَنِ الْبُخَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: " وَمَا تَرَكْتُ مِنَ الصِّحَاحِ أَكْثَرُ " وَقَالَ: " أَحْفَظُ مِائَةَ أَلْفِ حَدِيْثٍ صَحِيْحٍ وَمِائَتَيْ أَلْفِ حَدِيْثٍ غَيْرِ صَحِيْحٍ .(د) كَمْ عِدَّةُ الْأَحَادِيْثِ فِيْ كُلٍّ مِنْهُمَا ؟ ١ ...... الْبُخَارِيُّ : جُمْلَةُ مَا فِيْهِ سَبْعَةُ آلَافٍ وَمِائَتَانِ وَخَمْسَةٌ وَسَبْعُوْنَ حَدِيْثاً بِالْمُكَرَّرَةِ، وَبِحَذْفِ الْمُكَرَّرَةِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ. ٢ ...... مُسْلِمٌ : جُمْلَةُ مَا فِيْهِ اثْنَا عَشَرَ أَلْفاً بِالْمُكَرَّرَةِ، وَبِحَذْفِ الْمُكَرَّرَةِ نَحْوُ أَرْبَعَةِ آلَافٍ .

ترجمہ: کیا ان دونوں سے صحیح احادیث کی زیادہ مقدار رہ گئی یا کم مقدار؟ (۱) حافظ ابن اخرمؒ نے کہا: ان سے بہت کم مقدار رہی۔ (لیکن) ان کے اس قول کا انکار کیا گیا ہے۔ (۲) صحیح یہ ہے کہ ان دونوں سے بڑی مقدار رہ گئی، چنانچہ امام بخاریؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: ''اور جو صحیح احادیث میں نے چھوڑیں، وہ زیادہ ہیں''۔ یہ بھی کہا: ''مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں۔ ان میں سے ہر کتاب میں احادیث کی تعداد کتنی ہے؟ (۱) صحیح بخاری: اس میں مکررات کے ساتھ کُل سات ہزار دو سو پچھتر احادیث ہیں اور مکررات کے حذف کے ساتھ چار ہزار حدیثیں۔ (۲) صحیح مسلم: اس میں مکررات کے ساتھ کُل بارہ ہزار حدیثیں ہیں اور مکررات کے

حذف کے ساتھ تقریباً چار ہزار حدیثیں۔

شرح :- حافظ ابن اخرمؒ کے بیان کے مطابق بخاری ومسلم نے اکثر صحیح حدیثیں جمع کردی ہیں اوران سے بہت کم صحیح حدیثیں رہ گئی ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں صحیح احادیث کا ایک حصہ آگیا ہے اور صحیح احادیث کا بڑا حصہ ان میں مذکور نہیں کیونکہ امام بخاریؒ کا فرمانا ہے کہ جو صحیح احادیث میں نے ترک کردی ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں۔اسی طرح آپ کا یہ بھی کہنا ہے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دولاکھ غیر صحیح (بشمول ضعیف ومردودوموضوع وغیرہ) یاد ہیں۔بخاری شریف میں مکررات کے ساتھ کل سات ہزاردوسوپچھتر ۷۲۷۵ حدیثیں مذکور ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ایک لاکھ صحیح احادیث میں سے بیانوے ہزار سات سوپچیس ۹۲۷۲۵ احادیث اپنی صحیح بخاری میں ذکر نہیں کیں۔اسی طرح مسلم شریف میں مکررات کے ساتھ کل احادیث کی تعداد بارہ ہزاراور بغیر تکرار کے احادیث کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے، یقیناً انہوں نے بھی اپنے حفظ کے مقابلہ میں بہت کم حدیثیں جمع کی ہیں جس کی وجہ لوگوں کی ضرورت وحاجت اور طوالت واکتاہٹ کا خوف ہے۔

مکررات سے وہ احادیث مراد ہیں جوایک سے زیادہ سندوں کے ساتھ مروی ہیں مثلاً ایک متن چند صحابہ سے چند تابعین ومن بعدہم سے مروی ہے تواس طرح اصل حدیث تو ایک ہوگی مگر کثرت اسانید کی وجہ سے اسے اتنی دفعہ مکرر شمار کیا جائے گا،حذفِ مکررات کا مطلب یہ ہے کہ کثرت اسانید کے بجائے متنِ حدیث کا اعتبار کیا جائے۔واللہ اعلم

(هـ) اَيْنَ نَجِدُ بَقِيَّةَ الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ الَّتِىْ فَاتَتِ الْبُخَارِىَّ وَمُسْلِماً ؟ نَجِدُهَا فِى الْكُتُبِ الْمُعْتَمَدَةِ الْمَشْهُوْرَةِ كَصَحِيْحِ ابْنِ خُزَيْمَةَ وَصَحِيْحِ ابْنِ حِبَّانَ وَمُسْتَدْرَكِ الْحَاكِمِ وَالسُّنَنِ الْاَرْبَعَةِ وَسُنَنِ الدَّارَقُطْنِىِّ وَالْبَيْهَقِىِّ وَغَيْرِهَا.وَلَا يَكْفِىْ وُجُوْدُ الْحَدِيْثِ فِىْ هٰذِهِ الْكُتُبِ، بَلْ لَا بُدَّ مِنَ التَّنْصِيْصِ عَلٰى صِحَّتِهٖ اِلَّا فِىْ كِتَابِ مَنْ شَرَطَ الْاِقْتِصَارَ عَلٰى اِخْرَاجِ الصَّحِيْحِ كَصَحِيْحِ ابْنِ خُزَيْمَةَ.

ترجمہ: باقی صحیح احادیث جوامام بخاریؒ ومسلمؒ سے رہ گئی ہیں،ہمیں کہاں ملیں گی؟ ہمیں وہ

احادیث مشہور قابل اعتماد کتابوں میں ملیں گی جیسے صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، سنن اربعہ اور سنن دار قطنی وبیہقی وغیرہ، اور ان کتابوں میں حدیث کا ہونا کافی نہیں ہے بلکہ اس کی صحت کی صراحت کرنا ضروری ہے مگر اس مصنف کی کتاب میں جس نے صحیح حدیث ذکر کرنے کی شرط رکھی ہو جیسے صحیح ابن خزیمہ۔

شرح :- اگر صحیح بخاری و مسلم کے علاوہ صحیح حدیث تلاش کرنی ہو تو اس کے لیے ہمیں ان مشہور کتب حدیث کی طرف رجوع کرنا ہوگا جن پر اعتماد کیا گیا ہے اور وہ کتابیں بہت ہیں مثلاً صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، سنن اربعہ (ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ)، سنن دار قطنی اور سنن بیہقی وغیرہ۔ البتہ یہ ضرور دیکھ لیا جائے کہ کتاب کے مصنف نے صرف صحیح احادیث ذکر کرنے کا التزام کیا ہے یا وہ صحیح و غیر صحیح ہر طرح کی حدیث ذکر کرتے ہیں؟ اگر انہوں نے کتاب کے شروع میں وضاحت کر دی ہو کہ میں صرف صحیح حدیث ذکر کروں گا تو ان کی اس طرح کی کتاب میں کسی حدیث کا پایا جانا اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہوگی اور مصنف پر اعتماد کرتے ہوئے اس حدیث کو بھی صحیح قرار دیا جائے گا جیسے صحیح ابن خزیمہ، اور اگر مصنف نے صرف صحیح احادیث کا التزام نہیں کیا بلکہ وہ غیر صحیح بھی ذکر کرتے ہوں تو جب تک وہ حدیث کے صحیح ہونے کی وضاحت نہ کریں ان کی حدیث کو محض کتاب میں دیکھ کر صحیح نہ سمجھا جائے مثلاً جامع ترمذی کہ امام ترمذی ہر حدیث کو ذکر کر کے اس پر صحیح و غیر صحیح ہونے کا حکم تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

٩- اَلْكَلاَمُ عَلىٰ مُسْتَدْرَكِ الْحَاكِمِ وَصَحِيْحِ ابْنِ خُزَيْمَةَ وَصَحِيْحِ ابْنِ حِبَّانَ :

(أ) مُسْتَدْرَكُ الْحَاكِمِ : هُوَ كِتَابٌ ضَخْمٌ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ، ذَكَرَ مُؤَلِّفُهُ فِيْهِ الْاَحَادِيْثَ الصَّحِيْحَةَ الَّتِيْ عَلىٰ شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ اَوْ عَلىٰ شَرْطِ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُخَرِّجَاهَا، كَمَا ذَكَرَ الْاَحَادِيْثَ الصَّحِيْحَةَ عِنْدَهُ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ عَلىٰ شَرْطِ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُعَبِّراً بِاَنَّهَا صَحِيْحَةُ الْاِسْنَادِ، وَرُبَّمَا ذَكَرَ بَعْضَ الْاَحَادِيْثِ الَّتِيْ لَمْ تَصِحَّ لٰكِنَّهُ نَبَّهَ عَلَيْهَا، وَهُوَ مُتَسَاهِلٌ فِي التَّصْحِيْحِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يُتَتَبَّعَ وَيُحْكَمَ عَلىٰ اَحَادِيْثِهِ بِمَا يَلِيْقُ بِحَالِهَا، وَلَقَدْ تَتَبَّعَهُ الذَّهَبِيُّ وَحَكَمَ عَلىٰ اَكْثَرِ اَحَادِيْثِهِ بِمَا يَلِيْقُ بِحَالِهَا،

وَلَا یَزَالُ الْکِتَابُ بِحَاجَةٍ إِلٰی تَتَبُّعٍ وَعِنَایَةٍ.

ترجمہ: مستدرک حاکمؒ، صحیح ابن خزیمہؒ اور صحیح ابن حبانؒ پر گفتگو: (ا) مستدرک حاکمؒ: یہ کتب حدیث میں ایک ضخیم کتاب ہے، اس میں اس کے مؤلف نے وہ صحیح احادیث ذکر کی ہیں جو شیخینؒ کی شرط پر یا اُن میں سے ایک کی شرط پر پوری اتر رہی ہے مگر انہوں نے اُسے ذکر نہیں کیا جیسا کہ انہوں نے اپنے نزدیک صحیح احادیث بھی ذکر کیں وہ اگرچہ ان میں سے کسی کی شرط پر پوری نہیں تھی، یہ بیان کرتے ہوئے کہ یہ احادیث صحیح الاسناد ہیں۔ بعض اوقات انہوں نے وہ احادیث بھی ذکر کیں جو صحیح نہیں تھیں مگر اس پر تنبیہ کردی۔ حاکمؒ صحیح قرار دینے میں نرمی برتنے والے ہیں اس لیے ان کا تعاقب کرنا چاہیے، اور ان کی احادیث پر ان کی حالت کے مطابق حکم لگانا چاہیے۔ امام ذہبیؒ نے ان کا تعاقب کیا ہے اور ان کی اکثر احادیث پر ان کی حالت کے مطابق حکم لگایا ہے۔ کتاب کو اب بھی تعاقب اور توجہ کی ضرورت ہے۔

شرح: - ابوعبداللہ حاکم شہیدؒ متوفی ۴۰۵ھ بڑے ائمہ وحفاظ حدیث میں سے ہیں اور اپنے زمانہ کے محدثین کے امام ہیں۔ آپ نے ''مستدرک علی الصحیح'' لکھی تاکہ جو حدیثیں صحیحین (بخاری ومسلم) کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں اور وہ ان کتابوں میں نہیں آسکی ہیں، وہ جمع کردی جائیں اور ان کے علاوہ بھی جو صحیح احادیث ہوں انہیں بھی محفوظ کرلیا جائے البتہ آپ کسی بھی حدیث کو صحیح قرار دینے میں تساہل اور نرمی برتنے میں مشہور ہیں اسی لیے علامہ ذہبیؒ وغیرہ نے مستدرک کا بغور جائزہ لے کر اس کی اکثر احادیث کے متعلق صحیح وغیر صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے چنانچہ مستدرک کے مطالعہ کے وقت علامہ ذہبیؒ کی تحقیق کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ اس کے باوجود کتاب کو مزید توجہ وعنایت کی ضرورت ہے تاکہ حکم اور واضح ہوسکے۔ مصنف نے حاشیہ میں فرمایا ہے کہ آج کل فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر محمود المیرہ جو بڑے عالم ومحقق ہیں، وہ اس کتاب پر مزید کام کررہے ہیں اور جن احادیث کے متعلق علامہ ذہبیؒ نے بھی کوئی فیصلہ نہیں دیا ان پر تحقیقی فیصلہ لکھ رہے ہیں۔ تتبع کے معنی تعاقب اور تلاش کے ہیں۔

(ب) صَحِیْحُ ابْنِ حِبَّانَ: هٰذَا الْکِتَابُ تَرْتِیْبُهُ مُخْتَرَعٌ، فَلَیْسَ مُرَتَّبًا عَلَی الْأَبْوَابِ

وَلَا عَلَى الْمَسَانِيْدِ وَلِهٰذَا اَسْمَاهُ " التَّقَاسِيْمُ وَالْاَنْوَاعُ " وَالْكَشْفُ عَلَى الْحَدِيْثِ مِنْ كِتَابِهٖ هٰذَا عَسِرٌ جِدًّا، وَقَدْ رَتَّبَهٗ بَعْضُ الْمُتَاَخِّرِيْنَ عَلَى الْاَبْوَابِ، وَمُصَنِّفُهٗ مُتَسَاهِلٌ فِي الْحُكْمِ عَلَى الْحَدِيْثِ بِالصِّحَّةِ لٰكِنَّهٗ اَقَلُّ تَسَاهُلًا مِنَ الْحَاكِمِ.

ترجمہ: صحیح ابن حبان: اس کتاب کی ترتیب نئی اپنائی ہوئی ہے، اسی لیے یہ نہ ہی ابواب پر مرتب ہوسکی نہ ہی مسانید پر، اور اسی وجہ سے مصنف نے اس کا نام "التقاسیم والأنواع" رکھا۔ ابن حبانؒ کی اس کتاب سے حدیث تلاش کرنا انتہائی مشکل ہے، بعض متاخرین نے اس کو ابواب پر مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کے مصنف (ابن حبانؒ) حدیث پر صحت کا حکم لگانے میں تساہل پسند ہیں مگر وہ حاکم کی بنسبت کم تساہل پسند ہیں۔

شرح: - محمد بن حبانؒ متوفی ۳۵۴ھ خراسان کے شیخ کہلاتے ہیں، اپنے زمانہ میں علوم کے سب سے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ آپ کی کتاب جو "صحیح ابن حبان" کے نام سے مشہور ہے دراصل عام محدثین کی ترتیب اور اسلوب سے ہٹ کر ایک نئے انداز سے لکھی گئی ہے یعنی اس میں کتاب اور باب کے عنوانات قائم نہیں ہیں، اس کتاب کا اصل نام "التقاسیم والأنواع" ہے۔ متاخرین میں سے امیر علاؤالدین علی بن بلبان متوفی ۷۳۹ھ نے اس کو مروجہ انداز میں مرتب کیا اور اپنی کتاب کا نام "الاحسان فی تقریب ابن حبان" رکھا، حافظ ابوالحسن ہیثمیؒ نے ابن حبان کے زوائد کی تجرید بھی کی ہے۔ اس طرح صحیح ابن حبان سے استفادہ آسان ہوگیا۔ حاکم کی طرح ابن حبان بھی تصحیح میں تساہل پسند ہیں لیکن شرائط میں ان سے قدرے سخت اور بہتر ہیں۔

(ج) صَحِيْحُ ابْنِ خُزَيْمَةَ : هُوَ اَعْلٰى مَرْتَبَةً مِنْ صَحِيْحِ ابْنِ حِبَّانَ لِشِدَّةِ تَحَرِّيْهِ حَتّٰى اِنَّهٗ يَتَوَقَّفُ فِي التَّصْحِيْحِ لِاَدْنٰى كَلَامٍ فِي الْاِسْنَادِ.

ترجمہ: صحیح ابن خزیمہ: یہ صحیح ابن حبان سے بلند مرتبہ ہے مصنف کی شدید جستجو کی وجہ سے یہاں تک کہ وہ اسناد میں ذرا کلام کی بناء پر ہی تصحیح سے رُک جاتے ہیں۔

شرح: - ان تینوں میں ابن خزیمہؒ کا درجہ صحت کے اعتبار سے زیادہ ہے کیونکہ انہیں جب کسی حدیث کے متعلق ذرا تردد ہوتا ہے تو وہ اس کا بھی اظہار کردیتے ہیں اور معمولی کلام کی بناء پر تصحیح کا

حکم روک لیتے ہیں۔ لہذا بخاری ومسلم کے بعد اصح کتاب ابن خزیمہؒ کی ہے، پھر ابن حبانؒ کی اور پھر حاکم شہیدؒ کی۔

۱۰ - اَلْمُسْتَخْرَجَاتُ عَلَى الصَّحِيْحَيْنِ :(أ) مَوْضُوْعُ الْمُسْتَخْرَجِ : هُوَ اَنْ يَّاْتِيَ الْمُصَنِّفُ اِلىٰ كِتَابٍ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ فَيُخَرِّجَ اَحَادِيْثَهُ بِأَسَانِيْدَ لِنَفْسِهِ مِنْ غَيْرِ طَرِيْقِ صَاحِبِ الْكِتَابِ، فَيَجْتَمِعُ مَعَهُ فِيْ شَيْخِهِ اَوْ مَنْ فَوْقَهُ .(ب) اَشْهَرُ الْمُسْتَخْرَجَاتِ عَلَى الصَّحِيْحَيْنِ :(١) اَلْمُسْتَخْرَجُ لِاَبِيْ بَكْرٍ الْاِسْمَاعِيْلِيِّ عَلَى الْبُخَارِيِّ.(٢) اَلْمُسْتَخْرَجُ لِاَبِيْ عَوَانَةَ الْاِسْفَرَايِيْنِيِّ عَلىٰ مُسْلِمٍ.
(٣) اَلْمُسْتَخْرَجُ لِاَبِيْ نُعَيْمٍ الْاَصْبَهَانِيِّ عَلىٰ كُلٍّ مِنْهُمَا.

ترجمہ: صحیحین کی مستخرجات: (أ) مستخرج کا موضوع: وہ یہ ہے کہ مصنف کتب حدیث میں سے کسی کتاب کا ارادہ کرے پھر اس کی احادیث صاحب کتاب کے واسطہ کے بغیر اپنی اسانید کے ساتھ بیان کرے، اور اُس کے ساتھ اس کے شیخ یا اس سے اوپر کسی سے مل جائے۔ (ب) صحیحین کی مشہور ترین مستخرجات: (۱) بخاری کی مستخرج جو ابو بکر اسماعیلی کی تصنیف ہے۔ (۲) مسلم کی مستخرج جو ابو عوانہ اسفرائینی کی تصنیف ہے۔ (۳) ان میں سے ہر ایک کی مستخرج جو ابو نعیم اصفہانی کی تصنیف ہے۔

شرح:- مستخرج وہ کتاب ہوتی ہے جس میں کسی دوسری کتاب کی احادیث کو مصنف کے واسطہ کے بغیر اپنی ذاتی اسناد کے ذریعے اس کے شیخ یا شیخ الشیخ سے نقل کیا جائے۔

(جـ) هَلِ الْتَزَمَ اَصْحَابُ الْمُسْتَخْرَجَاتِ فِيْهَا مُوَافَقَةَ الصَّحِيْحَيْنِ فِي الْاَلْفَاظِ ؟ لَمْ يَلْتَزِمْ مُصَنِّفُوْهَا مُوَافَقَتَهُمَا فِي الْاَلْفَاظِ لِاَنَّهُمْ اِنَّمَا يَرْوُوْنَ الْاَلْفَاظَ الَّتِيْ وَصَلَتْهُمْ مِنْ طَرِيْقِ شُيُوْخِهِمْ، لِذٰلِكَ فَقَدْ حَصَلَ فِيْهَا تَفَاوُتٌ قَلِيْلٌ فِيْ بَعْضِ الْاَلْفَاظِ.
وَكَذٰلِكَ مَا اَخْرَجَهُ الْمُؤَلِّفُوْنَ الْقُدَامىٰ فِيْ تَصَانِيْفِهِمُ الْمُسْتَقِلَّةِ كَالْبَيْهَقِيِّ وَالْبَغَوِيِّ وَشِبْهِهِمَا قَائِلِيْنَ:" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ" اَوْ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ" فَقَدْ وَقَعَ فِيْ بَعْضِهِ تَفَاوُتٌ فِي الْمَعْنىٰ وَفِي الْاَلْفَاظِ، فَمُرَادُهُمْ مِنْ قَوْلِهِمْ "رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ" اَنَّهُمَا رَوَيَا اَصْلَهُ.

ترجمہ: کیا مستخرجات کے مصنفین نے اِن (کتب) میں صحیحین (کی احادیث) کے ساتھ الفاظ میں موافقت کا التزام کیا ہے؟ مستخرجات کے مصنفین نے الفاظ میں صحیحین کی موافقت کو اپنے ذمہ لازم نہیں کیا ہے اس لیے کہ وہ وہی الفاظ روایت کرتے ہیں جو اُن تک اپنے شیوخ کے واسطے سے پہنچے ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اِن میں بعض کلمات میں تھوڑا بہت فرق پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح وہ احادیث بھی جنہیں بیہقی و بغوی جیسے قدیم مصنفین نے اپنی مستقل تصانیف میں یہ کہہ کر ذکر کیا ہے کہ ''اسے بخاری نے روایت کیا'' یا ''اسے مسلم نے روایت کیا''، تو ان میں سے کچھ میں معنی والفاظ کے اعتبار سے فرق واقع ہوا ہے۔ اس لیے ان کے ''بخاری و مسلم نے روایت کیا'' سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں نے اصل حدیث روایت کی ہے۔

شرح:- مستخرجات کی اصل غرض کسی کتاب سے مکمل مطابقت کرنا نہیں ہوتی بلکہ ان کی احادیث کو اپنی اسانید کے ذریعے عموماً تقویت پہنچائی جاتی ہے اور بسا اوقات سند عالی کے ساتھ حدیث کا حصول مقصود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے مستخرجات کے مصنفین میں سے کسی نے بھی صحیحین کی مستخرجات میں بعینہ الفاظ نقل کرنے کی پابندی نہیں کی ہے بلکہ وہ وہی الفاظ نقل کرتے رہے ہیں جو اپنے شیوخ سے انہیں حاصل ہوتے۔ اس بناء پر صحیحین اور ان کی مستخرجات کی احادیث کے درمیان معمولی تفاوت پایا گیا ہے جو ظاہر ہے۔ اسی طرح امام بیہقی و امام بغوی جیسے قدیم مصنفین نے بھی اپنی مستقل تصانیف میں جن احادیث کے متعلق ''رواہ البخاری'' یا ''رواہ مسلم'' کہا ہے تو ان کی غرض بھی صرف یہ بتانا ہے کہ یہ حدیث مندرجہ بالا مضمون کے ساتھ صحیح بخاری یا مسلم میں موجود ہے، یہ غرض نہیں کہ بعینہ الفاظ بھی موجود ہوں گے۔

(د) هَلْ يَجُوْزُ أَنْ نَنقُلَ مِنْهَا حَدِيْثاً وَنَعزُوَهُ اِلَيْهِمَا ؟ بِنَاءً عَلىٰ مَا تَقَدَّمَ فَلَا يَجُوْزُ لِشَخْصٍ أَنْ يَنْقُلَ مِنَ الْمُسْتَخْرَجَاتِ أَوِ الْكُتُبِ الْمَذْكُوْرَةِ آنِفاً حَدِيْثاً وَيَقُوْلَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ أَوْ مُسْلِمٌ اِلَّا بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ :(١) أَنْ يُقَابِلَ الْحَدِيْثَ بِرِوَايَتِهِمَا .(٢) أَوْ يَقُوْلَ صَاحِبُ الْمُسْتَخْرَجِ أَوِ الْمُصَنِّفُ '' أَخْرَجَاهُ بِلَفْظِهٖ'' .

ترجمہ: کیا یہ جائز ہے کہ ہم مستخرجات سے کوئی حدیث نقل کریں اور اس کی نسبت صحیحین کی

طرف کردیں؟ گذشتہ تقریر کی بنیاد پر کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ مستخرجات یا ابھی ذکر کی گئیں کتابوں سے کوئی حدیث نقل کرے اور کہہ دے کہ اسے بخاری سے یا مسلم سے روایت کیا ہے مگر دو باتوں میں سے کسی کی وجہ سے: (۱) یہ کہ وہ اس حدیث بخاری و مسلم کی روایت سے مقابلہ کرلے۔ (۲) یا صاحب مستخرج یا مصنف یہ کہہ دے کہ ان دونوں سے انہی الفاظ کے ساتھ حدیث ذکر کی ہے۔

شرح :- چونکہ یہ واضح ہو چکا کہ مستخرجات یا قدیم مصنفین کی کتب میں صحیحین کی احادیث بعینہ ان کے لفظوں میں نقل کرنے کی پابندی اختیار نہیں کی گئی ہے، اس لیے محض ان میں کسی حدیث کو دیکھ کر صحیحین کی طرف اس کی نسبت کردینا جائز نہیں ہے کیونکہ صحیحین میں انہی الفاظ کا ہونا ضروری نہیں ہے، البتہ دو صورتوں میں مستخرج کی حدیث کی نسبت صحیحین کی طرف کرنا مناسب ہے یعنی (۱) یہ کہ اس حدیث کا صحیحین کی حدیث کے ساتھ جائزہ لے لیا جائے جس کے بعد دونوں کے الفاظ کے ایک جیسے ہونے کا اطمینان ہو جائے۔ (۲) یا یہ کہ مستخرج کا مصنف یا کسی دوسری کتاب کا مصنف یہ کہہ دے کہ بخاری و مسلم نے انہی الفاظ کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے۔ ان دو صورتوں میں مستخرج وغیرہ کی حدیث کو صحیحین کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔

(هـ) فَوَائِدُ الْمُسْتَخْرَجَاتِ عَلَى الصَّحِيْحَيْنِ : لِلْمُسْتَخْرَجَاتِ عَلَى الصَّحِيْحَيْنِ فَوَائِدُ كَثِيْرَةٌ تُقَارِبُ الْعَشَرَةَ، ذَكَرَهَا السُّيُوْطِيُّ فِيْ تَدْرِيْبِهِ، وَإِلَيْكَ أَهَمَّهَا : ١...... عُلُوُّ الْإِسْنَادِ : لِأَنَّ مُصَنِّفَ الْمُسْتَخْرَجِ لَوْ رَوىٰ حَدِيْثاً مِنْ طَرِيْقِ الْبُخَارِيِّ مَثَلاً لَوَقَعَ أَنْزَلَ مِنَ الطَّرِيْقِ الَّذِيْ رَوَاهُ بِهِ فِي الْمُسْتَخْرَجِ. ٢...... اَلزِّيَادَةُ فِيْ قَدْرِ الصَّحِيْحِ : لِمَا يَقَعُ مِنْ أَلْفَاظٍ زَائِدَةٍ وَتَتِمَّاتٍ فِيْ بَعْضِ الْأَحَادِيْثِ. ٣...... اَلْقُوَّةُ بِكَثْرَةِ الطُّرُقِ : وَفَائِدَتُهَا التَّرْجِيْحُ عِنْدَ الْمُعَارَضَةِ.

ترجمہ: صحیحین کی مستخرجات کے فائدے: صحیحین کی مستخرجات کے بہت سے فائدے ہیں جو دس کے قریب ہوتے ہیں، امام سیوطیؒ نے انہیں اپنی تدریب میں ذکر کیا ہے، آپ ان میں سے اہم فوائد ملاحظہ کریں: (۱) علو اسناد: اس لیے کہ مستخرج کا مصنف کسی حدیث کو مثلاً اگر امام

بخاری کی سند سے روایت کرے تو وہ اس سند سے نیچے واقع ہو جس کے واسطے سے اس نے مستخرج میں روایت کی ہے۔(۲) صحیح حدیث کی مقدار میں اضافہ: کیونکہ بعض احادیث میں کچھ زائد الفاظ اور تتمے حاصل ہوتے ہیں۔(۳) کثرتِ اسانید کے ذریعے قوت: اور اس کا فائدہ معارضہ کے وقت ترجیح دینا ہوتی ہے۔

شرح :- مستخرجات کے دس تک فوائد ہیں جنہیں امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب تدریب الراوی میں ذکر کیا ہے مگر تین فائدے بڑے بڑے ہیں:(۱) علو اسناد کا حصول: اس کی مثال جیسے ابونعیم اصفہانیؒ اگر امام عبدالرزاقؒ سے بخاریؒ کے واسطہ سے روایت کریں تو ان کے اور امام عبدالرزاق کے درمیان چار واسطے بن جائیں گے اور اگر طبرانی عن دبری کے واسطہ سے نقل کریں تو ان دونوں کے درمیان دو واسطے رہ جائیں گے، اس طرح مستخرج والی سند عالی ہوئی۔(۲) کبھی کبھار صحیحین میں الفاظ کم نقل ہوتے ہیں لیکن مستخرج میں الفاظ زیادہ ہوتے ہیں تو اس طرح صحیح حدیث کی مقدار میں اضافہ حاصل ہوتا ہے اور کبھی کبھی صحیحین میں مذکور حدیث کا بقیہ حصہ بھی ہوتا ہے جس سے بہت فائدہ ملتا ہے۔(۳) مستخرج کی اسناد کے اضافہ سے وہ حدیث قوی اور مضبوط ہو جاتی ہے جس سے بوقت معارضہ ترجیح دینے میں آسانی ہوتی۔

دو فائدے اور بھی ہیں وہ یہ کہ (۱) اصل کتاب کے مصنف نے شیخ سے اختلاط کے بعد یا اس سے پہلے سماع کی وضاحت نہ کی ہو اور مستخرج کا مصنف اس کی وضاحت کر دے۔(۲) پہلے مصنف نے عنعنہ کے ساتھ روایت کیا ہو اور مستخرج کا مصنف بغیر عنعنہ روایت کرے۔

١١ – مَا هُوَ الْمَحْكُوْمُ بِصِحَّتِهِ مِمَّا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ؟ مَرَّ بِنَا أَنَّ الْبُخَارِيَّ وَمُسْلِماً لَمْ يُدْخِلاَ فِيْ صَحِيْحَيْهِمَا اِلاَّ مَا صَحَّ، وَأَنَّ الْأُمَّةَ تَلَقَّتْ كِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُوْلِ، فَمَا هِيَ الْأَحَادِيْثُ الْمَحْكُوْمُ بِصِحَّتِهَا وَالَّتِيْ تَلَقَّتْهَا الْأُمَّةُ بِالْقَبُوْلِ يَا تُرىٰ ؟ وَالْجَوَابُ هُوَ :

أَنَّ مَا رَوَيَاهُ بِالْإِسْنَادِ الْمُتَّصِلِ فَهُوَ الْمَحْكُوْمُ بِصِحَّتِهِ، وَأَمَّا مَا حُذِفَ مِنْ مَبْدَأِ اِسْنَادِهِ رَاوٍ أَوْ أَكْثَرُ وَيُسَمىَّ الْمُعَلَّقَ، وَهُوَ فِي الْبُخَارِيِّ كَثِيْرٌ، لٰكِنَّهُ فِيْ تَرَاجِمِ الْأَبْوَابِ وَمُقَدَّمَاتِهَا، وَلاَ يُوْجَدُ شَيْءٌ مِنْهُ فِيْ صُلْبِ الْأَبْوَابِ البَتَّةَ، أَمَّا فِيْ مُسْلِمٍ

فَلَيْسَ فِيْهِ مِنْ ذٰلِكَ اِلَّا حَدِيْثٌ وَاحِدٌ فِيْ بَابِ التَّيَمُّمِ لَمْ يَصِلْهُ فِيْ مَوْضِعٍ آخَرَ فَحُكْمُهُ كَمَا يَلِيْ : (أ) فَمَا كَانَ مِنْهُ بِصِيْغَةِ الْجَزْمِ : كَـ قَالَ وَ أَمَرَ وَذَكَرَ، فَهُوَ حُكْمٌ بِصِحَّتِهٖ عَنِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ .(ب) وَمَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ جَزْمٌ : كَـ يُرْوٰى وَيُذْكَرُ وَيُحْكٰى، وَرُوِيَ وَذُكِرَ فَلَيْسَ فِيْهِ حُكْمٌ بِصِحَّتِهٖ عَنِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ، وَمَعَ ذٰلِكَ فَلَيْسَ فِيْهِ حَدِيْثٌ وَاهٍ لِاِدْخَالِهٖ فِي الْكِتَابِ الْمُسَمّٰى بِالصَّحِيْحِ .

ترجمہ: شیخین کی روایت کردہ احادیث میں کس کی صحت کا حکم لگایا گیا ہم؟ ہماری یہ بات گزر چکی ہم کہ بخاری و مسلم ہے اپنی صحیحین میں صرف وہی حدیث داخل کی ہم جو صحیح ثابت ہوئی اور یہ کہ امت ہے ان دونوں کی کتابیں قبولیت کے ساتھ لی ہیں، تو آپ کے خیال میں وہ کونسی احادیث ہیں جن کی صحت کا حکم لگایا گیا ہم اور جن کو امت ہے قبولیت کے ساتھ لیا ہم؟ جواب یہ ہم کہ بخاری و مسلم ہے جسے متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہو تو وہی ہم جس کی صحت کا حکم لگایا گیا ہم اور جس حدیث کی ابتداءِ سند سے ایک راوی یا اس سے زیادہ محذوف ہو تو اس کا نام معلق ہم، اور یہ بخاری میں زیادہ ہم مگر یہ تراجم الأبواب اور مقدماتِ ابواب میں ہم، ابواب کے مقصودی حصے میں یقیناً نہیں ہم، البتہ مسلم میں اس قسم کی کوئی حدیث نہیں سوائے ایک حدیث کے جو کہ تیمم کے باب میں ہم، اس کو انہوں ہے دوسرے مقام پر متصل نقل نہیں کیا، الغرض اس کا حکم حسب ذیل ہم:

(اُ) اس میں سے جو صیغۂ جزم کے ساتھ ہو: جیسے اُس ہے کہا، حکم دیا، ذکر کیا تو یہ اس کے منسوب الیہ سے صحیح ثبوت کا حکم ہوگا۔ (ب) اور جس میں صیغۂ جزم نہ ہو: جیسے روایت نقل کی جاتی ہم، ذکر کیا جا۔ ہم، بیان کیا جاتا ہم، روایت کیا گیا، ذکر کیا گیا تو اس میں اس کے منسوب الیہ سے صحیح ثبوت کا حکم نہیں ہم، اس کے باوجود اس میں کوئی راوی بہت کمزور نہیں ہم اس لیے کہ اسے ایسی کتاب میں داخل کیا گیا جس کا نام صحیح ہم۔

شرح :- امت ہے صحیحین کی احادیث کو قبول کیا ہم اور محد ثمہ ہے ان کی حدیثوں کے صحیح ہوہے کا حکم لگایا ہم تو اب سوال یہ ہم کہ ان دونوں کی تمام احادیث کے صحیح ہوہے کا حکم ہم چا ہم

اس کی روایت کے الفاظ جیسے بھی ہوں یا اس کا کوئی ضابطہ موجود ہے؟ اس سوال کا جواب ان دو کتابوں میں احادیث عموماً سند متصل کے ساتھ مذکور ہیں اور کبھی کبھی معلق ہوتی ہیں۔ متصل تو وہ ہے جس میں کسی راوی کا انقطاع نہ ہو اور معلق وہ ہے جس میں ابتداءِ سند سے ایک دو راوی محذوف ہو جائیں۔ بخاری میں معلق احادیث کی تعداد مسلم سے زیادہ ہے، لیکن امام بخاری مقصودی طور پر کسی باب میں معلق روایات نہیں لاتے بلکہ کسی باب کے عنوان کی وضاحت یا تمہید باندھنے کے لیے معلق روایات ذکر کرتے ہیں بہر حال صحیح بخاری میں معلق روایات موجود ہیں جبکہ صحیح مسلم میں صرف ایک جگہ یعنی باب التیمم میں ایک ایسی روایت ہے جو معلق ہے اور امام مسلم نے دوسرے مقام پر اس کی پوری سند بھی ذکر نہیں کی ہے۔

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ صحیحین کی روایات جن کا حکم مطلوب ہے وہ متصل السند ہیں یا معلق؟ اگر متصل السند ہیں تو وہ محکوم بالصحۃ ہیں اور اگر معلق ہیں تو پھر یہ دیکھا جائے کہ صیغۂ جزم کے ساتھ ہیں یا صیغۂ تمریض کے ساتھ؟ صیغۂ جزم سے مراد ایسے الفاظ سے نقل کرنا ہے جس سے قائل کی طرف اس قول کی صراحۃً نسبت مقصود ہو مثلاً قَالَ فُلَانٌ، ذَکَرَ فُلَانٌ وغیرہ اور صیغۂ تمریض جس میں قائل کی طرف صراحۃً نسبت نہ ہو بلکہ صیغہ مجہول ہو مثلاً یُذْکَرُ عن فلان، حُکِیَ أَنَّ فُلَاناً قَالَ وغیرہ۔ اگر صحیحین کی معلق روایات صیغۂ جزم کے ساتھ ہے تو یہ اس قول کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور اگر صیغۂ تمریض ہے تو پھر اس کو صحت کا حکم نہیں سمجھا جائے گا۔ البتہ اتنا اطمینان رکھنا چاہیے کہ جب صحیح نام والی کتاب میں مذکور ہے تو انتہائی کمزور حدیث نہیں ہوگی۔

۱۲ – مَرَاتِبُ الصَّحِیْحِ : مَرَّ بِنَا أَنَّ بَعْضَ الْعُلَمَاءِ ذَکَرُوْا أَصَحَّ الْأَسَانِیْدِ عِنْدَهُمْ، فَبِنَاءً عَلٰی ذٰلِكَ وَعَلٰی تَمَکُّنِ بَاقِیْ شُرُوْطِ الصِّحَّةِ یُمْکِنُ أَنْ یُقَالَ اِنَّ لِلْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ مَرَاتِبَ. (أ) فَأَعْلٰی مَرَاتِبِهٖ مَا کَانَ مَرْوِیًّا بِاِسْنَادٍ مِنْ أَصَحِّ الْأَسَانِیْدِ کَـ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. (ب) وَدُوْنَ ذٰلِكَ رُتْبَةً مَا کَانَ مَرْوِیًّا مِنْ طَرِیْقِ رِجَالٍ هُمْ أَدْنٰی مِنْ رِجَالِ الْإِسْنَادِ الْأَوَّلِ، کَرِوَایَةِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ. (جـ) وَدُوْنَ ذٰلِكَ رُتْبَةً مَا کَانَ مِنْ رِوَایَةِ مَنْ تَحَقَّقَتْ فِیْهِمْ أَدْنٰی مَا یَصْدُقُ

عَلَيْهِمْ وَصْفُ الثِّقَةِ كَرِوَايَةِ سُهَيْلِ بْنِ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ .

ترجمہ: صحیح کے مراتب: ہماری یہ گفتگو گزر چکی ہے کہ بعض علماء نے اپنے نزدیک سب سے زیادہ صحیح سند کا تذکرہ کیا ہے، چنانچہ اس بات کی بناء پر اور دیگر شرائطِ صحت کے پائے جانے کی بناء پر یہ کہنا ممکن ہے کہ حدیثِ صحیح کے چند مراتب ہیں: (أ) پس صحیح کا سب سے بلند رتبہ وہ ہے جو کسی اصح الأسانید سند کے ساتھ مروی ہو جیسے امام مالک بواسطہ نافع وہ بواسطہ ابن عمرؓ۔ (ب) اس سے کم رتبہ وہ ہے جو ایسے رواۃ کے واسطے سے مروی ہو جو اسنادِ اول کے رواۃ سے درجہ میں کم ہو جیسے حماد بن سلمہ بواسطہ ثابت بواسطہ انسؓ۔ (ج) اور اس سے بھی کم رتبہ وہ ہے جو ان لوگوں کی روایت سے ہو جن میں صفتِ ثقاہت سب سے کم صادق آتی ہو جیسے سہیل بن ابی صالح کی اپنے والد سے اور ان کی ابو ہریرہؓ سے روایت۔

شرح:- بعض بڑے درجے کے ائمۂ حدیث کے حوالے سے اصح الأسانید کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے لہٰذا اس کے پیشِ نظر اور دیگر شرائطِ صحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ صحیح حدیث کے تین درجات ہیں: (۱) پہلا درجہ اصح الأسانید کا ہے یعنی جو حدیث اصح درجے کی سندوں میں سے کسی کے ساتھ مروی ہو اس کا رتبہ دوسری صحیح احادیث سے زیادہ ہے جیسے مالک عن نافع عن ابن عمرؓ وغیرہ۔ (۲) دوسرا درجہ ان صحیح احادیث کا ہے جن کے رواۃ اصح الأسانید کے رواۃ سے تھوڑے کم درجے کے ہوں مثلاً حماد بن سلمہ عن ثابت عن انسؓ وغیرہ۔ (۳) تیسرا درجہ ان صحیح احادیث کا ہے جن کے راوی کم سے کم صفتِ ثقاہت والے ہوں جیسے سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃؓ۔

وَيَلْتَحِقُ بِهٰذِهِ التَّفَاصِيْلِ تَقْسِيْمُ الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ اِلىٰ سَبْعِ مَرَاتِبَ وَهِيَ : (١) مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ (وَهُوَ أَعْلَى الْمَرَاتِبِ). (٢) ثُمَّ مَا انْفَرَدَ بِهِ الْبُخَارِيُّ . (٣) ثُمَّ مَا انْفَرَدَ بِهِ مُسْلِمٌ . (٤) ثُمَّ مَا كَانَ عَلىٰ شَرْطِهِمَا وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ . (٥) ثُمَّ مَا كَانَ عَلىٰ شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخَرِّجْهُ . (٦) ثُمَّ مَا كَانَ عَلىٰ شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخَرِّجْهُ . (٧) ثُمَّ مَا صَحَّ عِنْدَ غَيْرِهِمَا مِنَ الْأَئِمَّةِ كَابْنِ خُزَيْمَةَ وَابْنِ حِبَّانَ مِمَّا لَمْ يَكُنْ عَلىٰ شَرْطِهِمَا .

ت۔ ترجمہ انہی تفصیلات سے ملحق صحیح حدیث کی سات مراتب میں تقسیم ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) جس حدیث پر بخاری و مسلم متفق ہوں (اور یہ سب سے بلند مرتبہ ہے)۔ (۲) پھر جس کو صرف بخاری نے ذکر کیا۔ (۳) پھر جس کو صرف مسلم نے ذکر کیا۔ (۴) پھر جو ان دونوں کی شرط کے مطابق ہو اور انہوں نے اسے ذکر نہیں کیا۔ (۵) پھر جو بخاری کی شرط کے مطابق ہو اور انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ (٦) پھر جو مسلم کی شرط کے مطابق ہو اور انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ (۷) پھر جو حدیث ان دو کے علاوہ دوسرے ائمہ جیسے ابن خزیمہ و ابن حبان وغیرہ کے نزدیک صحیح ہو ان احادیث میں سے جو ان دونوں حضرات کی شرط کے مطابق نہ ہو۔

شرح :- اصح الأسانید اور اس سے کم درجہ صحیح احادیث کے تین مراتب جو اوپر بیان ہوئے ہیں، اسی سے ملحق ایک اور تفصیل ہے جو صحیحین اور ان کے علاوہ صحیح کتب کی احادیث کے درمیان قائم ہے۔ جس کے تحت صحیح کے سات مراتب قائم کیے گئے ہیں: (۱) صحیح متفق علیہ: یعنی جس صحیح حدیث کو شیخین نے متفقہ روایت کیا ہو، اس کے اعلیٰ مرتبہ میں کیا شک۔ (۲) صحیح بخاری کی انفرادی حدیث: اس کا رتبہ صحیح مسلم کی انفرادی حدیث سے بلند ہے جس کی وجہ پہلے گذر چکی ہے۔ (۳) صحیح مسلم کی انفرادی حدیث: کیونکہ امام بخاری کے بعد سخت شرط امام مسلم کی ہے اور امت نے اسے بھی قبول کیا ہے۔ (۴) صحیح علیٰ شرط الشیخین: جو حدیث صحیحین میں نہ ہو مگر بخاری و مسلم کی شرائطِ صحت کے مطابق ہو، اس کا رتبہ بعد کی اقسام سے بلند ہے۔ (۵) صحیح علیٰ شرط البخاری: جو صحیح حدیث بخاری و مسلم میں نہ ہو مگر بخاری کی شرط کے موافق ہو۔ (٦) صحیح علیٰ شرط مسلم: جو صحیح حدیث بخاری و مسلم میں نہ ہو مگر مسلم کی شرط کے موافق ہو۔ (۷) صحیح عند غیرہما: جو صحیح حدیث بخاری و مسلم میں بھی نہ ہو اور ان دونوں میں سے کسی کی شرط کے موافق بھی نہ ہو مگر دوسرے ائمۂ حدیث نے اس کی تصحیح کی ہو جیسے ابن خزیمہؒ و ابن حبانؒ وغیرہ۔

١٣ - شَرْطُ الشَّيْخَيْنِ : لَمْ يُفْصِحِ الشَّيْخَانِ عَنْ شَرْطٍ شَرَطَاهُ أَوْ عَيَّنَاهُ زِيَادَةً عَلَى الشُّرُوْطِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهَا فِي الصَّحِيْحِ، لٰكِنَّ الْبَاحِثِيْنَ مِنَ الْعُلَمَاءِ ظَهَرَ لَهُمْ مِنَ التَّتَبُّعِ وَالْاِسْتِقْرَاءِ لِأَسَالِيْبِهِمَا مَا ظَنَّهُ كُلٌّ مِنْهُمْ أَنَّهُ شَرْطُهُمَا أَوْ شَرْطُ وَاحِدٍ مِنْهُمَا

وَأَحْسَنُ مَا قِيْلَ فِيْ ذٰلِكَ أَنَّ الْمُرَادَ بِشَرْطِ الشَّيْخَيْنِ أَوْ أَحَدِهِمَا أَنْ يَكُوْنَ الْحَدِيْثُ مَرْوِيًّا مِنْ طَرِيْقِ رِجَالِ الْكِتَابَيْنِ أَوْ أَحَدِهِمَا مَعَ مُرَاعَاةِ الْكَيْفِيَّةِ الَّتِي الْتَزَمَهَا الشَّيْخَانِ فِي الرِّوَايَةِ عَنْهُمْ.

ترجمہ:۔ شیخین کی شرط: شیخینؒ ہے کوئی ایسی شرط بیان نہیں کی جوانہوں ہے صحیح کی تعریف میں موجود متفقہ شرائط پر اضافہ کرتے ہوئے عائد کی ہو، البتہ محققین علماء کے سامنے ان دونوں کی اسلوبوں کی تلاش اور جستجو کے بعد وہ بات ظاہر ہوئی جس کو ان میں سے ہر ایک ہے اُن دونوں کی یا اُن میں سے ایک کی شرط خیال کیا۔ سب سے اچھی بات جو اس سلسلے میں کہی گئی وہ یہ ہم کہ شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی شرط سے مراد یہ ہم کہ حدیث دونوں کتابوں یا کسی ایک کے رواۃ کے طریقے سے اُس کیفیت کی رعایت کے ساتھ مروی ہو جس کی پابندی شیخین ہے اُن سے روایت نقل کرہے میں کی ہم۔

شرح:۔ عموماً یہ کہہ دیا جاتا ہم کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہم مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان دونوں حضرات ہے محدثمہ سے ہٹ کر کوئی نئی شرط حدیث کے صحیح ہوہے کی مقرر کردی ہو بلکہ حقیقت یہ ہم کہ جیسا محدثمہ ہے جو شرائط ایک حدیث کے صحیح ہوہے کے لیے مقرر فرمائی ہیں، اُن میں یہ دونوں بھی ان کے ساتھ ہیں، اس سے زیادہ کوئی متعین شرط ان میں سے کسی ہے واضح طور پر مقرر نہیں کی، البتہ جب محققین ہے ان کی کتابوں میں غور کیا اور کس طرح یہ ثقات رواۃ کی حدیث کو نقل کرتے ہیں اور کسی ثقہ کی روایات کو کب اختیار کرتے ہیں اور کب چھوڑ دیتے ہیں تو ان کے اسلوب اور طرز کو دیکھنے کے بعد اہلِ تحقیق ہے بعض چیزوں کو بخاری کی شرط قرار دیا اور بعض چیزوں کو مسلم کی شرط قرار دیا جبکہ کچھ چیزوں کو دونوں کی مشترکہ شرط قرار دیا۔

کسی حدیث کو علی شرط الشیخین کہنے کے متعلق سب سے اچھی بات یہ منقول ہم کہ جب کوئی حدیث بخاری و مسلم کے اختیار کردہ رواۃ سے اسی کیفیت کی رعایت رکھتے ہوئے جس کی پابندی بخاری و مسلم ہے اپنی صحیح میں کی ہم، مروی ہو تو اسے علی شرط الشیخین کہہ دیا جائے گا ورنہ نہیں۔

١٤ – مَعْنَىٰ قَوْلِهِمْ : "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ" : إِذَا قَالَ عُلَمَاءُ الْحَدِيْثِ عَنْ حَدِيْثٍ "مُتَّفَقٌ

عَلَيْهِ " فَمُرَادُهُمْ اِتِّفَاقُ الشَّيْخَيْنِ أَيْ اِتِّفَاقُ الشَّيْخَيْنِ عَلىٰ صِحَّتِهٖ، لَا اِتِّفَاقُ الْاُمَّةِ . اِلَّا أَنَّ ابْنَ الصَّلَاحِ قَالَ: "لٰكِنَّ اِتِّفَاقَ الْاُمَّةِ عَلَيْهِ لَازِمٌ مِنْ ذٰلِكَ وَحَاصِلٌ مَعَهٗ، لِاتِّفَاقِ الْاُمَّةِ عَلىٰ تَلَقِّيْ مَا اتَّفَقَا عَلَيْهِ بِالْقَبُوْلِ ".

ترجمہ: محدثین کے قول ''متفق علیہ'' کا مطلب: جب علمائے حدیث کسی حدیث کے متعلق ''متفق علیہ'' کہیں تو ان کی مراد شیخین کا اتفاق ہوتا ہم یعنی شیخین کا اس حدیث کی صحت پر اتفاق نہ کہ امت کا اس پر اتفاق ہم مگر یہ کہ ابن صلاحؒ نے فرمایا ہم کہ (علماء کی مراد اگرچہ صرف شیخین کا اتفاق ہم) مگر اسی سے امت کا اس پر متفق ہونا بھی لازم اور اس کے ساتھ ہی حاصل ہم اس لیے کہ امت اس حدیث کے لینے پر متفق ہم جس کے قبول کرنے پر ان دونوں کا اتفاق ہو گیا ہو۔

شرح:- ''متفق علیہ'' کے معنی ہیں جس بات پر اتفاق موجود ہو۔ محدثین جب کسی حدیث پر ''متفق علیہ'' کا حکم لگاتے ہیں تو بظاہر ایسا لگتا ہم کہ ان کی مراد پوری امت کا اس حدیث کی صحت پر متفق ہونا ہم لیکن درحقیقت وہ حضرات اس سے صرف بخاری و مسلم کا متفق ہونا مراد لیتے ہیں یہ اور بات ہم امت نے بھی ان کی احادیث کو قبول کرنے پر اتفاق کیا ہوا ہم جیسا کہ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ جب امت بخاری و مسلم کی احادیث کی قبولیت پر متفق ہم تو جس حدیث پر ان دونوں کا اتفاق ہوگا اس پر امت کا متفق ہونا بھی لازم اور خود بخود حاصل ہم۔ گویا صراحۃً شیخین کا اتفاق ہوا اور ضمناً امت کا بھی اتفاق ہو گیا۔

١٥ – هَلْ يُشْتَرَطُ فِي الصَّحِيْحِ أَنْ يَكُوْنَ عَزِيْزاً ؟ : اَلصَّحِيْحُ أَنَّهٗ لَا يُشْتَرَطُ فِي الصَّحِيْحِ أَنْ يَكُوْنَ عَزِيْزاً بِمَعْنىٰ أَنْ يَكُوْنَ لَهٗ اِسْنَادَانِ لِأَنَّهٗ يُوْجَدُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا أَحَادِيْثُ صَحِيْحَةٌ وَهِيَ غَرِيْبَةٌ وَزَعَمَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ ذٰلِكَ كَأَبِيْ عَلِيِّ الْجُبَّائِيِّ الْمُعْتَزِلِيِّ وَالْحَاكِمِ، وَقَوْلُهُمْ هٰذَا خِلَافُ مَا اتَّفَقَتْ عَلَيْهِ الْاُمَّةُ.

ترجمہ: کیا صحیح کے لیے اس کا عزیز ہونا ضروری ہم؟ صحیح قول یہ ہم کہ صحیح حدیث کے لیے عزیز ہونا شرط نہیں یعنی یہ کہ اس کی دو اسنادیں ہوں، اس لیے کہ صحیحین اور ان کے علاوہ کتابوں میں کئی صحیح احادیث ہیں جو کہ غریب ہیں۔ بعض علماء نے اس کا دعویٰ کیا ہم جیسے ابوعلی جبائی معتزلی اور

حاکم، اوران کا یہ قول امت کی متفقہ بات کے خلاف ہے۔

شرح :- اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا حدیث کے صحیح ہونے کے لیے اس کا دوسندوں سے مروی ہونا جس کو عزیز کہتے ہیں، ضروری ہے یا نہیں؟ چنانچہ جیسیار علماء کے نزدیک ایسا ضروری نہیں بلکہ صرف ایک سندوالی حدیث بھی صحیح ہوسکتی ہے اس لیے کہ صحیحین میں ایسی بہت ساری حدیثیں ہیں جن کی دوسندیں نہیں بلکہ وہ غریب احادیث ہیں لیکن بخاری و مسلم نے انہیں اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اور امت نے ان کی احادیث کی صحت کا حکم کیا ہے، مثلاً حدیث ''اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ''جس کے راوی دورِ صحابہ میں صرف حضرت عمرؓ ہیں، ان سے صرف علقمہؒ، ان سے صرف محمد بن ابراہیمؒ، ان سے یحیٰ بن سعیدؒ، اس کے بعد حدیث مشہور ہوئی۔ یہ حدیث غریب ہے اور بالاتفاق صحیح ہے۔

اس کے برعکس معتزلہ میں سے ابوعلی جبائی اور اہل سنت میں سے حاکم شہیدؒ نے حدیثِ صحیح کے لیے عزیز ہونے کی شرط لگائی ہے جو کہ امت کے متفقہ اصول کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل اعتناء ہے۔

اَلْحَسَنُ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ صِفَةٌ مُشَبَّهَةٌ مِنَ "الْحُسْنِ" بِمَعْنَى الْجَمَالِ .(ب) اِصْطِلَاحاً : اِخْتَلَفَتْ أَقْوَالُ الْعُلَمَاءِ فِيْ تَعْرِيْفِ الْحَسَنِ نَظَراً لِأَنَّهُ مُتَوَسِّطٌ بَيْنَ الصَّحِيْحِ وَالضَّعِيْفِ، وَلِأَنَّ بَعْضَهُمْ عَرَّفَ أَحَدَ قِسْمَيْهِ، وَسَأَذْكُرُ بَعْضَ تِلْكَ التَّعْرِيْفَاتِ ثُمَّ اَخْتَارُ مَا أَرَاهُ اَوْفَقَ مِنْ غَيْرِهِ .(١) تَعْرِيْفُ الْخَطَّابِيِّ : هُوَ مَا عُرِفَ مَخْرَجُهُ، وَاشْتَهَرَ رِجَالُهُ، وَعَلَيْهِ مَدَارُ أَكْثَرِ الْحَدِيْثِ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُهُ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ، وَيَسْتَعْمِلُهُ عَامَّةُ الْفُقَهَاءِ .[معالم السنن](٢) تَعْرِيْفُ التِّرْمِذِيِّ : كُلُّ حَدِيْثٍ يُرْوٰى لَا يَكُوْنُ فِيْ إِسْنَادِهِ مَنْ يُتَّهَمُ بِالْكَذِبِ، وَلَا يَكُوْنُ الْحَدِيْثُ شَاذًّا وَيُرْوٰى مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ نَحْوُ ذٰلِكَ فَهُوَ عِنْدَنَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ ". [العلل للترمذی]

ترجمہ :- حدیث حسن: اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ کہ حُسن بمعنی خوبصورتی سے

صفت مشبہ ہے۔(ب) اصطلاحی اعتبار سے: حسن کی تعریف میں اس بات کے پیش نظر کہ یہ صحیح اور ضعیف کے درمیان ہے، علماء کے مختلف اقوال ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ ان میں سے بعض نے حسن کی ایک قسم کی تعریف کی ہے۔ میں اِن میں سے چند تعریفات ذکر کروں گا اس کے بعد وہ تعریف اختیار کروں گا جسے دوسری تعریفات کی بنسبت حقیقت کے موافق سمجھوں گا۔(۱) علامہ خطابی ؒ کی تعریف: جس کا مخرج معلوم ہو، اس کے رواۃ مشہور ہوں اور اس پر اکثر احادیث کا دارومدار ہے، اور یہی وہ حدیث ہے جس کو اکثر علماء قبول کرتے ہیں اور زیادہ تر فقہاء عمل میں لاتے ہیں۔

(۲) امام ترمذیؒ کی تعریف: ہر وہ حدیث جو مروی ہو، اس کی سند میں کوئی متہم بالکذب نہ ہو اور حدیث شاذ نہ ہو اور ایک سے زیادہ طریقوں سے مروی ہو تو وہ ہمارے نزدیک حدیث حسن ہے۔

شرح :- حسن لغت میں خوبصورت کو کہتے ہیں اور اصطلاح اصول حدیث میں پہلے تین اقوال مذکور ہیں جو یہ ہیں: (۱) علامہ خطابی ؒ یہ فرماتے ہیں کہ ''حسن وہ حدیث ہے جس کا مخرج معلوم ہو اور اس کے رواۃ مشہور ہوں''۔ مخرج سے مراد رواۃ ہی ہیں اور مراد یہ ہے کہ سند میں تمام رواۃ کے نام آگئے ہوں' کوئی راوی ساقط نہ ہو، اس قید سے منقطع نکل گیا۔ رواۃ کے مشہور ہونے سے مراد سند میں تدلیس سے کام نہ لیا گیا ہو، اس سے مدلس کی احادیث نکل گئیں۔ اس کے بعد خطابی فرماتے ہیں: اسی پر اکثر احادیث کا دارومدار ہے یعنی اکثر احادیث حسن ہیں۔ پھر فرماتے ہیں: اکثر علماء اس کو قبول کرتے ہیں یعنی بہت کم علماء ہوں گے جو حسن سے استدلال نہیں کرتے۔ پھر فرماتے ہیں: زیادہ تر فقہاء اس کو عمل میں لاتے ہیں یعنی اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ قول خطابی ؒ کا ہے مگر یہ مانع نہیں کیونکہ یہ تعریف صحیح پر بھی صادق آتی ہے۔

(۲) امام ترمذیؒ کی تعریف: آپ فرماتے ہیں کہ جو حدیث ایسی سند سے مروی ہو جس میں متہم بالکذب راوی نہ ہو اور حدیث شاذ بھی نہ ہو اور ایک سے زیادہ سندوں سے مروی ہو تو وہ ہمارے نزدیک حسن ہے۔ یہ تعریف بھی مانع نہیں، اس میں صحیح کی بعض صورتیں داخل ہیں نیز یہ درحقیقت حسن کی دوسری قسم حسن لغیرہ کی تعریف ہے جبکہ تعریف حسن لذاتہ کی کرنی چاہیے نہ کہ حسن لغیرہ کی کیونکہ وہ دراصل ضعیف ہے جس کے طرق متعدد ہو جاتے ہیں۔

(۳) تَعْرِيْفُ ابْنِ حَجَرَ : قَالَ : " وَخبرُ الآحَادِ بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ مُتَّصِلَ السَّنَدِ غَيْرَ مُعَلَّلٍ وَلاَ شَاذٍّ هُوَ الصَّحِيْحُ لِذَاتِهِ ، فَإِنْ خَفَّ الضَّبْطُ فَالْحَسَنُ لِذَاتِهِ" . [النخبة]
قُلْتُ : فَكَأَنَّ الْحَسَنَ عِنْدَ ابْنِ حَجَرَ هُوَ الصَّحِيْحُ إِذَا خَفَّ ضَبْطُ رَاوِيْهِ أَيْ قَلَّ ضَبْطُهُ وَهُوَ خَيْرُ مَا عُرِّفَ بِهِ الْحَسَنُ، أَمَّا تَعْرِيْفُ الْخَطَّابِيِّ فَعَلَيْهِ انْتِقَادَاتٌ كَثِيْرَةٌ، وَأَمَّا التِّرْمِذِيُّ فَقَدْ عَرَّفَ أَحَدَ قِسْمَيِ الْحَسَنِ، وَهُوَ الْحَسَنُ لِغَيْرِهٖ. وَالْأَصْلُ فِي تَعْرِيْفِهٖ أَنْ يُعَرَّفَ الْحَسَنُ لِذَاتِهٖ لِأَنَّ الْحَسَنَ لِغَيْرِهٖ ضَعِيْفٌ فِي الْأَصْلِ اِرْتَقَىٰ اِلَىٰ مَرْتَبَةِ الْحَسَنِ لِانْجِبَارِهٖ بِتَعَدُّدِ طُرُقِهٖ . ٤...... تَعْرِيْفُهُ الْمُخْتَارُ : وَيُمْكِنُ أَنْ يُعَرَّفَ الْحَسَنُ بِنَاءً عَلَىٰ مَا عَرَّفَهُ بِهِ ابْنُ حَجَرَ بِمَا يَلِيْ: " هُوَ مَا اتَّصَلَ سَنَدُهٗ بِنَقْلِ الْعَدْلِ الَّذِيْ خَفَّ ضَبْطُهٗ عَنْ مِثْلِهٖ اِلَىٰ مُنْتَهَاهُ مِنْ غَيْرِ شُذُوْذٍ وَلَا عِلَّةٍ ".

ترجمہ: (۳) حافظ ابن حجرؒ کی تعریف: انہوں نے کہا ہے: "خبر آحاد ایک عادل کامل الضبط کے اس حال میں نقل کرنے کے ساتھ کہ سند متصل ہو، اس میں کوئی علت نہ اور نہ وہ شاذ ہو تو وہ صحیح لذاتہ ہے، اگر ضبط کم ہو تو وہ حسن لذاتہ ہے۔ میں کہتا ہوں: گویا ابن حجرؒ کے نزدیک حسن وہ صحیح ہی ہے جب اس کے راوی کا ضبط خفیف ہو یعنی کم ہو، یہ حسن کی سب سے بہترین تعریف ہے جو کی گئی ہے۔ رہی خطابی کی تعریف تو اس پہ بہت سارے اعتراضات ہیں، اور رہی ترمذی تو تحقیق انہوں نے حسن کی دو قسموں میں سے ایک کی تعریف کی ہے اور وہ حسن لغیرہ ہے، حالانکہ اس کی تعریف میں اصل یہ ہے کہ حسن لذاتہ کی تعریف کی جائے اس لیے کہ حسن لغیرہ دراصل ایک ضعیف ہے جو متعدد طرق سے تلافی ہو جانے کے بعد حسن کے مرتبہ کو پہنچا۔ (۴) حسن کی پسندیدہ تعریف: ابن حجرؒ کی ہوئی تعریف کی بناء پر حسن کی اس طرح تعریف کرنا ممکن ہے: یہ وہ حدیث ہے، جس کی سند اس عدل کے جس کا ضبط کم ہو چکا ہو بغیر شذوذ و علت کے اپنے جیسے (دوسرے عدل) سے نقل کرنے کے ساتھ آخر تک متصل ہو۔

شرح:- (۳) حافظ ابن حجرؒ کی تعریف جس کے مطابق حسن وہ ہے جس کا ناقل عدل ضابط ہو اور حدیث کی سند متصل اور وہ خود شاذ یا معلل نہ ہو البتہ راوی کا ضبط کم ہو۔ مصنف اس تعریف سے

متفق ہیں جیسا کہ انہوں نے اس کی پسندیدہ تعریف اس طرح کی ہے: (۴) حسن وہ حدیث جس کی سند عدل ضابط کے جس کا ضبط کم ہو چکا ہو، اپنے جیسے عدل سے نقل کرنے کے ساتھ متصل ہو اور اس میں کوئی علت یا شذوذ نہ ہو۔ یہ تعریف جامع و مانع ہے اور جمہور اسی تعریف کو اختیار کرتے ہیں۔

٢ – حُكْمُهُ : هُوَ كَالصَّحِيْحِ فِي الْإِحْتِجَاجِ بِهٖ، وَاِنْ كَانَ دُوْنَهٗ فِي الْقُوَّةِ، لِذٰلِكَ احْتَجَّ بِهٖ جَمِيْعُ الْفُقَهَاءِ، وَعَمِلُوْا بِهٖ، وَعَلَى الْإِحْتِجَاجِ بِهٖ مُعْظَمُ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالْأُصُوْلِيِّيْنَ اِلَّا مَنْ شَذَّ مِنَ الْمُتَشَدِّدِيْنَ. وَقَدْ أَدْرَجَهٗ بَعْضُ الْمُتَسَاهِلِيْنَ فِيْ نَوْعِ الصَّحِيْحِ كَالْحَاكِمِ وَابْنِ حِبَّانَ وَابْنِ خُزَيْمَةَ، مَعَ قَوْلِهِمْ بِأَنَّهٗ دُوْنَ الصَّحِيْحِ الْمُبَيَّنِ أَوَّلاً. ٣ – مِثَالُهٗ : مَا أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ قَالَ : " حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ أَبِيْ عِمْرَانَ الجَوْنِيِّ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِيْ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ يَقُوْلُ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ...... الْحَدِيْثَ .فَهٰذَا الْحَدِيْثُ قَالَ عَنْهُ التِّرْمِذِيُّ : "هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ". وَكَانَ هٰذَا الْحَدِيْثُ حَسَناً لِأَنَّ رِجَالَ اِسْنَادِهِ الْأَرْبَعَةَ ثِقَاتٌ اِلَّا جَعْفَرَ بْنَ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيَّ فَاِنَّهٗ حَسَنُ الْحَدِيْثِ، لِذٰلِكَ نَزَلَ الْحَدِيْثُ عَنْ مَرْتَبَةِ الصَّحِيْحِ اِلَى الْحَسَنِ .

ترجمہ: حسن کا حکم: وہ اس کے استدلال کرنے میں صحیح کی طرح ہے اگرچہ قوت میں اس سے کم ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے اس سے حجت پیش کی ہے اور اس کے مطابق عمل کیا ہے، اس سے حجت پکڑنے پر اکثر محدثین واصولیین قائم ہیں مگر جو سخت گیروں میں سے جمہور سے الگ ہوئے۔ بعض تساہل پسندوں نے اس کو صحیح کی تقسیم میں داخل کر دیا ہے جیسے حاکم، ابن حبان اور ابن خزیمہ باوجود اس کے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ حسن اس صحیح سے کم رتبہ ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا۔ حسن کی مثال: وہ حدیث جسے امام ترمذی نے ذکر کیا، انہوں نے کہا: ہم سے قتیبہ نے بواسطہ جعفر بن سلیمان ضبعی، وہ ابو عمران جونی سے وہ ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعریؓ سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا میں نے دشمن کی موجودگی میں اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے

شک جنت کے دروازے تلواروں کے سایے میں ہیں......الحدیث۔اس حدیث کے متعلق امام ترمذی نے کہا ہے ''یہ حسن غریب حدیث ہے''۔اور یہ حدیث حسن اس وجہ سے ہوئی کہ اس کے اسناد کے چاروں رواۃ ثقہ ہیں سوائے جعفر بن سلیمان ضبعی کے کہ وہ حسن الحدیث ہے،اسی وجہ سے حدیث صحیح کے مرتبہ سے حسن کے مرتبہ تک نیچے پہنچ گئی۔

شرح:- ضبط کی کمی کے باعث حسن کا رتبہ صحیح سے کم ہے لیکن باقی شرائطِ صحت اس میں بھی موجود ہوتی ہے اسی لیے فقہاء اس سے بھی بحث کرتے ہیں،مسائل کے استنباطات کے لیے اس سے مدد لیتے ہیں اور اس سے استدلال بھی کرتے ہیں جمہور اہل حدیث اور اہل اصول اس پر متفق ہیں،ان کے نزدیک حسن حجت بن سکتا ہے مگر چند متشددین نے اس کی حجیت کا انکار کیا ہے اور صرف صحیح کو ہی منتخب کیا ہے مگر یہ قول شاذ اور نا قابل قبول ہے ورنہ احادیث کا بڑا حصہ ترک ہو جائے گا۔ دوسری طرف کچھ حضرات نے اس قدر آسانی کا معاملہ اختیار کیا کہ انہوں نے کئی حسن درجے کی احادیث کو بھی صحیح قرار دیا جس سے خلط ملط ہو جاتا ہے،ان حضرات میں پہلے حاکم شہیدؒ ہیں،اس کے بعد ابن حبانؒ اور اس کے بعد ابن خزیمہؒ ہیں کہ تینوں حضرات نے اپنی کتب میں باوجود صحت کے التزام کے حسن بھی لے آئے ہیں۔

٤ – مَرَاتِبُهُ : كَمَا أَنَّ لِلصَّحِيْحِ مَرَاتِبَ يَتَفَاوَتُ بِهَا بَعْضُ الصَّحِيْحِ عَنْ بَعْضٍ، كَذٰلِكَ فَإِنَّ لِلْحَسَنِ مَرَاتِبَ وَقَدْ جَعَلَهَا الذَّهَبِيُّ مَرْتَبَتَيْنِ فَقَالَ : (أ) فَأَعْلٰى مَرَاتِبِهِ: بَهْزُ بْنُ حَكِيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ، وَعَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ، وَابْنُ إِسْحَاقَ عَنِ التَّيْمِيِّ، وَأَمْثَالُ ذٰلِكَ مِمَّا قِيْلَ إِنَّهُ صَحِيْحٌ، وَهُوَ مِنْ أَدْنٰى مَرَاتِبِ الصَّحِيْحِ .(ب) ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا اخْتُلِفَ فِيْ تَحْسِيْنِهِ وَتَضْعِيْفِهِ : كَحَدِيْثِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، وَعَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ وَحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ وَنَحْوِهِمْ .

ترجمہ: حسن کے مراتب: جس طرح صحیح کے چند مراتب ہیں جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے رتبہ میں مختلف ہے،اسی طرح حسن کے بھی چند مراتب ہیں،امام ذہبیؒ نے اس کے دو مرتبے مقرر فرمائے ہیں چنانچہ انہوں نے کہا: (اُ) حسن کا سب سے اونچا مرتبہ یہ ہیں: بہز بن حکیم

بواسطہ اپنے والد اور ان کے دادا سے، عمرو بن شعیب بواسطہ اپنے والد وہ بواسطہ اپنے دادا، اور ابن اسحاق بواسطہ تیمی اور ان جیسی دوسری سندیں جن کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ صحیح ہیں جبکہ وہ صحیح کے سب سے کم مرتبے پر ہیں۔(ب) پھر اس کے بعد وہ حدیث جس کو حسن یا ضعیف قرار دینے میں اختلاف ہوا ہو جیسے حارث بن عبداللہ، عاصم بن ضمرہ اور حجاج بن ارطاۃ وغیرہ کی حدیثیں ہیں۔

شرح :- جس طرح صحیح کے مراتب مقرر ہیں اور تعارض کے وقت ان کی قوت کے درجات ملحوظ رکھے جاتے ہیں اسی طرح حسن کے بھی دو مرتبے قائم کیے گئے ہیں تاکہ بوقت معارضہ ان کے مطابق ترجیح دی جاسکے، وہ دو مرتبے شیخ الاسلام علامہ ذہبیؒ نے بیان کیے ہیں اور محققین نے اسے قبول کیا ہے، وہ یہ ہیں: (أ) وہ حدیث جو بواسطہ بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ منقول ہو، یا اس کی سند عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے ہو، یا پھر ابن اسحاق عن التیمی کے واسطہ سے منقول ہو کیونکہ ان اسانید کو کم سے کم صحیح قرار دیا گیا ہے تو یہ حسن کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہیں۔(ب) اس کے بعد درجے میں وہ حدیثیں ہیں جن کی تصحیح و تضعیف میں اختلاف ہوا ہے کسی نے صحیح اور کسی نے ضعیف کہا ہو مثلاً حارث بن عبداللہ، عاصم بن ضمرہ اور حجاج بن ارطاۃ وغیرہ کی روایات کیونکہ بعض علماء کے نزدیک یہ صحیح کے رواۃ ہیں اور بعض حضرات نے ان کی مرویات کی صحت سے انکار کیا ہے اور ضعیف قرار دیا ہے۔

٥ – مَرْتَبَةُ قَوْلِهِمْ : " حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ" أَوْ "حَسَنُ الْإِسْنَادِ" :(أ) قَوْلُ الْمُحَدِّثِيْنَ :"هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ" دُوْنَ قَوْلِهِمْ : "هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ".(ب) وَكَذٰلِكَ قَوْلُهُمْ : "هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنُ الْإِسْنَادِ" دُوْنَ قَوْلِهِمْ :"هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ" لِأَنَّهُ قَدْ يَصِحُّ أَوْ يَحْسُنُ الْإِسْنَادُ دُوْنَ الْمَتْنِ لِشُذُوْذٍ أَوْ عِلَّةٍ، فَكَأَنَّ الْمُحَدِّثَ إِذَا قَالَ: "هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ" قَدْ تَكَفَّلَ لَنَا بِتَوَفُّرِ شُرُوْطِ الصِّحَّةِ الْخَمْسَةِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ، أَمَّا إِذَا قَالَ: "هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ" فَقَدْ تَكَفَّلَ لَنَا بِتَوَفُّرِ شُرُوْطٍ ثَلَاثَةٍ مِنْ شُرُوْطِ الصِّحَّةِ وَهِيَ : اِتِّصَالُ السَّنَدِ، وَعَدَالَةُ الرُّوَاةِ، وَضَبْطُهُمْ، أَمَّا نَفْيُ الشُّذُوْذِ وَنَفْيُ الْعِلَّةِ عَنْهُ فَلَمْ يَتَكَفَّلْ بِهِمَا لِأَنَّهُ لَمْ يَتَثَبَّتْ مِنْهُمَا. لٰكِنْ لَوِ اقْتَصَرَ حَافِظٌ مُعْتَمَدٌ عَلٰى قَوْلِهِ :" هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

الْإِسْنَادِ" وَلَمْ يُذْكَرْ لَهُ عِلَّةٌ فَالظَّاهِرُ صِحَّةُ الْمَتْنِ، لِأَنَّ الْأَصْلَ عَدَمُ الْعِلَّةِ وَعَدَمُ الشُّذُوْذِ.

ترجمہ:۔ محدثین کے قول ''صحیح الاسناد حدیث'' یا ''حسن الاسناد حدیث'' کا درجہ: (أ) محدثین کا قول ''یہ صحیح الاسناد حدیث ہے'' ان کے قول ''یہ صحیح حدیث ہے'' سے کم درجہ ہے۔ (ب) اور اسی طرح ان کا قول ''یہ حسن الاسناد حدیث ہے'' درجہ میں ان کے قول ''یہ حسن حدیث ہے'' سے کم ہے اس لیے کہ کبھی اسناد صحیح یا حسن ہوتی ہے مگر کسی قسم کے شذوذ یا علت کی وجہ سے متن ایسا نہیں ہوتا، تو گویا محدث جب ''یہ صحیح حدیث ہے'' کہے تو وہ ہمارے لیے اس حدیث میں صحت کی پانچوں شرائط پائے جانے کا ضامن ہو گیا، البتہ جب وہ ''یہ صحیح الاسناد حدیث ہے'' کہے تو اُس نے ہمارے لیے شرائطِ صحت میں سے تین شرائط کے پائے جانے کی ضمانت دی جو کہ اتصالِ سند، عدالتِ رواۃ اور ان کا ضبط ہے۔ جہاں تک شذوذ کی اور علت کی حدیث سے نفی کا تعلق ہے تو اُس نے ان دونوں کی ضمانت نہیں دی اس لیے کہ اُسے ان دونوں کی تحقیق نہیں ہو سکی، لیکن اگر کوئی ایسا حافظ جس کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہو وہ صرف یہ کہنے پر کہ ''یہ صحیح الاسناد حدیث ہے'' اکتفا کر لے درانحالیکہ حدیث کی کوئی علت بھی مذکور نہ ہو تو ظاہر یہی ہے متن صحیح ہو گا کیونکہ اصل تو علت اور شذوذ کا نہ ہونا ہے۔

شرح:۔ محدثین حدیث پر کلام کرتے ہوئے کبھی تو ''صحیح الاسناد'' یا ''حسن الاسناد'' کا حکم لگاتے ہیں اور کبھی ''حدیثٌ صحیحٌ'' یا ''حدیثٌ حسنٌ'' کا حکم لگاتے ہیں، یہ دونوں کلام دو مختلف مقاصد کی طرف اشارہ کر رہے ہوتے ہیں۔ جب کسی محدث کو حدیث کے اندر صحت کی تمام شرائط پائے جانے کا یقین ہو جاتا ہے تب وہ یوں کہتا ہے کہ ''ہٰذا حدیثٌ صحیحٌ'' اور شرائطِ صحت میں رواۃ کا عدل وضبط، اتصال اور ان کے دیگر حالات پر اطمینان کے ساتھ متن کی حفاظت بھی داخل ہے، اسی طرح جب وہ ''حدیثٌ حسنٌ'' کہے تو اس کا بھی یہی مطلب ہو گا کہ رواۃ اور متن دونوں قابلِ اعتبار ہیں اور حسن درجے کے ہیں لیکن جب وہ حدیث پر اس کے صحیح یا حسن کا حکم لگانے کے بجائے اسناد کو صحیح یا حسن قرار دے مثلاً یوں کہے ''صحیح الاسناد'' یا ''حسن الاسناد'' تو یہ واضح طور پر صرف اسناد کے صحیح یا حسن ہونے کا حکم ہے اور اس میں محدث اپنی طرف سے صرف اسناد پر اطمینان کا اظہار کرتا ہے جو

کہ صحیح حدیث کی سند سے متعلق تین شرائط کی ضمانت ہے یعنی اتصال، عدالت اور ضبط کی، اور جو متن کی شذوذ اور علت سے حفاظت کی ضمانت ہے وہ اس کلام سے ظاہر نہیں۔ اسی لیے ''صحیح الاسناد'' کا حکم ''حدیثٌ صحیحٌ'' سے اور ''حسن الاسناد'' کا حکم ''حدیثٌ حسنٌ'' سے درجے میں کم ہے۔

البتہ اگر ''صحیح الاسناد'' یا ''حسن الاسناد'' کہنے والا حافظ متقن اور معتمد علیہ ہو جس کے فیصلے محدثین قبول کیا کرتے ہوں تو اس کا کسی ایسی حدیث کے متعلق جس کی کوئی علت یا شذوذ مذکور نہ ہو، تو ایسے حافظ کا صرف ''صحیح الاسناد'' کہنے پر اکتفا کرنا بھی اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہوگی کیونکہ بظاہر متن میں کوئی علت یا شذوذ نہیں اور سند کو انہوں نے صحیح قرار دے دیا تو دونوں باتیں حاصل ہو گئیں: صحتِ متن و صحتِ سند۔

٦ – مَعْنىٰ قَوْلِ التِّرْمِذِيِّ وَغَيْرِهٖ "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ": اِنَّ ظَاهِرَ هٰذِهِ الْعِبَارَةِ مُشْكِلٌ لِأَنَّ الْحَسَنَ يَتَقَاصَرُ عَنْ دَرَجَةِ الصَّحِيْحِ، فَكَيْفَ يُجْمَعُ بَيْنَهُمَا مَعَ تَفَاوُتِ مَرْتَبَتِهِمَا ؟ وَلَقَدْ أَجَابَ الْعُلَمَاءُ عَنْ مَقْصُوْدِ التِّرْمِذِيِّ مِنْ هٰذِهِ الْعِبَارَةِ بِأَجْوِبَةٍ مُتَعَدِّدَةٍ، أَحْسَنُهَا مَا قَالَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرَ وَارْتَضَاهُ السَّيُوْطِيُّ وَمُلَخَّصُهُ مَا يَلِيْ :

(أ) اِنْ كَانَ لِلْحَدِيْثِ اِسْنَادَانِ فَأَكْثَرَ فَالْمَعْنىٰ "حَسَنٌ بِاعْتِبَارِ اِسْنَادٍ، صَحِيْحٌ بِاعْتِبَارِ اِسْنَادٍ آخَرَ". (ب) وَاِنْ كَانَ لَهٗ اِسْنَادٌ وَاحِدٌ فَالْمَعْنىٰ "حَسَنٌ عِنْدَ قَوْمٍ، صَحِيْحٌ عِنْدَ قَوْمٍ آخَرِيْنَ". فَكَأَنَّ الْقَائِلَ يُشِيْرُ اِلَى الْخِلَافِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ فِي الْحُكْمِ عَلىٰ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَوْ لَمْ يَتَرَجَّحْ لَدَيْهِ الْحُكْمُ بِأَحَدِهِمَا .

ترجمہ: امام ترمذی وغیرہ کے قول ''حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ'' کا مطلب: اس عبارت کا ظاہر حال مشکل ہے اس لیے کہ حسن درجۂ صحیح سے کم ہوتا ہے تو پھر کس طرح ان دونوں کو اکٹھا کیا جائے گا باوجود ان کے مراتب مختلف ہونے کے؟ علماء نے امام ترمذی کی اس عبارت سے مقصود کے متعلق متعدد جوابات دیئے ہیں، ان میں سب سے اچھا جواب وہ ہے جو حافظ ابن حجرؒ نے دیا ہے اور امام سیوطیؒ بھی اس سے راضی ہیں، اس کا خلاصہ یہ ہے: (أ) اگر حدیث کی دو یا دو سے زیادہ سندیں ہوں تو مطلب ہوگا کہ حدیث ایک سند کے اعتبار سے حسن ہے اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح

ہے۔(ب) اور اگر ایک ہی سند ہو تو مطلب ہوگا کہ کچھ لوگوں کے ہاں حسن ہے اور دوسرے کچھ لوگوں کے ہاں صحیح ہے، گویا کہنے والا اس حدیث پر حکم کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف کی طرف اشارہ کر رہا ہوتا ہے یا اس کے نزدیک ان میں سے کسی کا حکم راجح نہیں ہوتا۔

شرح :- صحیح اور حسن کے درمیان رتبہ کا جو فرق ہے اس کی رُو سے بظاہر ایک ہی حدیث کا صحیح وحسن ہونا ممتنع ہے مگر امام ترمذیؒ کی اپنی کتاب جامع ترمذی شریف میں یہ عادت ہے کہ وہ ایک ہی حدیث کے متعلق بظاہر متضاد حکموں کو جمع کر لیتے ہیں اور بیک وقت ''حسنٌ صحیح'' وغیرہ کہہ دیتے ہیں، اسی طرح بعض دیگر محدثین بھی کبھی کبھار متضاد صفات کا حکم صادر کرتے ہیں حالانکہ جب صحیح وحسن کے درجے مختلف ہیں اور حسن کا رتبہ صحیح سے کم ہے تو دونوں کا اجتماع ناممکن ہونا چاہیے؟ تو اس اشکال کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں:

(۱) اگر اس حدیث کی دو یا اس سے بھی زیادہ اسانید ہوں تو ''حسنٌ صحیح'' کا مطلب ہے کہ اس کی ایک سند حسن درجے کی ہے اور دوسری صحیح درجے کی، اس طرح دونوں صفات ایک حدیث میں پائی جارہی ہیں۔(۲) اور اگر حدیث کی ایک ہی سند ہو تو اس میں علماء کے مابین اختلاف کی طرف اشارہ ہوتا ہے یعنی یہ کہ یہ حدیث بعض علماء کے نزدیک حسن ہے اور بعض علماء کے نزدیک صحیح ہے۔ اختصاراً اسے صرف ''حسن صحیح'' کہہ دیا جاتا ہے۔(۳) یہ امام ترمذی کی خاص اصطلاح ہے جو انہوں نے اپنی کتاب میں اپنائی ہے کیونکہ ان کے نزدیک حسن کی تعریف یہ ہے: ''ہر وہ حدیث جس میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو اور اس کی ایک سے زیادہ سندیں ہوں اور وہ شاذ بھی نہ ہو تو اس کو حسن کہا جائے گا''۔ اس تعریف کی رُو سے امام ترمذی ایک ہی حدیث پر حسنٌ صحیح کا حکم لگاتے ہیں جو تعریفِ مذکور کے اعتبار سے ممنوع نہیں۔

پہلے دو جوابات کتاب میں مذکور ہیں۔

٧ – تَقْسِيْمُ الْبَغَوِيِّ أَحَادِيْثَ الْمَصَابِيْحِ : دَرَجَ الْإِمَامُ الْبَغَوِيُّ فِيْ كِتَابِهِ ''الْمَصَابِيْحِ'' عَلَى اصْطِلَاحٍ خَاصٍّ لَهُ، وَهُوَ أَنَّهُ يَرْمُزُ إِلَى الْأَحَادِيْثِ الَّتِيْ فِي الصَّحِيْحَيْنِ أَوْ أَحَدِهِمَا بِقَوْلِهِ : ''صَحِيْحٌ'' وَإِلَى الْأَحَادِيْثِ الَّتِيْ فِي السُّنَنِ الْأَرْبَعَةِ

بِقَوْلِهٖ "حَسَنٌ" وَهُوَ اصْطِلَاحٌ لَا يَسْتَقِيْمُ مَعَ الْإِصْطِلَاحِ الْعَامِّ لَدَى الْمُحَدِّثِيْنَ، لِأَنَّ فِي السُّنَنِ الْأَرْبَعَةِ الصَّحِيْحَ وَالْحَسَنَ وَالضَّعِيْفَ وَالْمُنْكَرَ، لِذٰلِكَ نَبَّهَ ابْنُ الصَّلَاحِ وَالنَّوَوِيُّ عَلٰى ذٰلِكَ فَيَنْبَغِيْ عَلَى الْقَارِئِ فِيْ كِتَابِ "الْمَصَابِيْحِ" أَنْ يَكُوْنَ عَلٰى عِلْمٍ مِنِ اصْطِلَاحِ الْبَغَوِيِّ الْخَاصِّ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ عِنْدَ قَوْلِهٖ عَنِ الْأَحَادِيْثِ: "صَحِيْحٌ" أَوْ "حَسَنٌ".

ترجمہ امام بغویؒ کا مصابیح کی احادیث کو تقسیم کرنا: امام بغویؒ اپنی کتاب 'مصابیح' میں اپنی ایک خاص اصطلاح پر گامزن ہوئے ہیں، وہ یہ کہ آپ ان احادیث کی طرف جو صحیحین میں یا ان میں سے ایک میں موجود ہوں 'صحیح' کہہ کر اشارہ کرتے ہیں اور جو احادیث سنن اربعہ میں ہیں ان کی طرف 'حسن' کہہ کر اشارہ کرتے ہیں، یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جو محدثین کے ہاں مقبولِ عام اصطلاح کے مطابق نہیں، اس لیے کہ سنن اربعہ میں صحیح، حسن، ضعیف اور منکر حدیثیں (بھی) ہیں۔ اسی بناء ابن صلاحؒ اور امام نوویؒ نے اس پر تنبیہ کی ہے لہذا کتاب المصابیح کے قاری کو چاہیے کہ امام بغوی کی کتاب میں ان کی خاص اصطلاح کا علم رکھے جبکہ وہ احادیث کے متعلق صحیح یا حسن کہہ رہے ہوں۔

شرح :- محی السنۃ امام ابو محمد بغویؒ متوفی ۵۱۶ھ کی مذکورہ کتاب کا پورا نام 'مصابیح السنۃ' ہے جس میں آپ نے صحیحین، سنن اربعہ، سنن دارمی وغیرہ کتب کی احادیث کو یکجا کیا ہے پھر اس کو ابو عبداللہ خطیب تبریزیؒ متوفی ۷۳۷ھ نے مہذب کیا اور مزید احادیث کا اس میں اضافہ کیا اور کتاب کا نام 'مشکوۃ المصابیح' رکھا۔ امام بغویؒ نے اپنی مصابیح میں بالکل نئی اصطلاح قائم کرتے ہوئے صحیحین کی احادیث کو 'صحیح' سے تعبیر کیا اور سنن اربعہ کی تمام احادیث کو 'حسن' سے تعبیر کیا۔
گو رمز و اشارہ میں ہر مصنف آزاد ہے مگر اس اصطلاح سے قاری کو مغالطہ ہو سکتا ہے کیونکہ عام محدثین کی اصطلاح کی رُو سے سنن اربعہ میں ہر طرح کی احادیث موجود ہیں یعنی صحیح بھی، حسن بھی اور ضعیف بھی حتی کہ ابن ماجہؒ کے تو بعض رواۃ پر وضع کا بھی الزام لگایا گیا ہے پھر بھی انہیں حسن کہا جا رہا ہے۔ لہذا مطالعہ کرنے والا، بغویؒ کی اصطلاح سے محدثین کی اصطلاح نہ مراد لے لے، اسی لیے ابن صلاحؒ اور نوویؒ وغیرہ حضرات نے اس پر بطور خاص تنبیہ کی ہے۔

٨ - اَلْكُتُبُ الَّتِيْ مِنْ مَظِنَّاتِ الْحَسَنِ : لَمْ يُفْرِدِ الْعُلَمَاءُ كُتُبًا خَاصَّةً بِالْحَدِيْثِ الْحَسَنِ الْمُجَرَّدِ كَمَا أَفْرَدُوا الصَّحِيْحَ الْمُجَرَّدَ فِيْ كُتُبٍ مُسْتَقِلَّةٍ لٰكِنَّ هُنَاكَ كُتُباً يَكْثُرُ فِيْهَا وُجُوْدُ الْحَدِيْثِ الْحَسَنِ فَمِنْ أَشْهَرِ هٰذِهِ الْكُتُبِ :
(أ) جَامِعُ التِّرْمِذِيِّ : الْمَشْهُوْرُ بِـ "سُنَنِ التِّرْمِذِيِّ" فَهُوَ أَصْلٌ فِيْ مَعْرِفَةِ الْحَسَنِ، وَالتِّرْمِذِيُّ هُوَ الَّذِيْ شَهَرَهُ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ وَأَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِهِ. لٰكِنْ يَنْبَغِي التَّنَبُّهُ اِلٰى أَنَّ نُسَخَهُ تَخْتَلِفُ فِيْ قَوْلِهِ "حَسَنٌ صَحِيْحٌ" وَنَحْوِهِ فَعَلٰى طَالِبِ الْحَدِيْثِ الْعِنَايَةُ بِاخْتِيَارِ النُّسْخَةِ الْمُحَقَّقَةِ وَالْمُقَابَلَةِ عَلٰى أُصُوْلٍ مُعْتَمَدَةٍ .(ب) سُنَنُ أَبِيْ دَاوُدَ : فَقَدْ ذَكَرَ فِيْ رِسَالَتِهِ اِلٰى أَهْلِ مَكَّةَ : أَنَّهُ يَذْكُرُ فِيْهِ الصَّحِيْحَ وَمَا يُشْبِهُهُ وَيُقَارِبُهُ، وَمَا كَانَ فِيْهِ وَهَنٌ شَدِيْدٌ بَيَّنَهُ، وَمَا لَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ شَيْئاً فَهُوَ صَالِحٌ. فَبِنَاءً عَلٰى ذٰلِكَ اِذَا وَجَدْنَا فِيْهِ حَدِيْثاً لَمْ يُبَيِّنْ هُوَ ضُعْفَهُ، وَلَمْ يُصَحِّحْهُ أَحَدٌ مِنَ الْأَئِمَّةِ الْمُعْتَمَدِيْنَ فَهُوَ حَسَنٌ عِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ .(جـ) سُنَنُ الدَّارَقُطْنِيِّ : فَقَدْ نَصَّ الدَّارَقُطْنِيُّ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْهُ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ .

ترجمہ: وہ کتب جو حسن کے ملنے کے مواقع ہیں: علماء نے جس طرح خالص صحیح کو مستقل کتابوں میں الگ سے بیان کیا، اس طرح خالص حدیث حسن کے ساتھ مخصوص کتابیں نہیں لکھیں البتہ چند کتابیں ہیں جن میں حدیث حسن کثرت سے موجود ہے، چنانچہ ان میں سے چند مشہور ترین کتب یہ ہیں: (أ) جامع ترمذی: جو سنن ترمذی کے نام سے معروف ہے، یہ حسن کی پہچان کے لیے بنیاد ہے اور امام ترمذی ہی ہیں جنہوں نے اس کو اپنی کتاب کے ذریعے مشہور کیا اور اس کا بہت دفعہ ذکر کیا لیکن اس طرف توجہ کرنا ضروری ہے کہ سنن ترمذی کے نسخے ان کے ''حسن صحیح'' وغیرہ کہنے میں مختلف ہیں، لہذا حدیث کے طالب علم کو وہ نسخے تلاش کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے جن کی تحقیق کی جاچکی ہو اور انہیں قابل اعتماد اصول کے ساتھ ملایا جاچکا ہو۔ (ب) سنن ابوداود: چنانچہ انہوں نے اہل مکہ کے نام اپنے خط میں تحریر فرمایا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں صحیح، اس کے مشابہ اور اس سے قریب درجے کی حدیث ذکر کیا ہے اور جس میں شدید کمزوری تھی اس کی وضاحت کی ہے

اور جس کے متعلق کچھ ذکر نہیں کیا تو قابل قبول ہے۔اس بناء پر ہمیں جب مذکورہ کتاب میں ایسی حدیث ملے گی جس کا ضعیف انہوں نے بیان نہ کیا ہو اور کسی معتمد امام نے بھی اس کو صحیح قرار نہ دیا ہو تو وہ امام ابوداؤد کے نزدیک حسن ہوگی۔(ج) سنن دارقطنی: تحقیق اس کتاب میں دارقطنیؒ نے بہت سی حسن حدیثمہ ذکر کی ہیں۔

شرح:- صحیح احادیث کو جس طرح مستقل اور جدا تصنیف میں ذکر کرنے کا اہتمام ہوا ہے گو کہ اس طرح کا اہتمام حدیثِ حسن کے معاملہ میں نہیں ہوا، پھر بھی بہت ساری ایسی تصانیف موجود ہیں جن سے حدیث حسن کی تلاش میں آسانی مل سکتی ہے بالخصوص مندرجہ ذیل تین کتابیں حسن کی خصوصی مراجع سمجھی جاتی ہیں جو کہ یہ ہیں:

(۱) جامع ترمذی: جس کی شہرت عموماً سنن ترمذی کے نام سے ہو چکی ہے۔امام ترمذیؒ کی خصوصیت کہیے کہ وہ ہر حدیث کے متعلق جدا حکم تحریر کرتے ہیں، شاید ہی کوئی حدیث ایسی ہو جس کے متعلق انہوں نے کوئی حکم نہ لگایا ہو۔اس طرح انہوں نے صحیح، حسن، غریب، ضعف و منکر وغیرہ کئی اقسامِ حدیث اپنی مذکورہ کتاب میں درج فرمائی ہیں خصوصاً حسن درجے کی احادیث تو بکثرت تحریر فرمائی ہیں اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حدیث حسن کی شہرت کی وجہ امام ترمذی کی جامع و سنن ہی بنی ہے۔اس لیے جامع ترمذی حسن کی تلاش کا بہترین مرجع ہے۔اس سے بھرپور استفادہ ممکن ہے البتہ ایک امر ملحوظ رہنا ضروری ہے وہ یہ جامع ترمذی کے مختلف نسخوں میں ان کا قول مختلف پایا جاتا ہے یعنی کسی حدیث پر حسن وغیرہ کا حکم لگانے نسخے مختلف پائے جاتے ہیں، ان میں ایک ہی حکم نہیں۔لہذا حدیث کے طالب علم کو تصحیح شدہ نسخہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو الحمدللہ آج کل بآسانی دستیاب ہے۔

(۲) سنن ابوداؤد: احادیثِ حسن تلاش کرنے کا یہ بھی بہترین مرجع ہے کیونکہ اول مصنف کی غرض جو انہوں نے اس کتاب کی تصنیف میں مدنظر رکھی وہ فقہاء کرام کے ہاں مستدل احادیث کا ذخیرہ پیش کرنا تھا اور یہ واضح ہے کہ فقہاء کے اکثر مستدلات کا تعلق حسن سے ہے۔نیز امام ابوداؤدؒ اہلِ مکہ کے نام اپنے خط میں اس کی وضاحت بھی کر چکے ہیں کہ ان کی کتاب میں صحیح یا اس کے قریب

درجے کی احادیث ہیں اور جس حدیث میں کوئی علت تھی تو انہوں نے اس کو بیان کر دیا ہے اور اگر کسی حدیث پر کوئی تبصرہ نہ کیا ہو نہ اس کی علت بیان کی ہو تو وہ فقہاء کے ہاں مقبول احادیث میں سے ہوگی۔ اس سے پتہ چلا کہ آپ کی کتاب میں بھی حسن احادیث کا بکثرت وجود ہے۔ رہی بات علت والی حدیث تو امام ابوداؤد عموماً ایسی حدیثوں پر قال ابوداؤد کہہ کر تبصرہ کرتے ہیں جو اہلِ علم کے ہاں معروف ہے۔

(۳) سنن دار قطنیؒ: یہ کتاب بھی حسن احادیث تلاش کرنے کا موقعہ ہے جس میں ترمذی کی طرح صحیح، حسن، ضعف اور منکر احادیث کا ذخیرہ موجود ہے اور عموماً امام دار قطنیؒ ان احادیث کی وضاحت کر دیا کرتے ہیں۔

اَلصَّحِيْحُ لِغَيْرِهٖ

١ – تَعْرِيْفُهٗ : هُوَ الْحَسَنُ لِذَاتِهٖ اِذَا رُوِىَ مِنْ طَرِيْقٍ آخَرَ مِثْلِهٖ أَوْ أَقْوىٰ مِنْهُ، وَسُمِّيَ صَحِيْحاً لِغَيْرِهٖ لِأَنَّ الصِّحَّةَ لَمْ تَأْتِ مِنْ ذَاتِ السَّنَدِ، وَاِنَّمَا جَاءَ تْ مِنِ انْضِمَامِ غَيْرِهٖ لَهٗ. ٢ – مَرْتَبَتُهٗ : هُوَ أَعْلىٰ مَرْتَبَةً مِنَ الْحَسَنِ لِذَاتِهٖ وَدُوْنَ الصَّحِيْحِ لِذَاتِهٖ.
٣ – مِثَالُهٗ : حَدِيْثُ " مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلىٰ أُمَّتِىْ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ ". [ترمذی] قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ: "فَمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ مِنَ الْمَشْهُوْرِيْنَ بِالصِّدْقِ وَالصِّيَانَةِ لٰكِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْإِتْقَانِ حَتّٰى ضَعَّفَهٗ بَعْضُهُمْ مِنْ جِهَةِ سُوْءِ حِفْظِهٖ، وَوَثَّقَهٗ بَعْضُهُمْ لِصِدْقِهٖ وَجَلَالَتِهٖ، فَحَدِيْثُهٗ مِنْ هٰذِهِ الْجِهَةِ حَسَنٌ، فَلَمَّا انْضَمَّ اِلىٰ ذٰلِكَ كَوْنُهٗ رُوِىَ مِنْ أَوْجُهٍ أُخَرَ زَالَ بِذٰلِكَ مَا كُنَّا نَخْشَاهُ عَلَيْهِ مِنْ جِهَةِ سُوْءِ حِفْظِهٖ وَانْجَبَرَ بِهٖ ذٰلِكَ النَّقْصُ الْيَسِيْرُ، فَصَحَّ هٰذَا الْإِسْنَادُ وَالْتَحَقَ بِدَرَجَةِ الصَّحِيْحِ.

ترجمہ: صحیح لغیرہ۔ اس کی تعریف: وہ حسن لذاتہ ہے جب اسی کی مثل یا اس سے بھی اقویٰ

سند کے ذریعے منقول ہو جائے ،اس کا نام صحیح لغیرہ اس لیے رکھا گیا کہ صحت خود سند سے حاصل نہیں ہوئی بلکہ دوسری سند کے اس کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے حاصل ہوئی۔صحیح لغیرہ کا مرتبہ: یہ حسن لذاتہ سے مرتبہ میں بلند اور صحیح لذاتہ سے کم درجہ ہے۔

اس کی مثال:"حدیث محمد بن عمرو بواسطہ ابوسلمہ، وہ بواسطہ حضرت ابوہریرہؓ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اگر اپنی امت کے لیے مشقت کا باعث نہ لگتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دے دیتا"۔ابن صلاحؒ فرماتے ہیں: محمد بن عمرو بن علقمہ صدق و پرہیزگاری میں معروف لوگوں میں سے ہیں مگر وہ قوی حافظہ والوں میں سے نہیں تھے یہاں تک کہ بعض محدثین نے انہیں کمزور یادداشت کی وجہ سے ضعف قرار دیا اور بعض دوسروں نے ان کی سچائی اور شان کی بڑائی کے پیش نظر ثقہ کہا۔لہذا ان کی حدیث اس اعتبار سے حسن ہے، جب اس کے ساتھ دوسری سندوں سے مروی ہونا بھی پایا گیا تو اس کے ذریعے وہ ڈر زائل ہو گیا جو ہمیں ان کے اوپر کمزور یادداشت کی بناء پر تھا اور اس طریقے سے اس معمولی نقصان کا تدارک ہو گیا۔چنانچہ یہ اسناد صحیح ہو گئی اور صحیح کے درجے کو پہنچ گئی۔

شرح :- صحیح لغیرہ: لغوی اعتبار سے وہ چیز جو دوسرے کے سبب سے درست حالت میں موجود ہو اور اصطلاحِ محدثین میں وہ حدیثِ حسن لذاتہ جو دوسری سند سے مروی ہونے کی وجہ سے صحیح کہلائے یعنی اپنی ذات میں وہ حسن ہو لیکن دوسرے طرق سے مروی ہونے سے اسے تقویت ملے اور اس کا درجہ حسن سے بڑھ کر صحیح ہو جائے۔اس کا رتبہ واضح ہے کہ صحیح لذاتہ کے برابر تو نہیں اس لیے کہ وہ بذاتہ صحیح ہے لیکن حسن لذاتہ سے بہتر ہے کیونکہ اسے سندوں کی کثرت کی وجہ سے جو قوت مل چکی ہے وہ حسن کو حاصل نہیں۔اس کی مثال محمد بن عمرو بن علقمہ کے واسطے سے منقول حضرت ابوہریرہؓ کی مذکورہ بالا حدیث ہے جس کا تعلق مسواک سے ہے اور بہت ہی مشہور حدیث ہے۔

اس حدیث کی مختلف سندیں ہیں لیکن خاص محمد بن عمرو والی سند کو دیکھیں تو وہ حسن لذاتہ ہے اس لیے کہ محمد بن عمرو تقویٰ، دیانت اور سچائی سے متصف ہونے کے باوجود اس طرح ضبط و اتقان نہیں رکھتے جو ایک صحیح حدیث کے راوی کے اندر مطلوب ہے، اس لیے یادداشت کی کمی کی

وجہ سے متن یا سند میں کمی بیشی کا خوف لاحق تھا مگر جب دوسری سندیں اور متن اس کی تائید میں منقول ہوئے تو وہ ڈر اور خوف زائل ہو گیا اور حدیث کا رتبہ حسن لذاتہ سے بڑھ کر صحیح تک پہنچ گیا۔ اسی بناء پر اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

صحیح لغیرہ کا حکم اس کے مرتبے سے واضح ہے یعنی اس سے استدلال کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہے، البتہ معارضہ کے وقت صحیح لذاتہ اس سے بہتر ہوگا۔

اَلْحَسَنُ لِغَيْرِهٖ

١ – تَعْرِيْفُهٗ : هُوَ الضَّعِيْفُ اِذَا تَعَدَّدَتْ طُرُقُهٗ وَلَمْ يَكُنْ سَبَبُ ضُعْفِهٖ فِسْقَ الرَّاوِيْ أَوْ كَذِبَهٗ .يُسْتَفَادُ مِنْ هٰذَا التَّعْرِيْفِ أَنَّ الضَّعِيْفَ يَرْتَقِيْ اِلىٰ دَرَجَةِ الْحَسَنِ لِغَيْرِهٖ بِأَمْرَيْنِ هُمَا :(أ) أَنْ يُرْوىٰ مِنْ طَرِيْقٍ آخَرَ فَأَكْثَرَ عَلىٰ أَنْ يَكُوْنَ الطَّرِيْقُ الْآخَرُ مِثْلَهٗ أَوْ أَقْوىٰ مِنْهُ .(ب) أَنْ يَكُوْنَ سَبَبُ ضُعْفِ الْحَدِيْثِ اِمَّا سُوْءَ حِفْظِ رَاوِيْهِ أَوِ انْقِطَاعاً فِيْ سَنَدِهٖ أَوْ جَهَالَةً فِيْ رِجَالِهٖ . ٢ – مَرْتَبَتُهٗ : اَلْحَسَنُ لِغَيْرِهٖ أَدْنىٰ مَرْتَبَةً مِنَ الْحَسَنِ لِذَاتِهٖ. وَيَنْبَغِيْ عَلىٰ ذٰلِكَ أَنَّهٗ لَوْ تَعَارَضَ الْحَسَنُ لِذَاتِهٖ مَعَ الْحَسَنِ لِغَيْرِهٖ قُدِّمَ الْحَسَنُ لِذَاتِهٖ . ٣ – حُكْمُهٗ : هُوَ مِنَ الْمَقْبُوْلِ الَّذِيْ يُحْتَجُّ بِهٖ .

ترجمہ: حسن لغیرہ۔ اس کی تعریف: یہ ضعیف ہی ہے جب اس کی سندیں متعدد ہوں اور اس کے ضعیف کا سبب راوی کا فسق یا جھوٹ بولنا نہ ہو۔ تعریفِ مذکور سے یہ حاصل ہوا کہ ضعیف دو امور سے حسن لغیرہ کے درجے تک پہنچتا ہے: (أ) اس کا دوسری ایک یا اس سے زیادہ سندوں سے مروی ہونا بشرطیکہ دوسری سند اسی کی طرح یا اس سے زیادہ قوی ہو۔ (ب) حدیث کے ضعیف کا سبب یا تو راوی کی یادداشت کمزور ہونا ہو یا سند میں انقطاع یا رواۃ کا مجہول ہونا ہو۔ اس کا مرتبہ: حسن لغیرہ مرتبے میں حسن لذاتہ سے کم درجہ ہے۔ اس بناء پر مناسب یہ ہے کہ اگر حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ کے درمیان تعارض ہو تو حسن لذاتہ کو مقدم رکھا جائے۔ اس کا حکم: یہ اس مقبول حدیث کی قسم سے ہے جس سے حجت پیش کی جاتی ہے۔

شرح:- یہاں سے حسن کی دوسری قسم کا بیان ہو رہا ہے جس کا نام حسن لغیرہ ہے۔ اس کی تعریف کی جاتی ہے کہ حسن لغیرہ وہ ضعیف حدیث ہے جس کی سندیں ایک سے زیادہ ہو جائیں بشرطیکہ کوئی راوی فاسق یا کاذب نہ ہو۔ اس کے اندر دو امر ملحوظ ہیں: (۱) اسی جیسی یا اس سے اعلیٰ سند کے ساتھ مروی ہونا۔ (۲) حدیث کا ضعیف راویوں کے فاسق یا کاذب ہونے کی وجہ سے نہ ہو یعنی راویوں کا کسی واضح گناہ میں مبتلا ہونا یا جھوٹ کہنا معلوم نہ ہو بلکہ حدیث اس وجہ سے ضعف کہلاتی ہو کہ چونکہ راوی کی یادداشت کمزور ہے یا سند کے درمیان سے کوئی راوی محذوف ہو چکا ہے یا بعض راوی مجہول ہیں اور ان تمام باتوں کا تدارک دوسری سند کے ذریعے کیا گیا ہو۔ اسی وجہ سے اس کا حسن ذاتی نہیں کہلاتا بلکہ دوسری سندوں کا مرہون ہے۔

اس بیان سے واضح ہو چکا کہ اس کا رتبہ حسن لذاتہ کے بعد ہے کیونکہ اس کا حسن ذاتی ہے اور ضبط کے علاوہ باقی تمام صفات کامل اور سند میں اتصال وغیرہ بھی بتمامہ حاصل ہے جبکہ حسن لغیرہ میں یہ باتیں مکمل طور پر حاصل نہیں ہوتیں بلکہ کافی نقص رہ جاتا ہے جس کی تلافی دوسری سند کے ذریعے کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ کا کسی مقام پر تعارض پیش آجائے تو حسن لذاتہ کو ہی ترجیح دینا مناسب ہوگا۔

حسن لغیرہ کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا درست ہے۔

٤ – مِثَالُهُ : "مَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَه مِنْ طَرِيْقِ شُعْبَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِيْ فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلىٰ نَعْلَيْن، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : أَرَضِيْتِ مِنْ نَفْسِكِ وَمَالِكِ بِنَعْلَيْنِ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ، فَأَجَازَ".
قَالَ التِّرْمِذِيُّ : "وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَأَبِيْ حَدْرَدٍ". فَعَاصِمٌ ضَعِيْفٌ لِسُوْءِ حِفْظِهِ، وَقَدْ حَسَّنَ لَهُ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ لِمَجِيْئِهِ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ .

ترجمه: اس کی مثال: "وہ حدیث جس کو امام ترمذی نے نقل کیا اور حسن کہا، بواسطہ شعبہ اور بواسطہ عاصم بن عبید اللہ، وہ بواسطہ عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ کے اور وہ اپنے والد سے کہ بنو فزارہ کی ایک عورت نے (بطور مہر) دو جوتیوں کے بدلے شادی قبول کر لی تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

کیا تو اپنی جان اور مال کے بدلے دو جوتیوں پر راضی ہو گئی؟ اس نے کہا: جی ہاں، تو آپ نے اس نکاح کو جائز قرار دیا"۔ امام ترمذی نے فرمایا: "اس باب میں حضرت عمرؓ، ابو ہریرہؓ، عائشہؓ اور ابو حدردؓ سے بھی مروی ہے"۔ اب عاصم اپنی کمزور یادداشت کی بناء پر ضعف ہیں اور امام ترمذی نے ان کی اس حدیث کو اس وجہ سے حسن کہا کہ حدیث دوسری سندوں سے بھی وارد ہے۔

شرح:- اوپر بیان ہو چکا کہ حسن لغیرہ دراصل ضعف حدیث ہوتی ہے جو دوسری سند سے بھی مروی ہوتی ہے، اس کی مثال امام ترمذی کی مذکورہ بالا حدیث ہے جس کی سند میں عاصم بن عبید اللہ نامی راوی ضعف ہے اور اس کی وجہ فسق یا کذب نہیں بلکہ سوءِ حفظ ہے اور اس کا تدارک دوسری سندوں سے ورود کے ساتھ ہو چکا ہو لہذا حدیث حسن لغیرہ بن گئی۔

خَبَرُ الْآحَادِ الْمَقْبُوْلُ الْمُحْتَفُّ بِالْقَرَائِنِ

١ - تَوْطِئَةٌ : وَفِيْ خِتَامِ أَقْسَامِ الْمَقْبُوْلِ أَبْحَثُ الْمَقْبُوْلَ الْمُحْتَفَّ بِالْقَرَائِنِ، وَالْمُرَادُ بِالْمُحْتَفِّ بِالْقَرَائِنِ أَيِ الَّذِىْ أَحَاطَ وَاقْتَرَنَ بِهٖ مِنَ الْأُمُوْرِ الزَّائِدَةِ عَلٰى مَا يَتَطَلَّبُهُ الْمَقْبُوْلُ مِنَ الشُّرُوْطِ .وَهٰذِهِ الْأُمُوْرُ الزَّائِدَةُ الَّتِىْ تَقْتَرِنُ بِالْخَبَرِ الْمَقْبُوْلِ تَزِيْدُهٗ قُوَّةً وَتَجْعَلُ لَهٗ مِيْزَةً عَلٰى غَيْرِهٖ مِنَ الْأَخْبَارِ الْمَقْبُوْلَةِ الْأُخْرَى الْخَالِيَةِ عَنْ تِلْكَ الْأُمُوْرِ الزَّائِدَةِ، وَتُرَجِّحُهٗ عَلَيْهَا.

ترجمہ: وہ مقبول خبر آحاد جو قرائن پر مشتمل ہو۔ تمہید: مقبول کی قسمیں ختم کرتے وقت میں قرائن پر مشتمل مقبول حدیث سے بحث کروں گا۔ قرائن پر مشتمل سے مراد وہ حدیث ہے جس نے مقبول کے لیے مطلوبہ شرائط سے زائد اُمور کا احاطہ کیا ہو اور وہ اس کے ساتھ مل گئے ہوں۔ یہ زائد امور جو خبر مقبول کے ساتھ مل جاتے ہیں، اُس میں قوت بڑھاتے ہیں اور ان زائد امور سے خالی دیگر مقبول احادیث کے مقابلہ میں اس حدیث کو امتیاز بخشتے ہیں اور ان پر اسے راجح کر دیتے ہیں۔

شرح:- خبر مقبول کی ایک قسم وہ بھی ہے جو مقبول ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ مزید اوصاف کی حامل ہوتی ہے جس کا فائدہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کئی مقبول احادیث اکٹھی ہوں اور ان کے

درمیان تعارض پیدا ہوجائے تو پھران اوصاف کی بدولت خبرِ مقبول کو دوسری احادیث پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ان زائد اوصاف کا تعلق قبولیت کے لیے مطلوب شرائط سے نہیں ہوتا بلکہ ان کے علاوہ ایسے قرائن اور علامات سے ہوتا ہے جن سے حدیث کی شان بڑھ رہی ہوتی ہے اور دوسری احادیث سے وہ ممتاز ہوجاتی ہے۔اس قسم کو اصطلاح میں ''محتف بالقرائن'' کہتے ہیں۔احتفاف کے معنی ہیں احاطہ کرنا، گھیرنا اور قرائن، قرینہ کی جمع ہے بمعنی علامت ونشانی اور دلیل۔

٢ – أَنْوَاعُهُ : اَلْخَبَرُ الْمُحْتَفُّ بِالْقَرَائِنِ أَنْوَاعٌ، أَشْهَرُهَا :(أ) مَا أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ فِيْ صَحِيْحَيْهِمَا مِمَّا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ الْمُتَوَاتِرِ، فَقَدِ احْتَفَّ بِهِ قَرَائِنُ مِنْهَا : ١ ...... جَلَالَتُهُمَا فِيْ هٰذَا الشَّأْنِ. ٢ ...... تَقَدُّمُهُمَا فِيْ تَمْيِيْزِ الصَّحِيْحِ عَلٰى غَيْرِهِمَا . ٣ ......تَلَقِّي الْعُلَمَاءِ لِكِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُوْلِ، وَهٰذَا التَّلَقِّيْ وَحْدَهُ أَقْوٰى فِيْ إِفَادَةِ الْعِلْمِ مِنْ مُجَرَّدِ كَثْرَةِ الطُّرُقِ الْقَاصِرَةِ عَنِ التَّوَاتُرِ.

ترجمہ: اس کی اقسام: خبر محتف بالقرائن کی چند قسمیں ہیں، ان میں سے زیادہ معروف یہ ہیں: (أ) شیخین نے جن احادیث کو اپنی صحیحین میں ذکر کیا جو متواتر کی حد کو نہ پہنچی ہوں، ان کے ساتھ چند قرائن ملے ہوئے ہیں، ان میں سے یہ بھی ہیں: (۱) اس فن میں شیخین کی عظمت (۲) صحیح کو غیر صحیح سے جدا کرنے میں ان دونوں کی برتری (۳) علماء کا ان کی کتابوں کو قبولیت کے ساتھ لے لینا۔اور صرف قبول کرلینا ہی علم کا فائدہ پہنچانے میں تواتر کی حد سے کوتاہ سندوں کی کثرت سے زیادہ مضبوط دلیل ہے۔

شرح:- خبر محتف کی مشہور اقسام تین ہیں جن کی تفصیل یہ ہیں: (۱) پہلی قسم وہ احادیث جو حد تواتر کو نہ پہنچی ہوں مگر شیخین نے انہیں روایت کی ہو۔اس قسم کی افضلیت کا ایک قرینہ یہ ہے کہ شیخین اس فن کے جیسے القدر اور قابل ترین امام ہیں۔دوسرا قرینہ یہ ہے کہ شیخین کو صحیح احادیث کی تمیز کا ملکہ دوسروں بڑھ کر حاصل تھا۔تیسرا قرینہ علماء کا ان کی کتابوں کو قبول کرنا ہے۔امت اور علماءِ امت کے ہاں قبولیت ہی سب سے بڑی ترجیح کی وجہ ہے کیونکہ اصل تو امت کا تسلیم کرنا ہے اور جب تک تواتر کی حد تک نہ پہنچے امت کا قبول کرنا حدیث کی اصحیت کی علامت ہے اور یہ شان صحیحین کی احادیث

کی ہے کہ امت نے انہیں قبول کرلیا ہے۔ان قرائن وعلامات کی بناء پر وہ صحیح وغیر متواتر احادیث جو صحیحین میں موجود ہیں، ان صحیح احادیث سے بڑھ کر ہیں جو دوسری کتابوں میں ہیں۔

(ب) اَلْمَشْهُوْرُ اِذَا كَانَتْ لَهٗ طُرُقٌ مُتَبَايِنَةٌ سَالِمَةٌ كُلُّهَا مِنْ ضُعْفِ الرُّوَاةِ وَالْعِلَلِ .

(جـ) اَلْخَبَرُ الْمُسَلْسَلُ بِالْأَئِمَّةِ الْحُفَّاظِ الْمُتْقِنِيْنَ حَيْثُ لَا يَكُوْنُ غَرِيْباً :

كَالْحَدِيْثِ الَّذِیْ يَرْوِيْهِ الْإِمَامُ أَحْمَدُ عَنِ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ وَيَرْوِيْهِ الشَّافِعِيُّ عَنِ الْإِمَامِ مَالِكٍ وَيُشَارِكُ الْإِمَامَ أَحْمَدَ غَيْرُهٗ فِی الرِّوَايَةِ عَنِ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ، وَيُشَارِكُ الْإِمَامَ الشَّافِعِيَّ كَذٰلِكَ غَيْرُهٗ فِی الرِّوَايَةِ عَنِ الْإِمَامِ مَالِكٍ.

٣ - حُكْمُهٗ : هُوَ أَرْجَحُ مِنْ أَيِّ خَبَرٍ مَقْبُوْلٍ مِنْ أَخْبَارِ الْآحَادِ، فَلَوْ تَعَارَضَ الْخَبَرُ الْمُحْتَفُّ بِالْقَرَائِنِ مَعَ غَيْرِهٖ مِنَ الْأَخْبَارِ الْمَقْبُوْلَةِ قُدِّمَ الْخَبَرُ الْمُحْتَفُّ بِالْقَرَائِنِ .

ترجمہ: (ب) مشہور جب اس کے کئی متفرق اور ضعفِ رواۃ وعلل سے محفوظ طرق حاصل ہوجائیں۔(ج) وہ حدیث جس کی سند اہلِ اتقان حافظینِ حدیث اماموں کے ذریعے مسلسل ہو جبکہ وہ غریب نہ ہو: جلیل وہ حدیث جسے امام احمدؒ بواسطہ امام شافعیؒ روایت کریں، امام شافعیؒ بواسطہ امام مالکؒ روایت کریں، اور امام شافعیؒ سے روایت میں امام احمدؒ کے ساتھ دوسرے بھی شریک ہوجائیں، اسی طرح امام مالکؒ سے روایت میں امام شافعیؒ کے ساتھ دوسرے بھی شریک ہوجائیں۔اس کا حکم: یہ اخبارِ آحاد میں سے کسی بھی خبر مقبول سے راجح ہے اس لیے اگر خبر محتف بالقرائن کا دوسری مقبول اخبار کے ساتھ تعارض ہوجائے تو خبر محتف بالقرائن کو مقدم کیا جائے گا۔

شرح:- خبر محتف بالقرائن کی دوسری قسم (ب) وہ مشہور حدیث ہے جس کی مختلف سندیں ہوں اور ان کے رواۃ ضعیف سے محفوظ ہوں اور متن میں بھی علت نہ ہو۔صحیحین کے بعد دوسرا درجہ انہی احادیث کا ہے کیونکہ ایک تو یہ مشہور ہیں دوسرا رواۃ قابل اعتماد اور متون محفوظ ہیں۔اس لیے اس قسم کو بھی ترجیح ہوگی۔تیسری قسم (ج) وہ حدیثِ مسلسل ہے جو مشہور بھی نہ ہو اور غریب بھی نہ ہو لیکن اس کے رواۃ بڑے درجے کے کامل الضبط حافظِ حدیث اماموں سے پُر اور مسلسل ہو۔اس میں دو قرائن ہیں: ایک تو بڑے اماموں کا مسلسل روایت کرنا، دوسرا غرابتِ سند کا نہ ہونا۔

اس کی مثال جلیل امام احمدؒ ایک حدیث امام شافعیؒ سے سنیں اور وہ امام مالکؒ سے سنیں، اس طرح تین بڑے امام ایک دوسرے سے نقل کرنے والے ہوئے پھر یہ کہ امام مالکؒ سے صرف امام شافعیؒ روایت کرنے والے نہ ہوں بلکہ اس حدیث میں امام مالکؒ کے دوسرے شاگرد بھی ان کے ساتھ شریک ہوں، اس کے بعد امام شافعیؒ سے صرف امام احمدؒ راوی نہ ہوں بلکہ اس میں اور لوگ بھی شامل ہوں، اس طرح حدیث غریب نہیں کہلائے گی۔ تو ایسی مسلسل بالائمہ حدیثِ مشہور بھی دوسری ان احادیث سے راجح ہوگی جو اس صفت کی حامل نہ ہوں اور پہلی دو قسموں میں سے بھی نہ ہوں۔

جب ترجیح کی اتنی ساری وجوہات جمع ہوں تو خبر محتف بالقرائن کی فضیلت و برتری میں کس کو شک؟ لہذا جب بھی کئی مقبول اخبار جمع ہوں اور باہمی تعارض ہو تو اس خبر مقبول کو ترجیح دیں گے جس کے ساتھ قرائن بھی موجود ہوں مثلاً وہ مذکورہ بالا تین اقسام میں سے ہو۔

اَلْمَبْحَثُ الثَّانِيْ : تَقْسِيْمُ الْخَبَرِ الْمَقْبُوْلِ اِلىٰ مَعْمُوْلٍ بِهٖ وَغَيْرِ مَعْمُوْلٍ بِهٖ

يَنْقَسِمُ الْخَبَرُ الْمَقْبُوْلُ اِلىٰ قِسْمَيْنِ مَعْمُوْلٍ بِهٖ وَغَيْرِ مَعْمُوْلٍ بِهٖ، وَيَنْبَثِقُ عَنْ ذٰلِكَ نَوْعَانِ مِنْ اَنْوَاعِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ وَهُمَا : "الْمُحْكَمُ وَمُخْتَلِفُ الْحَدِيْثِ" وَ "النَّاسِخُ وَالْمَنْسُوْخُ".

ترجمہ: بحث دوم: خبر مقبول کی معمول بہ و غیر معمول بہ میں تقسیم۔ خبر مقبول دو قسموں کی طرف تقسیم ہوتی ہے جو کہ معمول بہ اور غیر معمول بہ ہیں، اور اس تقسیم سے علوم حدیث کی انواع میں سے دو نوع حاصل ہوتی ہیں اور وہ یہ ہیں: محکم و مختلف الحدیث اور ناسخ و منسوخ۔

شرح:- یہاں سے خبر مقبول کی وہ تقسیم بیان ہو رہی ہے جو اس پر عمل کرنے سے متعلق ہے۔ یعنی اس لحاظ سے تقسیم ہے کہ کونسی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے جس کو معمول بہ کہتے ہیں اور کونسی حدیث پر عمل نہیں کیا جاتا جس کو غیر معمول بہ کہتے ہیں۔ حقیقی طور پر اس تقسیم کے اقسام معمول بہ و غیر معمول بہ کے نام سے موسوم نہیں ہیں بلکہ دراصل عمل کرنے یا نہ کرنے کی بنیاد پر جو قسمیں حاصل ہو رہی

ہیں جن کے مشہور نام محکم ومختلف الحدیث اور ناسخ ومنسوخ ہیں، انہی میں سے بعض کا حکم عمل کرنا ہے اور بعض کا حکم عمل نہ کرنا ہے۔

اَلْمُحْكَمُ وَمُخْتَلِفُ الْحَدِيْثِ

١ – تَعْرِيْفُ الْمُحْكَمِ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ " أَحْكَمَ " بِمَعْنىٰ أَتْقَنَ .(ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ الْحَدِيْثُ الْمَقْبُوْلُ الَّذِىْ سَلِمَ مِنْ مُعَارَضَةِ مِثْلِهٖ .وَاَكْثَرُ الْأَحَادِيْثِ مِنْ هٰذَا النَّوْعِ، وَأَمَّا الْأَحَادِيْثُ الْمُتَعَارِضَةُ الْمُخْتَلِفَةُ فَهِىَ قَلِيْلَةٌ بِالنِّسْبَةِ لِمَجْمُوْعِ الْأَحَادِيْثِ .٢ – تَعْرِيْفُ مُخْتَلِفِ الْحَدِيْثِ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمُ فَاعِلٍ مِنَ "الْاِخْتِلَافِ" ضِدِّ الْاِتِّفَاقِ، وَمَعْنىٰ مُخْتَلِفِ الْحَدِيْثِ أَىِ الْأَحَادِيْثُ الَّتِىْ تَصِلُنَا وَيُخَالِفُ بَعْضُهَا بَعْضاً فِى الْمَعْنىٰ، أَىْ يَتَضَادَّانِ فِى الْمَعْنىٰ .(ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ الْحَدِيْثُ الْمَقْبُوْلُ الْمُعَارَضُ بِمِثْلِهٖ مَعَ اِمْكَانِ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا .أَىْ هُوَ الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ أَوِ الْحَسَنُ الَّذِىْ يَجِیْءُ حَدِيْثٌ آخَرُ مِثْلُهٗ فِى الْمَرْتَبَةِ وَالْقُوَّةِ وَيُنَاقِضُهٗ فِى الْمَعْنىٰ ظَاهِراً، وَيُمْكِنُ لِأُولِى الْعِلْمِ وَالْفَهْمِ الثَّاقِبِ أَنْ يَجْمَعُوْا بَيْنَ مَدْلُوْلَيْهِمَا بِشَكْلٍ مَقْبُوْلٍ .

ترجمه: محکم ومختلف الحدیث: محکم کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ "أَحْكَمَ" (بمعنی مضبوط کیا) سے اسم مفعول ہے۔ (ب) اصطلاحی اعتبار سے: وہ حدیث مقبول جو اپنی جیسی حدیث کے تعارض سے محفوظ ہو۔ اکثر احادیث اسی قسم سے متعلق ہیں اور جہاں تک باہم متعارض مختلف احادیث کا تعلق ہے تو وہ احادیث کے مجموعے کو دیکھتے ہوئے کم ہیں۔ مختلف الحدیث: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ اختلاف سے اسم فاعل ہے جو اتفاق کا ضد ہے اور مختلف الحدیث سے مراد وہ احادیث ہیں جو ہمیں موصول ہوں اور معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے کی مخالف ہوں یعنی متضاد معنی والی ہوں۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ حدیث مقبول جس کا مقابلہ اسی طرح (کے مرتبہ کی) حدیث کے ساتھ ہو درانحالیکہ ان کو اکٹھا کرنا ممکن ہو۔ یعنی وہ صحیح یا حسن حدیث کہ دوسری اسی

رُتبہ وقوت والی حدیث وارد ہو اور بظاہر معنی میں اس کی مخالفت کرے اور اہل علم وفہم کے لیے قابل قبول طریقے سے ان دونوں کی مدلولات کو اکٹھا کرنا ممکن ہو۔

شرح:- محکم کی تعریف یہ ہے کہ یہ لغوی اعتبار سے الاِحْکام مصدر کا اسم مفعول ہے جس کے معنی مضبوط و مستحکم کرنے کے آتے ہیں اور اصطلاحی اعتبار سے وہ حدیث کہلاتی ہے جس کے مقابل اس جیسی حدیث نہ ہو یعنی یا تو بالکل ہی مخالفت سے محفوظ ہو یا پھر اگر مخالف حدیث ہو بھی تو اس درجے کی نہ ہو بلکہ صحت کے اعتبار سے اس سے کم درجے کی ہو۔ اس کو محکم اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ مخالفت وتضاد سے محفوظ ہونے کے باعث یہ معنوی طور پر مستحکم اور مضبوط ہوتی ہے۔ احادیث کی اکثریت اسی قسم سے تعلق رکھتی ہیں کہ وہ تعارض سے محفوظ ہیں مثلاً حدیث ''بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلیٰ خَمْسٍ ......الحدیث'' اور جو احادیث بظاہر متعارض کہلاتی ہیں وہ تعداد میں بہت کم ہیں۔

مختلف الحدیث، یہ الاِخْتِلَاف مصدر کا اسم فاعل ہے جو کہ اتفاق کا ضد ہے اور مختلف الحدیث سے مراد وہ حدیث ہوتی ہے جس کے مقابل اسی درجے کی حدیث موجود ہو لیکن ان دونوں کے درمیان تطبیق کرنا ممکن ہو۔ اس میں دو باتیں ضروری ہیں: (۱) متعارض حدیثیں قوت ومرتبہ میں ایک درجے کی ہوں۔ (۲) ان میں مقبول انداز سے مناسبت پیدا کرنا ممکن ہو، اور امکان سے مراد اہل علم کے نزدیک ممکن ہونا ہے نہ کہ عوام کے نزدیک۔ اگر یہ دونوں باتیں ہوں تو پھر ایسی احادیث کو مختلف الحدیث کا نام دیا جائے گا۔

> ۳ – مِثَالُ الْمُخْتَلِفِ : (أ) حَدِيْثُ " لَا عَدْوىٰ وَلَا طِيَرَةَ ...... " الَّذِىْ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ مَعَ (ب) حَدِيْثِ " فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ " الَّذِىْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.
> فَهٰذَانِ حَدِيْثَانِ صَحِيْحَانِ، ظَاهِرُهُمَا التَّعَارُضُ لِأَنَّ الْأَوَّلَ يَنْفِي الْعَدْوىٰ، وَالثَّانِيْ يُثْبِتُهَا وَقَدْ جَمَعَ الْعُلَمَاءُ بَيْنَهُمَا وَوَفَّقُوْا بَيْنَ مَعْنَاهُمَا عَلىٰ وُجُوْهٍ مُتَعَدِّدَةٍ، أَذْكُرُ هُنَا مَا اخْتَارَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرَ، وَمُفَادُهُ مَا يَلِيْ :

ترجمہ: مختلف کی مثال: (أ) حدیث " لَا عَدْوىٰ وَلَا طِيَرَةَ ...... " (نہ بیماری کا متعدی ہونا ہے نہ بدفالی لینا) جس کو امام مسلم نے ذکر کیا ہے (ب) حدیث " فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ

مِـنَ الأَسَـدِ" (کوڑھی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو) جس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے، کے ساتھ۔ یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں، ان کی ظاہری حالت باہم متعارض ہونا ہے اس لیے کہ پہلی حدیث تعدی کی نفی کر رہی ہے جبکہ دوسری حدیث اس کو ثابت کر رہی، اور علماء نے ان کے درمیان تطبیق کی ہے اور ان کے معانی کے درمیان متعدد طریقوں سے موافقت پیدا کر دی ہے، میں یہاں پر وہی ذکر کروں گا جسے حافظ ابن حجرؒ نے پسند کیا، اور اس کا حاصل یہ ہے۔

شرح :- مختلف الحدیث کی مثال دو حدیثوں سے پیش ہے جن کے معانی ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں چنانچہ پہلی حدیث " لَا عَـدْوىٰ وَلَا طِيَـرَةَ ...... " ہے جس کے مطابق ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور دوسری حدیث " فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الأَسَدِ " ہے جس کے مطابق کوڑھی شخص سے بھاگنا چاہیے، کہیں اس کی بیماری تمہیں نہ لگ جائے، اس سے بیماری لگنے کا اثبات ہو رہا ہے۔ نفی اور اثبات تعارض ہی ہے لیکن ایسا تعارض ہے جس کو حل کرنا ممکن ہے اور علماء نے یہ خدمت انجام دی ہے، انہوں نے دونوں حدیثوں کے درمیان مختلف انداز سے مطابقت پیدا کر دی ہے جس کے بعد ان دونوں کے مطابق عمل کرنا ممکن ہے۔ یہ طریقے اگرچہ بہت ہیں لیکن یہاں پر ایک مقبول طریقے کا ذکر ہوگا جس کو شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے اختیار کیا ہے۔

٤ - كَيْفِيَّةُ الْجَمْعِ : وَكَيْفِيَّةُ الْجَمْعِ بَيْنَ هٰذَيْنِ الْحَدِيْثَيْنِ أَنْ يُقَالَ : اِنَّ الْعَدْوٰى مَنْفِيَّةٌ وَغَيْرُ ثَابِتَةٍ بِدَلِيْلِ قَوْلِهِ ﷺ :" لَا يُعْدِيْ شَيْءٌ شَيْئاً " وَقَوْلُهُ ﷺ لِمَنْ عَارَضَهُ بِأَنَّ الْبَعِيْرَ الْأَجْرَبَ يَكُوْنُ بَيْنَ الْإِبِلِ الصَّحِيْحَةِ فَيُخَالِطُهَا فَتَجْرَبُ : "فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟ " [ترمذی] يَعْنِيْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ اِبْتَدَأَ ذٰلِكَ الْمَرَضَ فِي الثَّانِيْ كَمَا ابْتَدَأَ فِي الْأَوَّلِ، وَأَمَّا الْأَمْرُ بِالْفِرَارِ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فَمِنْ بَابِ سَدِّ الذَّرَائِعِ أَيْ لِئَلَّا يَتَّفِقَ لِلشَّخْصِ الَّذِيْ يُخَالِطُ ذٰلِكَ الْمَجْذُوْمَ حُصُوْلُ شَيْءٍ لَهُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَضِ بِتَقْدِيْرِ اللّٰهِ تَعَالىٰ اِبْتِدَاءً لَا بِالْعَدْوَى الْمَنْفِيَةِ، فَيَظُنُّ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ بِسَبَبِ مُخَالَطَتِهِ لَهُ، فَيَعْتَقِدُ صِحَّةَ الْعَدْوٰى، فَيَقَعُ فِي الْإِثْمِ، فَأَمَرَ بِتَجَنُّبِ الْمَجْذُوْمِ دَفْعاً لِلْوُقُوْعِ فِيْ هٰذَا الْإِعْتِقَادِ الَّذِيْ يُسَبِّبُ الْوُقُوْعَ فِي الْإِثْمِ.

ترجمہ: جمع کرنے کی کیفیت: ان دو حدیثوں کے درمیان جمع کرنے کی کیفیت یہ ہے کہ یوں کہا جائے: بیماری کا انتقال منفی اور غیر ثابت ہے اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے ''ایک چیز دوسری چیز کو منتقل نہیں کرتی'' اور آپ ﷺ کا اس شخص کو جس نے یہ اشکال کیا کہ خارشی اونٹ تندرست اونٹوں کے درمیان ہوتا ہے، ان کے ساتھ رہتا ہے تو وہ بھی خارشی ہو جاتے ہیں، یہ فرمانے کی وجہ سے کہ ''پھر پہلے کو کس نے منتقل کیا''۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے دوسرے اونٹ میں اسی طرح ابتداءً بیماری ڈالی جس طرح پہلے اونٹ میں ڈالی تھی، رہا کوڑھی سے بھاگنے کا حکم تو وہ سدِ ذرائع کے قبیل سے ہے یعنی اس لیے کہ کہیں اس شخص کو بھی جو کوڑھی کے ساتھ رہتا ہو، اتفاقی طور پر اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس مرض کا کچھ حصہ ابتداءً لاحق نہ ہو جائے نہ کہ اس تعدی کی وجہ سے جس کی نفی کی گئی، پھر وہ شخص یہ گمان کرے گا کہ بیماری اس کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ہوئی ہے، وہ تعدی کے ثابت ہونے کا اعتقاد رکھے گا اور گناہ میں پڑ جائے گا، پس آپ نے کوڑھی سے دور رہنے کا حکم اس اعتقاد میں پڑنے سے روکنے کی خاطر دیا جو گناہ میں واقع ہونے کا سبب بنتا ہے۔

مثال:- مذکورہ بالا دو احادیث میں تطبیق پیدا کرنے کی دو مقبول صورتیں ہیں جن میں سے ایک کو مصنف نے اختیار کیا، وہ یہ کہ پہلی حدیث اپنی ظاہر پر محمول ہے یعنی تعدیٔ امراض منفی ہے اور کوئی مرض کسی کو منتقل نہیں ہوتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ کسی کا مرض دوسرے کو منتقل نہیں ہوتا تو ایک صحابی نے ازراہِ استفہام یہ سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم دیکھتے ہیں کہ ایک خارشی اونٹ کو جب تندرست اونٹوں کے درمیان چھوڑ دیا جاتا ہے تو کچھ دن بعد وہ بھی خارشی ہو جاتے ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ دوسرے کو مرض پہلے اونٹ سے منتقل ہوا ہوگا؟ اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اچھا یہ بتاؤ پھر پہلے اونٹ کو مرض کس سے منتقل ہوا؟'' یعنی جس ذات نے پہلی دفعہ اُس اونٹ کو بیمار کیا اسی نے بغیر اس سے منتقل کیے بیماری دوسرے میں لگا دی نہ یہ کہ اُس کی بیماری اِس کو لگ گئی۔ لہٰذا ایسا اعتقاد رکھنا باطل ہے، اور دوسری حدیث سدِ ذرائع کے طور پر وارد ہے یعنی اس وجہ سے کہ کہیں مریض کے ساتھ اختلاط کے بعد اس کو بھی مرض لاحق ہو جائے جس کا لاحق ہونا خالصتاً اللہ کے فیصلے کی بناء پر ہوگا نہ کہ مرض کے

متعدی ہونے کی بناء پر لیکن یہ شخص اس سے یہ اثر لے گا کہ مریض کے ساتھ رہنے کی بناء پر ایسا ہوا ہے تو اس قسم کا عقیدہ رکھنے کی بناء پر وہ شدید گناہ میں مبتلا ہوگا۔ لہذا اس گناہ سے عامۃ الخلق کو بچانے اور دور رکھنے کی غرض سے مریض کے ساتھ اختلاط سے منع فرمایا گیا، اسی کو سدِّ ذرائع کہا جاتا ہے کہ کسی فساد سے بچنے کے لیے کسی جائز کام سے منع کر دینا۔

دوسری تطبیق یہ ہے کہ پہلی حدیث میں بذاتہ متعدی ہونے کی نفی ہے اور دوسری حدیث میں فرار کا حکم اختلاط کے بیماری کا سبب بننے کی بناء پر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

٥ – مَاذَا يَجِبُ عَلىٰ مَنْ وَجَدَ حَدِيْثَيْنِ مُتَعَارِضَيْنِ مَقْبُوْلَيْنِ ؟ عَلَيْهِ أَنْ يَتَّبِعَ الْمَرَاحِلَ الْآتِيَةَ :(أ) إِذَا أَمْكَنَ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا : تَعَيَّنَ الْجَمْعُ، وَوَجَبَ الْعَمَلُ بِهِمَا.(ب) إِذَا لَمْ يُمْكِنِ الْجَمْعُ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ : ١...... فَإِنْ عُلِمَ أَحَدُهُمَا نَاسِخاً : قَدَّمْنَاهُ وَعَمِلْنَا بِهٖ، وَتَرَكْنَا الْمَنْسُوْخَ . ٢...... وَإِنْ لَمْ يُعْلَمْ ذٰلِكَ : رَجَّحْنَا أَحَدَهُمَا عَلَى الْآخَرِ بِوَجْهٍ مِنْ وُجُوْهِ التَّرْجِيْحِ الَّتِيْ تَبْلُغُ خَمْسِيْنَ وَجْهاً أَوْ أَكْثَرَ، ثُمَّ عَمِلْنَا بِالرَّاجِحِ . ٣...... وَإِنْ لَمْ يَتَرَجَّحْ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ ــ وَهُوَ نَادِرٌ ــ تَوَقَّفْنَا عَنِ الْعَمَلِ بِهِمَا حَتّٰى يَظْهَرَ لَنَا مُرَجِّحٌ.

۵ ترجمہ جس شخص کو دو مقبول و متعارض حدیثیں ملیں، اس کے ذمے کیا لازم ہے؟ اس کے ذمے مندرجہ ذیل مراحل کا اتباع واجب ہے: (أ) جب احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو: تو جمع کرنا متعین ہے اور دونوں پر عمل واجب ہے۔ (ب) جب کسی بھی طریقے سے جمع کرنا ممکن نہ ہو تو (۱) اگر ان میں سے ایک کا ناسخ ہونا معلوم ہو جائے: تو ہم اسی کو مقدم رکھیں گے اور اس پر عمل کریں گے اور منسوخ کو چھوڑ دیں گے۔ (۲) اور اگر یہ معلوم نہ ہو: تو ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح کی ان صورتوں میں سے جو پچاس یا اس سے زیادہ بنتی ہیں، کسی صورت کے ساتھ ترجیح دیں گے اور راجح پر عمل کریں گے۔ (۳) اور اگر ایک، دوسرے سے راجح نہ ہو سکے جو کہ بہت کم ہے، تو ہم ان دونوں پر عمل کرنے سے رُک جائیں گے جب تک ہمارے سامنے کوئی باعثِ ترجیح ظاہر نہ ہو۔

شـ ر :- جب کسی شخص کے سامنے کسی مسئلے میں دو حدیثیں باہم متعارض پیش ہوں تو اس کے لیے عمل کرنے کے واسطے چند مراحل ہیں: پہلا مرحلہ یہ ہے کہ جب احادیث کے درمیان تطبیق اور موافقت کرنا ممکن ہو تو ایسا کرنا ہی لازم ہے، اسے چاہیے کہ مطابقت پیدا کر کے دونوں پر عمل کرے۔(ب) اگر تطبیق کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو اس کے تین احکامات ہیں:

(۱) اگر ایک حدیث کا دوسری کے لیے ناسخ ہونا معلوم ہو جائے تو ناسخ پر عمل کرنا واجب ہے اور منسوخ پر عمل نہیں ہوگا۔ ناسخ و منسوخ کی بحث آگے آ رہی ہے۔

(۲) اگر نسخ کا علم نہ ہو تو ترجیح کی صورتوں میں سے کسی صورت کے ساتھ ایک حدیث کو دوسری پر راجح قرار دیں گے پھر راجح پر عمل کریں گے اور مرجوح غیر معمول بہ بن جائے گی۔ جیسے ایک حدیث میں ہے کہ مس ذکر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ ذکر بمنزلہ ناک ہے یعنی جیسے ناک کو چھونا ناقضِ وضو نہیں ہے تو مس ذکر بھی ناقض نہیں۔ احناف و دیگر حضرات نے دوسری حدیث کو ترجیح دی۔ ترجیح کی پچاس سے زائد وجوہات ہیں جن کا حاصل مندرجہ ذیل ہے:
(الف) راوی کی صفات سے ترجیح۔(ب) تحملِ حدیث کی بناء پر ترجیح۔(ج) روایت کی کیفیت دیکھ کر ترجیح۔(د) احادیث کے وقتِ ورود کے اندازے سے ترجیح۔(ہ) الفاظِ حدیث کی بناء پر ترجیح۔

(۳) اگر کسی بھی حدیث کو دوسری پر ترجیح نہ دے سکیں تو جب کوئی مرجح سمجھ میں نہ آئیں تو دونوں کے متعلق توقف کیا جائے گا اور ظاہر پر عمل ساقط ہو جائے گا۔

٦ – أَهَمِّيَّتُهُ وَمَنْ يَكْمُلُ لَهُ: هٰذَا الْفَنُّ مِنْ أَهَمِّ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ إِذْ يُضْطَرُّ إِلىٰ مَعْرِفَتِهِ جَمِيْعُ الْعُلَمَاءِ، وَإِنَّمَا يَكْمُلُ لَهُ وَيَمْهُرُ فِيْهِ الْأَئِمَّةُ الْجَامِعُوْنَ بَيْنَ الْحَدِيْثِ وَالْفِقْهِ وَالْأُصُوْلِيُّوْنَ الْغَوَّاصُوْنَ عَلَى الْمَعَانِي الدَّقِيْقَةِ، وَهٰؤُلَاءِ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يُشْكِلُ عَلَيْهِمْ مِنْهُ إِلَّا النَّادِرُ. وَتَعَارُضُ الْأَدِلَّةِ قَدْ شَغَلَ الْعُلَمَاءَ وَفِيْهِ ظَهَرَتْ مَوْهِبَتُهُمْ وَدِقَّةُ فَهْمِهِمْ وَحُسْنُ اخْتِيَارِهِمْ كَمَا زَلَّتْ فِيْهِ أَقْدَامُ مَنْ خَاضَ غِمَارَهُ مِنْ بَعْضِ الْمُتَطَفِّلِيْنَ عَلىٰ مَوَائِدِ الْعُلَمَاءِ.

ترجمہ اس کی اہمیت اور اس میں مہارت رکھنے والے: یہ فن علوم حدیث کے اہم فنون میں سے ہے اس لیے کہ اس کی پہچان کی تمام علماء کو ضرورت پڑتی ہے اور اس میں کمال اور مہارت وہ اٹین رکھتے ہیں جو حدیث وفقہ کے جامع ہوتے ہیں اور وہ اصولیین رکھتے ہیں جو باریک معانی کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اس قسم میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی مگر بہت کم ہی۔ دلائل کے تعارض نے علماء کو مشغول رکھا ہے اور اسی میں ان کی قابلیت اور باریک سمجھ اور حسن اختیار ظاہر ہوا جیسا کہ اس بارے میں ان بعض علماء کے دستر خوان پر طفیلی بن کر سمٹنے والے لوگوں کے قدم پھسلے ہیں جو اس کی گہرائی میں گھسنا چاہتے تھے۔

شرح:- بلا شبہ متعارض حدیثوں کے درمیان تطبیق کرنا انتہائی مشکل فن ہے اور ہر شخص کو اس میں مہارت نہیں ہوتی، اس کے لیے حدیث وفقہ کی جامعیت اور اصول فقہ میں عبور حاصل ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر اگر محض اہلِ علم کی چند باتیں معلوم کرکے احادیث میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تو قدم پھسلنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اسی فن میں علماء کی صلاحیتیں اور مہارتوں کا ظہور ہوا ہے اور بڑے بڑے اماموں نے اس میں اپنے کمالِ علم کے مطابق گفتگو کی ہے اور کئی کتابیں لکھی ہیں، چند کتابوں کا تذکرہ آگے آئے گا۔

۷ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ :(أ) اِخْتِلَافُ الْحَدِيْثِ : لِلْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ تَكَلَّمَ وَصَنَّفَ فِيْهِ .(ب) تَأْوِيْلُ مُخْتَلِفِ الْحَدِيْثِ : لِابْنِ قُتَيْبَةَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ .(جـ) مُشْكِلُ الْآثَارِ : لِلطَّحَاوِيِّ أَبِيْ جَعْفَرَ أَحْمَدَ بْنِ سَلَامَةَ .

ترجمہ: اس میں مشہور ترین تصنیفات: (أ) اختلاف الحدیث: یہ امام شافعیؒ کی تصنیف ہے اور آپ ہی نے سب سے پہلے اس میں گفتگو کی اور تصنیف کی۔ (ب) تاویل مختلف الحدیث: یہ عبداللہ بن مسلم المعروف بہ ابن قتیبہؒ کی تصنیف ہے۔ (ج) مشکل الآثار: یہ ابوجعفر احمد بن سلامہ طحاویؒ کی تصنیف ہے۔

شرح:- مختلف الحدیث میں سب سے پہلے امام شافعیؒ نے ''اختلاف الحدیث'' کے نام سے کتاب لکھی، اس میں مختلف متعارض احادیث کے درمیان تطبیق پیدا فرمائی اور جمع بین الحدیثین کی

مثال قائم فرمائی، لیکن یہ کتاب درحقیقت آپ کی دوسری تصنیف ''کتاب الام'' کا ایک حصہ ہے جسے آپ نے جمع بین الحدیثین کی وضاحت کے لیے تحریر فرمایا۔ بعدازاں عبداللہ بن مسلم بن قتیبہؒ متوفی ۲۷۶ھ نے اس فن پر ''تاویل مختلف الحدیث'' کے نام سے کتاب تحریر فرمائی لیکن اس کتاب میں بعض نامقبول تاویلات بھی ہیں اور یہ مختصر کتاب ہے۔

چوتھی صدی ہجری میں فقہ حنفی کے امام، احمد بن محمد بن سلامہ طحاویؒ متوفی ۳۲۱ھ نے ''مشکل الأخبار ومعانی الآثار'' کے نام سے لاجواب کتاب تحریر فرمائی اور خود ہی اس کی شرح بھی فرمائی جو پاک وہند کی دینی درس گاہوں میں داخل نصاب ہے۔ امام طحاویؒ نے مصر، یمن، بصرہ، کوفہ، حجاز، شام، خراسان اور مغرب کے بیشتر مشائخ سے حدیث حاصل کی تھی۔ ہر مسلک کے اہل علم آپ سے استفادہ کے لیے مصر آتے تھے اور آپ کی علمی جامعیت سے حیرت زدہ رہ جاتے تھے۔ اسی طرح ابن خزیمہؒ کو بھی جمع بین الحدیثین کی مہارت حاصل تھی۔

نَاسِخُ الْحَدِيْثِ وَمَنْسُوْخُهُ

١ – تَعْرِيْفُ النَّسْخِ : (أ) لُغَةً : لَـهُ مَعْنِيَانِ : اَلْإِزَالَةُ، وَمِنْهُ نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ أَيْ اَزَالَتْهُ، وَالنَّقْلُ وَمِنْهُ نَسَخْتُ الْكِتَابَ إِذَا نَقَلْتَ مَا فِيْهِ فَكَأَنَّ النَّاسِخَ قَدْ أَزَالَ الْمَنْسُوْخَ أَوْ نَقَلَهُ إِلىٰ حُكْمٍ آخَرَ. (ب) اِصْطِلَاحاً : رَفْعُ الشَّارِعِ حُكْماً مِنْهُ مُتَقَدِّماً بِحُكْمٍ مِنْهُ مُتَأَخِّرٍ.

ترجمہ ناسخ ومنسوخ حدیث: نسخ کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے اس کے دو معانی ہیں: ہٹانا، اسی سے کہا جاتا ہے نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ یعنی سورج نے سایہ کو ہٹایا، اور منتقل کرنا، اسی سے کہا جاتا ہے: نَسَخْتُ الْكِتَابَ جب آپ کتاب میں موجود باتیں منتقل کریں۔ گویا ناسخ نے منسوخ کو ہٹایا ہے یا اسے دوسرے حکم کی طرف منتقل کیا ہے۔ (ب) اصطلاحی اعتبار سے: شارع کا اپنے پہلے حکم کو بعد والے حکم کے ذریعے اٹھالینا۔

شرح :- نسخ باب فتح کا مصدر ہے، لغت میں اس کے دو معانی آتے ہیں: ایک ''ہٹانا، زائل

کرنا'' جیسے نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ (سورج نے یعنی دھوپ نے سایے کو ہٹایا) اور دوسرے ''منتقل کرنا'' جیسے نَسَخْتُ الْكِتَابَ (میں نے کتاب کی باتیں منتقل کیں اور دوسری جگہ لکھیں)،
اصطلاح میں نسخ کے معنی شارع یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنے سابقہ حکم کو مابعد حکم کے ساتھ ختم کر دینا۔ پہلا حکم منسوخ اور دوسرا ناسخ کہلائے گا۔ شارع مجازاً حضور اکرم ﷺ کو بھی کہتے ہیں۔

٢ – أَهَمِّيَّتُهُ وَصُعُوبَتُهُ وَأَشْهَرُ الْمُبْرِزِيْنَ فِيْهِ : مَعْرِفَةُ نَاسِخِ الْحَدِيْثِ مِنْ مَنْسُوْخِهِ فَنٌّ مُهِمٌّ صَعْبٌ فَقَدْ قَالَ الزُّهْرِيُّ : " أَعْيَا الْفُقَهَاءَ وَأَعْجَزَهُمْ أَنْ يَعْرِفُوْا نَاسِخَ الْحَدِيْثِ مِنْ مَنْسُوْخِهِ ". وَأَشْهَرُ الْمُبْرِزِيْنَ فِيْهِ هُوَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ فَقَدْ كَانَتْ لَهُ فِيْهِ الْيَدُ الطُّوْلٰى وَالسَّابِقَةُ الْأُوْلٰى . قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ لِابْنِ وَارَةَ – وَقَدْ قَدِمَ مِنْ مِصْرَ – كَتَبْتَ كُتُبَ الشَّافِعِيِّ ؟ قَالَ : لَا، قَالَ : فَرَّطْتَ مَا عَلِمْنَا الْمُجْمَلَ مِنَ الْمُفَسَّرِ وَلَا نَاسِخَ الْحَدِيْثِ مِنْ مَنْسُوْخِهِ حَتّٰى جَالَسْنَا الشَّافِعِيَّ .

ترجمہ اس کی اہمیت اور دشواری اور اس میں مشہور باکمال شخصیات: ناسخ اور منسوخ حدیث کو پہچاننا اہم اور مشکل فن ہے، چنانچہ زہریؒ نے فرمایا: ناسخ و منسوخ حدیث کی معرفت (یعنی ان میں تمیز کی محنت) نے فقہاء کو درماندہ و عاجز کر دیا۔ اس فن کے سب سے مشہور ماہر امام شافعیؒ ہیں کیونکہ آپ کو اس میں کامل دسترس اور بڑی سبقت حاصل رہی۔ امام احمدؒ نے ابن وارہ سے جب وہ مصر سے واپس آئے تھے، پوچھا: آپ نے امام شافعیؒ کی کتابیں لکھ لی ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے کہا: تم نے حق تلفی کی، ہم نے اس وقت تک مجمل و مفسر اور ناسخ و منسوخ حدیثوں میں فرق نہیں پہچانا جب تک امام شافعیؒ کی مجلس میں نہیں بیٹھے۔

شرح :- ناسخ و منسوخ کا علم بہت مشکل ہونے کے ساتھ اہم ترین بھی ہے کیونکہ اس پر اکثر احکام کا دارومدار ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء اس کی پہچان میں سرگرداں رہے اور اسی میں مصروفِ کار ہوئے، اس لیے کہ منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں اور ناسخ کی پہچان ہر کسی کی بس کی بات نہیں۔ حضرت حذیفہؓ سے کسی نے فتویٰ حاصل کرنا چاہا تو انہوں نے فرمایا: فتویٰ تو اسے دینا چاہیے جسے ناسخ و منسوخ کا علم ہو۔ امام زہریؒ کا قول ہے کہ ناسخ و منسوخ کی تمیز نے فقہاء کو عاجز کر دیا۔ اس

کے باوجود اثین اس میں مہارت رکھتے تھے۔امام شافعیؒ اس فن کی نمایاں شخصیت ہیں جنہیں کامل دسترس حاصل تھی۔امام احمدؒ نے ابن وارہ کو اسی بناء پر تنبیہ فرمائی کہ جب امام شافعیؒ کی کتابیں تم نے حاصل نہیں کیں تو ناسخ ومنسوخ اور مجمل ومفسر کو کیسے پہچانو گے؟۔اسی طرح امام ابوحنیفہؒ بڑی شدّت کے ساتھ ناسخ اور منسوخ احادیث کی تحقیق فرماتے تھے،کوفہ جو اس زمانہ میں علم کا گھر کہلاتا تھا' اس میں جتنے محدثین تھے،سب کی احادیث کو جمع فرمایا تھا اور جب کوئی باہر سے محدث آتے تو شاگردوں کو حکم فرماتے کہ ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو جو اپنے پاس نہ ہو تو اس کی تحقیق کرو۔

٣ – بِمَ يُعْرَفُ النَّاسِخُ مِنَ الْمَنْسُوْخِ ؟ يُعْرَفُ نَاسِخُ الْحَدِيْثِ مِنْ مَنْسُوْخِهِ بِأَحَدِ هٰذِهِ الْأُمُوْرِ :(أ) بِتَصْرِيْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : كَحَدِيْثِ بُرَيْدَةَؓ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ : " كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ".(ب) بِقَوْلِ صَحَابِيٍّ : كَقَوْلِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِؓ : "كَانَ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَرْكُ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ "أَخْرَجَهُ أَصْحَابُ السُّنَنِ.(جـ) بِمَعْرِفَةِ التَّارِيْخِ : كَحَدِيْثِ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ " أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ" [أبوداود] بِحَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِمٌ ". [مسلم] فَقَدْ جَاءَ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ حَدِيْثِ شَدَّادٍؓ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ زَمَنَ الْفَتْحِ، وَأَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ صَحِبَهُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ . (د) بِدَلَالَةِ الْإِجْمَاعِ : كَحَدِيْثِ " مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ ". [أبوداود والترمذی] قَالَ النَّوَوِيُّ: "دَلَّ الْإِجْمَاعُ عَلٰى نَسْخِهِ ". وَالْإِجْمَاعُ لَا يَنْسَخُ وَلَايُنْسَخُ وَلٰكِنْ يَدُلُّ عَلٰى نَاسِخٍ .

ترجمہ ناسخ ومنسوخ میں تمیز کس طرح ہوتی ہے؟ ناسخ حدیث کو منسوخ حدیث سے الگ مندرجہ ذیل امور میں سے کسی کے ساتھ کیا جاتا ہے: (أ) رسول اللہ ﷺ کے واضح ارشاد کے ساتھ جیسے مسلم میں حضرت بریدؓ کی حدیث ہے"میں نے تمہیں قبور کی زیارت سے منع کیا تھا سو اب ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں"۔(ب) کسی صحابی کے قول کے ساتھ جیسے حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو نہ

کرتا تھا۔ سنن اربعہ کے مصنفین نے اس حدیث کو روایت کیا۔ (ج) تاریخ جاننے کے ساتھ جیسے حضرت شداد بن اوسؓ کی حدیث کہ "پچھنے لگانے والے اور جس کے پچھنے لگائے گئے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا" حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کہ "نبی کریم ﷺ نے بحالت احرام وروزہ پچھنے لگوائے" کے ساتھ۔ چنانچہ حضرت شدادؓ کی حدیث کے بعض طرق میں آیا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے وقت پیش آیا اور یقیناً ابن عباسؓ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ (د) اجماع کی دلالت کے ساتھ جیسے حدیث "جس نے شراب پی اسے کوڑے لگاؤ، اگر چوتھی بار پیے تو اس کو مار ڈالو"، امام نوویؒ نے کہا: اجماع سے اس کا منسوخ ہونا معلوم ہوا، اور اجماع نہ ناسخ بن سکتا ہے نہ منسوخ مگر کسی ناسخ کو بتلا سکتا ہے۔

شرح:- ناسخ ومنسوخ کے معلوم کرنے کے چار طریقے معروف ہیں: (۱) خود حدیث میں ہی اس کا بیان آجائے مثلاً آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا مگر اب زیارت کرلیا کرو کیونکہ اس سے آخرت یاد آتی ہے"۔ اس حدیث میں سابقہ حکم جو کہ زیارت کا ممنوع ہونا تھا، کے منسوخ ہوجانے کی صراحت ہے۔

(۲) صحابی کے قول سے پتہ چل جائے مثلاً ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کرنے کا حکم دیا چنانچہ اہل ظواہر کے نزدیک وضو لازم ہے۔ مگر ائمہ اربعہ کے نزدیک آگ پر پکی چیز کھالینے سے وضو لازم نہیں، کیونکہ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کا آخری عمل آگ والی چیز کھا کر وضو نہ بنانا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضو بنانے سے متعلق حدیث منسوخ ہوچکی۔ یہ صحابی کے قول سے معلوم ہوا۔

(۳) دونوں حدیثیں متقدم ومتاخر ہوں اور ہر ایک کی تاریخ معلوم ہوجائے جیسے حضرت شدادؓ کی حدیث جس کے مطابق آنحضرت ﷺ نے پچھنے لگانے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم فرمایا اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث جس کے مطابق آنحضرت ﷺ نے خود روزے اور احرام کی حالت میں پچھنے لگوائے۔ تمام طرق جمع کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرت شدادؓ کی حدیث فتح مکہ کے موقعہ پر ہے جو کہ ۸ھ میں ہوئی اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے نبی کریم ﷺ کو حالت احرام

میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر دیکھا۔ حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ میں ہے لہذا حدیثِ شدادؓ متقدم اور حدیثِ ابن عباسؓ متاخر ہے پس حکم لگانا آسان ہوا کہ حدیثِ شدادؓ منسوخ اور حدیث ابن عباسؓ اس کے لیے ناسخ ہے۔

(۴) اجماع امت کے ذریعےعلم ہوجائے جیسے حدیث میں ہے کہ جو کوڑے لگتے رہنے کے باوجود چوتھی بار شراب پیئے اسے قتل کر دیا جائے مگر اجماع امت ہے کہ شرابی کی حد کوڑے لگانا ہی ہے اگرچہ چوتھی دفعہ بھی پیئے۔ صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد والوں کا شرابی کے عدمِ قتل پر اجماع مذکورہ بالا حدیث کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ خلافِ نص اجماع منعقد نہیں ہوتا جب تک وہ منسوخ نہ ہو۔ البتہ اس میں ایک بات یہ ہے کہ خود حدیث میں بھی نبی کریم ﷺ سے اس کے بعد شرابی کو چوتھی بار قتل نہ کرنا منقول ہے۔ لہذا یہ اجماع کی صرئی مثال نہیں۔

ناسخ کے لیے شرط ہے کہ وہ منسوخ سے قوی ہو یا اس کے ہم رتبہ۔ اجماع کا رتبہ کتاب وسنت کے بعد ہے کیونکہ وہ دونوں اجماع کے مآخذ ہیں لہذا اجماع، کتاب وسنت کے لیے ناسخ نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس بات پر دلالت کر سکتا ہے کہ کتاب وسنت کا یہ حکم، دوسرے کسی حکم سے منسوخ ہے۔

٤ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ :(أ) اَلْاِعْتِبَارُ فِي النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخُ مِنَ الْآثَارِ لِأَبِيْ بَكْرِ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسَى الْحَازِمِيِّ .(ب) اَلنَّاسِخُ وَالْمَنْسُوْخُ لِلْاِمَامِ أَحْمَدَ .
(جـ) تَجْرِيْدُ الْأَحَادِيْثِ الْمَنْسُوْخَةِ لِابْنِ الْجَوْزِيِّ .

ترجمہ: اس فن میں مشہور ترین تصانیف: (أ) الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار: یہ ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمیؒ کی تصنیف ہے۔ (ب) الناسخ والمنسوخ: یہ امام احمدؒ کی تصنیف ہے۔ (ج) تجرید الأحادیث المنسوخۃ: یہ ابن جوزیؒ کی تصنیف ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ : اَلْخَبَرُ الْمَرْدُوْدُ

۔ اَلْمَبْحَثُ الْاَوَّلُ : الضَّعِيْفُ ۔ اَلْمَبْحَثُ الثَّانِي : الْمَرْدُوْدُ بِسَبَبِ سَقْطٍ مِنَ الْاِسْنَادِ ۔ اَلْمَبْحَثُ الثَّالِثُ : الْمَرْدُوْدُ بِسَبَبِ طَعْنٍ فِي الرَّاوِيْ.

ترجمہ فصل ثالث: خبر مردود کا بیان ۔ بحث اول: ضعیف ۔ بحث دوم: سقوطِ سند کے باعث مردود ۔ بحث سوم: راوی پر جرح کے باعث مردود۔

شرح :- الباب الاول کی فصل اول کے اخیر میں خبر آحاد کی دو قسموں کا بیان گزرا تھا ایک کا نام خبر مقبول اور دوسری کا نام خبر مردود تھا۔ خبر مقبول کے بیان سے فراغت پا کر اب خبر مردود کی تفصیل بیان کی جارہی ہے۔

اَلْخَبَرُ الْمَرْدُوْدُ وَأَسْبَابُ رَدِّهٖ

۱ - تَعْرِيْفُهٗ : هُوَ الَّذِیْ لَمْ يَتَرَجَّحْ صِدْقُ الْمُخْبِرِ بِهٖ . وَذٰلِكَ بِفَقْدِ شَرْطٍ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ شُرُوْطِ الْقَبُوْلِ الَّتِیْ مَرَّتْ بِنَا فِیْ بَحْثِ الصَّحِيْحِ . ۲ - أَقْسَامُهٗ وَأَسْبَابُ رَدِّهٖ : لَقَدْ قَسَمَ الْعُلَمَاءُ الْخَبَرَ الْمَرْدُوْدَ اِلٰى أَقْسَامٍ كَثِيْرَةٍ ، وَأَطْلَقُوْا عَلٰى كَثِيْرٍ مِنْ تِلْكَ الْأَقْسَامِ أَسْمَاءً خَاصَّةً بِهَا، وَمِنْهَا مَا لَمْ يُطْلِقُوْا عَلَيْهَا اسْماً خَاصًّا بِهَا بَلْ سَمَّوْهَا بِاسْمٍ عَامٍّ هُوَ " الضَّعِيْفُ ". أَمَّا أَسْبَابُ رَدِّ الْحَدِيْثِ فَكَثِيْرَةٌ، لٰكِنَّهَا تَرْجِعُ بِالْجُمْلَةِ اِلٰى أَحَدِ سَبَبَيْنِ رَئِيْسَيْنِ هُمَا :(أ) سَقْطٌ مِنَ الْاِسْنَادِ . (ب) طَعْنٌ فِي الرَّاوِیْ . وَتَحْتَ كُلٍّ مِنْ هٰذَيْنِ السَّبَبَيْنِ أَنْوَاعٌ مُتَعَدِّدَةٌ، سَأَتَكَلَّمُ عَنْهَا بِأَبْحَاثٍ مُسْتَقِلَّةٍ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى مُبْتَدِئاً بِبَحْثِ "الضَّعِيْفِ" الَّذِیْ يُعْتَبَرُ هُوَ الْاِسْمُ الْعَامُّ لِنَوْعِ الْمَرْدُوْدِ.

ترجمہ خبر مردود اور اس کے ردّ کے اسباب ۔ اس کی تعریف: یہ وہ حدیث ہے جس میں اس کے خبر دینے والے کی سچائی غالب نہ ہو، اور ایسا قبول کی شرائط میں سے جن کا ذکر ہم صحیح کی بحث میں کر چکے ہیں، ایک یا ایک سے زیادہ شرطوں کے نہ پائے جانے کی بناء ہوتا ہے۔ اس کی قسمیں اور رد کیے جانے کے اسباب: تحقیق علماء نے خبر مردود کی بہت سی قسمیں مقرر کی ہیں اور ان میں سے کئی قسموں

پر انہی کے ساتھ مخصوص ناموں کا اطلاق کیا ہے، اور ان میں کچھ ایسی قسمیں بھی ہیں جن پر انہوں نے خاص نام کا اطلاق نہیں کیا بلکہ اس کا ایک عام نام یعنی ضعیف مقرر کیا ہے۔ جہاں تک حدیث کے مردود ہونے کے اسباب کا تعلق ہے تو وہ زیادہ ہیں مگر مجموعی طور پر ان سب کا حاصل دو بنیادی اسباب ہیں، وہ یہ ہیں: (أ) اسناد کے کسی حصہ میں سقوط۔ (ب) راوی پر جرح۔ ان میں سے ہر سبب کے تحت کئی اقسام ہیں، میں مستقل ابحاث کے ذریعے ان کے متعلق گفتگو کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ، ابتداء ضعیف کی بحث سے کروں گا جو کہ نوعِ مردود کا ایک عام نام فرض کیا جاتا ہے۔

تشریح :- یہاں سے خبر مردود کی تعریف اور اس کے بعد اس کے مردود اور غیر مقبول ہونے کے اسباب پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔ خبر مردود اس خبر کو کہتے ہیں جس کے خبر دینے والے کی سچائی اس کے کذب کے احتمال سے راجح نہ ہو، اس کو مردود اس لیے کہتے ہیں کہ انسان ایسی خبر سن کر اسے واپس کر دیتا ہے یعنی قبول نہیں کرتا۔ سچائی راجح نہ ہونے کی لکذ قبولیت کی شرائط کا مفقود ہونا ہے، یا تو اکثر شرائط مفقود ہوں گی یا پھر بعض شرطیں نہیں پائی جائیں گی جس کی لکذ سے خبر مردود ہو جائے گی۔ خبر مردود کی بہت قسمیں ہیں۔

چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک اس کی اقسام ۴۲ ہیں، بعض دوسرے حضرات کے نزدیک ۶۳ ہیں لکھا علامہ مناویؒ کے نزدیک اس کی اقسام ۱۲۹ ہیں۔ ان میں سے بہت سی قسمیں تو ایسی ہیں کہ علماء نے ان کا ایک خاص نام تجویز کیا ہوا ہے مثلاً واضعِ حدیث کی حدیث کو ''موضوع'' کہتے ہیں اور متہم با ب کی حدیث کو ''متروک'' کہتے ہیں لیکن بعض قسمیں ایسی بھی ہیں جن کا خاص نام نہیں جیسے فاسق اور بدعتی کی حدیث کا الگ سے کوئی نام مقرر نہیں بلکہ انہیں مشترکہ طور ایک ہی نام سے یاد کیا جاتا ہے مثلاً ضعیف کہہ دیا کرتے ہیں۔

اَلْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : الضَّعِيفُ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : ضِدُّ الْقَوِيِّ، وَالضُّعْفُ حِسِّيٌّ وَمَعْنَوِيٌّ، وَالْمُرَادُ بِهِ هُنَا الضُّعْفُ الْمَعْنَوِيُّ . (ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ مَا لَمْ يَجْمَعْ صِفَةَ الْحَسَنِ بِفَقْدِ شَرْطٍ مِنْ

شُرُوْطِهٖ . قَالَ الْبَيْقُوْنِيُّ فِيْ مَنْظُوْمَتِهٖ :

وَكُلُّ مَا عَنْ رُتْبَةِ الْحُسْنِ قَصُرْ فَهُوَ الضَّعِيْفُ وَهْوَ أَقْسَامٌ كُثُرْ

ترجمہ بحث اول: ضعیف۔اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ قوی کا ضد ہے اور ضعف حسی بھی ہوتا ہے اور معنوی بھی۔ یہاں پر اس سے مراد ضعفِ معنوی ہے۔ (ب) اصطلاحی اعتبار سے: وہ حدیث جس میں حسن کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے حسن کی صفت جمع نہ ہو سکے۔ بیقوہم نے اپنی منظومہ میں کہا ہے: اور جو بھی حسن کے رتبے سے قاصر ہے وہ ضعیف ہے اور اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔

شرح:- ضعیف کے لغوی معنی کمزور کے آتے ہیں، یہ صفت مشبہ ہے اور قوی کا ضد ہے۔ ضعف دو طرح پر ہے: ایک ضعف حسی یعنی جسمانی طور پر کوئی چیز کمزور ہو جائے اور دوسرے ضعف معنوی یعنی حساً اس کی کمزوری معلوم نہ کی جا سکے کیونکہ اس چیز کا تعلق جسم سے نہیں ہوگا بلکہ وہ معنی کے قبیل سے ہوگا جیسے کسی کے کلام کا مضبوط یا کمزور ہونا۔ یہ حسی ضعف نہیں جسے مشاہدہ کیا جائے۔ احادیث کا ضعف بھی معنوی ہے۔ ضعیف کے اصطلاحی معنی: وہ حدیث جس کے اندر حسن کی کوئی شرط مفقود ہو یعنی حسن ہونے کی جو شرائط مقرر ہیں ان میں سے اکثر شرطیں یا ان میں سے ایک شرط نہ پائی جائے۔ بیقوہم ؒ نے اپنے اشعار میں اسی کے متعلق کہا ہے کہ جو حدیث حسن کے درجے تک نہ پہنچ سکے وہ ضعیف ہے اور اس کی بہت اقسام ہیں۔

٢ - تَفَاوُتُهٗ : وَيَتَفَاوَتُ ضُعْفُهٗ بِحَسْبِ شِدَّةِ ضُعْفِ رُوَاتِهٖ وَخِفَّتِهٖ كَمَا يَتَفَاوَتُ الصَّحِيْحُ، فَمِنْهُ الضَّعِيْفُ وَمِنْهُ الضَّعِيْفُ جِدًّا وَمِنْهُ الْوَاهِيْ وَمِنْهُ الْمُنْكَرُ، وَشَرُّ أَنْوَاعِهِ الْمَوْضُوْعُ .

ترجمہ ضعیف احادیث کا تفاوت: حدیثِ ضعیف کا ضعف اس کے رواۃ کے ضعف کی شدت اور خفت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے جیسا کہ صحیح مختلف ہوتا ہے، چنانچہ اس میں ضعیف بھی ہے، ضعیف جداً بھی ہے، واہی بھی ہے اور منکر بھی ہے اور سب سے بدتر قسم ''موضوع'' ہے۔

شرح:- جس طرح حدیثِ صحیح کے مختلف اعتبارات سے مراتب مختلف ہیں اسی طرح حدیث

ضعیف کے تحت جو اقسام ہیں وہ سب بھی اپنے راوی کے اندر ضعف کے کم یا زیادہ ہونے کے اعتبار سے مختلف درجات اور مراتب میں منقسم ہیں۔ تفاوت سے مراد یہی فرقِ مراتب ہے۔ چنانچہ کبھی راوی کے اعتبار سے حدیث کو صرف ضعیف کہا جائے گا، کبھی ضعیف جداً، کبھی واہی اور کبھی منکر۔ البتہ ضعیف کی سب سے بدتر قسم وہ ہے جس کو موضوع کہا جاتا ہے، اس کا بیان تفصیلاً آئے گا۔

٣ – أَوْهَى الْأَسَانِيْدِ : وَبِنَاءً عَلىٰ مَا تَقَدَّمَ فِي " الصَّحِيْحِ" مِنْ ذِكْرِ أَصَحِّ الْأَسَانِيْدِ، فَقَدْ ذَكَرَ الْعُلَمَاءُ فِيْ بَحْثِ "الضَّعِيْفِ" مَا يُسَمىٰ بِـ"أَوْهَى الْأَسَانِيْدِ" وَقَدْ ذَكَرَ الْحَاكِمُ النَّيْسَابُوْرِيُّ جُمْلَةً كَبِيْرَةً مِنْ " أَوْهَى الْأَسَانِيْدِ" بِالنِّسْبَةِ إِلىٰ بَعْضِ الصَّحَابَةِ أَوْ بَعْضِ الْجِهَاتِ وَالْبُلْدَانِ، وَأَذْكُرُ بَعْضَ الْأَمْثِلَةِ مِنْ كِتَابِ الْحَاكِمِ وَغَيْرِهِ :(أ) أَوْهَى الْأَسَانِيْدِ بِالنِّسْبَةِ لِأَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: صَدَقَةُ بْنُ مُوْسَى الدَّقِيْقِيُّ عَنْ فَرْقَدٍ السَّبْخِيِّ عَنْ مُرَّةَ الطَّيِّبِ عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ .(ب) أَوْهىٰ أَسَانِيْدِ الشَّامِيِّيْنَ " مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ الْمَصْلُوْبُ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ ".(جـ) أَوْهىٰ أَسَانِيْدِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا " اَلسُّدِّيُّ الصَّغِيْرُ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ عَنِ الْكَلْبِيِّ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ" قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرَ: "هٰذِهِ سِلْسِلَةُ الْكَذِبِ لَا سِلْسِلَةُ الذَّهَبِ".

ترجمہ سب سے واہی سند: صحیح میں گزرے ہوئے اصح الأسانید کے ذکر کی بنیاد پر علماء نے ضعیف کی بحث میں بھی وہ حدیث ذکر کی ہے جس کا نام ''اوہی الأسانید'' رکھا جاتا ہے اور حاکم نیشاپوریؒ نے بعض صحابہ یا بعض علاقوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے اوہی لأسانید کا ایک بڑا مجموعہ ذکر کیا ہے، میں حاکم اور دیگر حضرات کی کتاب سے چند مثالیں ذکر کرتا ہوں: (أ) حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی نسبت سے اوہی الأسانید: صدقہ بن موسیٰ دقیقی بواسطہ فرقد سبخی، وہ مرہ الطیب سے اور وہ حضرت ابوبکرؓ سے۔ (ب) شام والوں کی اوہی الأسانید: محمد بن قیس المصلوب بواسطہ عبیداللہ بن زحر، وہ بواسطہ علی بن یزید، قاسم سے اور وہ حضرت ابوامامہؓ سے۔ (ج) حضرت ابن عباسؓ کی بنسبت اوہی الأسانید: محمد بن مروان المعروف بہ السدی الصغیر بواسطہ کلبی، وہ بواسطہ

ابوصالح حضرت ابن عباسؓ سے۔حافظ ابن حجرؒ نے کہا: یہ جھوٹ کی لڑی (ہار) ہے،سونے کی نہیں۔

شرح:- ''اَوہیٰ'' یہ ''واہٍ'' ہی کا اسم تفضیل ہے جس کے معنی کمزور اور ڈھیلے ہونے کے آتے ہیں تو ''اوہیٰ'' کے معنی ہو گئے ''زیادہ کمزور، زیادہ ڈھیلا''۔ ابھی اوپر بیان ہوا تھا کہ صحیح کی طرح ضعیف کے بھی مراتب مقرر کر دیئے گئے ہیں، پس جس طرح صحیح میں صحت کا اعلیٰ مرتبہ اصح الأسانید کا ہوتا ہے، اسی طرح ضعیف میں بھی ضعف کا اعلیٰ مرتبہ ''اَوہیٰ الأسانید'' کا ہوا کرتا ہے اور جس طرح علی الاطلاق اصح کا اطلاق کسی سند پر مشکل ہے اسی طرح ضعیف میں علی الاطلاق ''اوہیٰ'' کا اطلاق نہیں کیا جاتا بلکہ کسی خاص شخصیت یا علاقہ کی طرف نسبت کر کے زیادہ ضعیف و کمزور ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔یوں تو حاکم نیشاپوریؒ نے بہت سارے صحابہ اور بہت سے علاقہ والوں کی بنسبت ''اوہیٰ الأسانید'' ذکر کی ہیں جن کا ذکر طویل ہو جائے گا مگر ان میں سے چار اوہیٰ اسانید یہاں بھی مذکور ہیں۔ آخری سند پر حافظ ابن حجرؒ نے یہ کہہ کر تبصرہ کیا ہے کہ یہ جھوٹ کی لڑی ہے نہ کہ سونے کی۔ یعنی لڑی (ہار) تو دراصل سونے کی ہو ہم چاہیے جسے پسند کیا جائے گا مگر یہ ضعیف رواۃ کے ناموں کی لڑی ہے جو ناپسندیدہ ہے۔

٤ – مِثالُهُ : مَا أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ مِنْ طَرِيْقِ حَكِيْمِ الْأَثْرَمِ عَنْ أَبِيْ تَمِيْمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : " مَنْ أَتىٰ حَائِضاً أَوِ امْرَأَةً فِيْ دُبُرِهَا أَوْ كَاهِناً فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلىٰ مُحَمَّدٍ " ثُمَّ قَالَ التِّرْمِذِيُّ بَعْدَ إِخْرَاجِهِ " لَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَكِيْمِ الْأَثْرَمِ عَنْ أَبِيْ تَمِيْمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ " ثُمَّ قَالَ : "وَضَعَّفَ مُحَمَّدٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ قِبَلِ إِسْنَادِهِ ". قُلْتُ : لِأَنَّ فِيْ إِسْنَادِهِ حَكِيْماً الْأَثْرَمَ وَقَدْ ضَعَّفَهُ الْعُلَمَاءُ فَقَدْ قَالَ عَنْهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرَ فِيْ تَقْرِيْبِ التَّهْذِيْبِ " فِيْهِ لِيْنٌ ".

ترجمہ اس کی مثال: وہ حدیث جس کو امام ترمذیؒ نے حکیم الأثرم کی سند سے بواسطہ ابو تمیمہ ہجیمی اور وہ بواسطہ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے حائضہ عورت سے جنسی عمل کیا یا کسی عورت سے دبر کی جانب سے ملایا کاہن کے پاس آیا تو اس نے اس وحی کا

انکار کیا جو محمد (ﷺ) پر اتاری گئی"۔اس کے نقل کرنے کے بعد امام ترمذی نے کہا ہے" ہم اس حدیث کو نہیں پہچانتے مگر حکیم الأثرم عن ابی تمیمہ ہجیمی عن ابی ہریرہؓ " کی سند سے، پھر کہا: محمدؒ نے اس حدیث کو اس کی اسناد کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس لیے کہ اس کی اسناد میں حکیم الأثرم موجود ہے اور علماء نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، اس کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں کہا ہے:"فیہ لین" (اس میں کمزوری ہے)۔

شرح :- ضعیف کی مثال حکیم اثرم نامی راوی کی وہ حدیث ہے جس کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذیؒ، محمد یعنی امام بخاریؒ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مصنف نے کہا: ضعیف ہونے کی وجہ حکیم اثرم ہے کیونکہ علماء نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اس کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:" فیہ لین" یہ تضعیف کے کلمات ہیں لہذا ضعیف راوی کی وجہ سے حدیث بھی ضعیف ہوگئی۔

٥ - حُكْمُ رِوَايَتِهِ : يَجُوْزُ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ وَغَيْرِهِمْ رِوَايَةُ الْأَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ وَالتَّسَاهُلُ فِيْ أَسَانِيْدِهَا مِنْ غَيْرِ بَيَانِ ضُعْفِهَا ـ بِخِلَافِ الْأَحَادِيْثِ الْمَوْضُوْعَةِ فَإِنَّهُ لَا يَجُوْزُ رِوَايَتُهَا إِلَّا مَعَ بَيَانِ وَضْعِهَا ـ بِشَرْطَيْنِ :(أ) أَنْ لَّا تَتَعَلَّقَ بِالْعَقَائِدِ، كَصِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالىٰ .(ب) أَنْ لَّا تَكُوْنَ فِيْ بَيَانِ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ .يَعْنِيْ يَجُوْزُ رِوَايَتُهَا فِيْ مِثْلِ الْمَوَاعِظِ وَالتَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَالْقِصَصِ وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ، وَمِمَّنْ رُوِيَ عَنْهُ التَّسَاهُلُ فِيْ رِوَايَتِهَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيّ وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ .وَيَنْبَغِي التَّنَبُّهُ إِلىٰ أَنَّكَ إِذَا رَوَيْتَهَا مِنْ غَيْرِ إِسْنَادٍ فَلَا تَقُلْ فِيْهَا : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَذَا، وَإِنَّمَا تَقُوْلُ : رُوِيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَذَا، أَوْ بَلَغَنَا عَنْهُ كَذَا وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ لِئَلَّا تَجْزِمَ بِنِسْبَةِ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ لِلرَّسُوْلِ ﷺ وَأَنْتَ تَعْرِفُ ضُعْفَهُ .

ترجمہ اس کے روایت کرنے کا حکم: محدثین اور دوسرے حضرات کے نزدیک ضعیف احادیث کا روایت کرنا اور اس کی اسانید میں نرمی برتنا بغیر ضعف کی وضاحت بھی نہ کی جائے درست

شرطوں کے ساتھ جائز ہے مگر وہ احادیث موضوعہ نہ ہو کہ ان کی روایت نقل کرنا وضع کی وضاحت کے بغیر نا جائز ہے: (أ) عقائد سے متعلق نہ ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات۔(ب) ان احکامِ شرعیہ کے بیان میں نہ ہوں جن کا تعلق حلال وحرام سے ہے۔یعنی ضعیف احادیث کی روایت مواعظ، ترغیب وترہیب، قصوں اوران جیسی چیزوں میں جائز ہے۔جن حضرات سے ضعیف احادیث کی روایت میں تساہل منقول ہے ان میں سفیان ثوریؒ، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اوراحمد بن حنبلؒ شامل ہیں۔اس طرف تلکذ کرنا ضروری ہے کہ آپ جب بھی ضعیف احادیث اسناد کے بغیر روایت کریں تو یہ نہ عقید کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا۔آپ تو یہ عقید گے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس طرح مروی ہے یا ہمیں آپ ﷺ کے بارے میں اس طرح پہنچا ہے یا ان جیسے اورالفاظ، تا کہ اس حدیث کی رسول اللہ ﷺ کی طرف یقین کے ساتھ نسبت نہ کریں لکھاآپ کواس کا ضعیف ہونا معلوم ہے۔

ـــــ ا:- وہ ضعیف حدیث جوموضوع نہ ہو، علماء وائمہ نے اس کی روایت میں زیادہ سختی نہیں برتی ہے بلکہ نرمی سے کام لیا ہے چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ، سفیان ثوریؒ اور عبدالرحمٰن بن مہدیؒ جیسے ائمہ نے اس میں تساہل کیا ہے، احادیث کے ضعف کی وضاحت کرنا بھی ضروری نہیں البتہ اس کے لیے دوشرطوں کالحاظ ضروری ہے: (۱) یہ کہ ضعیف کا تعلق عقائد سے نہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات وغیرہ ،پس اگر ضعیف احادیث عقائد سے متعلق ہوں تو ان کے ضعف کو بتانا لازم ہوگا۔(۲) حلال وحرام جیسے احکام شرعیہ سے متعلق نہ ہوں، لہذا اگران احکام سے متعلق احادیثِ ضعیفہ ہوں تو پھر بھی ضعف کی وضاحت ضروری ہوگی۔

اسی طرح یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اگر ضعیف سے مراد موضوع حدیث ہوتو یہ بتانا لازم ہوگا کہ یہ حدیث من گھڑت اور موضوع ہے، اس کے بغیر اس کی روایت نا جائز ہوگی۔حاصل یہ کہ مواعظ اور قصوں وغیرہ میں ضعیف احادیث کی روایت ضعف بیان کیے بغیر جائز ہے بشرطیکہ موضوع نہ ہوں۔

اس میں احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ جب ضعیف روایت بیان کی جا ئے تو براہِ راست رسول

اللہ ﷺ کی طرف نسبت نہ کریں کہ آپ نے ایسا فرمایا بلکہ یوں کہہ دیا جائے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے اس طرح فرمانا منقول ہے وغیرہ۔

٦ - حُكْمُ الْعَمَلِ بِهِ : اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي الْعَمَلِ بِالْحَدِيْثِ الضَّعِيْفِ، وَالَّذِيْ عَلَيْهِ جُمْهُوْرُ الْعُلَمَاءِ أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ الْعَمَلُ بِهِ فِيْ فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ لٰكِنْ بِشُرُوْطٍ ثَلَاثَةٍ، أَوْضَحَهَا الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ وَهِيَ :(أ) أَنْ يَكُوْنَ الضُّعْفُ غَيْرَ شَدِيْدٍ .(ب) أَنْ يَنْدَرِجَ الْحَدِيْثُ تَحْتَ أَصْلٍ مَعْمُوْلٍ بِهِ .(جـ) أَنْ لَا يَعْتَقِدَ عِنْدَ الْعَمَلِ بِهِ ثُبُوْتَهُ بَلْ يَعْتَقِدُ الْإِحْتِيَاطَ .

ترجمہ اس پر عمل کرنے کا حکم: علماء کا ضعیف حدیث پر عمل کے سلسلے میں اختلاف ہے اور جمہور جس قول پر قائم ہیں وہ یہ ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے البتہ تین شرطوں کے ساتھ جن کی حافظ ابن حجرؒ نے وضاحت کر دی ہے اور وہ یہ ہیں: (أ) یہ کہ ضعف شدید نہ ہو۔ (ب) حدیث کسی معمول بہ اصل کے تحت داخل ہو۔ (ج) یہ کہ اس پر عمل کرتے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھے۔

شرح :- حدیثِ ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اس بارے میں علماء کا اگرچہ اختلاف ہوا ہے مگر جمہور کے قول کے مطابق حدیثِ ضعیف سے اعمال کی فضیلت ثابت کی جاسکتی ہے اور اس پر عمل فضائلِ اعمال میں مستحب کے درجے میں آتا ہے، البتہ عمل بالضعیف کے لیے تین شرطیں مقرر کی گئی ہیں: (۱) ضعف شدید نہ ہو۔ اس سے وہ ضعیف نکل گئی جس کی سند میں کوئی کذاب، متہم بالکذب یا فحش غلطی کرنے والا موجود ہو، لہٰذا موضوع اور متروک حدیثوں پر عمل جائز نہیں اگرچہ وہ فضائل اعمال سے متعلق کیوں نہ ہوں مثلاً ماہ رجب اور ربیع الاول میں خصوصی عبادات کی فضیلت والی احادیث کہ ان میں سے اکثر موضوع ہیں۔ (۲) وہ حدیث کسی قاعدہ اور اصل کے تحت داخل ہو۔ اس سے وہ ضعیف نکل گئی جو کسی ثابت شدہ بنیاد اور اصل کے ماتحت نہ آئے۔ (۳) عمل کرتے وقت ثبوت کے بجائے احتیاط کا سکتاہ رکھے۔

٧ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ الَّتِيْ هِيَ مَظِنَّةُ الضَّعِيْفِ :(أ) اَلْكُتُبُ الَّتِيْ صُنِّفَتْ فِيْ بَيَانِ الضُّعَفَاءِ : كَكِتَابِ الضُّعَفَاءِ لِابْنِ حِبَّانَ، وَكِتَابِ مِيْزَانِ الْإِعْتِدَالِ لِلذَّهَبِيِّ، فَإِنَّهُمْ يَذْكُرُوْنَ أَمْثِلَةً لِلْأَحَادِيْثِ الَّتِيْ صَارَتْ ضَعِيْفَةً بِسَبَبِ رِوَايَةِ أُولٰئِكَ الضُّعَفَاءِ لَهَا .

(ب) اَلْكُتُبُ الَّتِيْ صُنِّفَتْ فِيْ أَنْوَاعٍ مِنَ الضَّعِيْفِ خَاصَّةً : مِثْلَ كُتُبِ الْمَرَاسِيْلِ وَالْعِلَلِ وَالْمُدْرَجِ وَغَيْرِهَا كَكِتَابِ الْمَرَاسِيْلِ لِأَبِيْ دَاوُدَ، وَكِتَابِ الْعِلَلِ لِلدَّارَقُطْنِيِّ.

ترجمہ وہ مشہور تصانیف جن میں ضعیف حدیث مل سکتی ہے: (أ) وہ کتابیں جو ضعیف رواۃ کے بارے میں تصنیف کی گئیں مثلاً ابن حبان کی کتاب الضعفاء اور ذہبی کی کتاب میزان الاعتدال کیونکہ یہ حضرات ان احادیث کی چند مثالیں ذکر کرتے ہیں جو مذکورہ ضعفاء کے روایت کرنے کی وجہ سے ضعیف ہوگئی ہوں۔ (ب) وہ کتابیں جنہیں ضعیف کی خاص اقسام میں جمع کیا گیا: مثلاً کتب مراسیل، علل اور مدرج وغیرہ جیسے امام ابوداؤد کی کتاب المراسیل اور دارقطنی کی کتاب العلل۔

تشریح:- حدیثِ ضعیف کے عنوان پر کوئی مستقل وقابل اعتماد مشہور تصنیف نہیں ہے جس میں صرف احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ ہو البتہ دو قسم کی کتابیں مستند علماء کی تحریر کردہ ہیں جن میں سے ضعیف حدیث کو تلاش کیا جا سکتا ہے، وہ یہ ہیں: (أ) ضعیف رواۃ کے متعلق کتابیں مثلاً ابن حبانؒ کی کتاب الضعفاء اور علامہ ذہبیؒ کی میزان الاعتدال کہ ان میں ضعیف رواۃ کے حالات کے ضمن میں ان کی مرویات بھی مل جاتی ہیں۔ (ب) ضعیف کی کسی خاص قسم سے متعلق تصنیف کی گئیں کتابیں مثلاً مراسیل، علل وغیرہ عنوانات پر لکھی ہوئی کتابیں کیونکہ ان میں بھی ضعیف احادیث کا ذخیرہ موجود ہے۔

اَلْمَبْحَثُ الثَّانِي : الْمَرْدُوْدُ بِسَبَبِ سَقْطٍ مِنَ الْإِسْنَادِ

١ - اَلْمُرَادُ بِالسَّقْطِ مِنَ الْإِسْنَادِ : الْمُرَادُ بِالسَّقْطِ مِنَ الْإِسْنَادِ انْقِطَاعُ سِلْسِلَةِ الْإِسْنَادِ بِسُقُوطِ رَاوٍ أَوْ أَكْثَرَ عَمْداً مِنْ بَعْضِ الرُّوَاةِ أَوْ عَنْ غَيْرِ عَمْدٍ، مِنْ أَوَّلِ السَّنَدِ أَوْ مِنْ آخِرِهِ أَوْ مِنْ أَثْنَائِهِ، سُقُوْطاً ظَاهِراً أَوْ خَفِيًّا .

ترجمہ بحث دوم: اسناد میں سقوط کے سبب سے مردود۔ اسناد میں سقوط سے مراد: اسناد میں

سقوط سے مراد سلسلۂ سند کا ایک یا اس سے زیادہ راوی کے حذف کے ساتھ منقطع ہونا نے جو بعض رواۃ کی جانب سے قصداً ہو یا بلا قصد، سند کے شروع سے ہو یا آخر سے یا درمیان سے، حذف ظاہر ہو یا پوشیدہ۔

شرح :- یہ بحث اس حدیث کے متعلق نے جس کے مردود یعنی غیر مقبول ہونے کا سبب سند میں راوی کا سقوط ہونا ہو۔ پھر سقوط سے مراد یہاں پر عام نے یعنی سند کے کسی بھی مقام پر بعض رواۃ کی جانب سے کسی راوی کا ذکر حذف کر دینا جو چانے جان بوجھ کر ہو یا قصد کے بغیر اور چانے وہ حذف ظاہر ہو یا پوشیدہ اور مخفی۔ ان تمام صورتوں میں حدیث مردود ہوگی، اس کی و سند میں رواۃ کا سقوط ہوگا۔

٢ – أَنْوَاعُ السَّقْطِ : يَتَنَوَّعُ السَّقْطُ مِنَ الْإِسْنَادِ بِحَسْبِ ظُهُوْرِهِ وَخَفَائِهِ اِلٰى نَوْعَيْنِ هُمَا :(أ) سَقْطٌ ظَاهِرٌ : وَهٰذَا النَّوْعُ مِنَ السَّقْطِ يَشْتَرِكُ فِيْ مَعْرِفَتِهِ الْأَئِمَّةُ وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْمُشْتَغِلِيْنَ بِعُلُوْمِ الْحَدِيْثِ، وَيُعْرَفُ هٰذَا السَّقْطِ مِنْ عَدَمِ التَّلَاقِيْ بَيْنَ الرَّاوِيْ وَشَيْخِهِ، إِمَّا لِاَنَّهُ لَمْ يُدْرِكْ عَصرَهُ أَوْ أَدْرَكَ عَصْرَهُ لٰكِنَّهُ لَمْ يَجْتَمِعْ بِهِ (وَلَيْسَتْ لَهُ مِنْ اِجَازَةٍ وَلَا وِجَادَةٍ)، لِذٰلِكَ يَحْتَاجُ الْبَاحِثُ فِي الْأَسَانِيْدِ اِلٰى مَعْرِفَةِ تَارِيْخِ الرُّوَاةِ لِأَنَّهُ يَتَضَمَّنُ بَيَانَ مَوَالِيْدِهِمْ وَوَفَيَاتِهِمْ وَأَوْقَاتِ طَلَبِهِمْ وَارْتِحَالِهِمْ وَغَيْرِ ذٰلِكَ. وَقَدِ اصْطَلَحَ عُلَمَاءُ الْحَدِيْثِ عَلٰى تَسْمِيَةِ السَّقْطِ الظَّاهِرِ بِأَرْبَعَةِ أَسْمَاءَ بِحَسْبِ مَكَانِ السَّقْطِ أَوْ عَدَدِ الرُّوَاةِ الَّذِيْنَ أُسْقِطُوْا وَهٰذِهِ الْأَسْمَاءُ هِيَ : (١) اَلْمُعَلَّقُ . (٢) اَلْمُرْسَلُ . (٣) اَلْمُعْضَلُ . (٤) اَلْمُنْقَطِعُ .

ترجمہ : سقوط کی قسمیں: اسناد میں سقوط اس کے ظہور و خفاء کے اعتبار سے دو قسموں میں منقسم نے جو یہ ہیں: (أ) سقطِ ظاہر: اور سقوط کی یہ قسم، اس کی پہچان ائمہ اور ان کے علاوہ علومِ حدیث میں مشغول لوگ بھی مشترکہ طور پر رکھتے ہیں، اس سقوط کو راوی اور اس کے شیخ کے درمیان ملاقات نہ ہونے سے پہچانا جاتا نے جو یا تو اس و سے نہیں ہوتی کہ اس نے شیخ کا زمانہ نہیں پایا، یا زمانہ تو پایا ہوگا مگر اس کے ساتھ اکٹھا نہیں ہوا (اور اس کو اس سے اجازت یا وجادت بھی نہیں)، اسی لیے

اسانید کی تحقیق کرنے والے کو تاریخ جاننے کی ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ تاریخ ان سب کے وقتِ پیدائش ووفات اور طلب اور سفر کے زمانوں وغیرہ امور پر مشتمل ہوتی ہے۔ علماءِ حدیث نے موقعِ سقوط یا ساقط کیے گئے رواۃ کی تعداد کے اعتبار سے سقوطِ ظاہر کے چار نام مقرر کیے ہیں، اور وہ نام یہ ہیں: (۱) معلق (۲) مرسَل (۳) معضَل (۴) منقطع۔

شرح:- اس عبارت کے تحت سقوط فی السند کی انواع بیان کی گئی ہیں۔ سقوط یعنی راوی کا حذف یا تو ظاہر ہوگا جس کو علم حدیث میں مشغول کوئی بھی شخص بآسانی جان سکتا ہو یا پھر خفیہ اور پوشیدہ جسے صرف بڑے ماہر اور باریک بین علماءِ حدیث ہی جان سکیں۔ اگر پہلی قسم ہو تو اس کو سقطِ ظاہر کے نام سے یاد رکھتے ہیں اور اس کی پہچان کا ذریعہ راوی اور اس کے شیخ کے درمیان ملاقات کا نہ ہونا ہے جس کی دو باتوں میں سے ایک ہوتی ہے یعنی یا تو مذکورہ راوی نے مذکورہ شیخ کا زمانہ ہی نہیں پایا، یا پھر زمانہ تو پالیا مگر شیخ کے ساتھ کبھی ملا نہیں اور نہ ہی شیخ سے اس کو اجازت یا وجادت حاصل ہوتی ہے جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔ شیخ اور شاگرد کے زمانوں کا تعین تاریخ سے ہوتا ہے کیونکہ تاریخ ہی وہ ذریعہ ہے جس کے مطابق لوگوں کے پیدا ہونے، مرنے، علم طلب کرنے اور سفر وغیرہ کرنے کا زمانہ اور وقت یاد رکھا جاسکتا ہے، اسی لیے حدیث کے محقق کے لیے رواۃ کی تاریخ یاد رکھنا نہایت ضروری ہے۔ بہرحال سقطِ ظاہر میں تاریخ کے ذریعے راویوں کا سقوط معلوم کرسکتے ہیں۔

اس قسم میں اسناد کے جس حصہ میں سقوط واقع ہوتا ہے وہ کبھی شروع میں ہوتا ہے اور کبھی آخر میں یا درمیان میں اور حذف ہونے والا راوی کبھی تو ایک ہی ہوگا اور کبھی ایک سے زیادہ، اسی لیے سقوطِ ظاہر کی چار قسمیں مقرر کی گئی ہیں جن کے نام یہ ہیں: معلق، مرسَل، معضل اور منقطع۔

(ب) سقطٌ خَفِيٌّ : وهٰذا لا يُدْرِكُهُ اِلَّا الْاَئِمَّةُ الْحُذَّاقُ الْمُطَّلِعُوْنَ علىٰ طُرُقِ الْحَدِيْثِ وَعِلَلِ الْاَسَانِيْدِ، وَلَهُ تَسْمِيَتَانِ وَهُمَا : (١) الْمُدَلَّسُ . (٢) الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ . وَاِلَيْكَ بَحْثَ هٰذِهِ الْمُسَمَّيَاتِ السِّتَّةِ مُفَصَّلَةً عَلَى التَّوَالِيْ .

ترجمہ: (ب) سقطِ خفی: اس قسم کا ادراک صرف ماہر اور طرقِ حدیث اور عللِ اسانید کی خبر رکھنے والے ائمہ کو ہوتا ہے، اس کے دو نام ہیں، اور وہ یہ ہیں: (۱) مدلَّس (۲) مرسَل خفی۔ ان چھ

مسمیات کی پے در پے بالتفصیل بحث ملاحظہ کریں۔

شرح :- سقوط فی الاسناد کی دوسری قسم سقطِ خفی ہے۔ یہ وہ قسم ہے جو انتہائی پوشیدہ ہونے کی وجہ سے عام باحثین کی نظروں سے اوجھل رہتی ہے مگر اچھی طرح اسانید اور ان کی علتوں سے باخبر اور ماہر ائمۂ فن ہی اس پر مطلع ہوتے ہیں۔ سقطِ خفی کی دو قسمیں ہیں: (۱) مدلّس (۲) مرسَل خفی۔ چار قسمیں سقطِ ظاہر کی تھیں اور اب دو قسمیں سقطِ خفی کی ہوئیں، سقط کی کل چھ قسمیں ہوئیں۔

اَلْمُعَلَّقُ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ "عَلَّقَ" الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ أَيْ نَاطَهُ وَرَبَطَهُ بِهِ وَجَعَلَهُ مُعَلَّقًا وَسُمِّيَ هٰذَا السَّنَدُ مُعَلَّقاً بِسَبَبِ اتِّصَالِهِ بِالْجِهَةِ الْعُلْيَا فَقَطْ، وَانْقِطَاعِهِ مِنَ الْجِهَةِ الدُّنْيَا فَصَارَ كَالشَّيْءِ الْمُعَلَّقِ بِالسَّقْفِ وَنَحْوِهِ .(ب) اِصْطِلَاحاً : مَا حُذِفَ مِنْ مَبْدَأِ اِسْنَادِهِ رَاوٍ فَأَكْثَرَ عَلَى التَّوَالِيْ .

ترجمہ :- معلق۔ اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے یہ "عَلَّقَ" سے اسم مفعول ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ جوڑا، باندھا اور اس کو لٹکا ہوا کر دیا، اس سند کا معلق نام اس سبب سے رکھا گیا کہ یہ صرف اوپر والی جانب سے متصل ہے اور نیچے کی جانب سے منقطع، تو وہ چھت وغیرہ کے ساتھ لٹکی ہوئی چیز کی طرح ہوگئی۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: جس حدیث کی سند کی ابتداء سے ایک یا اس سے زیادہ راوی پے در پے حذف کر دیے گئے ہوں۔

شرح :- سقطِ ظاہر کی پہلی قسم معلق ہے۔ لغوی اعتبار سے یہ باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں لٹکایا ہوا، چونکہ حدیثِ معلق کی بھی ایک جانب سے سند متصل اور دوسری جانب سے منقطع ہوتی ہے یعنی راوی محذوف ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اوپر سے لٹکائی ہوئی چیز کے مشابہ ہو جاتی ہے اس لیے اس کو معلق کہتے ہیں۔ اصطلاحِ اصول حدیث کی رُو سے معلق اُس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند کا ابتدائی حصہ حذف کر دیا گیا ہو چاہے وہ محذوف ایک راوی ہو یا پے در پے ایک سے زیادہ۔ ابتدائی حصہ سے مراد ناقل والی جانب ہے۔

٢ – مِنْ صُوَرِهٖ : (أ) أَنْ يُحْذَفَ جَمِيْعُ السَّنَدِ ثُمَّ يُقَالَ مَثَلاً " قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : كَذَا ". (ب) وَمِنْهَا أَنْ يُحْذَفَ كُلُّ الْإِسْنَادِ إِلَّا الصَّحَابِيَّ، أَوِ الصَّحَابِيَّ وَالتَّابِعِيَّ .

٣ – مِثَالُهٗ : مَا أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ مُقَدِّمَةِ بَابِ مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ : "وَقَالَ أَبُوْمُوْسٰی رضی اللہ عنہ : غَطَّى النَّبِيُّ ﷺ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ" . فَهٰذَا حَدِيْثٌ مُعَلَّقٌ لِأَنَّ الْبُخَارِيَّ حَذَفَ جَمِيْعَ إِسْنَادِهٖ إِلَّا الصَّحَابِيَّ وَهُوَ أَبُوْمُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ رضی اللہ عنہ .

ترجمہ: معلق کی چند صورتیں: (أ) یہ کہ پوری سند حذف کردی جائے پھر مثلاً یوں کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا۔ (ب) اور انہی صورتوں میں سے یہ نے کہ پوری اسناد حذف کردی جائے مگر صحابی یا صحابی وتابعی کو نہ کیا جائے۔ اس کی مثال: وہ حدیث جس کو امام بخاریؒ نے "باب مایذکر فی الفخذ" کے مقدمے میں ذکر کی نے: "اور حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے جس وقت حضرت عثمان اندر آئے، اپنے گھٹنے چھپالئے"۔ یہ معلق حدیث نے اس لیے کہ بخاری نے پوری سند حذف کردی سوائے صحابی کے جو کہ حضرت ابوموسیٰؓ ہیں۔

شرح: معلق کی تعریف دوصورتوں میں صادق آسکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ پوری سند حذف کرکے براہِ راست رسول اللہ ﷺ یا مطلوبہ قائل وفاعل کی طرف نسبت کردی جائے مثلاً یوں کہا جائے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا، یا کہا جائے کہ فلاں صحابی نے اس طرح کہا یا کیا۔ دوسری صورت یہ کہ صرف صحابی یا صحابی بمعہ تابعی ذکر کیے جائیں اور باقی سب حذف کردیے جائیں مثلاً امام بخاریؒ ایک باب کے شروع میں بطور تمہید کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا: "جب حضرت عثمانؓ اندر آئے تو حضور ﷺ نے اپنے گھٹنے چھپالئے"۔ امام بخاریؒ نے صرف صحابی کا ذکر کیا اور باقی سند کو حذف کردیا اس لیے یہ حدیث معلق بن گئی۔

٤ – حُكْمُهٗ : اَلْحَدِيْثُ الْمُعَلَّقُ مَرْدُوْدٌ لِأَنَّهٗ فَقَدَ شَرْطاً مِنْ شُرُوْطِ الْمَقْبُوْلِ وَهُوَ اتِّصَالُ السَّنَدِ وَذٰلِكَ بِحَذْفِ رَاوٍ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ إِسْنَادِهٖ مَعَ عَدَمِ عِلْمِنَا بِحَالِ ذٰلِكَ الْمَحْذُوْفِ . ٥ – حُكْمُ الْمُعَلَّقَاتِ فِي الصَّحِيْحَيْنِ : هٰذَا الْحُكْمُ – وَهُوَ أَنَّ الْمُعَلَّقَ مَرْدُوْدٌ – هُوَ لِلْحَدِيْثِ الْمُعَلَّقِ مُطْلَقاً، لٰكِنْ إِنْ وُجِدَ الْمُعَلَّقُ فِيْ كِتَابِ

أُلْتُزِمَتْ صِحَّتُهُ - كَالصَّحِيْحَيْنِ - فَهٰذَا لَهُ حُكْمٌ خَاصٌّ، قَدْ مَرَّ بِنَا فِيْ بَحْثِ الصَّحِيْحِ وَلَا بَأْسَ بِالتَّذْكِيْرِ بِهِ هُنَا وَهُوَ أَنَّ :(أ) مَا ذُكِرَ بِصِيْغَةِ الْجَزْمِ : كَـ "قَالَ" وَ "ذَكَرَ" وَ "حَكَى" فَهُوَ حُكْمٌ بِصِحَّتِهِ عَنِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ .(ب) وَمَا ذُكِرَ بِصِيْغَةِ التَّمْرِيْضِ : كَـ "قِيْلَ " وَ "ذُكِرَ " وَ "حُكِيَ" فَلَيْسَ فِيْهِ حُكْمٌ بِصِحَّتِهِ عَنِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ بَلْ فِيْهِ الصَّحِيْحُ وَالْحَسَنُ وَالضَّعِيْفُ، لٰكِنْ لَيْسَ فِيْهِ حَدِيْثٌ وَاهٍ لِوُجُوْدِهٖ فِي الْكِتَابِ الْمُسَمّٰى بِالصَّحِيْحِ، وَطَرِيْقُ مَعْرِفَةِ الصَّحِيْحِ مِنْ غَيْرِهٖ هُوَ الْبَحْثُ عَنْ إِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَالْحُكْمُ عَلَيْهِ بِمَا يَلِيْقُ بِهٖ .

ترجمہ: اس کا حکم: حدیثِ معلق مردود ہے اس لیے کہ اس میں مقبول کی شرطوں میں سے ایک شرط جو کہ سند کا متصل ہونا ہے، مفقود ہے اور یہ اس کی سند سے ایک یا اس سے زیادہ راوی کے حذف کرنے کے ساتھ ہے درانحالیکہ ہمیں اس محذوف کی حالت کا علم نہیں۔ صحیحین میں موجود معلقات کا حکم: یہ حکم کہ معلق مردود ہے، مطلق حدیثِ معلق کا ہے لیکن اگر معلق کسی ایسی کتاب میں پائی گئی جس کی صحت کا التزام کیا گیا ہو جیسے صحیحین ہیں تو اس کا ایک خاص حکم ہے جو ہم صحیح کی بحث میں ذکر کر چکے ہیں اور یہاں پر اس کو یاد دلانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور وہ یہ کہ (أ) جو حدیث صیغۂ جزم مثلاً "قَالَ " ، "ذَكَرَ" اور "حَكَى" کے ساتھ مذکور ہے تو یہ منسوب الیہ کی طرف سے اس کے صحیح ثبوت کا فیصلہ ہے۔ (ب) اور جو صیغۂ تمریض جیسے "قِيْلَ " ، "ذُكِرَ " اور "حُكِيَ" کے ساتھ مذکور ہو تو اس میں منسوب الیہ کی طرف سے اس کے صحیح ثبوت کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ اس میں صحیح، حسن اور ضعیف شامل ہے مگر اس میں کوئی انتہائی کمزور حدیث نہیں ہوگی اس لیے کہ اس کتاب میں موجود ہے جس کو صحیح کا نام دیا گیا ہے۔ صحیح کو غیر صحیح سے الگ کرنے کا طریقہ اس حدیث کی سند کی تحقیق کرنا اور اس پر اس کے مناسب حکم لگانا ہے۔

شرح:- حدیث کے مقبول ہونے کی ایک اہم شرط سند کا اتصال بھی ہے کیونکہ جب تک تمام رواۃ کا ذکر نہیں ہوگا ہمیں ان کی حالت کا علم نہیں ہوگا اور جب رواۃ کی حالت معلوم نہیں ہوگی تو اس پر صحت یا مقبول ہونے کا حکم لگانا ممکن نہیں ہوگا، اسی لیے حدیثِ معلق کو مردود کی اقسام میں شمار کیا گیا

ہے کیونکہ اس میں کچھ راوی محذوف ہوتے ہیں۔اب اس پر اشکال ہوگا کہ صحیحین یعنی بخاری و مسلم میں بھی احادیث معلقہ موجود ہیں بالخصوص صحیح بخاری میں تو اس کی اچھی خاصی تعداد ہے، پھر ان کی مذکورہ قسم کی احادیث بھی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے مردود ہونی چاہئیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صحیحین کی شرائط اس قدر سخت ہیں کہ ان شرائط کے پیش نظر محدثین بخاری و مسلم کی معلقات کی تخصیص کی ہے وہ اس طرح کہ جو حدیث اِن دو کتابوں میں صیغۂ جزم یعنی معلوم کے ساتھ معلق ہو مثلاً "قال"، "ذَكَرَ" اور "حكى" یا "رَوىٰ فلانٌ" وغیرہ تو اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس قول یا فعل کی نسبت مذکورہ منسوب الیہ تک صحیح ہے جیسے وَقَالَ أَبُوْ مُوْسىٰؓ: غَطَّى النَّبِيُّ ﷺ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ ۔اس لیے کہ بخاری و مسلم وغیرہ نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا ہے، انہوں نے معلق حدیث کی سند میں واقع تمام رواۃ کی جانچ پڑتال کر لی ہوگی اور اس کے بعد ہی سند حذف کر کے ذکر کیا ہوگا اور جہاں صیغۂ تمریض یعنی مجہول کے ساتھ تعلیق کی گئی ہو تو اس سے نسبت الی القائل والفاعل میں شک کا اظہار بھی مقصود ہو سکتا ہے لہٰذا قِيْلَ، "ذُكِرَ" اور "حُكِيَ" یا يُرْوىٰ عن فلانٍ وغیرہ الفاظ کے ساتھ مروی معلق احادیث کو مطلقاً صحیح نہ سمجھا جائے بلکہ ان میں صحیح بھی ہوگی اور حسن و ضعیف بھی، جیسے "وَيُقَالُ: الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ" [بخاری]۔اس کی کچھ بحث کتاب کی الباب الأول میں "صحیح" کے عنوان کے تحت گذر چکی ہے۔

اَلْمُرْسَلُ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ "أَرْسَلَ" بِمَعْنىٰ "أَطْلَقَ" فَكَأَنَّ الْمُرْسِلَ أَطْلَقَ الْإِسْنَادَ وَلَمْ يُقَيِّدْهُ بِرَاوٍ مَعْرُوْفٍ .(ب) إِصْطِلَاحاً : هُوَ مَا سَقَطَ مِنْ آخِرِ إِسْنَادِهِ مَنْ بَعْدَ التَّابِعِيِّ . ٢ – صُوْرَتُهُ : وَصُوْرَتُهُ أَنْ يَقُوْلَ التَّابِعِيُّ – سَوَاءٌ كَانَ صَغِيْراً أَوْ كَبِيْراً – قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَذَا، أَوْ فَعَلَ كَذَا أَوْ فُعِلَ بِحَضْرَتِهِ كَذَا، وَهٰذِهِ صُوْرَةُ الْمُرْسَلِ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ.

ترجمہ مرسَل۔اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے یہ أَرْسَلَ سے اسم مفعول ہے بمعنی چھوڑ دیا، گویا ارسال کرنے والے نے اسناد کو چھوڑ دیا اور اس کو کسی معروف راوی کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ (ب) اصطلاحی اعتبار سے یہ وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد والا شخص ساقط ہو جائے۔اس کی صورت: اور اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، یہ کہے: جناب رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا، یا آپ نے ایسا کیا، یا آپ کی موجودگی میں ایسا کیا گیا۔یہ محدثین کے نزدیک ارسال کی صورت ہے۔

شرح :- مرسَل سین کے فتحہ کے ساتھ حدیث کی صفت ہے اور مرسِل سین کے کسرہ کے ساتھ راوی اور محدث کی صفت ہے۔مرسَل بفتح السین ارسال کا اسم مفعول ہے جس کے لغوی معنی ہیں چھوڑنا، اس حدیث کو مرسَل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مرسِل اسناد کو کسی راوی کے ذکر کے ساتھ مقید نہ کر کے اُسے خالی چھوڑ دیتا ہے۔مرسَل کے اصطلاحی معنی اس حدیث کے ہیں جس کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد والے شخص کا ذکر نہ ہو۔محدثین کے نزدیک مرسَل کی صورت یہ ہے کہ تابعی صحابی کے واسطے کے ذکر کئے بغیر یوں کہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا، یا ایسا فرمایا وغیرہ۔تو اس طرح سند کے آخر سے ایک راوی حذف ہو گیا۔

٣ – مِثَالُهُ : مَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهِ فِيْ كِتَابِ الْبُيُوْعِ قَالَ: " حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ ". فَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ تَابِعِيٌّ كَبِيْرٌ، رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِدُوْنِ أَنْ يَذْكُرَ الْوَاسِطَةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَدْ أَسْقَطَ مِنْ إِسْنَادِهِ هٰذَا الْحَدِيْثَ آخِرَهُ وَهُوَ مَنْ بَعْدَ التَّابِعِيِّ، وَأَقَلُّ هٰذَا السَّقْطِ أَنْ يَكُوْنَ قَدْ سَقَطَ الصَّحَابِيُّ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ قَدْ سَقَطَ مَعَهُ غَيْرُهُ كَتَابِعِيٍّ مَثَلًا .

ترجمہ اس کی مثال: جو امام مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب البیوع میں بیان کی ہے، کہا کہ: مجھ سے محمد بن رافع نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ''ہم سے لیث نے بواسطہ عُقَیل بیان کیا، وہ بواسطہ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا''۔سعید بن میسّب

بڑے تابعی ہیں، انہوں نے یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے روایت کی بغیر اس کے کہ وہ اپنے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان واسطے کو ذکر کرتے، تو انہوں نے اس حدیث کی سند بیان کر کے اس میں اس کے آخر کو حذف کر دیا جو کہ تابعی کے بعد والی شخصیت ہے، اور اس سقوط کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ صحابی کا ذکر ساقط ہو، یہ احتمال بھی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی اور مثلاً تابعی وغیرہ بھی ساقط ہو۔

شرح :- مرسل کی مثال واضح ہے کیونکہ ایسی حدیث پیش کی گئی ہے جس میں سعید بن میبؒ کے بعد والے صاحب کا ذکر نہیں ہوا جنہوں نے خود نبی کریم ﷺ نے سنا، سعید بن میبؒ تابعی ہیں جن کے بعد ہو سکتا ہے صرف صحابی کا واسطہ محذوف ہو اور ہو سکتا ہے کہ صحابی کے ساتھ کوئی تابعی بھی محذوف ہوں یعنی اس بات کا امکان بھی ہے کہ سعید بن میبؒ نے مذکورہ حدیث کسی تابعی سے سنی ہو اور انہوں نے صحابی سے سنی ہو اور اس بات کا بھی ابن میبؒ نے صحابی سے ہی سنی ہو۔ اس طرح سند میں محذوف کی تعداد بڑھ جائے گی۔ بہر حال یہ حدیث محدثین کے ہاں مرسل کی مثال ہے۔

٤ – اَلْمُرْسَلُ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ وَالْأُصُوْلِيِّيْنَ : مَا ذَكَرْتُهُ مِنْ صُوْرَةِ الْمُرْسَلِ هُوَ الْمُرْسَلُ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ، اَمَّا الْمُرْسَلُ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ وَالْأُصُوْلِيِّيْنَ فَأَعَمُّ مِنْ ذٰلِكَ، فَعِنْدَهُمْ اَنَّ كُلَّ مُنْقَطِعٍ مُرْسَلٌ عَلٰى اَيِّ وَجْهٍ كَانَ انْقِطَاعُهُ، وَهٰذَا مَذْهَبُ الْخَطِيْبِ اَيْضاً .

ترجمہ :- فقہاء اور اصولیین کے ہاں مرسل: میں نے جو مرسل کی صورت ذکر کی وہ محدثین کے ہاں مرسل ہے، البتہ فقہاء اور اصولیین کے ہاں مرسل اس سے عام ہے۔ چنانچہ ان کے ہاں ہر منقطع، مرسل ہے چاہے کسی بھی طرح اس کا انقطاع ہو، اور یہی خطیبؒ کا بھی مذہب ہے۔

شرح:- محدثین کے ہاں مرسل ایک خاص قسم کا نام ہے جو معلق، معضل اور منقطع کے علاوہ ہے مگر اصولیین اور فقہاء کے نزدیک مرسل عام ہے یعنی سند میں کسی بھی مقام پر انقطاع ہو تو وہ ان کے نزدیک مرسل ہے، خطیب بغدادیؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

البتہ یہ واضح رہے کہ یہ اختلاف محض مرسل کی تعریف اور تعبیر میں ہے، حکم جب بیان کیا جاتا ہے تو اس میں فقہاء اور اصولیین بھی ہر طرح کے مرسل سے حجت پیش نہیں کرتے۔

٥ - حُكْمُهٗ : اَلْمُرْسَلُ فِى الْاَصْلِ ضَعِيْفٌ مَرْدُوْدٌ، لِفَقْدِهٖ شَرْطاً مِنْ شُرُوْطِ الْمَقْبُوْلِ وَهُوَ اتِّصَالُ السَّنَدِ، وَلِلْجَهْلِ بِحَالِ الرَّاوِى الْمَحْذُوْفِ، لِاحْتِمَالِ اَنْ يَكُوْنَ الْمَحْذُوْفُ غَيْرَ صَحَابِيٍّ، وَفِىْ هٰذِهِ الْحَالِ يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ ضَعِيْفاً . لٰكِنَّ الْعُلَمَاءَ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَغَيْرِهِمُ اخْتَلَفُوْا فِىْ حُكْمِ الْمُرْسَلِ وَالْاِحْتِجَاجِ بِهٖ، لِاَنَّ هٰذَا النَّوْعَ مِنَ الْاِنْقِطَاعِ يَخْتَلِفُ عَنْ اَىِّ انْقِطَاعٍ آخَرَ فِى السَّنَدِ، لِاَنَّ السَّاقِطَ مِنْهُ غَالِباً مَا يَكُوْنُ صَحَابِيًّا، وَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ، لَا تَضُرُّ عَدَمُ مَعْرِفَتِهِمْ .وَمُجْمَلُ اَقْوَالِ الْعُلَمَاءِ فِى الْمُرْسَلِ ثَلَاثَةُ اَقْوَالٍ هِىَ :(أ) ضَعِيْفٌ مَرْدُوْدٌ : عِنْدَ جُمْهُوْرِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَكَثِيْرٍ مِنْ اَصْحَابِ الْاُصُوْلِ وَالْفُقَهَاءِ، وَحُجَّةُ هٰؤُلَاءِ هُوَ الْجَهْلُ بِحَالِ الرَّاوِى الْمَحْذُوْفِ لِاحْتِمَالِ اَنْ يَكُوْنَ غَيْرَ صَحَابِيٍّ .(ب) صَحِيْحٌ يُحْتَجُّ بِهٖ : عِنْدَ الْاَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ ـ اَبُوْحَنِيْفَةَ وَمَالِكٍ وَاَحْمَدَ فِى الْمَشْهُوْرِ عَنْهُ ـ وَطَائِفَةٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ بِشَرْطِ اَنْ يَكُوْنَ الْمُرْسَلُ ثِقَةً وَلَا يُرْسِلُ اِلَّا عَنْ ثِقَةٍ. وَحُجَّتُهُمْ اَنَّ التَّابِعِىَّ الثِّقَةَ لَا يَسْتَحِلُّ اَنْ يَقُوْلَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا اِذَا سَمِعَهٗ مِنْ ثِقَةٍ .(جـ) قَبُوْلُهٗ بِشُرُوْطٍ : اَىْ يَصِحُّ بِشُرُوْطٍ، وَهٰذَا عِنْدَ الشَّافِعِىِّ وَبَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ.

ترجمہ: اس کا حکم: مرسَل دراصل ایک ضعیف ومردود ہے اس لیے کہ اس میں مقبول کی شرطوں میں سے ایک شرط مفقود ہے جو کہ سند کا اتصال ہے، اور اس لیے کہ محذوف راوی کی حالت مجہول ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ وہ محذوف صحابی نہ ہو، اور اس وقت احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو، لیکن علماءِ محدثین وغیرہ کا مرسَل کے حکم اور اس سے حجت پیش کرنے کے سلسلے میں اختلاف ہوا ہے کیونکہ اس قسم کا انقطاع سند میں دوسری کسی بھی انقطاع سے مختلف ہے اس وجہ سے کہ اس میں ساقط اکثر وبیشتر صحابی ہوتا ہے اور صحابہ سب عدول ہیں، ان کی پہچان نہ ہونا نقصان دہ نہیں۔ مرسَل کے بارے میں علماء کے اقوال کا حاصل تین اقوال ہیں جو یہ ہیں: (أ) ضعیف ومردود ہے: یہ حکم جمہور محدثین اور بہت سے اہلِ اصول اور فقہاء کے نزدیک ہے۔ ان حضرات کی حجت محذوف راوی کی حالت کا مجہول ہونا ہے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ وہ غیر صحابی ہو۔ (ب) صحیح ہے اس کو حجت

بنایا جاسکتا ہے: یہ ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، مشہور روایت کے مطابق امام احمدؒ، اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک ہے بشرطیکہ مرسِل ثقہ ہو اور وہ ثقہ ہی سے ارسال کرتا ہو۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ثقہ تابعی اس کو جائز نہیں سمجھے گا کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے" کہے مگر اسی وقت جب اس نے وہ حدیث کسی ثقہ سے سنی ہو۔ (ج) مرسَل چند شرائط کے ساتھ مقبول ہے: یعنی چند شرائط کے ساتھ صحیح ہے اور یہ حکم امام شافعیؒ اور بعض اہلِ علم کے نزدیک ہے۔

شرح:-

مرسل کے قبول کرنے یا نہ کرنے کے سلسلے میں تین اقوال ہیں:

(۱) جمہور محدثین اور بہت سارے اصولیین اور فقہاء کے ہاں مرسل ضعیف و مردود ہے، اس کی وجہ تابعی کے بعد راوی کا مجہول ہونا ہے کیونکہ اگر وہ محذوف صحابی ہے تو اس کے مقبول ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن اگر صحابی کے علاوہ کوئی ہے تو پھر اس کی حالت سے بحث لازمی ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، مشہور روایت کے مطابق امام احمدؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ، سفیان ثوریؒ، اصحاب مالکؒ، حنابلہ اور اہل کوفہ کے نزدیک ثقہ تابعی کی مرسل حدیث مقبول ہے جب ان کی عادت ثقہ ہی سے ارسال کرنے کی ہو۔ کہتے ہیں کہ دوسری صدی ہجری کے اختتام تک کسی نے مرسَل کو رد نہیں کیا تھا۔

(۳) امام شافعیؒ اور بعض دوسرے اہل علم کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ جو آگے بیان ہو رہی ہیں، مرسل مقبول ہے۔

مصطلح الحدیث کے اکثر مصنفین نے اگرچہ مرسل کو مطلقاً "خبر مردود" کی قسم قرار دیا ہے مگر اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ جمہور محدثین و فقہاء کے ہاں مرسل مقبول اور حجت ہے کیونکہ ثقہ تابعی جبھی ارسال کرے گا جب اسے محذوف راوی پر مکمل اعتماد اور بھروسہ ہوگا، اس کے بغیر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کو اپنے لیے حلال نہیں سمجھے گا نیز یہ بھی شرط رکھی گئی کہ تابعی ہمیشہ ثقہ ہی سے ارسال کرتا ہو (امام شافعیؒ اور بعض حضرات کچھ اور شرائط بھی رکھتے ہیں)۔ لہٰذا اکثریت کے قول کو دیکھتے ہوئے مناسب یہ ہے کہ "مرسل" کو "مقبول" کی قسم قرار دے کر پھر اس کے حکم کو تفصیلاً بیان کیا جائے۔ وللناس فیما یعشقون مذاہب۔ واللہ اعلم

وَهٰذِهِ الشُّرُوْطُ أَرْبَعَةٌ، ثَلاَثَةٌ فِي الرَّاوِي الْمُرْسِلِ، وَوَاحِدٌ فِي الْحَدِيْثِ الْمُرْسَلِ، وَإِلَيْكَ هٰذِهِ الشُّرُوْطَ . ١ ...... أَنْ يَكُوْنَ الْمُرْسِلُ مِنْ كِبَارِ التَّابِعِيْنَ . ٢ ...... وَإِذَا سَمّٰى مَنْ أَرْسَلَ عَنْهُ سَمّٰى ثِقَةً. ٣...... وَإِذَا شَارَكَهُ الْحُفَّاظُ الْمَأْمُوْنُوْنَ لَمْ يُخَالِفُوْهُ . ٤ ...... وَأَنْ يَنْضَمَّ إِلىٰ هٰذِهِ الشُّرُوْطِ الثَّلاَثَةِ وَاحِدٌ مِمَّا يَلِيْ :(أ) أَنْ يُرْوَى الْحَدِيْثُ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ مُسْنَداً .(ب) أَوْ يُرْوٰى مِنْ وَجْهٍ آخَرَ مُرْسَلاً أَرْسَلَهُ مَنْ أَخَذَ الْعِلْمَ عَنْ غَيْرِ رِجَالِ الْمُرْسَلِ الْأَوَّلِ .(جـ) أَوْ يُوَافِقَ قَوْلَ صَحَابِيٍّ .(د) أَوْ يُفْتِيَ بِمُقْتَضَاهُ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ .فَإِذَا تَحَقَّقَتْ هٰذِهِ الشُّرُوْطُ تَبَيَّنَ صِحَّةُ مَخْرَجِ الْمُرْسَلِ وَمَا عَضَدَهُ، وَأَنَّهُمَا صَحِيْحَانِ لَوْ عَارَضَهُمَا صَحِيْحٌ مِنْ طَرِيْقٍ وَاحِدٍ رَجَّحْنَاهُمَا عَلَيْهِ بِتَعَدُّدِ الطُّرُقِ إِذَا تَعَذَّرَ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا .

ترجمہ اور یہ شرائط چار ہیں، تین ارسال کنندہ راوی کے متعلق اور ایک حدیثِ مرسَل کے متعلق۔ شرائط ملاحظہ کریں: (ا) یہ کہ مرسِل بڑے تابعین میں سے ہو۔ (۲) اور جب وہ مرسَل عنہ کا نام ذکر کرے تو کسی ثقہ کا نام لے۔ (۳) اور جب قابلِ اعتماد حفاظ اس کے ساتھ شریک ہوں تو اس کی مخالفت نہ کریں۔ (۴) اور یہ کہ مذکورہ تین شرطوں کے ساتھ مندرجہ ذیل امور میں سے کوئی مل جائے: (أ) یہ کہ حدیث دوسرے طریقے سے مسند مروی ہو۔ (ب) یا دوسرے طریقے سے اس طرح مرسَل ہو کہ اس کو مرسَل ان لوگوں نے کیا ہو جنہوں نے علم مرسَلِ اول کے رواۃ سے حاصل نہ کیا ہو۔ (ج) یا وہ کسی صحابی کے قول کے موافق ہو۔ (د) یا اس کے مقتضیٰ کے مطابق اکثر اہلِ علم فتویٰ دیں۔ جب یہ شرطیں پائی جائیں گی تو واضح ہوگا کہ مرسَل اور اس کی تائید کرنے والی دوسری روایت کا مخرج صحیح ہے اور یہ کہ وہ دونوں اس طرح صحیح ہو جائیں گی کہ اگر دوسرے طریقے سے کوئی اور صحیح ان کے معارض ہو تو ان میں تطبیق مشکل ہونے کے وقت کثرتِ طرق کی بناء پر ان دونوں (مرسَل اور اس کی مؤید روایت) کو ترجیح دیں گے۔

شرح :- امام شافعیؒ اور بعض اہلِ علم کی رائے پر مرسَل کے قبول ہونے کی شرطیں بیان کی گئی ہیں۔ ان کے نزدیک مرسَل کے قبول ہونے کی چار شرطیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے: (ا) ارسال

کرنے والا بڑے تابعین میں سے ہو جیسے سعید بن مسیبؒ۔ (۲) اگر کہیں مرسَل عنہ یعنی جس کا ذکر چھوڑا جا رہا ہے، کا نام ذکر کرے تو وہ کسی ثقہ کا ہی نام ہو۔ (۳) ثقہ راویوں کی مخالفت سے محفوظ ہو۔ (۴) چار باتوں میں سے ایک بات موجود ہو: (الف) دوسری سند سے متصلاً منقول ہو۔ (ب) یا مرسِل کے شیوخ کے علاوہ دوسرے شیوخ سے مرسَل منقول ہو۔ (ج) یا قولِ صحابی اس کی تائید کرتا ہو۔ (د) یا اس کے مطابق اکثر علماء فتویٰ دیں۔ یہ شرائط اگر مرسَل میں موجود ہو تو اس کی اصل کا موجود ہونا معلوم ہو جائے گا اور معارضہ کے وقت اس کو بھی ترجیح دے سکیں گے۔ پہلی تینوں تو لازمی مکمل شرطیں ہیں، چونیز شرط میں چار شقیں ہیں۔

٦ ...... مُرْسَلُ الصَّحَابِيِّ : هُوَ مَا أَخْبَرَ بِهِ الصَّحَابِيُّ عَنْ قَوْلِ الرَّسُوْلِ ﷺ أَوْ فِعْلِهِ، وَلَمْ يَسْمَعْهُ أَوْ يُشَاهِدْهُ، إِمَّا لِصِغَرِ سِنِّهِ أَوْ تَأَخُّرِ اِسْلَامِهِ أَوْ غِيَابِهِ، وَمِنْ هٰذَا النَّوْعِ أَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ لِصِغَارِ الصَّحَابَةِ كَابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَغَيْرِهِمَا . ٧...... حُكْمُ مُرْسَلِ الصَّحَابِيِّ : اَلصَّحِيْحُ الْمَشْهُوْرُ الَّذِيْ قَطَعَ بِهِ الْجُمْهُوْرُ أَنَّهُ صَحِيْحٌ مُحْتَجٌّ بِهِ، لِأَنَّ رِوَايَةَ الصَّحَابَةِ عَنِ التَّابِعِيْنَ نَادِرَةٌ، وَإِذَا رَوَوْا عَنْهُمْ بَيَّنُوْهَا، فَإِذَا لَمْ يُبَيِّنُوْا وَقَالُوْا : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَالْأَصْلُ أَنَّهُمْ سَمِعُوْهَا مِنْ صَحَابِيٍّ آخَرَ، وَحَذْفُ الصَّحَابِيِّ لَا يَضُرُّ، كَمَا تَقَدَّمَ . وَقِيْلَ اِنَّ مُرْسَلَ الصَّحَابِيِّ كَمُرْسَلِ غَيْرِهٖ فِي الْحُكْمِ، وَهٰذَا الْقَوْلُ ضَعِيْفٌ مَرْدُوْدٌ .

ترجمہ: صحابی کی مرسَل: یہ وہ حدیث ہے جس کے ذریعے صحابی نے رسول اللہ ﷺ کے قول یا فعل کی خبر دی ہو لیکن نہ خود سنا نہ دیکھا، یا تو کم سنی کی وجہ سے یا دیر سے مسلمان ہونے یا موجود نہ ہونے کی وجہ سے۔ اسی قسم سے متعلق بہت سی حدیثیں ہیں جو صغار صحابہ سے مروی ہیں جیسے ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ وغیرہ۔ صحابی کی مرسَل کا حکم: صحیح ومشہور قول جس کا بھی رہے قطعی فیصلہ کیا ہے یہ ہے کہ وہ صحیح ہے، حجت بنایا جاسکتا ہے، اس لیے کہ تابعین سے صحابہ کرامؓ کی روایت بہت کم ہے، اور جب وہ اُن سے روایت کرتے ہیں تو اس کی وضاحت کر دیتے ہیں، تو جب وہ وضاحت نہ کریں اور یوں کہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، تو اصل یہ ہے کہ انہوں نے یہ روایت کسی دوسرے صحابی

سے سنی ہوگی اور صحابی کا حذف کرنا نقصان دہ نہیں ہے۔ایک قول یہ ہے کہ صحابی کی مرسَل حکم کے لحاظ سے غیر صحابی کی مرسَل کی طرح ہے،اور یہ قول ضعیف و مردود ہے۔

شرح :- مرسَلِ صحابی سے مراد یہ ہے کہ صحابی نبی کریم ﷺ کے کسی ایسے قول کو نقل کرے تھی انہوں نے خود نہ سنا ہو یا فعل بیان کرے تھی خود نہ دیکھا ہو جس کی وجہ یا تو یہ ہو کہ اس وقت وہ کم سن محفوظ نہیں کر سکتے یا اس وجہ سے کہ اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہوئے بلکہ اس کے بعد مسلمان ہوئے یا اس وجہ سے کہ واقعہ کے وقت آپ موجود نہ بلکہ اس کے بعد حاضر ہوئے مثلاً جیسے حضرت ابو ہریرہؓ سنہ ۷ ہجری میں حاضر خدمت ہوکر مسلمان ہوئے مگر آپ سے اس سے پہلے دور کی احادیث بکثرت مروی ہیں جن میں ہجرت سے پہلے یا اس کے بعد کے واقعات کی خبر ہے جو ان کے مسلمان ہوہے اور موجود ہوہے سے پہلے پیش آئے ۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ یا عبداللہ بن زبیرؓ جو صغار صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں مگر ان سے بہت سی ایسی روایات مروی ہیں جو یقیناً انہوں ہے خود نہیں سنا یا خود ان کا مشاہدہ نہیں کیا جس کی وجہ ان کی اس وقت صغر سنی یا عدم موجودگی نیز۔

کبھی رعلماء کے نزدیک مرسَل صحابی مقبول ہے اور یہی ان کا قطعی فیصلہ ہے، حتی کہ وہ محدثین بھی جو غیر صحابی کی مرسَل کو کسی طرح قبول نہیں کرتے ،صحابہ کی مراسیل قبول کرہے میں ذرا تأمل نہیں کرتے کیونکہ صحابہ اگر کسی سے نقل بھی کرتے ہیں تو وہ عموماً صحابی ہوتا ہے اگر چہ اس کا نام نہیں لیا گیا ہوتا لیکن صحابہ سب کے سب عدول اور ثقہ ہیں لہذا ان کی ذات کی جہالت مانع عن القبول نہیں ۔اسی لیے صحیحین میں بکثرت صحابہ کرام کی مراسیل حدیثِ مرفوع متصل کی طرح منقول ہیں اور ان پہ کوئی ردّ و قدح نہیں کیا جاتا۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ جمہو جمہو تابعین سے بھی روایت نقل کرتے لہذا عین ممکن ہے کہ جس سے ارسال کیا جا رہا ہے وہ کوئی تابعی ہو اور یہ مسلَّم ہے کہ تابعی کا مجہول ہونا مانع عن القبول ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ، تابعین سے عام طور پر حکایات،اسرائیلیات اور موقوفات نقل کیا کرتے ،رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب قول و فعل نہیں نقل کرتے اور .

ہمارا کلام نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب اقوال وافعال میں ہے، اگر صحابی تابعی سے نقل بھی کرتا ہے تو اس کی وضاحت ضرور کردیتا ہے لہذا جس کی وضاحت نہیں کی گئی وہ اپنی اصل یعنی صحابی ہی سے روایت کرنے پر محمول ہوگا۔

یہ قول تو کبھی رکا ہے مگر دوسری طرف ابواسحاق اسفرائینی شافعیؒ وغیرہ کی طرف منسوب ہے کہ ان کے نزدیک مرسل صحابی کا حکم وہی ہے جو غیر صحابی کی مرسل کا ہے لہذا تحقیق اور محذوف کا بیان ضروری ہے، کبھی ر کے مقابلے میں یہ قول مردود ہے جس کی وجہ تفصیل سے بیان کردی گئی۔

٨ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ :(أ) اَلْمَرَاسِيْلُ لِأَبِيْ دَاوُدَ .(ب) اَلْمَرَاسِيْلُ لِابْنِ أَبِيْ حَاتِمٍ .(جـ) جَامِعُ التَّحْصِيْلِ لِأَحْكَامِ الْمَرَاسِيْلِ لِلْعَلاَئِيِّ .

ترجمہ: اس فن میں مشہور ترین تصانیف: (أ) المراسیل: یہ امام ابوداؤدؒ کی تصنیف ہے۔ (ب) المراسیل: یہ ابن ابی حاتمؒ کی تصنیف ہے۔ (ج) جامع التحصیل لأحکام المراسیل: یہ امام علائیؒ کی تصنیف ہے۔

شرح:- تین مشہور تصانیف کا ذکر ہے جن میں سے پہلی مراسیلِ ابی داؤد کے نام سے مطبوع ہے اور یہ سنن ابی داؤد کے مصنف امام ابوداؤد سجستانیؒ ہی کی تصنیف ہے۔ دوسری کتاب جرح وتعدیل کے مشہور امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتمؒ کی تصنیف ہے جس کا نام بھی مراسیل ہے اور تیسری کتاب جامع التحصیل لأحکام المراسیل ہے جس کے مصنف صلاح الدین ابوسعید خلیل علائیؒ ہیں۔

اَلْمُعْضَلُ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ "أَعْضَلَهُ" بِمَعْنىٰ أَعْيَاهُ .(ب) اِصْطِلاَحاً : مَا سَقَطَ مِنْ اِسْنَادِهِ اثْنَانِ فَأَكْثَرَ عَلَى التَّوَالِيْ .٢ – مِثَالُهُ : مَارَوَاهُ الْحَاكِمُ فِيْ "مَعْرِفَةِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ" بِسَنَدِهِ اِلَى الْقَعْنَبِيِّ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلاَ يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلاَّ يُطِيْقُ ".قَالَ الْحَاكِمُ : هٰذَا مُعْضَلٌ عَنْ مَالِكٍ أَعْضَلَهُ هٰكَذَا فِيْ

الْمُوَطَّأ. فَهٰذَا الْحَدِيْثُ مُعْضَلٌ لِأَنَّهُ سَقَطَ مِنْهُ اثْنَانِ مُتَوَالِيَانِ بَيْنَ مَالِكٍ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَدْ عَرَفْنَا أَنَّهُ سَقَطَ مِنْهُ اثْنَانِ مُتَوَالِيَانِ مِنْ رِوَايَةِ الْحَدِيْثِ خَارِجَ الْمُوَطَّأِ هٰكَذَا " ...... عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ".

ترجمہ: معضل۔ اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے یہ ''أَعْضَلَ '' سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں ''عاجز کر دیا''۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے یہ وہ حدیث ہے جس کی اسناد سے دو یا اس سے زیادہ راوی پے در پے ساقط ہوں۔ اس کی مثال: وہ حدیث ہے جو حاکم ہے ''معرفة علوم الحدیث'' میں قعنبیؒ تک اپنی سند کے ذریعے امام مالکؒ سے روایت کی ہے کہ اُنہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ ہے کہا: جناب رسول اللہ ﷺ ہے فرمایا: ''غلام کے لیے اچھے طریقے سے اس کا کھانا اور کپڑے دے دینا ہے اور اس سے طاقت سے زیادہ کام نہیں لیا جائے گا''۔ حاکمؒ ہے کہا: امام مالکؒ سے یہ روایت معضل ہے، انہوں ہے موطا میں اسی طرح معضل روایت کیا۔ تو یہ حدیث معضل ہے اس لیے کہ اس میں امام مالکؒ اور حضرت ابوہریرہؓ کے درمیان پے در پے دو راوی ساقط ہو چکے ہیں اور ہمیں اس بات کا پتہ کہ اس میں دو راوی مسلسل ساقط ہوئے، موطا کے باہر حدیث کی اس انداز سے روایت سے چلا یعنی ''عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ''۔

شرح :- معضل، باب افعال کے مصدر ''الإعْضَال'' سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، اِعضال کسی کو عاجز و بے بس کر دینے اور تھکا دینے کے معنی میں آتا ہے، اسی سے لاعلاج اور سنگین مرض کو الدَّاءُ الْعُضَال کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی انسان کو عاجز و لاچار کر دیتا ہے۔ حدیث کا نام معضل اس لیے پڑا کہ سند میں مسلسل دو راوی کا حذف سند کی تحقیق کر رہے والے کو تھکا دیتا ہے اور بے بس کر دیتا ہے۔

اصول حدیث کی اصطلاح میں معضل اس حدیث کا نام ہے جس کی سند میں پے در پے دو راوی یا اس سے بھی زیادہ حذف ہو چکے ہوں۔ اس کی مثال موطا میں امام مالکؒ کی وہ روایت ہے جس کو وہ حضرت ابوہریرہؓ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہے فرمایا: ''لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ بِالْمَعْرُوْفِ ......'' الحدیث۔ یہ واضح ہے کہ امام مالکؒ کا

حضرت ابو ہریرہؓ سے سماع ثابت نہیں، اس لیے مذکورہ روایت میں یقیناً کوئی راوی حذف ہوا ہے، تحقیق کرنے پر موطا کے باہر امام مالکؒ کی یہی حدیث ملی جس میں وہ "محمد بن عجلان عن ابیہ" کے واسطے سے حدیث بیان کر رہے ہیں تو پتہ چلا کہ موطا کی روایت میں یہی دو راوی محذوف ہیں یعنی محمد بن عجلان اور ان کے والد۔ اس لیے یہ حدیث معضل بن گئی۔

٣ – حُكْمُهُ : اَلْمُعْضَلُ حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ، وَهُوَ أَسْوَأُ حَالاً مِنَ الْمُرْسَلِ وَالْمُنْقَطِعِ لِكَثْرَةِ الْمَحْذُوْفِيْنَ مِنَ الْإِسْنَادِ، وَهٰذَا الْحُكْمُ عَلَى الْمُعْضَلِ بِالْاِتِّفَاقِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ .

٤ – اِجْتِمَاعُهُ مَعَ بَعْضِ صُوَرِ الْمُعَلَّقِ : اِنَّ بَيْنَ الْمُعْضَلِ وَبَيْنَ الْمُعَلَّقِ عُمُوْماً وَخُصُوْصاً مِنْ وَجْهٍ :(أ) فَيَجْتَمِعُ الْمُعْضَلُ مَعَ الْمُعَلَّقِ فِيْ صُوْرَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِيَ : اِذَا حُذِفَ مِنْ مَبْدَأِ اِسْنَادِهٖ رَاوِيَانِ مُتَوَالِيَانِ، فَهُوَ مُعْضَلٌ وَمُعَلَّقٌ فِيْ آنٍ وَاحِدٍ .

(ب) وَيُفَارِقُهُ فِيْ صُوْرَتَيْنِ :(١) اِذَا حُذِفَ مِنْ وَسَطِ الْإِسْنَادِ رَاوِيَانِ مُتَوَالِيَانِ، فَهُوَ مُعْضَلٌ وَلَيْسَ بِمُعَلَّقٍ .(٢) اِذَا حُذِفَ مِنْ مَبْدَأِ الْإِسْنَادِ رَاوٍ فَقَطْ فَهُوَ مُعَلَّقٌ وَلَيْسَ بِمُعْضَلٍ .

ترجمہ:۔ معضل کا حکم: معضل حدیثِ ضعیف ہے اور سند میں محذوفین کی کثرت کی وجہ سے یہ مرسل و منقطع سے بھی گئی گزری ہے۔ معضل کا یہ حکم علماء کے درمیان بالاتفاق ہے۔ معضل کا معلق کی بعض صورتوں کے ساتھ اجتماع: بے شک معضل اور معلق کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے: (أ) چنانچہ معضل صرف ایک صورت میں معلق کے ساتھ جمع ہوتا ہے اور وہ اس وقت ہے جب سند کے آغاز سے دو راوی مسلسل حذف کر دیئے جائیں، تو وہ بیک وقت معضل و معلق ہے۔ (ب) اور دو صورتوں میں معلق سے جدا ہوگا: (۱) جب سند کے درمیان سے دو راوی مسلسل حذف کیے جائیں تو وہ معضل تو ہے لیکن معلق نہیں۔ (۲) جب سند کی ابتدا سے صرف ایک راوی حذف کیا جائے تو وہ معلق ہے لیکن معضل نہیں۔

شرح:۔ سند میں انقطاع اتنا بُرا ہے کہ اس سے حدیث ضعیف بن جاتی ہے پھر جب دو راوی ہوں اور وہ بھی پے در پے محذوف ہوں تو یہ کس قدر باعثِ نقصان ہوگا آپ خود ہی اندازہ کر لیجئے

اسی لیے علماء نے تصریح کی ہے کہ معضل کا رُتبہ مرسَل اور منقطع سے بھی نیچے ہے یعنی نا قابل قبول ہے۔ معضل کے ضعیف ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔

چونکہ معلق وہ حدیث ہے جس کے شروع سے راوی حذف کردیا جائے اور معضل اس کو کہتے ہیں جس میں دو یا دو سے زیادہ راوی پے در پے حذف ہوجائیں چاہے شروع سے ہو یا درمیان سے یا آخر سے تو اس لیے معضل و معلق کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے۔ اب یہ نسبت جن دو چیزوں کے درمیان ہوتی ہے اُن میں ایک تو مادّہ اجتماعی ہوتا ہے جس میں دونوں چیزیں ہوتی ہیں اور دو مادّے افتراقی ہوتے ہیں جہاں ایک ہوتی ہے اور دوسری نہیں، اس لیے معضل و معلق کے درمیان بھی پائے جانے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) مادّہ اجتماعی: یعنی وہ سند جس کی ابتداء سے دو راوی مسلسل حذف کیے جائیں تو اس پر معلق کی تعریف بھی صادق ہوگی اور معضل کی تعریف بھی، لہذا اس میں دونوں جمع ہیں۔ (۲) مادّہ افتراقی: جس سند کے درمیان سے دو راوی مسلسل محذوف ہوں تو اس پر معضل ہونا صادق ہے لیکن معلق ہونا صادق نہیں، پس یہ صورت صرف معضل کی ہوئی۔ (۳) مادّہ افتراقی: جس سند کی ابتداء سے صرف ایک راوی محذوف ہو تو اس پر معلق کی تعریف صادق آئے گی لیکن معضل کی تعریف صادق نہیں آئے گی، اس لیے یہ صورت صرف معلق کی ہوئی۔

٥ - مِنْ مَظَانِّ الْمُعْضَلِ : قَالَ السُّيُوْطِيُّ : مِنْ مَظَانِّ الْمُعْضَلِ وَالْمُنْقَطِعِ وَالْمُرْسَلِ :(أ) كِتَابُ السُّنَنِ لِسَعِيْدِ بْنِ مَنْصُوْرٍ .(ب) مُؤَلَّفَاتُ ابْنِ أَبِي الدُّنْيَا .

ترجمہ: معضل کے تلاش کرنے کی جگہیں: امام سیوطی نے کہا: معضل، منقطع اور مرسل کے تلاش کرنے کی جگہوں میں سے یہ بھی ہیں: (أ) کتاب السنن: یہ سعید بن منصور کی تصنیف ہے۔ (ب) ابن ابی الدنیا کی تالیفات۔

شرح:- معضل، منقطع اور مرسَل تلاش کرنے کے لیے مشہور کتابوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ ان کا ایک موقعہ تو سعید بن منصورؒ کی کتاب السنن ہے جو زیادہ ضخیم نہیں اور مطبوع ہے۔ دوسرا حافظ ابوبکر المعروف بہ ابن ابی الدنیاؒ کی مؤلفات ہیں جو بہت زیادہ ہیں اور عام طور پر اخلاق وفضائل

اعمال کا مجموعہ ہیں۔

اَلْمُنقَطِعُ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمُ فَاعِلٍ مِنَ "الْإِنْقِطَاعِ" ضِدِّ الْإِتِّصَالِ .

(ب) اِصْطِلَاحاً : مَا لَمْ يَتَّصِلْ اِسْنَادُهُ، عَلىٰ أَيِّ وَجْهٍ كَانَ انْقِطَاعُهُ . ٢ – شَرْحُ التَّعْرِيْفِ : يَعْنِيْ أَنَّ كُلَّ اِسْنَادٍ اِنْقَطَعَ مِنْ أَيِّ مَكَانٍ كَانَ، سَوَاءٌ كَانَ الْإِنْقِطَاعُ مِنْ أَوَّلِ الْإِسْنَادِ أَوْ مِنْ آخِرِهٖ أَوْ مِنْ وَسَطِهٖ، فَيَدْخُلُ فِيْهِ ـ عَلىٰ هٰذَا ـ الْمُرْسَلُ وَالْمُعَلَّقُ وَالْمُعْضَلُ، لٰكِنَّ عُلَمَاءَ الْمُصْطَلَحِ الْمُتَأَخِّرِيْنَ خَصُّوا الْمُنْقَطِعَ بِمَا لَمْ تَنْطَبِقْ عَلَيْهِ صُوْرَةُ الْمُرْسَلِ أَوِ الْمُعَلَّقِ أَوِ الْمُعْضَلِ، وَكَذٰلِكَ كَانَ اسْتِعْمَالُ الْمُتَقَدِّمِيْنَ فِي الْغَالِبِ، وَلِذٰلِكَ قَالَ النُّوَوِيُّ : " وَاَكْثَرَ مَا يُسْتَعْمَلُ فِيْ رِوَايَةِ مَنْ دُوْنَ التَّابِعِيِّ عَنِ الصَّحَابِيِّ كَمَالِكٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ".

ترجمہ: منقطع۔اس کی تعریف:(أ) لغت کے اعتبار سے: یہ انقطاع سے اسم فاعل ہے جو اتصال (ملنا) کا ضد ہے۔(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ حدیث جس کی اسناد متصل نہ ہو چاہے کسی بھی طرح انقطاع ہو۔

تعریف کی تفصیل: یعنی ہر وہ اسناد جو کسی بھی جگہ سے منقطع ہو جائے، برابر ہے کہ انقطاع اسناد کے شروع سے ہو یا آخر سے یا درمیان سے، پس اس تفصیل کی بناء پر اس مرسَل، معلق اور معضل داخل ہو جائیں گے مگر متاخرین علماءِ مصطلح نے منقطع کو اس حدیث کے ساتھ خاص کر دیا ہے جس پر مرسل یا معلق یا معضل کی صورت صادق نہ آئے اور متقدمین کا استعمال بھی زیادہ تر اسی طرح تھا۔اسی لیے نوویؒ نے کہا ہے: اور زیادہ تر منقطع تابعی سے نیچے شخص کے صحابی سے روایت کرنے میں استعمال ہوتا ہے جیسے مالکؒ، ابن عمرؓ سے روایت کریں۔

شرح:- منقطع، یہ باب انفعال کے مصدر یعنی الانقطاع کا اسم فاعل ہے، انقطاع کے لغوی معنی ہیں ''ٹوٹنا'' اس کا ضد اتصال ہے جس کے معنی ہیں ''ملنا، جڑنا''، چونکہ اس حدیث میں بھی سند میں سے کوئی راوی حذف ہوتا ہے گویا سند کے راویوں کا آپس میں اتصال نہیں ہوتا اس لیے اس کو منقطع

کہتے ہیں۔

اصطلاح میں منقطع ہر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں کہیں نہ کہیں راوی ساقط ہو گیا ہو اور اس کا ذکر نہ ہوا ہو۔ اس معنی کے لحاظ سے منقطع، انقطاع کی بقیہ تینوں قسموں یعنی مرسل، معلق اور معضل کو شامل ہے لیکن متاخرین نے منقطع کو ان تین کے علاوہ صورتوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے لہذا اب مرسل، معلق اور معضل کو منقطع نہیں کہا جاتا، خود متقدمین بھی اکثر و بیشتر منقطع سے وہ صورت مراد لیا کرتے ہیں جس پر معلق وغیرہ کی تعریف صادق نہ آئے۔ امام نوویؒ کی ذکر کردہ مثال میں امام مالکؒ تبع تابعی ہیں، ان کے اور ابن عمرؓ کے درمیان ایک راوی کا واسطہ ہے جو کہ محذوف ہے اس لیے اس روایت کو منقطع کہا جائے گا۔

٣ - اَلْمُنْقَطِعُ عِنْدَ الْمُتَاَخِّرِيْنَ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيْثِ : هُوَ مَا لَمْ يَتَّصِلْ اِسْنَادُهُ مِمَّا لَا يَشْمَلُهُ اسْمُ الْمُرْسَلِ أَوِ الْمُعَلَّقِ أَوِ الْمُعْضَلِ، فَكَأَنَّ الْمُنْقَطِعَ اسْمٌ عَامٌّ لِكُلِّ انْقِطَاعٍ فِي السُّنَدِ مَا عَدَا صُوَراً ثَلَاثاً مِنْ صُوَرِ الْاِنْقِطَاعِ وَهِيَ : حَذْفُ أَوَّلِ الْإِسْنَادِ، أَوْ حَذْفُ آخِرِهِ، أَوْ حَذْفُ اثْنَيْنِ مُتَوَالِيَيْنِ مِنْ أَيِّ مَكَانٍ كَانَ وَهٰذَا هُوَ الَّذِيْ مَشٰى عَلَيْهِ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرَ فِي النُّخْبَةِ وَشَرْحِهَا .ثُمَّ اِنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ الْاِنْقِطَاعُ فِيْ مَكَانٍ وَاحِدٍ مِنَ الْإِسْنَادِ، وَقَدْ يَكُوْنُ فِيْ أَكْثَرَ مِنْ مَكَانٍ وَاحِدٍ، كَأَنْ يَكُوْنَ الْاِنْقِطَاعُ فِيْ مَكَانَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ مَثَلاً .

ترجمہ:۔ متاخرین اہلِ حدیث کے نزدیک منقطع: وہ روایت ہے جس کی اسناد ان صورتوں میں سے متصل نہ ہو جس کو مرسل یا معلق یا معضل کا نام شامل نہ ہو، گویا منقطع انقطاع کی مندرجہ ذیل تین صورتوں کے علاوہ سند میں واقع ہر انقطاع کے لیے ایک عام نام ہے: اسناد کے شروع میں حذف، یا اس کے آخر کا حذف، یا دو مسلسل راویوں کا حذف جو کسی بھی جگہ سے ہو۔ یہ وہ تعریف ہے جس پر حافظ ابن حجرؒ نخبہ اور اس کی شرح میں گامزن رہے۔ پھر بے شک انقطاع کبھی اسناد کی ایک جگہ ہوتی ہے اور کبھی ایک سے زیادہ جگہوں میں ہوتی ہے مثلاً جیسے انقطاع دو یا تین جگہوں میں ہو۔

شرح:- یہ بات اوپر گذر چکی ہے کہ منقطع اپنے اصطلاحی معنی کے لحاظ سے ہر قسم کے انقطاع

والی سند کو شامل ہے جس میں معلق، مرسَل اور معضل بھی آجاتے ہیں مگر متاخرین نے منقطع کو ان تینوں کے علاوہ قسم مانا ہے اور ان صورتوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے جن پر معلق وغیرہ صادق نہ آئے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اپنی نخبہ اور اس کی شرح میں متاخرین کے قول کے مطابق تعریف اختیار کی ہے۔

البتہ یہ سمجھنا چاہیے کہ انقطاع جمہو سند کی ایک ہی جگہ پر ہوگا اور جمہو ایک سے زیادہ جگہوں پر مثلاً دس راویوں پر مشتمل ایک سند ہے اور اس میں ہر دو راوی کے بعد ایک راوی ساقط ہو بشرطیکہ نہ بالکل شروع میں ساقط ہو نہ بالکل آخر میں۔

٤ – مِثَالُهُ : مَارَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ عَنْ حُذَيْفَةَ مَرْفُوْعاً : إِنْ وَلَّيْتُمُوْهَا أَبَابَكْرٍ فَقَوِيٌّ أَمِيْنٌ . فَقَدْ سَقَطَ مِنْ هٰذَا الْإِسْنَادِ رَجُلٌ مِنْ وَسَطِهِ وَهُوَ "شَرِيْكٌ" سَقَطَ مِنْ بَيْنَ الثَّوْرِيِّ وَأَبِيْ إِسْحَاقَ، إِذْ أَنَّ الثَّوْرِيَّ لَمْ يَسْمَعِ الْحَدِيْثَ مِنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ مُبَاشَرَةً وَإِنَّمَا سَمِعَهُ مِنْ شَرِيْكٍ، وَشَرِيْكٌ سَمِعَهُ مِنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ . فَهٰذَا الْإِنْقِطَاعُ لَا يَنْطَبِقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْمُرْسَلِ وَلَا الْمُعَلَّقِ وَلَا الْمُعْضَلِ فَهُوَ مُنْقَطِعٌ . ٥ – حُكْمُهُ : اَلْمُنْقَطِعُ ضَعِيْفٌ بِالْاِتِّفَاقِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ، وَذٰلِكَ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الرَّاوِي الْمَحْذُوْفِ.

ترجمہ: اس کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو عبدالرزاق، ثوری سے، وہ ابواسحاق سے، وہ زید بن یثیع سے اور وہ حضرت حذیفہؓ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں: "إِنْ وَلَّيْتُمُوْهَا أَبَابَكْرٍ فَقَوِيٌّ أَمِيْنٌ" (اگر تم خلافت ابوبکر کے سپرد کر دو تو وہ قوت رکھنے والا امانت دار ہے)۔ ثوری اور ابواسحاق کے درمیان کوئی شخص ساقط ہوا ہے کیونکہ ثوری نے ابواسحاق سے براہِ راست حدیث نہیں سنی، بلکہ انہوں نے شریک سے اس کو سنا ہے اور شریک نے ابواسحاق سے۔ اس انقطاع پر نہ تو مرسَل کا نام صادق آتا ہے نہ ہی معلق کا اور نہ ہی معضل کا، اس لیے یہ منقطع ہے۔ اس کا حکم: علماء کے اتفاق کے مطابق منقطع ضعیف ہے اور اس وجہ سے کہ محذوف راوی کی حالت کا علم نہیں ہے۔

شرح:۔ منقطع کی وہ مثال جس پر معلق وغیرہ کی تعریفیں صادق نہیں آتیں، امام عبدالرزاقؒ کی

سند سے مروی حدیث نوجس کو وہ سفیان ثوریؒ سے روایت کرتے ہیں، سفیان ثوریؒ اسے ابو اسحاقؒ سے روایت کرتے ہیں، ابو اسحاق اس حدیث کو زید بن یثیعؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اس سند میں سفیان ثوریؒ کے بعد شریکؒ کا واسطہ تھا جو محذوف ہو گیا پس سفیان ثوریؒ اور ابو اسحاق کے مابین شریک محذوف ہیں جن کی وجہ سے یہ سند منقطع مثلائی۔ حدیثِ منقطع کا حکم یہ نوکہ بالاتفاق ضعیف نوکیونکہ محذوف راوی کا علم نہیں ہوتا۔

اَلْمُدَلَّسُ

١ - تَعْرِيْفُ التَّدْلِيْسِ : (أ) لُغَةً : اَلْمُدَلَّسُ اسْمُ مَفْعُوْلٍ مِن " التَّدْلِيْسِ "وَالتَّدْلِيْسُ فِي اللُّغَةِ كِتْمَانُ عَيْبِ السِّلْعَةِ عَنِ الْمُشْتَرِيْ، وَأَصْلُ التَّدْلِيْسِ مُشْتَقٌّ مِنَ الدَّلَسِ وَهُوَ الظُّلْمَةُ أَوِ اخْتِلاَطُ الظَّلاَمِ كَمَا فِي الْقَامُوْسِ، فَكَأَنَّ الْمُدَلِّسَ لِتَغْطِيَتِهٖ عَلَى الْوَاقِفِ عَلَى الْحَدِيْثِ أَظْلَمَ أَمْرَهٗ فَصَارَ الْحَدِيْثُ مُدَلَّسًا .(ب) اِصْطِلاَحاً : اِخْفَاءُ عَيْبٍ فِي الْاِسْنَادِ، وَتَحْسِيْنٌ لِظَاهِرِهٖ .

ترجمہ مدلّس۔تدلیس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: مدلّس، تدلیس سے اسم مفعول نو، اور تدلیس کے لغت میں معنی ہیں: خریدار سے سامان کے عیب کو چھپانا، اور تدلیس کی اصل دَلَس سے مشتق نوا اور وہ اندھیرے کو یا اندھیرے کے ساتھ ملنے کو عتبا ہیں جیسا کہ قاموس میں نو، گویا مدلّس حدیث پر مطلع ہونے والے پر پردہ ڈالنے کی وجہ سے، اُس کا معاملہ اندھیرا ہو گیا جس کی وجہ سے حدیث مدلّس بن گئی۔ (ب) اکہتے ح کے اعتبار سے: اسناد میں کسی عیب کا چھپانا اور اس کے ظاہر کو اچھا کرنا نو۔

شرح :- تدلیس، باب تفعیل کا مصدر نوجس کے لغوی معنی ہیں ''خریدار سے سامان کے عیب کو چھپانا''۔ یہ دَلَس سے ماخوذ نوجس کے دو معنی آتے ہیں: ایک اندھیرا، دوسرے کسی چیز کا اندھیرے میں چلے جانا۔ یہ دونوں معاجم قاموس اور لغت کی دیگر کتابوں میں مذکور ہیں۔

مدلَّس اسی تدلیس سے صیغہ اسم مفعول نوا اور حدیث کی صفت ۔نوجبکہ مدلّس راوی کو

عتبا ہیں جب وہ تدلیس سے کام لے، حدیث کا یہ نام اس لیے پڑا کہ جب راوی اسناد کے اندر کسی عیب کو چھپاتا نو تو گویا وہ حدیث سے بحث کر رہے والے شخص پر سند کی اصلیت چھپانا چاہتا نو اور اس عیب کو اندھیرے میں رکھنا چاہتا ہو تا کہ واضح نہ ہو سکے اسی لیے حدیث کو بھی مدلّس عتبا ہیں کیونکہ اس کا معاملہ اندھیرا ہو گیا نو۔ اصولِ حدیث کی اکہتے ح میں تدلیس عتبا ہیں: سند میں کسی عیب کو چھپانا اور اس کے ظاہر کو خوبصورت بنانا۔

٢ - أَقْسَامُ التَّدْلِيْسِ : لِلتَّدْلِيْسِ قِسْمَانِ رَئِيْسِيَّانِ هُمَا : تَدْلِيْسُ الْإِسْنَادِ، وَتَدْلِيْسُ الشُّيُوْخِ . ٣ - تَدْلِيْسُ الْإِسْنَادِ : لَقَدْ عَرَّفَ عُلَمَاءُ الْحَدِيْثِ هٰذَا النَّوْعَ مِنَ التَّدْلِيْسِ بِتَعْرِيْفَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَسَأَخْتَارُ أَصَحَّهَا وَأَدَقَّهَا ـ فِيْ نَظَرِيْ ـ وَهُوَ تَعْرِيْفُ الْإِمَامَيْنِ أَبِيْ أَحْمَدَ بْنِ عَمْرٍو الْبَزَّارِ وَأَبِي الْحَسَنِ بْنِ الْقَطَّانِ وَهٰذَا التَّعْرِيْفُ هُوَ :(أ) تَعْرِيْفُهُ : أَنْ يَرْوِيَ الرَّاوِيْ عَمَّنْ قَدْ سَمِعَ مِنْهُ مَا لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَذْكُرَ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُ .(ب) شَرْحُ التَّعْرِيْفِ : وَمَعْنَىٰ هٰذَا التَّعْرِيْفِ أَنَّ تَدْلِيْسَ الْإِسْنَادِ أَنْ يَرْوِيَ الرَّاوِيْ عَنْ شَيْخٍ قَدْ سَمِعَ مِنْهُ بَعْضَ الْأَحَادِيْثِ، لٰكِنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ الَّذِيْ دَلَّسَهُ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ وَإِنَّمَا سَمِعَهُ مِنْ شَيْخٍ آخَرَ عَنْهُ فَيُسْقِطُ ذٰلِكَ الشَّيْخَ، وَيَرْوِيْهِ عَنْهُ بِلَفْظٍ مُحْتَمِلٍ لِلسَّمَاعِ وَغَيْرِهٖ، كَـ " قَالَ " أَوْ " عَنْ " لِيُوْهِمَ غَيْرَهُ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُ لٰكِنْ لَّا يُصَرِّحُ بِأَنَّهُ سَمِعَ مِنْهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَلَا يَقُوْلُ : "سَمِعْتُ" أَوْ " حَدَّثَنِيْ " حَتّٰى لَا يَصِيْرَ كَذَّاباً بِذٰلِكَ، ثُمَّ قَدْ يَكُوْنُ الَّذِيْ أَسْقَطَهُ وَاحِداً أَوْ أَكْثَرَ .

ترجمہ: تدلیس کی قسمیں: تدلیس کی دو بڑی قسمیں ہیں، وہ یہ ہیں: تدلیس الاسناد، تدلیس الشیوخ۔ تدلیس الاسناد: علماء نے تدلیس کی مذکورہ قسم کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں، میں ان میں سے اپنی نظر میں زیادہ صحیح اور زیادہ ا نی تعریف کو اختیار کروں گا اور وہ امام ابو احمد بن عمرو بزارؒ اور امام ابو حسن بن قطانؒ کی تعریف نو جو کہ یہ نو: (أ) اس کی تعریف: یہ کہ راوی اُس شخص سے جس سے اس کا سماع نو، وہ حدیث نقل کرے جو اُس سے سنی نہ ہو یہ ذکر کیے بغیر کہ یہ حدیث اُس سے سنی

نو۔ (ب) تعریف کی وضاحت: اس تعریف کا مطلب یہ نو کہ تدلیس الاسناد یہ نو کہ راوی ایسے شیخ سے جس سے چند حدیثیں سن چکا ہو سوائے وہ حدیث جس میں اس سے تدلیس کی نو اِس شیخ سے نہ سنی ہو، بلکہ یہ حدیث اُس ہے دوسرے شیخ کی وساطت سے اِس شیخ سے سنی ہو، پھر وہ اُس شیخ کو ساقط کردے اور حدیث کی اِس شیخ سے ایسے لفظ کے ذریعے روایت کرے جس میں سماع وغیرہ کا احتمال ہو جیسے قَـالَ (اس ہے کہا) یا عَـنْ (اس سے) تاکہ دوسروں کو یہ خیال دِلا سکے کہ یہ حدیث اُس ہے اِس شیخ سے سنی نو لیکن اس حدیث کے سننے کی صراحت نہیں کرتا چنانچہ وہ ''میں ہے سنا'' یا ''اس ہے مجھ سے بیان کیا'' نہیں کہتا تاکہ اس کی وجہ سے جھوٹا نہ بن جائے، پھر جس کو اس ہے ساقط کیا نو وہ کبھی ایک ہوتا نو اور کبھی اس سے زیادہ۔

ثلہ ا :- یوں تو تدلیس کئی طرح سے سکیں نو لیکن بنیادی طور پر اس کا حاصل دو قسمیں بنتی ہیں: تدلیس الاسناد اور تدلیس الشیوخ۔ دونں کا تعلق اگر چہ سند کے ساتھ نو لیکن تھوڑا سا فرق نو۔

تدلیس الاسناد اِس تدلیس کو عتبا ہیں کہ ایک شخص ایک استاذ کا شاگرد ہو اور اسی سے روایت بھی کرتا ہو مگر چند حدیثیں اُس ہے مذکورہ استاذ سے براہِ راست نہیں سنی ہوتیں بلکہ ان میں وہ کسی اور کا شاگرد ہوتا نو اور وہ تیسرا شخص اس آدمی کے سابقہ شیخ سے ہی وہ حدیثیں بیان کرتا ہو۔ اب یہ شاگرد بجائے یوں کہنے کے کہ میں ہے یہ حدیث فلاں سے سنی اور اس ہے ہمارے فلاں استاذ سے سنی، وہ اس شخص کا واسطہ درمیان سے حذف کر کے اپنے استاذ ہی کا نام لے لیتا نو کہ انہوں ہے یہ حدیث بیان کی نو جبکہ یہ اس حدیث میں اس کا براہِ راست شاگرد نہیں ہوتا بلکہ ایک شخص کے واسطے سے شاگرد بنتا نو۔

جن الفاظ سے روایت کرتا نو وہ اپنے متعین استاذ سے سننے یا لینے پر واضح دلالت نہ کرتے ہوں بلکہ ان سے جس طرح یہ سمجھ میں آئے کہ اِس ہے استاذ سے سنا ہوگا اسی طرح یہ بھی احتمال ہو کہ شاید خود نہیں سنا بلکہ دوسرے کے واسطے سے سنا کہلا وہ یہ نہیں کہے گا کہ ''میں اپنے فلاں استاذ سے سنا یا انہوں ہے مجھ سے بیان کیا'' کیونکہ اگر ایسا کہے گا تو بعد میں اصل بات ظاہر ہوے پہ وہ جھوٹا قرار پائے گا اور لوگ اس سے حدیث لینا ترک کردیں گے لہذا وہ یوں کہتا نو ''استاذ ہے

کہا‘‘یا’’استاذ کے واسطے سے‘‘،ان الفاظ میں سماع وعدم سماع دونی ں کا احتمال نو۔

تدلیس الاسناد میں ضروری نہیں کہ ایک ہی راوی محذوف ہو بلکہ ایک سے زیادہ بھی محذوف ہوسکتا نو۔

(جـ) اَلْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْإِرْسَالِ الْخَفِيِّ : قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ الْقَطَّانِ بَعْدَ ذِكْرِهِ لِلتَّعْرِيْفِ السَّابِقِ : " وَالْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْإِرْسَالِ هُوَ : أَنَّ الْإِرْسَالَ رِوَايَتُهُ عَمَّنْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ " وَاِيْضَاحُ ذٰلِكَ أَنَّ كُلاًّ مِنَ الْمُدَلِّسِ وَالْمُرْسِلِ اِرْسَالاً خَفِيًّا يَرْوِىْ عَنْ شَيْخٍ شَيْئاً لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ، بِلَفْظٍ يَحْتَمِلُ السَّمَاعَ وَغَيْرَهُ، لٰكِنَّ الْمُدَلِّسَ قَدْ سَمِعَ مِنْ ذٰلِكَ الشَّيْخِ أَحَادِيْثَ غَيْرَ الَّتِىْ دَلَّسَهَا عَلىٰ حِيْنِ أَنَّ الْمُرْسِلَ اِرْسَالاً خَفِيًّا لَمْ يَسْمَعْ مِنْ ذٰلِكَ الشَّيْخِ أَبَداً، لَا الْأَحَادِيْثَ الَّتِىْ أَرْسَلَهَا وَلَا غَيْرَهَا لٰكِنَّهُ عَاصَرَهُ أَوْ لَقِيَهُ .(د) مِثَالُهُ : مَا أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ بِسَنَدِهِ اِلىٰ عَلِيِّ بْنِ خَشْرَمٍ قَالَ : " قَالَ لَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ : عَنِ الزُّهْرِيِّ، فَقِيْلَ لَهُ : سَمِعْتَهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ؟ فَقَالَ: لَا، وَلَا مِمَّنْ سَمِعَهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِىْ عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ ". فَفِىْ هٰذَا الْمِثَالِ أَسْقَطَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اثْنَيْنِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الزُّهْرِيِّ .

ترجمہ: اس کے اورارسالِ خفی کے درمیان فرق: ابوالحسن بن قطّان ہے سابقہ تعریف ذکر کرہے کے بعد کہا:’’اس کے اورارسال کے درمیان فرق یہ نوکہ ارسال اُس کا ایسے شیخ سے روایت کرنا نوجس سے اُس ہے سنانہیں‘‘اوراس کی وضاحت یہ نوکہ مدلّس اورمرسِل خفی میں سے ہرایک کسی شیخ سے وہ نقل کرتا نوجس کواس سے سنانہیں ہوتا،ایسے لفظ کے ساتھ جوسننے یانہ سننے کااحتمال رکھتا نومگرمدلّس اس شیخ سے چندحدیثیں سن چکاہوتا نوجواُن کے علاوہ ہوتی ہیں جن میں اس ہے تدلیس کی جبکہ مرسِل خفی اس شیخ سے قطعاً کچھ نہیں سناہوتا،نہ تووہ احادیث جن کا ارسال کرتا نواورنہ ہی ان کے علاوہ،لیکن وہ اس کا نی زمانہ ہوتا ویااس سے مل چکاہوتا نو۔
اس کی مثال:وہ حدیث نوجوحاکم ہے علی بن خشرم تک اپنی سند کے ساتھ بیان کی نو،انہوں ہے کہا:’’نی سے ابن عُیینہؒ ہے کہا:’’زہری کے واسطے سے‘‘اس پران سے پوچھا گیا: کیا آپ ہے

اِس کو زہری سے سنا نو؟ انہوں ہے کہا: ''نہیں، اور نہ ہی اس شخص سے سنا نو جس ہے زہری سے سنا، مجھ سے عبدالرزاق ہے بواسطہ معمر، زہری سے یہ نقل کیا''۔ اس مثال میں ابن عُیینہؒ ہے اپنے اور زہریؒ کے درمیان دو راوی حذف کر دیئے۔

شـ ر :- جس طرح تدلیس میں ایک شیخ کا واسطہ حذف کر کے اس سے اوپر شیخ سے روایت کی جاتی نو اسی طرح ارسالِ خفی میں بھی کسی شیخ کا واسطہ حذف کر کے اس سے اوپر شیخ سے روایت کی جاتی نو لیکن ان دونو ں میں فرق یہ نو کہ تدلیس میں روایت ایسے شیخ سے کی جاتی نو جس سے تدلیس والی حدیث کے علاوہ حدیثیں سن چکا ہوتا نو یعنی راوی کا اُس شیخ سے سماع ثابت ہوتا نو جبکہ ارسال میں ایسے شیخ سے روایت کی جاتی نو جس سے اس کا سننا ثابت نہیں ہوتا بلکہ محض معاصرت اور ملاقات موجود ہوتی نو یعنی صرف دونو ں کا زمانہ ایک ہوتا نو یا صرف اس شیخ سے راوی کی ملاقات ثابت ہوتی نو، حدیث اس سے نہیں سنی ہوتی۔

اس کی مثال سفیان بن عُیینہؒ کی مذکورہ بالا سند نو جس میں علی بن خشرمؒ عتبا ہیں کہ ایک مرتبہ سفیان بن عُیینہؒ ہے نی سے اس طرح حدیث بیان کی ''زہریؒ کے واسطے سے'' تو کسی ہے سوال کیا: کیا آپ ہے خود زہریؒ سے یہ حدیث سنی نو؟ فرما ہے لگے: ''نہیں، نہ زہری سے نہ زہری کے شاگرد سے سنی نو، مجھ سے تو عبدالرزاقؒ ہے معمرؒ کے واسطے بیان کیا اور معمرؒ ہے زہری سے سنا''۔ تو دیکھیے کہ سفیان بن عُیینہؒ، زہریؒ کے شاگردوں میں سے ہیں اور ان سے احادیث روایت بھی کرتے ہیں لیکن ایک مرتبہ اُن سے وہ حدیث روایت کر ہے لگے جو براہِ راست نہیں سنی ہوتی بلکہ اس مین وہ کسی اور استاد کے شاگرد ہوتے ہیں پھر وہ بھی یہ حدیث زہریؒ سے نہیں سنتے بلکہ ایک اور استاد کا واسطہ ہوتا نو۔ پہلے سفیان بن عُیینہؒ ہے ایسے لفظ سے بیان کیا جس میں سننے نہ سننے کا احتمال تھا، لیکن جب معاملہ کُھلا تو واضح ہوا کہ اس میں دو واسطے درمیان میں محذوف تھے: ایک عبدالرزاقؒ اور دوسرے معمرؒ۔

٤ – تَدْلِيْسُ التَّسْوِيَةِ : هٰذَا النَّوْعُ مِنَ التَّدْلِيْسِ هُوَ فِي الْحَقِيْقَةِ نَوْعٌ مِنْ أَنْوَاعِ تَدْلِيْسِ الْإِسْنَادِ .(أ) تَعْرِيْفُهُ : هُوَ رِوَايَةُ الرَّاوِيْ عَنْ شَيْخِهٖ ثُمَّ إِسْقَاطُ رَاوٍ ضَعِيْفٍ

بَيْنَ ثِقَتَيْنِ لَقِيَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ، وَصُوْرَةُ ذٰلِكَ أَنْ يَرْوِيَ الرَّاوِيْ حَدِيْثاً عَنْ شَيْخٍ ثِقَةٍ، وَذٰلِكَ الثِّقَةُ يَرْوِيْهِ عَنْ ضَعِيْفٍ عَنْ ثِقَةٍ، وَيَكُوْنُ الثِّقَتَانِ قَدْ لَقِيَ أَحَدُهُمَا الْأَوَّلَ فَيُسْقِطُ الضَّعِيْفَ الَّذِيْ فِي السَّنَدِ، وَيَجْعَلُ الْإِسْنَادَ عَنْ شَيْخِهِ الثِّقَةِ عَنِ الثِّقَةِ الثَّانِيْ بِلَفْظٍ مُحْتَمِلٍ، فَيُسَوِّي الْإِسْنَادَ كُلَّهُ ثِقَاتٌ .وَهٰذَا النَّوْعُ مِنَ التَّدْلِيْسِ شَرُّ أَنْوَاعِ التَّدْلِيْسِ؛ لِأَنَّ الثِّقَةَ الْأَوَّلَ قَدْ لَا يَكُوْنُ مَعْرُوْفاً بِالتَّدْلِيْسِ، وَيَجِدُهُ الْوَاقِفُ عَلَى السَّنَدِ كَذٰلِكَ بَعْدَ التَّسْوِيَةِ قَدْ رَوَاهُ عَنْ ثِقَةٍ آخَرَ فَيَحْكُمُ لَهُ بِالصِّحَّةِ، وَفِيْهِ غُرُوْرٌ شَدِيْدٌ .

ترجمہ: تدلیس التسویہ: تدلیس کی یہ قسم درحقیقت تدلیس الاسناد کی ہی ایک نے ع نو۔ (أ) اس کی تعریف: وہ راوی کا اپنے شیخ سے روایت کرکے پھر دو ایسے ثقہ کے درمیان ایک ضعیف راوی کا حذف کرنا جن میں سے ایک کی دوسرے سے ملاقات ہوئی ہو، اور اس کی صورت یہ نو کہ راوی ایک ثقہ شیخ سے کوئی حدیث روایت کرے اور وہ ثقہ ایک ضعیف کے واسطہ سے ایک ثقہ سے اُس حدیث کی روایت کرتا ہو، وہ دونں ثقہ ایک دوسرے سے مل چکے ہوں تو راوی اس ضعیف کو حذف کردیتا نو جو سند میں موجود ہوتا نو اور اسناد کو احتمالی لفظ کے ساتھ :پنے ثقہ شیخ کے واسطے سے دوسرے ثقہ سے بنادیتا نو، اس طرح وہ اسناد کو ثقات سے برابر (پُر) کردیتا نو۔ تدلیس کی یہ قسم انےاعِ تدلیس میں سب سے بُری قسم نو اس لیے کہ پہلا ثقہ کبھی کبھی تدلیس میں مشہور نہیں ہوتا اور سند پر واقف ہوہے والا اس کو اسی طرح دوسرے ثقہ سے روایت کیا ہوا پاتا نو تو اس کے لیے صحت کا حکم لگادیتا نو جبکہ اس میں شدید دئع کہ نو۔

شـ:- تدلیس الاسناد ہی سے نکلی ہوئی تدلیس کی ایک قسم تدلیس التسویہ بھی نو۔ تسویہ باب تفعیل کا مصدر نو جس کے معنی ہیں برابر کردینا، پُر کردینا، اس تدلیس میں سند سے ضعیف کو حذف کرکے صرف ثقات کو باقی رکھا جاتا نو جس سے سند کے تمام راوی ایک درجے کے قرار پاتے ہیں یعنی ثقہ سمجھے جاتے ہیں حالانکہ ان میں سے ایک راوی ضعیف بھی نو جس کا ذکر نہیں ہوا۔ تدلیس التسویہ کی صورت یہ ہوتی نو کہ ایک راوی کا شیخ کہلا ثقہ ہوتا نو لیکن شیخ کا شیخ ضعیف ہوتا نو اور

اس کا شیخ ثقہ ہوتا ہے تو گویا دو ثقات کے درمیان ایک ضعیف ہوتا ہے، راوی کا شیخ اپنے ضعیف شیخ کے ثقہ شیخ سے ملاقات کر چکا ہوتا ہے تو وہ راوی یہ کرتا ہے کہ ان دونوں ثقات کے درمیان سے اُس ضعیف کا واسطہ حذف کر دیتا ہے جس کے بعد راوی کے شیخ کے بعد ضعیف کے بجائے ثقہ آ جاتا ہے، گویا پوری سند ثقات سے بھر جاتی ہے اور تمام راوی ایک دوسرے کے ہی رتبہ (یعنی ثقہ) بن جاتے ہیں اب کوئی بھی نیا شخص جب حدیث سے بحث کرنا چاہتا ہے تو وہ پوری سند میں کوئی ضعیف نہیں پاتا حالانکہ حقیقتاً ایک راوی محذوف ضعیف ہوتا ہے، چنانچہ وہ ضعیف حدیث پر صحت کا حکم لگا دیتا ہے۔ اسی دلیل کہ دہی کی بناء پر تدلیس التسویہ کو تدلیس کی سب سے بُری اور مذموم صورت قرار دیا گیا ہے۔

(ب) أَشْهَرُ مَنْ كَانَ يَفْعَلُهُ : ١ ...... بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ . قَالَ أَبُوْ مُسْهِرٍ : " أَحَادِيْثُ بَقِيَّةَ، لَيْسَتْ نَقِيَّةً، فَكُنْ مِنْهَا عَلٰى تَقِيَّةٍ ". ٢ ...... اَلْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ .(جـ) مِثَالُهُ : مَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ فِي الْعِلَلِ قَالَ: "سَمِعْتُ أَبِيْ ـ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ الَّذِيْ رَوَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهْوَيْهِ عَنْ بَقِيَّةَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ وَهْبٍ الْأَسَدِيّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثَ لَا تَحْمَدُوْا إِسْلَامَ الْمَرْءِ حَتّٰى تَعْرِفُوْا عُقْدَةَ رَأْيِهِ ـ قَالَ أَبِيْ : هٰذَا الْحَدِيْثُ لَهُ أَمْرٌ قَلَّ مَنْ يَفْهَمُهُ، رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو (ثِقَةٌ) عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِيْ فَرْوَةَ (ضَعِيْفٌ) عَنْ نَافِعٍ (ثِقَةٌ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَعُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو كُنْيَتُهُ أَبُوْ وَهْبٍ، وَهُوَ أَسَدِيٌّ، فَكَنَّاهُ بَقِيَّةُ وَنَسَبَهُ إِلٰى بَنِيْ أَسَدٍ كَيْ لَا يُفْطَنَ لَهُ، حَتّٰى إِذَا تَرَكَ إِسْحَاقَ بْنَ أَبِيْ فَرْوَةَ لَا يُهْتَدٰى لَهُ ".

ترجمہ: تدلیسِ تسویہ کرنے والے مشہور ترین اشخاص: (۱) بقیہ بن ولید: ابو مسہرؒ نے فرمایا: بقیہ کی احادیث صاف ستھری نہیں ہوتیں، اس لیے ان سے احتیاط کرو۔ (۲) ولید بن مسلم۔ اس کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو ابن ابی حاتم نے کتاب العلل میں روایت کیا ہے، کہا کہ "میں نے اپنے والد سے سنا...... اس کے بعد انہوں نے وہ حدیث ذکر کی جس کو اسحاق بن راہویہ نے بقیہ سے روایت کیا، انہوں نے کہا: مجھ سے ابو وہب اسدی نے نافع عن ابن عمرؓ کے واسطے سے حدیث "کسی آدمی کے اسلام کی تعریف نہ کرو جب تک اس کی رائے کی گرہ (یعنی مضبوط عقیدہ) نہ معلوم

کرلو"۔ میرے والد نے کہا: اس حدیث کا ایک معاملہ ہے جس کو کم ہی لوگ سمجھتے ہیں، اس حدیث کو عبیداللہ بن عمرو (ثقہ) نے اسحاق بن ابی فروہ (ضعیف) سے روایت کیا، وہ نافع (ثقہ) سے اور وہ ابن عمرؓ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ عبیداللہ بن عمرو کی کنیت ابووہب ہے اور وہ اسدی ہیں تو بقیہ نے اس کی کنیت ذکر کی اور نسبت بنی اسد کی طرف کر دی تا کہ اس طرف ذہن نہ جائے یہاں تک کہ جب وہ اسحاق بن ابی فروہ کا ذکر چھوڑے گا تو اس کی تحقیق نہیں ہو سکے گی۔

تشریح :- تدلیسِ تسویہ کرنے والوں میں دو نام بڑے مشہور ہیں، ایک بقیہ بن ولید اور دوسرا ولید بن مسلم۔ بقیہ کے متعلق ابومسہرؒ کا فصیحانہ جملہ منقول ہے انہوں نے فرمایا "أَحَادِيْثُ بَقِيَّةَ، لَيْسَتْ نَقِيَّةً، فَكُنْ مِنْهَا عَلىٰ تَقِيَّةٍ "یعنی بقیہ کی احادیث صاف ستھری نہیں لہذا ان سے احتیاط کرنا۔

بقیہ کے متعلق دوسرا قول ابن ابی حاتمؒ کا ہے، ابن ابی حاتم نے ایک سند ذکر کر کے اپنے والد امام الجرح والتعدیل ابوحاتم رازیؒ کا یہ تبصرہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اس سند کے متعلق بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اس میں ہوا کیا؟ اس میں ابووہب اسدی کا نام عبیداللہ بن عمرو ہے اور وہ اسی نام سے مشہور ہے، اس کے بعد دوسرے راوی اسحاق بن ابی فروہ ضعیف ہیں پھر نافع ہیں جو کہ ثقہ ہیں لیکن بقیہ نے اسحاق بن ابی فروہ کو حذف کر دیا اور عبیداللہ کو ابووہب اسدی کے نام سے ذکر کیا تا کہ لوگ نہ سمجھ سکیں اور انہیں نافع سے ملا دیا حالانکہ یہ حدیث ان کی نافع سے نہیں ہے۔

ولید بن مسلم اکثر امام اوزاعیؒ کی احادیث میں گڑبڑ کیا کرتے تھے اور ضعیف رواۃ کو بیچ سے حذف کر دیا کرتے تھے، اس لیے مدلّسین کی فہرست میں وہ بھی مشہور ہیں۔

٥ – تَدْلِيْسُ الشُّيُوْخِ : (أ) تَعْرِيْفُهُ : هُوَ أَنْ يَرْوِيَ الرَّاوِيْ عَنْ شَيْخٍ حَدِيْثاً سَمِعَهُ مِنْهُ، فَيُسَمِّيَهُ أَوْ يُكَنِّيَهُ أَوْ يَنْسِبَهُ أَوْ يَصِفَهُ بِمَا لَا يُعْرَفُ بِهِ كَيْ لَا يُعْرَفَ .

(ب) مِثَالُهُ : قَوْلُ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُجَاهِدٍ أَحَدِ أَئِمَّةِ الْقُرَّاءِ : " حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ، يُرِيْدُ بِهِ أَبَا بَكْرِ بْنَ أَبِيْ دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيَّ ".

ترجمہ: تدلیس الشیوخ۔(ا) اس کی تعریف: وہ یہ ہے کہ راوی ایک شیخ سے ایک حدیث روایت کرے جو اُس نے اس شیخ سے سنی ہو، لیکن اس کا نام، یا کنیت یا نسبت یا وصف وہ ذکر کرے جس سے وہ مشہور نہ ہو، تاکہ پہچانا نہ جائے۔(ب) اس کی مثال: فن قرأت کے ایک امام ابوبکر بن مجاہدؒ کا قول کہ ''ہمیں عبداللہ بن ابو عبداللہ نے بیان کیا''۔آپ کی مراد اس سے ابوبکر بن ابوداؤد سجستانیؒ ہیں۔

تشریح: تدلیس کی دوسری مستقل قسم تدلیس الشیوخ ہے جس میں شیوخ کو مبہم اور غیر واضح نام یا صفت وغیرہ سے ذکر کیا جاتا ہے تاکہ پہچانے نہ جائیں یعنی ایک شیخ کسی خاص نام یا کنیت یا نسبت یا صفت کے ساتھ مشہور ومعروف ہوتا ہے لیکن راوی اس شیخ کو غیر معروف نام، کنیت، نسبت یا صفت کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔ اس کی مثال جیسے امام ابوبکر بن مجاہدؒ کا قول کہ ہمیں عبداللہ بن ابو عبداللہ نے بیان کیا۔ ان کی مراد اس سے ابوبکر بن ابوداؤد سجستانی ہیں جن کا اصل نام عبداللہ ہے اور ان کے والد کی کنیت بھی ابوداؤد مشہور ہے لیکن انہوں نے غیر معروف نام اور ولدیت ذکر کی۔

٦ – حُكْمُ التَّدْلِيْسِ :(أ) أَمَّا تَدْلِيْسُ الْإِسْنَادِ : فَمَكْرُوْهٌ جِدًّا ذَمَّهُ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ، وَكَانَ شُعْبَةُ مِنْ أَشَدِّهِمْ ذَمًّا لَهُ فَقَالَ فِيْهِ أَقْوَالاً مِنْهَا : " التَّدْلِيْسُ أَخُو الْكَذِبِ ". (ب) وَأَمَّا تَدْلِيْسُ التَّسْوِيَةِ : فَهُوَ أَشَدُّ كَرَاهَةً مِنْهُ، حَتّٰى قَالَ الْعِرَاقِيُّ : "إِنَّهُ قَادِحٌ فِيْمَنْ تَعَمَّدَ فِعْلَهُ ". (جـ) وَأَمَّا تَدْلِيْسُ الشُّيُوْخِ : فَكَرَاهَتُهُ أَخَفُّ مِنْ تَدْلِيْسِ الْإِسْنَادِ لِأَنَّ الْمُدَلِّسَ لَمْ يُسْقِطْ أَحَداً، وَإِنَّمَا الْكَرَاهَةُ بِسَبَبِ تَضْيِيْعِ الْمَرْوِيِّ عَنْهُ، وَتَوْعِيْرِ طَرِيْقِ مَعْرِفَتِهِ عَلَى السَّامِعِ وَتَخْتَلِفُ الْحَالُ فِيْ كَرَاهَتِهِ بِحَسْبِ الْغَرَضِ الْحَامِلِ عَلَيْهِ .

ترجمہ: تدلیس کا حکم:(ا) جہاں تک تدلیس الاسناد کا تعلق ہے تو وہ انتہائی ناپسندیدہ ہے، اکثر علماء نے اس کی برائی بیان کی ہے، اور ان سب میں شعبہؒ سب سے زیادہ اس کی مذمت کرنے والے تھے، چنانچہ انہوں نے اس بارے میں کئی باتیں کہی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے: ''تدلیس جھوٹ کا بھائی ہے''۔(ب) اور رہی تدلیس التسویہ تو وہ اُس سے بھی سخت ناپسندیدہ ہے

یہاں تک کہ عراقی ہے کہا نو: ''بلاشبہ یہ جان بوجھ کے ایسا کرے والے کے حق میں باعثِ جرح نو''۔(ج) اور جہاں تک تدلیس الشیوخ کا تعلق نوتو اس کی کراہت تدلیس الاسناد سے کم نو، اس لیے کہ مدلِّس ہے کسی کو ساقط نہیں کیا، کراہت تو مروی عنہ کو ضا ہو کرے اور سامع کے لیے اس کی پہچان کا طریقہ مشکل بنا ہے کی وجہ سے نو، اور اس کی کراہت کا حال اس کا باعث بننے والی غرض کے اطلار سے بدلتی رہتی نو۔

شـــ ر :- اس میں تو شک نہیں کہ تدلیس چا نو کسی بھی طرح ہو قابلِ مذمت نو اگرچہ بڑے نامور شخصیات سے بعض اوقات تدلیس کرنا منقول نو لیکن پھر بھی اس کی مذمت کی گئی نو اور جس درجے کی تدلیس ہوگی اسی قدر اس کی مذمت بھی کی جائے گی چنانچہ تدلیس الاسناد میں چونکہ درمیان میں انقطاع آجاتا نو اس لیے اس کی برائی زیادہ بیان کی جاتی نو، اکثر علماء ہے اس کو ناپسند کیا اور سب سے زیادہ امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہؒ ہے اس کی مذمت بیان کی نو۔ انہوں ے بڑے بڑے گناہوں سے زیادہ تدلیس سے نفرت کا اظہار کیا، ایک قول میں فرماتے ہیں کہ تدلیس جھوٹ ہی کا ساتھی اور بھائی نو۔ لہٰذا تدلیس الاسناد جھوٹ کی قسم نو۔

تدلیس کی دوسری ذیلی قسم تدلیس التسویہ نو جو تدلیس الاسناد سے حاصل ہوتی نو، اس کی کراہت پہلی قسم سے زیادہ نو چنانچہ عبدالرحیم عراقیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک قسم کی جرح والی بات نو۔ گویا جو تدلیس التسویہ کرے گا وہ مجروح ہوگا۔ تدلیس الشیوخ میں اگرچہ کوئی راوی حذف نہیں لیکن وہ بھی ناپسندیدہ نو کیونکہ اس میں مروی عنہ شیخ اور اس کی حدیث کو ضا ہو کرنا نو اس لیے کہ بعض اوقات غیر مشہور نام سے وہ پہچانا نہیں جائے گا جس کی وجہ سے اسے مجہول سمجھ کر اس کی حدیث ترک کردی جائے گی، اسی طرح یہ سامع کو ایک قسم کی مشکل میں ڈالنا نو کہ وہ تحقیق کرے پر مجبور ہوگا۔ بہرحال تدلیس ایک مذموم فعل نو جس سے ہر راوی کو اجتناب کرنا لازم نو۔

٧ – اَلْأَغْرَاضُ الْحَامِلَةُ عَلَى التَّدْلِيْسِ :(أ) اَلْأَغْرَاضُ الْحَامِلَةُ عَلٰی تَدْلِيْسِ الشُّيُوْخِ أَرْبَعَةٌ وَهِيَ : ١ ...... ضُعْفُ الشَّيْخِ أَوْ كَوْنُهٗ غَيْرَ ثِقَةٍ . ٢ ...... تَأَخُّرُ وَفَاتِهٖ بِحَيْثُ شَارَكَهٗ فِي السَّمَاعِ مِنْهُ جَمَاعَةٌ دُوْنَهٗ . ٣ ...... صِغَرُ سِنِّهٖ بِحَيْثُ يَكُوْنُ أَصْغَرَ

مِنَ الرَّاوِیْ عَنْهُ . ٤ ...... كَثْرَةُ الرِّوَايَةِ عَنْهُ، فَلَا يُحِبُّ الْإِكْثَارَ مِنْ ذِكْرِ اسْمِهٖ عَلٰى صُوْرَةٍ وَاحِدَةٍ .

ترجمہ: تدلیس کا باعث بننے والے اسباب: (أ) وہ اغراض و مقاصد جو تدلیس الشیوخ کا باعث بنتے ہیں، چار ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) شیخ کا ضعیف یا غیر ثقہ ہونا (۲) شیخ کی دیر سے وفات ہونا یہاں تک کہ ایک جماعت جو درجے میں اس سے کم ہو، اس کے ساتھ شریک ہو جائے۔ (۳) اس کی صغر سنی اس طور پر کہ وہ روایت کرنے والے شخص سے چھوٹا ہو (۴) اس سے بکثرت روایت کرنا، اس لیے وہ ایک ہی طرح سے بار بار اس کا ذکر پسند نہیں کرتا۔

شرح:- تدلیس الشیوخ کا باعث بننے والی وجوہات چار ہیں: (۱) شیخ کا ضعیف ہونا، لہٰذا غیر معروف نام سے ذکر کیا جاتا ہے تا کہ پتہ نہ چل سکے۔ صحیح قول کے مطابق یہ جرح نہیں ہے لیکن باعث مذمت ہے۔ (۲) شیخ کا، اپنے راوی سے کم عمر ہونا، اس لیے راوی اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ (۳) راوی کی عمر اس قدر طویل ہوتی ہے کہ دوسرے کم درجے کے لوگ بھی روایت میں اس کے ساتھی بن جاتے ہیں، اس لیے شیخ کا نام مبہم رکھنا چاہتا ہے۔ (۴) ایک ہی معروف نام سے ذکر کرنا اُکتاہٹ کا سبب بن جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ مختلف ناموں سے ذکر کرنا چاہتا ہے تا کہ کثرتِ شیوخ کا پتہ چلے یا پھر تفنن فی العبارت حاصل ہو۔ آخری تینوں قسمیں کراہت میں کم ہیں۔

(ب) اَلْأَغْرَاضُ الْحَامِلَةُ عَلٰى تَدْلِيْسِ الْإِسْنَادِ خَمْسَةٌ وَهِيَ : ١ ...... تَوْهِيْمُ عُلُوِّ الْإِسْنَادِ . ٢ ...... فَوَاتُ شَيْءٍ مِنَ الْحَدِيْثِ عَنْ شَيْخٍ سَمِعَ مِنْهُ الْكَثِيْرَ . ٣ ـ ٤ ـ ٥ ـ اَلْأَغْرَاضُ الثَّلَاثَةُ الْأُوْلَى الْمَذْكُوْرَةُ فِيْ تَدْلِيْسِ الشُّيُوْخِ .

ترجمہ:- تدلیس الاسناد کا باعث بننے والے اسباب پانچ ہیں: (۱) اسناد عالی ہونے کا وہم پیدا کرنا۔ (۲) جس شیخ سے بہت کچھ سنا ہوتا ہے اس سے حدیث کا کچھ حصہ سننے سے رہ جانا۔ (۳)، (۴)، (۵) تدلیس الشیوخ میں مذکورہ پہلے تین اغراض۔

شرح:- تدلیس الاسناد میں راوی کا حذف عمل میں آتا ہے، اس لیے اس کے اسباب پانچ ہو سکتے ہیں: (۱) یہ وہم پیدا کرنا کہ میری سند عالی ہے یعنی چونکہ دوسروں کی بنسبت ایک راوی کم

ہو چکا ہوتا ہے اس لیے سند میں واسطے کم رہ جاتے ہیں اور وہ عالی مسلم ہونے لگتی ہے۔

(۲) کبھی کبھار کسی شیخ سے بہت ساری حدیثیں سن لیتا ہے لیکن ایک حدیث کا کچھ حصہ کسی وجہ سے نہیں سن پاتا بلکہ اس کے لیے اسی شیخ کے کسی اور شاگرد کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کے واسطے سے حدیث کا بقیہ حصہ سنتا ہے لیکن روایت کرتے وقت اس واسطے کا نام نہیں بلکہ اپنے شیخ ہی کا نام لیتا ہے حالانکہ حدیث کا مذکورہ ٹکڑا وہ اس شیخ سے نہیں سنا ہوتا ہے اور ایسا حدیث کے معاملہ کو سامع کے نزدیک اچھا بنانے کے لیے کرتا ہے۔تدلیس الاسناد کے دیگر اسباب وہی ہیں جو تدلیس الشیوخ کے تحت گذر چکے۔یہ بھی آیا ہے کہ تدلیس الاسناد قابل مذمت ہے چاہے کچھ بھی سبب ہو۔

٨ – أَسْبَابُ ذَمِّ الْمُدَلِّسِ : ثَلَاثَةٌ وَهِيَ :(أ) اِيْهَامُهُ السَّمَاعَ مِمَّنْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ . (ب) عُدُوْلُهُ عَنِ الْكَشْفِ اِلَى الْاِحْتِمَالِ .(جـ) عِلْمُهُ بِأَنَّهُ لَوْ ذُكِرَ الَّذِىْ دَلَّسَ عَنْهُ لَمْ يَكُنْ مَرْضِيًّا .

ترجمہ: مدلس کی مذمت کے اسباب: تین ہیں جو یہ ہیں: (أ) اُس کا اس شخص سے سننے کا وہم پیدا کرنا جس سے نہیں سنا۔(ب) وضاحت کو چھوڑ کر احتمال والی راہ اختیار کرنا۔(ج) اس کا یہ جان لینا کہ اگر اُس شیخ کا ذکر ہو جائے جس سے تدلیس کی ہے تو اُسے پسند نہیں کیا جائے گا۔

شرح:- مدلس کی مذمت اس لیے کی جاتی ہے کہ اس میں تین خرابیاں پائی جاتی ہیں: (أ) جس سے حدیث نہیں سنی ہوتی ،اس سے سننے کا وہم پیدا کرنا حالانکہ حقیقت ایسی نہیں۔(ب) صاف ستھرے انداز میں روایت کرنے کے بجائے ایک مشکل راہ اپنانا جو شک کا سبب بنتا ہے جس سے سامع ہمیشہ شبہ میں رہتا ہے۔(ج) راوی کو یہ مسلم ہوتا ہے کہ اگر اس شیخ کا ذکر کر دیا گیا جس کے بارے میں تدلیس سے کام لیا ہے تو لوگ اسے پسند نہیں کریں گے،لوگوں کے ہاں ناپسندیدہ ہونے کے خوف سے وہ تدلیس پر آمادہ ہو جاتا ہے، حالانکہ دیانت کا تقاضا اس کے خلاف تھا۔

٩ – حُكْمُ رِوَايَةِ الْمُدَلِّسِ : اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِىْ قَبُوْلِ رِوَايَةِ الْمُدَلِّسِ عَلٰى أَقْوَالٍ أَشْهَرُهَا قَوْلَانِ .(أ) رَدُّ رِوَايَةِ الْمُدَلِّسِ مُطْلَقاً وَاِنْ بَيَّنَ السَّمَاعَ لِأَنَّ التَّدْلِيْسَ نَفْسَهُ

جَرْحٌ . (وَهٰذَا غَيْرُ مُعْتَمَدٍ)(ب) اَلتَّفْصِيْلُ : (وَهُوَ الصَّحِيْحُ). ۱...... اِنْ صَرَّحَ بِالسَّمَاعِ قُبِلَتْ رِوَايَتُهٗ، أَیْ اِنْ قَالَ : " سَمِعْتُ " أَوْ نَحْوَهَا قُبِلَ حَدِيْثُهٗ . ۲...... وَاِنْ لَمْ يُصَرِّحْ بِالسَّمَاعِ لَمْ تُقْبَلْ رِوَايَتُهٗ، أَیْ اِنْ قَالَ " عَنْ " وَنَحْوَهَا لَمْ يُقْبَلْ حَدِيْثُهٗ .

ترجمہ: مدلّس کی روایت کا حکم: مدلّس کی روایت کے قبول کرنے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں جن میں مشہور دو قول ہیں: (أ) مدلّس کی روایت کو مطلقاً رد کر دینا اگر چہ اس نے سماع کی وضاحت کر دی ہو اس لیے کہ تدلیس خود ایک جرح ہے (یہ قول غیر معتمد ہے)۔(ب) اس میں تفصیل ہے (اور یہی صحیح ہے کہ) اگر اس نے سننے کی صراحت کر دی ہو تو اس کی روایت مقبول ہو گی یعنی اگر اس نے کہا: ''میں نے سنا ہے'' یا اس جیسے اور الفاظ تو اس کی حدیث قبول کی جائے گی، اور اگر سننے کی صراحت نہ کی ہو تو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی یعنی اگر اس نے ''عن'' وغیرہ کہا تو اس کی حدیث مقبول نہیں ہو گی۔

شرح:- تدلیس کے قابلِ مذمت ہونے میں سب کا اتفاق ہے، اختلاف اس بات میں ہے کہ مدلّس کی روایت مقبول ہے یا نہیں؟ چنانچہ محدثین وفقہاء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ جو شخص بھی تدلیس کا مرتکب ہو، وہ مجروح ہے، اس کی روایت ہرگز قابلِ قبول نہیں۔

اس کے برعکس جمہور نے یہ تفصیل کی ہے کہ مدلس اگر شیخ سے اپنے سماع کا تذکرہ کرے مثلاً کسی روایت میں حَدَّثَنَا یا أَخْبَرَنَا وغیرہ الفاظ وارد ہوں تو اس کی روایت مقبول ہے، اسی وجہ سے صحیحین میں بعض مدلسین کی اس طرح کی روایات مروی ہیں اس لیے کہ تدلیس بذاتِ خود جھوٹ نہیں بلکہ وہ یا تو اتصال کو ذکر نہ کرنا ہے یا پھر ظاہرِ اسناد کو خوبصورت کرنا اور تصریح کے بجائے لفظ محتمل کو ذکر کرنا ہے لہٰذا اگر سماع کا ثبوت مل جائے تو مدلّس کی مذکورہ روایت مقبول ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں جیسے ''عن فلانٍ'' کہے تو قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اس میں سننے نہ سننے کا احتمال ہے اور مدلس کی احتمالی بات قبول نہیں۔

۱۰ – بِمَ يُعْرَفُ التَّدْلِيْسُ ؟ يُعْرَفُ التَّدْلِيْسُ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ :(أ) اِخْبَارُ الْمُدَلِّسِ نَفْسِهٖ اِذَا سُئِلَ مَثَلاً ، كَمَا جَرىٰ لِابْنِ عُيَيْنَةَ .(ب) نَصُّ اِمَامٍ مِنْ أَئِمَّةِ هٰذَا الشَّأْنِ

بِنَاءً عَلٰى مَعْرِفَتِهِ ذٰلِكَ مِنَ الْبَحْثِ وَالتَّتَبُّعِ .

ترجمہ: تدلیس کس طرح پہچانی جاتی ہے؟ تدلیس دوطریقوں میں سے کسی سے پہچانی جاتی ہے: (أ) مدلّس کا خود اپنے بارے میں بتانا، مثلاً جب اس سے پوچھا جائے جیسا کہ ابن عُیینہؒ کے ساتھ پیش آیا۔ (ب) اس فن کے اماموں میں سے کسی کا تلاش وجستجو کے بعد تدلیس کے متعلق اپنی معرفت کی بناء پر صراحت کرنا۔

شرح:- تدلیس پہچاننے کے دوطریقے ہیں: (۱) راوی کا اپنے متعلق تدلیس کی خبر دینا جس کی مثال بحث کے شروع میں سفیان بن عُیینہؒ کے متعلق گذر چکی ہے کہ ایسے ں نے جب عن الزہری کہہ کر روایت شروع کی تو لوگوں نے پوچھا: کیا آپ نے زہریؒ سے خود سنا ہے تو اس پر ایسے ں نے دو واسطے ذکر کردیئے، اس سے مسلّم م ہوا کہ ان کی پہلی روایت میں تدلیس کی گئی تھی۔

(۲) ائمہ حدیث میں کسی کا اپنے علم کی بناء پر تدلیس کے متعلق بتانا جیسے کہ بقیہ اور ولید بن معلو کے متعلق ثیں کے اقوال موجود ہیں۔

١١ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِي التَّدْلِيْسِ وَالْمُدَلِّسِيْنَ : هُنَاكَ مُصَنَّفَاتٌ فِي التَّدْلِيْسِ وَالْمُدَلِّسِيْنَ كَثِيْرَةٌ أَشْهَرُهَا :(أ) ثَلاَ ثَةُ مُصَنَّفَاتٍ لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ، وَاحِدٌ فِيْ أَسْمَاءِ الْمُدَلِّسِيْنَ، وَاسْمُهُ "التَّبْيِيْنُ لِأَسْمَاءِ الْمُدَلِّسِيْنَ"، وَالْآخَرَانِ أَفْرَدَ كُلًّا مِنْهُمَا لِبَيَانِ نَوْعٍ مِنْ أَنْوَاعِ التَّدْلِيْسِ .(ب) اَلتَّبْيِيْنُ لِأَسْمَاءِ الْمُدَلِّسِيْنَ لِبُرْهَانِ الدِّيْنِ بْنِ الْحَلَبِيْ (وَقَدْ طُبِعَتْ هٰذِهِ الرِّسَالَةُ).(ج)تَعْرِيْفُ أَهْلِ التَّقْدِيْسِ بِمَرَاتِبِ الْمَوْصُوْفِيْنَ بِالتَدْلِيْسِ لِلْحَافِظِ ابْنِ حَجَرَ (وَقَدْ طُبِعَتْ أَيْضاً).

ترجمہ: تدلیس اور مدلسین کے بارے میں مشہور ترین تصانیف: تدلیس اور مدلسین کے بارے میں بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں: (أ) خطیب بغدادی کی تین تصانیف، ایک مدلسین کے ناموں کے بارے میں اور اس کا نام ''التبیین لأ سماء المدلسین'' ہے، اور دوسری دونوں میں سے ہر ایک تدلیس کی ایک ایک نوع کے بیان میں لکھی ہے۔ (ب) التبیین لأ سماء المدلسین : یہ برہان الدین بن حلبیؒ کی تصنیف ہے۔ (اور یہ رسالہ چھپ چکا ہے) (ج)

تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: یہ حافظ ابن حجرؒ کی تصنیف ہے (اور یہ بھی چھپ چکی ہے)۔

فائدہ :- اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ خطیب بغدادیؒ نے علم حدیث کے متعلقہ فنون کا احاطہ کیا ہے اور شاید ہی کوئی فن ان کے لکھنے سے رہ گیا ہو، چنانچہ تدلیس سے متعلق بھی ان کی تین تصانیف ہیں: ایک مدلسین کے ناموں کے بیان میں اور باقی دو تدلیس کی قسموں تدلیس فی الاسناد اور تدلیس فی الشیوخ کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ نیز برہان الدین ابن الحلبیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی ہے۔ ابن عساکرؒ کی بھی ایک کتاب ہے جو اسماء المدلسین کے بیان میں ہے۔

اَلْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ

١ - تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اَلْمُرْسَلُ لُغَةً اِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنَ الْاِرْسَالِ بِمَعْنَى الْاِطْلَاقِ كَأَنَّ الْمُرْسِلَ أَطْلَقَ الْاِسْنَادَ وَلَمْ يَصِلْهُ وَالْخَفِيُّ ضِدُّ الْجَلِيِّ، لِأَنَّ هٰذَا النَّوْعَ مِنَ الْاِرْسَالِ غَيْرُ ظَاهِرٍ فَلَا يُدْرَكُ اِلَّا بِالْبَحْثِ .(ب) اِصْطِلَاحاً : أَنْ يَرْوِيَ عَمَّنْ لَقِيَهُ أَوْ عَاصَرَهُ مَا لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ بِلَفْظٍ يَحْتَمِلُ السَّمَاعَ وَغَيْرَهُ كَـ " قَالَ ". ٢ - مِثَالُهُ : مَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ طَرِيْقِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ مَرْفُوْعاً : "رَحِمَ اللّٰهُ حَارِسَ الْحُرُسِ "فَاِنَّ عُمَرَ لَمْ يَلْقَ عُقْبَةَ كَمَا قَالَ الْمِزِّيُّ فِي الْأَطْرَافِ .

ترجمہ: مرسَلِ خفی۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: مرسَل لغت کے اعتبار سے الارسال سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں "چھوڑ دینا"، گویا ارسال کرنے والے نے سند کو چھوڑ دیا اور ملایا نہیں، اور خفی، جلی کی ضد ہے؛ چونکہ ارسال کی یہ قسم ظاہر نہیں ہوتی اس لیے اس کو بحث کے ساتھ ہی مسلم م کیا جا سکتا ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: یہ کہ اُس شخص سے جس سے ملاقات ہوئی ہو یا وہ اس کے ہم زمانہ ہو ایسی حدیث جس کو اس سے سنا نہ ہو، سماع اور غیر سماع کا احتمال رکھنے والے لفظ کے ساتھ روایت کرے جیسے قَالَ۔ اس کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو ابن ماجہؒ نے عمر بن عبد العزیزؒ کے واسطے سے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ

محافظوں کے محافظ پر رحم کرے''، کیونکہ عمرؒ کی ملاقات حضرت عقبہؓ سے نہیں ہوئی ہے، مزیؒ نے الاطراف میں اسی طرح کہا۔

تشریح:- مرسَل خفی کا بیان ہے۔ مرسَل باب افعال کے مصدر الِارسال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں ''چھوڑ دینا''، اس لحاظ سے مرسَل کے معنی ہوں گے ''چھوڑا ہوا''، حدیث کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ راوی اس کی سند کو چھوڑ دیتا ہے اور نہیں ملاتا ہے، جبکہ خفی کے معنی ہیں: پوشیدہ، مرسَل خفی میں پوشیدہ ارسال پایا جاتا ہے جس کو ہر کوئی نہیں جانتا بلکہ تحقیق کرنی پڑتی ہے۔

اصطلاحِ اصول حدیث کے مطابق مرسَل خفی کسی شخص کی وہ حدیث ہے جو وہ اپنے کسی معاصر شیخ یا اُس شخص سے روایت کرے جس سے ملاقات ہو چکی ہو مگر مذکورہ حدیث اس سے نہ سنی ہو۔ چونکہ دونوں کے درمیان معاصرت یا ملاقات پائی جاتی ہے اس لیے بادی النظر میں دونوں کے درمیان اتصال نظر آتا ہے حالانکہ بیچ میں ایک راوی کا واسطہ محذوف ہوتا ہے۔ اس کی مثال جیسے وہ حدیث جس کو عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت عقبہؓ سے روایت کریں جبکہ دونوں ہم زمانہ ضرور ہیں لیکن عمر بن عبدالعزیزؒ کی حضرت عقبہؓ سے ملاقات یا سماع ثابت نہیں۔ امام مزیؒ کی تحقیق یہی ہے۔

۳ - بِمَ يُعْرَفُ ؟ يُعْرَفُ الْإِرْسَالُ الْخَفِيُّ بِأَحَدِ أُمُوْرٍ ثَلَاثَةٍ وَهِيَ : (أ) نَصُّ بَعْضِ الْأَئِمَّةِ عَلٰى أَنَّ هٰذَا الرَّاوِيْ لَمْ يَلْقَ مَنْ حَدَّثَ عَنْهُ أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ مُطْلَقًا . (ب) إِخْبَارُهُ عَنْ نَفْسِهِ بِأَنَّهُ لَمْ يَلْقَ مَنْ حَدَّثَ عَنْهُ أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئاً . (جـ) مَجِيْءُ الْحَدِيْثِ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ فِيْهِ زِيَادَةُ شَخْصٍ بَيْنَ هٰذَا الرَّاوِيْ وَبَيْنَ مَنْ رَوٰى عَنْهُ، وَهٰذَا الْأَمْرُ الثَّالِثُ فِيْهِ خِلَافٌ لِلْعُلَمَاءِ لِأَنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ مِنْ نَوْعِ " الْمَزِيْدِ فِيْ مُتَّصِلِ الْأَسَانِيْدِ". ٤ - حُكْمُهُ : هُوَ ضَعِيْفٌ لِأَنَّهُ مِنْ نَوْعِ الْمُنْقَطِعِ، فَإِذَا ظَهَرَ انْقِطَاعُهُ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمُنْقَطِعِ . ٥ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : كِتَابُ التَّفْصِيْلِ لِمُبْهَمِ الْمَرَاسِيْلِ لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ .

ترجمہ:- یہ کس طرح پہچانا جاتا ہے؟ ارسالِ خفی کو تین طریقوں میں سے کسی سے پہچانا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں: (أ) بعض ائمہ کا بیان کہ یہ راوی اُس شخص سے نہیں ملا ہے جس سے اِس نے

حدیث بیان کی ہے یا اس نے اُس سے بالکل نہیں سنا۔(ب) راوی کا خود اپنے متعلق بتلانا کہ اس کی ملاقات اُس شخص سے نہیں ہوئی جس سے اُس نے حدیث بیان کی ہے یا اس سے کوئی چیز نہیں سنی ہے۔(ج) حدیث کا دوسری ایسی سند سے وارد ہونا جس میں اس راوی اور اس کے مروی عنہ کے درمیان ایک شخص کی زیادتی ہو۔اس تیسرے امر میں علماء کا اختلاف ہے اس لیے کہ یہ کبھی کبھی مزید فی متصل الأ سانید کی نوع سے بھی ہوتا ہے۔اس کا حکم: یہ ضعیف ہے اس لیے کہ منقطع کی قسم ہے تو جب اس کا انقطاع ظاہر ہو جائے تو اس کا حکم وہی ہوگا جو منقطع کا ہے۔اس میں زیادہ مشہور تصنیفات: کتاب التفصیل لمبہم المراسیل جو کہ خطیب بغدادی کی تصنیف ہے۔

شرح:- ارسالِ خفی کو پہچاننے کے تین طریقے ہیں: (۱) بعض ائمۂ حدیث کی صراحت کہ مذکورہ راوی کی اپنے مروی عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی یا ملاقات تو ہوئی لیکن مذکورہ حدیث کی سماعت نہیں کی۔(۲) کسی صحیح ذریعہ سے راوی کا اپنے متعلق یہ خبر دینا کہ اس کے اور مروی عنہ کے درمیان کوئی شیخ محذوف ہے۔(۳) مذکورہ حدیث دوسری صحیح سند کے ذریعہ درمیان میں کسی راوی کے اضافے کے ساتھ وارد ہوگی، اس سے بھی پتہ چلے گا کہ پچھلی سند میں ایک راوی محذوف ہو گیا تھا۔

یہ قسم کبھی کبھی مزید فی متصل الأ سانید میں داخل ہو جاتی ہے جب فیصلہ اس بات کا ہو کہ مذکورہ زیادتی صحیح ہے۔چونکہ ارسالِ خفی ایک نقص ہے اس لیے مرسَلِ خفی حدیثِ ضعیف ہے۔ خطیب بغدادیؒ کی مرسَلِ خفی کے متعلق بھی ایک کتاب ہے۔

اَلْمُعَنْعَنُ وَالْمُؤَنَّنُ

۱ – تَمْهِيْدٌ : لَقَدِ انْتَهَتْ أَنْوَاعُ الْمَرْدُوْدِ السِّتَّةِ الَّتِيْ سَبَبُ رَدِّهَا سَقْطٌ مِنَ الْإِسْنَادِ، لٰكِنْ لَمَّا كَانَ الْمُعَنْعَنُ وَالْمُؤَنَّنُ مُخْتَلَفاً فِيْهِمَا، هَلْ هُمَا مِنْ نَوْعِ الْمُنْقَطِعِ أَوِ الْمُتَّصِلِ، لِذَا رَأَيْتُ اِلْحَاقَهُمَا بِأَنْوَاعِ الْمَرْدُوْدِ بِسَبَبِ سَقْطٍ مِنَ الْإِسْنَادِ . ٢ – تَعْرِيْفُ الْمُعَنْعَنِ : (أ) لُغَةً : اَلْمُعَنْعَنُ اسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ " عَنْعَنَ " بِمَعْنىٰ قَالَ "عَنْ عَنْ ".(ب) اِصْطِلَاحاً : قَوْلُ الرَّاوِيْ عَنْ فُلَانٍ عَنْ فُلَانٍ .

۳ – مِثَالُهُ : مَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجه قَالَ : " حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ" قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ اللّٰهَ وَمَلاَئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلىٰ مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ ".

ترجمہ: معنعن اور مؤنن ۔تمہید: مردود کے چھ اقسام جن کے رد کرنے کا سبب اسناد میں سقوط تھا، پوری ہوگئیں مگر چونکہ معنعن اور مؤنن کے بارے میں اختلاف موجود تھا کہ آیا یہ منقطع کی قسم سے ہیں یا متصل کی؟ اسی لیے میں نے سقط من الاسناد کے سبب سے مردود کی انواع کے ساتھ ملحق کرنا مناسب سمجھا۔ معنعن کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: معنعن ، عَـنْـعَـنَ سے اسم مفعول ہے یعنی عَــنْ عَــنْ کہا۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: راوی کا عن فلان عن فلان کہنا۔ اس کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو ابن ماجہؒ نے روایت کیا، کہا کہ ''ہم سے عثمان بن ابی شیبہؒ نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہم سے معاویہ بن ہشام نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا وہ اسامہ بن زید سے، اور وہ عثمان بن عروہ سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں کے دائیں حصوں (کے نمازیوں) پر رحمت بھیجتے ہیں''۔

شرح: یہاں سے سند ہی سے متعلق دو مزید قسموں کا بیان ہو رہا ہے ایک معنعن دوسری مؤنن ۔ انہیں مردود کے تحت ذکر کرنے کی وجہ یہ بنی کہ ان کے حکموں میں اختلاف ہے چنانچہ بعض علماء انہیں منقطع شمار کرتے ہیں اور بعض متصل ۔ ان کی سندوں کی چھان بین کرنا ضروری ہے، اسی بناء پر مصنف نے انہیں مردود کے تحت شامل کرنا مناسب سمجھا۔ معنعن کی لغوی تعریف یہ ہے کہ یہ باب فعللہ رباعی مجرد کے مصدر عَـنْـعَـنَـة سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، عنعنہ کے معنی ہیں عَنْ عَنْ کہنا۔ چونکہ اس سند میں بھی عن عن کا استعمال ہوتا ہے اس لیے اس کا یہ نام رکھ دیا گیا۔

اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ معنعن وہ حدیث ہے جس کی سند میں عن عن واقع ہو۔ اس کی مثال ابن ماجہؒ کی وہ حدیث ہے جو عثمان بن ابی شیبہ بواسطہ معاویہ بن ہشام اور وہ بواسطہ سفیان نقل کرتے ہیں۔ اس میں سفیان کے بعد تین جگہ عن عن آیا ہے لہذا یہ حدیث معنعن ہے۔

٤ – هَلْ هُوَ مِنَ الْمُتَّصِلِ أَوِ الْمُنْقَطِعِ ؟ اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْهِ عَلىٰ قَوْلَيْنِ : (أ) قِيْلَ اِنَّهُ مُنْقَطِعٌ حَتىّٰ يَتَبَيَّنَ اتِّصَالُهُ . (ب) وَالصَّحِيْحُ الَّذِیْ عَلَيْهِ الْعَمَلُ وَقَالَهُ الْجَماهِيْرُ مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيْثِ وَالْفِقْهِ وَالْأُصُوْلِ أَنَّهُ مُتَّصِلٌ بِشُرُوْطٍ، اِتَّفَقُوْا عَلىٰ شَرْطَيْنِ مِنْهَا، وَاخْتَلَفُوْا فِي اشْتِرَاطِ مَا عَدَاهُمَا، أَمَّا الشَّرْطَانِ الَّذَانِ اتَّفَقُوْا عَلىٰ أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُمَا ــ وَمَذْهَبُ مُسْلِمِ الْإِكْتِفَاءُ بِهِمَا ــ فَهُمَا : ١ ...... أَنْ لَّا يَكُوْنَ الْمُعَنْعِنُ مُدَلِّساً . ٢ ...... أَنْ يُمْكِنَ لِقَاءُ بَعْضِهِمْ بَعْضاً أَیْ لِقَاءُ الْمُعَنْعِنِ بِمَنْ عَنْعَنَ عَنْهُ . وَأَمَّا الشُّرُوْطُ الَّتِي اخْتَلَفُوْا فِي اشْتِرَاطِهَا زِيَادَةً عَلَى الشَّرْطَيْنِ السَّابِقَيْنِ فَهِیَ : ١ ...... ثُبُوْتُ اللِّقَاءِ : وَهُوَ قَوْلُ الْبُخَارِيِّ وَابْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَالْمُحَقِّقِيْنَ . ٢ ...... طُوْلُ الصُّحْبَةِ : وَهُوَ قَوْلُ أَبِی الْمُظَفَّرِ السَّمْعَانِيِّ . ٣ ...... مَعْرِفَتُهُ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ : وَهُوَ قَوْلُ أَبِی عَمْرٍو الدَّانِیْ .

د۔ ترجمہ: کیا یہ متصل کی قسم ہے یا منقطع کی؟ اس بارے میں علماء کے دو مختلف اقوال ہیں: (أ) ایک قول یہ ہے کہ یہ منقطع ہے جب تک اس کا اتصال واضح نہ ہو۔ (ب) صحیح قول جس کے مطابق عمل ہے اور محدثین، اصولیین اور فقہاء کی اکثریت نے اس کو اختیار کیا ہے، یہ ہے کہ معنعن چند شرطوں کے ساتھ متصل ہے، ان میں سے دو شرطوں پر ان کا اتفاق ہے اور ان کے علاوہ امور کے شرط قرار دینے میں اختلاف ہے۔ وہ دو شرطیں کہ سب ان کے ضروری ہونے پر متفق ہیں اور امام مسلمؒ کا مذہب انہی دو پر اکتفاء کرنا ہے، یہ ہیں: (۱) معنعن مدلّس نہ ہو۔ (۲) ان کی ایک دوسرے سے ملاقات ممکن ہو یعنی عن عن کہنے والے کا اس شخص سے ملنا جس کے بارے میں عن عن کہا ہے، ممکن ہو۔ اور وہ شرطیں کہ علماء کا انہیں سابقہ دو شرطوں سے مزید شرط قرار دینے میں اختلاف ہے، یہ ہیں: (۱) ملاقات کا ثبوت: یہ امام بخاریؒ، ابن المدینیؒ اور محققین کا قول ہے۔ (۲) طویل صحبت: یہ ابوالمظفر سمعانیؒ کا قول ہے۔ (۳) راوی کا مروی عنہ سے روایت میں مشہور ہونا: یہ ابوعمرو دانیؒ کا قول ہے۔

شلہ ا:- حدیثِ معنعن کے بارے میں بعض حضرات نے شدت اختیار کرتے ہوئے اسے سند

میں اتصال کی وضاحت ہونے تک منقطع سے شمار کیا ہے جبکہ جمہور کا قول اس سلسلے میں یہ ہے کہ چند شرائط کے پائے جانے کے ساتھ معنعن متصل کی قسم شمار ہو جائے گی، اگر مذکورہ شرطیں مفقود ہوئیں تو پھر وہ منقطع سمجھی جائے گی۔ وہ شرطیں پانچ ہیں جن میں دو متفق فیہ ہیں اور باقی مختلف فیہ۔

جن دو شرطوں کے متعلق اتفاق ہے وہ یہ ہیں: (۱) معنعِن یعنی عن عن کہنے والا راوی مدلِّس نہ ہو۔ (۲) راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات ممکن ہو مثلاً دونوں ہم عصر ہوں اور ملاقات میں بظاہر کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو۔ امام مسلمؒ انہی دو شرطوں کو کافی سمجھتے ہیں، اسی لیے انہوں نے اپنی صحیح کے مقدمے میں اس پر طویل بحث کی ہے اور ان شرائط کے کافی ہونے پر دلائل دیئے ہیں۔ باقی شرطیں اختلافی ہیں، کسی کے نزدیک معتبر ہیں اور کسی کے نزدیک نہیں۔

چنانچہ ان میں سے پہلی شرط ملاقات کا ثبوت ہے یعنی یہ ثابت ہونا ضروری ہے کہ عن عن کہنے والے کی ملاقات اس شیخ سے ہو چکی ہے جس سے عن کے ذریعہ وہ روایت کر رہا ہے۔ امام بخاریؒ وغیرہ فقط معاصرت اور امکانِ ملاقات کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک ملاقات کا ثبوت ہونا چاہیے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ راوی اپنے مروی عنہ جس سے عن کہہ رہا ہے، کے ساتھ طویل عرصہ رہا ہو، ورنہ اس کو منقطع سمجھیں گے، یہ شرط ابو مظفر سمعانی کے نزدیک ہے۔

تیسری شرط یہ ہے راوی کی اپنے مروی عنہ سے روایت محدثین کے ہاں مشہور ہو۔ یہ شرط ابو عمرو دانیؒ کے ہاں ہے۔ بہر حال جمہور کے ہاں معنعن کے بارے میں تفصیل موجود ہے۔

٥ – تَعْرِيْفُ الْمُؤَنَّنِ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ " أَنَّنَ " بِمَعْنىٰ قَالَ " أَنَّ أَنَّ ". (ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ قَوْلُ الرَّاوِيْ : حَدَّثَنَا فُلَانٌ أَنَّ فُلَاناً قَالَ . ٦ – حُكْمُ الْمُؤَنَّنِ : (أ) قَالَ أَحْمَدُ وَجَمَاعَةٌ : هُوَ مُنْقَطِعٌ حَتىٰ يَتَبَيَّنَ اتِّصَالُهُ . (ب) وَقَالَ الْجُمْهُوْرُ : "أَنَّ" كَـ "عَنْ" وَمُطْلَقُهُ مَحْمولٌ عَلَى السَّمَاعِ بِالشُّرُوْطِ الْمُتَقَدِّمَةِ .

ترجمہ: مؤنَّن کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ أَنَّنَ سے اسم مفعول ہے یعنی اس نے أَنَّ أَنَّ کہا۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: یہ راوی کا "ہم سے فلاں نے بیان کیا کہ فلاں نے کہا" کہنا ہے۔ مؤنَّن کا حکم: (أ) امام احمدؒ اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ منقطع ہے جب تک اتصال

واضح نہ ہو۔(ب) جمہور نے کہا کہ "أَنَّ"، عَنْ کی طرح ہے اور مطلقاً مؤنن سابقہ شرطوں کے ساتھ سماع پر محمول ہے۔

شرح: مؤنن، باب تفعیل کے مصدر تأنین سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں: کسی کا اپنے کلام میں أَنَّ أَنَّ کہنا۔ چونکہ اس حدیث کی سند میں بھی أَنَّ ہوتا ہے اس لیے اس کو حدیث مؤنن کہتے ہیں۔ معنعن کی طرح مؤنن کے حکم میں بھی اختلاف ہے چنانچہ امام احمدؒ وغیرہ کے نزدیک مؤنن کا جب تک اتصال واضح نہ ہو جائے اسے منقطع سمجھا جائے گا لیکن جمہور کے نزدیک معنعن کی شرطوں کا اگر لحاظ رکھا جائے تو مؤنن بھی متصل ہوگا ورنہ نہیں۔

اَلْمَبْحَثُ الثَّالِثُ : الْمَرْدُوْدُ بِسَبَبِ طَعْنٍ فِي الرَّاوِيْ

١ – اَلْمُرَادُ بِالطَّعْنِ فِي الرَّاوِيْ : اَلْمُرَادُ بِالطَّعْنِ فِي الرَّاوِيْ جَرْحُهُ بِاللِّسَانِ، وَالتَّكَلُّمُ فِيْهِ مِنْ نَاحِيَةِ عَدَالَتِهِ وَدِيْنِهِ وَمِنْ نَاحِيَةِ ضَبْطِهِ وَحِفْظِهِ وَتَيَقُّظِهِ .

٢ – أَسْبَابُ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِيْ : أَسْبَابُ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِيْ عَشَرَةُ أَشْيَاءَ، خَمْسَةٌ مِنْهَا تَتَعَلَّقُ بِالْعَدَالَةِ وَخَمْسَةٌ تَتَعَلَّقُ بِالضَّبْطِ .(أ) أَمَّا الَّتِيْ تَتَعَلَّقُ بِالطَّعْنِ فِي الْعَدَالَةِ فَهِيَ : (١) اَلْكَذِبُ . (٢) اَلتُّهْمَةُ بِالْكَذِبِ . (٣) اَلْفِسْقُ . (٤) اَلْبِدْعَةُ . (٥) اَلْجَهَالَةُ .(ب) أَمَّا الَّتِيْ تَتَعَلَّقُ بِالطَّعْنِ فِي الضَّبْطِ فَهِيَ :(١) فُحْشُ الْغَلَطِ . (٢) سُوْءُ الْحِفْظِ . (٣) اَلْغَفْلَةُ . (٤) كَثْرَةُ الْأَوْهَامِ . (٥) مُخَالَفَةُ الثِّقَاتِ .وَسَأَذْكُرُ أَنْوَاعَ الْحَدِيْثِ الْمَرْدُوْدِ بِسَبَبٍ مِنْ هٰذِهِ الْأَسْبَابِ عَلَى التَّوَالِيْ مُبْتَدِئاً بِالسَّبَبِ الْأَشَدِّ طَعْناً .

ترجمہ: بحث سوم۔راوی پر طعن کے بسبب مردود ہونے والی حدیث۔راوی پر طعن سے مراد: راوی پر طعن سے مراد زبان سے اس پر تنقید کرنا اور اس کے بارے میں اس کی عدالت، دیانت اور ضبط، حفظ اور ذہانت کے اعتبار سے گفتگو کرنا ہے۔راوی پر طعن کے اسباب: راوی پر طعن کے اسباب دس چیزیں ہیں، ان میں سے پانچ عدالت سے متعلق ہیں اور پانچ ضبط سے۔(أ) وہ

اسباب جو عدالت کے بارے میں تنقید سے متعلق ہیں یہ ہیں: (۱) جھوٹ۔ (۲) جھوٹ کا الزام۔ (۳) فسق۔ (۴) بدعت۔ (۵) جہالت۔ (ب) وہ اسباب جن کا تعلق ضبط کے بارے میں تنقید سے ہیں، یہ ہیں: (۱) فاش غلطی۔ (۲) یادداشت کی کمزوری۔ (۳) لاپرواہی۔ (۴) کثرتِ اوہام۔ (۵) ثقات کی مخالفت۔ میں مذکورہ اسباب میں سے کسی سبب کی وجہ سے مردود ہونے والی حدیث کی موذکر کروں گا، زیادہ سخت طعن سے ابتداء کروں گا۔

تشریح: اب یہاں سے حدیث کے رد کیے جانے کے وہ اسباب بیان ہو رہے ہیں جن کا تعلق سند سے یا حدیث سے نہیں بلکہ راوی کی ذات سے ہے یعنی راوی کی ذات کو ہدفِ تنقید بنانے کی وجہ سے مسترد ہونے والی حدیث کا بیان ہے۔ راوی پر طعن یا جرح سے مراد اس سے متعلق زبان سے کوئی ایسی بات کہنا ہے جس سے عدالت و دیانت اور ضبط و یادداشت پر عیب لگایا گیا ہو، ایسے اسباب دس ہیں جن میں سے پانچ کا تعلق راوی کی عدالت و تقویٰ سے ہے جبکہ پانچ کا تعلق اس کی یادداشت سے۔ عدالت و دیانت کے بارے میں لگائے جانے والے الزامات کے نام یہ ہیں:

(۱) جھوٹ (۲) جھوٹ کا الزام (۳) فسق یعنی گناہ (۴) بدعت یعنی دین میں نئی ایجاد (۵) جہالت یعنی راوی کی ذات نامعلوم ہونا جس سے اس کی دیانت وعدالت کا پتہ نہ چل سکے۔

وہ اسباب جن سے راوی کی ضبط و یادداشت پر جرح مقصود ہو، ان کے نام یہ ہیں: (۱) فاش غلطی۔ (۲) حافظہ کی کمزوری۔ (۳) لاپرواہی۔ (۴) کثرت اوہام۔ (۵) ثقات کی مخالفت۔ آگے ان کی تفصیل بیان ہو رہی ہے۔

اَلْمَوْضُوْعُ

اِذَا كَانَ سَبَبُ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِيْ هُوَ الْكَذِبَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَحَدِيْثُهُ يُسَمَّى الْمَوْضُوْعَ . ١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ " وَضَعَ الشَّيْءَ " أَيْ " حَطَّهُ "، سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِانْحِطَاطِ رُتْبَتِهٖ . (ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ الْكَذِبُ الْمُخْتَلَقُ الْمَصْنُوْعُ الْمَنْسُوْبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ . ٢ – رُتْبَتُهُ : هُوَ شَرُّ

الْأَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ وَأَقْبَحُهَا وَبَعْضُ الْعُلَمَاءِ يَعْتَبِرُهُ قِسماً مُسْتَقِلاًّ وَلَيْسَ نَوْعاً مِنْ أَنْوَاعِ الْأَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ. ۳ -حُكْمُ رِوَايَتِهِ :أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلىٰ أَنَّهُ لَا تَحِلُّ رِوَايَتُهُ لِأَحَدٍ عَلِمَ حَالَهُ فِيْ أَيِّ مَعْنىً كَانَ اِلَّا مَعَ بَيَانِ وَضْعِهِ، لِحَدِيْثِ مُسْلِمٍ : " مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يُرىٰ أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنِ ".

:- ترجمہ موضوع ۔راوی میں تنقید کا سبب جب رسول اللہ ﷺ کی ذات پر جھوٹ بولنا ہوتو اس کی حدیث کا نام موضوع رکھا جائے گا۔ (اُ) اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے: یہ وَضَعَ الشَّیْءَ سے اسم مفعول ہے یعنی رتبہ کم کر دیا، اس کا یہ نام اس کا رتبہ کم ہو جانے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: یہ وہ اپنی طرف سے بنایا ہوا جھوٹ ہے جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ اس کا مرتبہ: یہ ضعیف احادیث کی سب سے بدتر اور سب سے عیب دار روایت ہے، بعض علماء اس کو مستقل قسم تسلیم کرتے ہیں اور ان کے ہاں یہ احادیثِ ضعیفہ کی قسم نہیں ہے۔ اس کی روایت کرنے کا حکم: اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ اس کا حال جاننے والے کسی شخص کے لیے کسی بھی طرح اس کی روایت کرنا جائز نہیں ہے مگر اس کے موضوع ہونے کی وضاحت کے ساتھ اس لیے کہ مسلم شریف کی حدیث ہے: ’’جس نے میری طرف سے ایسی حدیث بیان کہ وہ اس کو جھوٹ سمجھتا تھا تو وہ بھی جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک ہے‘‘۔

تشریح :- موضوع کے دو لغوی معنی ہیں: ایک ’’کم کرنا‘‘ حدیثِ موضوع کا رتبہ بھی کم ہو جاتا ہے، اس لیے یہ نام پڑا۔ دوسرا ’’گھڑنا‘‘ حدیثِ موضوع بھی گھڑی ہوئی حدیث کو کہتے ہیں۔ آگے آنے والی تفصیل اور وعید سے دونوں کی وضاحت ہو جائے گی۔

موضوع، احادیثِ ضعیفہ کی بدترین قسم ہے۔ صحیح مسلم شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے میری طرف سے ایسی حدیث بیان کی کہ اُس خیال میں وہ جھوٹی تھی، تو وہ بھی جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک ہے‘‘۔ اسی لیے محدثین وفقہاء کا اجماع ہے کہ موضوع حدیث کو اس کی تصریح کے بغیر روایت کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ یہ تو حکم موضوع حدیث کی روایت کرنے کا تھا، باقی حدیث وضع کرنا اس سے زیادہ گناہ کبیرہ ہے حتیٰ کہ محدثین وفقہاء اس کو

کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیتے ہیں اور امام الحرمین عبداللہ بن یوسف جوینیؒ متوفی ۴۳۸ھ نے تو قصداً حدیث وضع کرنے والے کے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

٤ – طُرُقُ الْوَضَّاعِيْنَ فِيْ صِيَاغَةِ الْحَدِيْثِ :(أ) إِمَّا أَنْ يُنْشِيءَ الْوَضَّاعُ الْكَلَامَ مِنْ عِنْدِهٖ ثُمَّ يَضَعُ لَهٗ إِسْنَاداً وَيَرْوِيْهِ .(ب) وَإِمَّا أَنْ يَأْخُذَ كَلَاماً لِبَعْضِ الْحُكَمَاءِ أَوْ غَيْرِهِمْ وَيَضَعُ لَهٗ إِسْنَاداً . ٥ – كَيْفَ يُعْرَفُ الْحَدِيْثُ الْمَوْضُوْعُ ؟ يُعْرَفُ بِأُمُوْرٍ مِنْهَا :(أ) إِقْرَارُ الْوَاضِعِ بِالْوَضْعِ : كَإِقْرَارِ أَبِيْ عِصْمَةَ نُوْحِ بْنِ أَبِيْ مَرْيَمَ بِأَنَّهٗ وَضَعَ حَدِيْثَ فَضَائِلِ سُوَرِ الْقُرْآنِ سُوْرَةً سُوْرَةً عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ .(ب) أَوْ مَا يَتَنَزَّلُ مَنْزِلَةَ إِقْرَارِهٖ : كَأَنْ يُحَدِّثَ عَنْ شَيْخٍ فَيُسْأَلُ مَوْلِدَهٗ فَيَذْكُرُ تَارِيْخاً تَكُوْنُ وَفَاةُ ذٰلِكَ الشَّيْخِ قَبْلَ مَوْلِدِهٖ هُوَ، وَلَا يُعْرَفُ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ إِلَّا عِنْدَهٗ .(جـ) أَوْ قَرِيْنَةٌ فِي الرَّاوِيْ : مِثْلَ أَنْ يَكُوْنَ الرَّاوِيْ رَافِضِيًّا، وَالْحَدِيْثُ فِيْ فَضَائِلِ أَهْلِ الْبَيْتِ . (د) أَوْ قَرِيْنَةٌ فِي الْمَرْوِيِّ : مِثْلَ كَوْنِ الْحَدِيْثِ رَكِيْكَ اللَّفْظِ، أَوْ مُخَالِفاً لِلْحِسِّ أَوْ صَرِيْحَ الْقُرْآنِ .

ترجمہ: حدیث گھڑنے والوں کے حدیث گھڑنے کے مختلف طریقے: (أ) واضعِ حدیث یا تو اپنی طرف سے کوئی کلام تیار کرے گا پھر اس کے لیے اسناد بنائے گا اور اس کی روایت کرے گا۔ (ب) یا پھر بعض دانش وروں یا ان کے علاوہ کسی کا کلام لے کر اس کے لیے اسناد بنالے گا۔ موضوع حدیث کیسے پہچانی جاتی ہے؟ اس کو چند امور سے پہچانا جاتا ہے جن میں سے یہ بھی ہیں:

(أ) گھڑنے والے کا گھڑنے کا اعتراف کرنا جیسے ابوعصمہ نوح بن ابومریم کا اعتراف کہ اس نے ابن عباسؓ کے حوالے سے قرآن کریم کی ہر ہر سورت کی فضیلت والی حدیث گھڑی ہے۔ (ب) یا وہ انداز جو اس کے اعتراف کرنے کے بمنزلہ ہو جیسے وہ کسی شیخ کے حوالے سے حدیث بیان کرے، جب اس کی تاریخِ پیدائش پوچھی جائے تو ایسی تاریخ ذکر کرے کہ اس شیخ کی وفات اس کی تاریخِ پیدائش سے پہلے ہو چکی ہو اور مذکورہ حدیث صرف اسی کے پاس سے معلوم ہو۔ (ج) یا راوی میں کوئی قرینہ موجود ہو جیسے راوی کا رافضی ہونا جبکہ حدیث اہلِ بیت کے فضائل میں

ہو۔ (د) یا مروی میں قرینہ ہو جیسے حدیث کا بے جوڑ الفاظ والا یا امرِ محسوس یا قرآن کریم کی صریح آیت کے مخالف ہونا۔

شرح:- حدیث گھڑنے کے دو طریقے ہیں: (ا) یا تو کلام اور سند دونوں واضع کے ہوں گے، اکثر موضوع احادیث اسی طرح ہیں۔ (۲) کلام حکماء وغیرہ میں سے کسی کا ہوگا اور سند اپنی طرف سے بنائے گا جیسے حدیث ''معدہ امراض کی آماجگاہ ہے اور پرہیز سب سے بڑا علاج ہے'' یہ کسی طبیب کا کلام تھا جس کو حدیث بنا کر پیش کیا گیا۔

حدیثِ موضوع کو پہچاننے کے مختلف طریقے ہیں مثلاً (ا) واضع کا خود اپنے متعلق حدیث گھڑنے کا اعتراف کرنا جیسے کہ نوح بن ابو مریم سے جب پوچھا گیا کہ فضیلت والی یہ حدیث کس سے روایت کرتے ہو؟ اس نے کہا: عکرمہؒ سے اور وہ ابن عباسؓ سے قرآن کریم کی ہر سورت کی فضیلت بیان کرتے ہیں۔ کہا گیا: مگر یہ حدیث ابن عباسؓ کے معروف شاگردوں کے پاس نہیں ہے تو اس نے جواب دیا: میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن کریم سے دور ہو گئے اور ابو حنیفہؒ کی فقہ اور ابن اسحاقؒ کی مغازی میں مشغول ہو گئے، تو میں نے ثواب سمجھ کر فضیلتِ قرآن کی حدیث بنالی۔

(۲) اعتراف کے بمنزلہ حرکت جیسے اگر واضع کسی شیخ کے حوالے سے ایسی حدیث بیان کرے جو کسی اور شیخ سے مروی نہ ہو لیکن جب اس سے شیخ کی تاریخِ پیدائش معلوم کی جائے تو وہ شیخ کی دفات ہونے کے بعد کی تاریخ ذکر کرے۔ یہ صورت اگرچہ بعینہٖ اقرار یا اعتراف تو نہیں ہے لیکن اسی کے بمنزلہ ہے کیونکہ وفات کے بعد پیدائش بتانا ایک طرح وضعِ حدیث کا اقرار ہی ہے۔

(۳) راوی کی ذات میں کوئی نشانی موجود ہونا مثلاً راوی رافضی ہو اور حدیث اہل بیت کی فضیلت میں ہو؛ کیونکہ روافض نے اہلِ بیت کے متعلق بکثرت حدیث وضع کی ہے۔

(۴) حدیث کا رکیک یعنی بے ربط اور بے جوڑ الفاظ پر مشتمل ہونا، ربیع بن خثیمؒ فرماتے ہیں ''جس طرح دن کی روشنی ہوتی ہے حدیث کی بھی روشنی ہوتی ہے جو تم پہچان لو گے اور جس طرح رات کی تاریکی ہوتی ہے حدیث کی بھی تاریکی ہوتی ہے جو تم پہچان لو گے''۔ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں: ''حدیثِ موضوع سن کر اکثر طالبِ حدیث کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل اس سے

بیزار ہوتا ہے"۔ اسی طرح حدیث کا امرِ مشاہد یا معقول کے مخالف ہونا بھی وضع کی دلیل ہے جیسے ایک راوی نے روایت بیان کی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے خانۂ کعبہ کا سات طواف کیا اور مقامِ ابراہیم پر دو رکعت پڑھی۔ یہ صریح عقل کے خلاف ہے۔ اسی طرح کسی حدیث کا صریح نصِ قرآنی کے خلاف ہونا بھی وضع کی دلیل ہے مثلاً قرآن مجید میں جو چیز واضح حرام ہے حدیث میں اس کو واضح انداز میں حلال بتایا جائے وغیرہ۔

٦ - دَوَاعِي الْوَضْعِ وَأَصْنَافُ الْوَضَّاعِيْنَ :(أ) اَلتَّقَرُّبُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالىٰ : بِوَضْعِ أَحَادِيْثَ تُرَغِّبُ النَّاسَ فِي الْخَيْرَاتِ، وَأَحَادِيْثَ تُخَوِّفُهُمْ مِنْ فِعْلِ الْمُنْكَرَاتِ، وَهٰؤُلَاءِ الْوَضَّاعُوْنَ قَوْمٌ يَنْتَسِبُوْنَ اِلَى الزُّهْدِ وَالصَّلَاحِ، وَهُمْ شَرُّ الْوَضَّاعِيْنَ لِأَنَّ النَّاسَ قَبِلَتْ مَوْضُوْعَاتِهِمْ ثِقَةً بِهِمْ .وَمِنْ هٰؤُلَاءِ مَيْسَرَةُ بْنُ عَبْدِ رَبِّه، فَقَدْ رَوٰى ابْنُ حِبَّانَ فِي الضُّعَفَاءِ عَنِ ابْنِ مَهْدِيّ قَالَ : قُلْتُ لِمَيْسَرَةَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهٖ : مِنْ أَيْنَ جِئْتَ بِهٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ، مَنْ قَرَأَ كَذَا فَلَهُ كَذَا؟ قَالَ : وَضَعْتُهَا أُرَغِّبُ النَّاسَ.
(ب) اَلْاِنْتِصَارُ لِلْمَذْهَبِ : لَا سِيَّمَا مَذَاهِبَ الْفِرَقِ السِّيَاسِيَّةِ بَعْدَ ظُهُوْرِ الْفِتْنَةِ وَظُهُوْرِ الْفِرَقِ السِّيَاسِيَّةِ كَالْخَوَارِجِ وَالشِّيْعَةِ، فَقَدْ وَضَعَتْ كُلُّ فِرْقَةٍ مِنَ الْأَحَادِيْثِ مَا يُؤَيِّدُ مَذْهَبَهَا، كَحَدِيْث "عَلِيٌّ خَيْرُ الْبَشَرِ، مَنْ شَكَّ فِيْهِ كَفَرَ".

ترجمہ: وضع کے اسباب اور واضعین کی قسمیں: (أ) اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا: ایسی احادیث تیار کر کے جن سے لوگوں کو نیکی کی ترغیب ہو اور ایسی احادیث تیار کر کے جن سے لوگوں میں ناجائز کاموں کے کرنے سے خوف پیدا ہو، یہ واضعین چند لوگ ہیں جن کی نسبت دنیا سے بے رغبتی اور اچھائی کی طرف ہوتی ہے اور یہ سب سے بدتر واضع ہیں اس لیے کہ لوگوں نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی موضوع حدیثیں قبول کر لی ہیں۔

ان ہی میں سے میسرہ بن عبدربہ ہے، چنانچہ ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں ابن مہدیؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے میسرہ بن عبدربہ سے پوچھا: تم یہ حدیثیں کہاں سے لائے ہو کہ جس نے فلاں سورت پڑھی اس کو اتنا ثواب ملے گا؟ اس نے کہا: میں نے

انہیں اس لیے گھڑا تا کہ لوگوں کو رغبت دلا سکوں۔(ب) مذہب کی حمایت کرنا: خصوصاً فتنہ اٹھنے کے بعد سیاسی جماعتوں کے مذاہب اور سیاسی تحریکوں کے ظہور کے بعد جیسے خوارج اور شیعہ، چنانچہ ہر ٹولے نے وہ احادیث وضع کیں جو ان کے مذہب کی تائید کر رہی ہوں جیسے حدیث ''علی سب سے بہتر انسان ہیں، جس نے شک کیا وہ کافر ہوا''۔

شرح :- حدیث گھڑنے کے اسباب بہت ہیں جن میں سے چھ مشہور اسباب یہاں بیان کیے جارہے ہیں، انہی سے واضعین کی موبھی معلوم ہو جائیں گی۔(ا) اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور ثواب کی امید میں حدیث بنالینا، ایسا عموماً نیک دل، شریف اور سیدھے سادھے لوگ کیا کرتے تھے چنانچہ میسرہ بن عبدربہ اتنا مشہور تارک الدنیا شخص تھا کہ جب اس کی وفات ہوئی تو اس کی سوگ میں بغداد کے سارے بازار بند ہو گئے لیکن اس کے باوجود وہ حدیثیں گھڑتا تھا اور جب عبدالرحمٰن بن مہدیؒ نے اس سے پوچھا کہ یہ احادیث کہاں سے لاتے ہو؟ تو اس کا کہنا تھا کہ ''یہ میں نے خود بنائی ہیں تاکہ لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے کا شوق دلاؤں''۔

(۲) اپنی سیاسی یا مذہبی تحریک کی اندھی حمایت اور طرفداری، چنانچہ ایک بدعتی نے جب اپنی بدعت پرستی سے توبہ کر لی تو اس نے کہا: حدیث جب بھی لو تو جان پہچان کے شخص سے لو کیونکہ ہم اپنی رائے کے مطابق حدیث بنایا کرتے تھے۔اسی طرح ایک جماعت نے اپنے مذہب کی تائید میں یہ حدیث بنالی کہ ''علی سب سے بہتر انسان ہیں جس کو شک ہو وہ کافر ہے''۔بہر حال سیاسی و مذہبی اغراض کے تحت بھی بہت سی حدیثیں بنائی گئی ہیں۔

(جـ) اَلطَّعْنُ فِی الْإِسْلَامِ : وَهٰؤُلَاءِ قَوْمٌ مِنَ الزَّنَادِقَةِ لَمْ يَسْتَطِيْعُوْا اَنْ يَكِيْدُوْا لِلْإِسْلَامِ جِهَاراً، فَعَمِدُوْا اِلٰى هٰذَا الطَّرِيْقِ الْخَبِيْثِ، فَوَضَعُوْا جُمْلَةً مِنَ الْاَحَادِيْثِ بِقَصْدِ تَشْوِيْهِ الْإِسْلَامِ وَالطَّعْنِ فِيْهِ، فَقَدْ رُوِىَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعاً : '' اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِىَّ بَعْدِىْ اِلَّا اَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ '' وَلَقَدْ بَيَّنَ جَهَابِذَةُ الْحَدِيْثِ اَمْرَ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ .(د) اَلتَّزَلُّفُ اِلَى الْحُكَّامِ : اَىْ تَقَرُّبَ بَعْضُ ضُعَفَاءِ الْإِيْمَانِ اِلٰى بَعْضِ الْحُكَّامِ بِوَضْعِ اَحَادِيْثَ تُنَاسِبُ مَا عَلَيْهِ الْحُكَّامُ مِنَ الْاِنْحِرَافِ،

مِثْلَ قِصَّةِ غِيَاثِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ الْكُوْفِيِّ مَعَ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ الْمَهْدِيِّ حِيْنَ دَخَلَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَلْعَبُ بِالْحَمَامِ، فَسَاقَ بِسَنَدِهِ عَلَى التَّوِّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: "لَا سَبَقَ إِلَّا فِيْ نَصْلٍ أَوْ خُفٍّ أَوْ حَافِرٍ أَوْ جَنَاحٍ" فَزَادَ كَلِمَةَ "أَوْ جَنَاحٍ" لِأَجْلِ الْمَهْدِيِّ، فَعَرَفَ الْمَهْدِيُّ ذٰلِكَ فَأَمَرَ بِذَبْحِ الْحَمَامِ، وَقَالَ: أَنَا حَمَلْتُهُ عَلَى ذٰلِكَ.

ترجمہ: (ج) اسلام میں نکتہ چینی کرنا: یہ زندیق قسم کے وہ لوگ ہیں جو کھلم کھلا اسلام کے خلاف سازش نہیں کر سکتے تو انہوں نے اس برے طریقے کا ارادہ کیا اور اسلام کی بدنمائی اور اس میں نکتہ چینی کرنے کے لیے احادیث کا ایک مجموعہ تیار کر لیا، چنانچہ حمید سے بواسطہ انسؓ مرفوعاً یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ "میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر یہ کہ اللہ ایسا چاہے"۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان کہ حدیث کے ماہرین نے ان احادیث کا معاملہ واضح کر دیا ہے۔

(د) حکمرانوں کے قریب ہونا یعنی بعض کمزور ایمان لوگوں نے حاکموں کی دین سے منحرفانہ حالت کے مناسب احادیث وضع کر کے بعض حاکموں کی نزدیکی حاصل کی ہے جیسے کہ غیاث بن ابراہیم نخعی کوفی کا امیر المؤمنین مہدی کے ساتھ قصہ جس وقت وہ ان کے پاس اس وقت آیا اور وہ کبوتر کے ساتھ شغل کر رہے تھے تو اسی وقت اس نے نبی کریم ﷺ تک اپنی سند بیان کر دی کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے "سبقت کرنا جائز نہیں مگر تلوار یا اونٹوں کی دوڑ یا گھوڑ دوڑ یا پرندے اڑانے میں" تو اس نے "یا پرندے اڑانے" کا لفظ مہدی کی خاطر بڑھایا، مہدی نے اسے بھانپ لیا، اس نے کبوتر ذبح کرنے کا حکم دے دیا اور کہا: میں نے ہی اس کو اس کام پر ابھارا۔

تشریح: - وضعِ حدیث کا تیسرا سبب نعوذ باللہ اسلام کی حیثیت دغدار کرنے کی کوشش ہے جو زندیق اور بددین لوگوں کا وطیرہ رہا ہے کیونکہ وہ جب کھلم کھلا اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکے تو اسلام کے بیّن اصول وقواعد کے خلاف حدیث بنا کر پیش کر دیا تاکہ لوگ حدیث پر بھروسہ کر کے اپنا ایمان ضائع کر دیں جیسا کہ محمد بن سعید جس کو زندیقیت کی وجہ سے قتل کر دیا گیا تھا، اس نے عن حمید عن انسؓ کی سند سے یہ مشہور حدیث پیش کی کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں" اور اس کے بعد یہ اضافہ کیا "مگر یہ کہ اللہ کا ارادہ ایسا ہو" تو اس کے اضافہ کے ساتھ اس نے لوگوں کو نئے نبی کے امکان کی

طرف دعوت دے دی تا کہ اگر اس کے بعد وہ یا کوئی اور نبوت کا دعویٰ کرے تو لوگ اس کا انکار نہ کریں بلکہ عین حدیث کے مطابق پا کر قبول کر لیں۔

وضعِ حدیث کا چوتھا سبب حکام کی خاطر حدیث گھڑنا ہے تا کہ ان کی طبیعت خوش ہو جائے اور ان سے مال و دولت حاصل ہو سکے یا ان کا تقرب حاصل ہو جائے چنانچہ غیاث بن ابراہیم نخعی کوفی ایک واضع حدیث گزرا ہے، اس کے متعلق منقول ہے کہ ایک دفعہ خلیفۂ وقت مہدی کے دربار میں حاضر ہوا جبکہ مہدی اس لمحہ کبوتر کے ساتھ دل بہلا رہے تھے، اس شخص نے موقعہ غنیمت جان کر فی الفور نبی کریم ﷺ تک ایک سند بنائی اور وہ حدیث پیش کر دی جس میں یہ ذکر ہے کہ انسان کو تین چیزوں کے علاوہ آپس میں مقابلہ نہیں کرنا چاہیے وہ تین چیزیں یہ ہیں: تلوار چلانا سیکھنا، اونٹوں کی دوڑ اور گھوڑ دوڑ۔ لیکن غیاث نے اس کے آخر میں ''یا پرندے اڑانے میں'' کا اضافہ کر کے مہدی کو خوش کرنا چاہا۔ یہ اضافہ موضوع اور من گھڑت تھا چنانچہ مہدی سمجھ گیا اور اسی وقت اس کبوتر کو ذبح کر دینے کا حکم دیا اور یہ کہہ کر اٹھ گیا کہ افسوس میں نے ہی اسے اس بات پر ابھارا تھا۔ اگر میں اس کے سامنے کبوتر بازی میں مشغول نہ ہوتا تو یہ حدیث میں اضافہ بھی نہ کرتا۔

(هـ) اَلتَّكَسُّبُ وَطَلَبُ الرِّزْقِ : كَبَعْضِ الْقُصَّاصِ الَّذِيْنَ يَتَكَسَّبُوْنَ بِالتَّحَدُّثِ اِلَى النَّاسِ، فَيُوْرِدُوْنَ بَعْضَ الْقِصَصِ الْمُسَلِّيَةِ وَالْعَجِيْبَةِ حَتَّى يَسْتَمِعَ اِلَيْهِمُ النَّاسُ وَيُعْطُوْهُمْ كَاَبِیْ سَعِيْدِ الْمَدَائِنِيِّ. (ز) قَصْدُ الشُّهْرَةِ : وَذٰلِكَ بِاِيْرَادِ الْاَحَادِيْثِ الْغَرِيْبَةِ الَّتِيْ لَا تُوْجَدُ عِنْدَ اَحَدٍ مِنْ شُيُوْخِ الْحَدِيْثِ، فَيَقْلِبُوْنَ سَنَدَ الْحَدِيْثِ لِيُسْتَغْرَبَ ، فَيُرْغَبَ فِيْ سَمَاعِهِ مِنْهُمْ، كَابْنِ اَبِيْ دِحْيَةَ وَحَمَّادِ النَّصِيْبِيِّ .

د۔ ترجمہ (ھ) کمائی اور رزق کی تلاش: جیسے بعض وہ قصہ گو جو لوگوں کے سامنے گفتگو کر کے روزی کماتے ہیں، پھر وہ کچھ دلچسپ اور قابلِ تعجب کہانیاں پیش کر دیتے ہیں تا کہ لوگ ان کی باتیں توجہ سے سنیں اور انہیں عطیہ دیں جیسے ابو سعید مدائنی۔ (ز) شہرت کی خواہش: اور یہ وہ عجیب احادیث ذکر کرنے کے ساتھ جو شیوخِ حدیث میں سے کسی کے پاس نہ ملیں، تو وہ حدیث کی سند تبدیل کر دیتے ہیں تا کہ اس کو نادر سمجھا جائے، جس کے اثر سے ان سے حدیث کے سننے کی رغبت پیدا ہو

جیسے ابن ابی دحیہ اور حماد نصیبی۔

شرح :- حدیث گھڑنے کا پانچواں سبب معاش کی تلاش اور رزق کی طلب ہے کیونکہ بعض لوگوں نے عجیب وغریب اور حسبِ حال احادیث سنا کر لوگوں سے مال حاصل کرنے کو اپنا پیشہ بنالیا تھا، انہی میں ایک ابوسعید مدائنی بھی تھا جو لوگوں سے ان کی خواہش اور رغبت کے مطابق حدیث بیان کرتا تاکہ متاثر ہو کر اسے کچھ دینے پر مجبور ہو جائیں۔ چھٹا سبب شہرت کی تمنا ہے کہ عجیب وغریب سند یا حدیث بنا کر پیش کرتے تاکہ اس میں زیادہ دلچسپی لی جائے اور ان کی زیادہ سے زیادہ شہرت ہو جیسے ابن ابی دحیہ اور حماد نصیبی۔ حماد نصیبی نے حضرت علیؓ کی طرف منسوب کر کے من گھڑت وصیتیں بھی تیار کیں۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ من ذلک کلہ

٧ – مَذَاهِبُ الْكَرَّامِيَّةِ فِيْ وَضْعِ الْحَدِيْثِ : زَعَمَتْ فِرْقَةٌ مِنَ الْمُبْتَدِعَةِ سُمُّوْا بِالْكَرَّامِيَّةِ جَوَازَ وَضْعِ الْاَحَادِيْثِ فِيْ بَابِ التَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ فَقَطْ، وَاسْتَدَلُّوْا بِمَا رُوِيَ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ حَدِيْثِ " مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً " مِنْ زِيَادَةِ جُمْلَةِ " لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ " وَلٰكِنَّ هٰذِهِ الزِّيَادَةَ لَمْ تَثْبُتْ عِنْدَ حُفَّاظِ الْحَدِيْثِ . وَقَالَ بَعْضُهُمْ : " نَحْنُ نَكْذِبُ لَهُ لَا عَلَيْهِ " وَهٰذَا اسْتِدْلَالٌ فِيْ غَايَةِ السَّخْفِ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَا يَحْتَاجُ شَرْعُهُ إِلىٰ كَذَّابِيْنَ لِيُرَوِّجُوْهُ . وَهٰذَا الزَّعْمُ خِلَافُ إِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى بَالَغَ الشَّيْخُ أَبُوْ مُحَمَّدٍ الْجُوَيْنِيُّ فَجَزَمَ بِتَكْفِيْرِ وَاضِعِ الْحَدِيْثِ .

ترجمہ :- وضعِ حدیث کی بابت کرامیہ کے مذاہب: اہل بدعت کا ایک فرقہ جس کا نام کرامیہ رکھا گیا ہے، فقط ترغیب وترہیب کے سلسلے میں احادیث گھڑنے کا قائل ہوا ہے اور ان کا استدلال اس زائد جملے سے ہے جو حدیث "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً" کی بعض سندوں میں آیا ہے یعنی "لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ" (جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ بولا تاکہ وہ لوگوں کو گمراہ کر سکے......) مگر یہ اضافہ حفاظِ حدیث کے ہاں ثابت نہیں۔ ان میں سے بعض نے کہا: ہم آپ ﷺ کے حق میں جھوٹ کہتے ہیں نہ کہ آپ کے خلاف''، یہ استدلال حد درجہ نامعقول ہے کیونکہ نبی کریم کی شریعت جھوٹوں کی محتاج نہیں جو (جھوٹ کے ذریعے) اس کو عام کریں، اور یہ عقیدہ مسلمانوں کے اجماع کے

برخلاف ہے حتی کہ شیخ ابو محمد جوینیؒ نے اس میں شدت اختیار کی اور انہوں نے واضع حدیث کے کفر کا قطعی فیصلہ کیا۔

شرح:- اہل سنت کے مقابلے میں جتنے فرقے ظاہر ہوئے ان میں ایک فرقہ کرّامیہ بھی ہے جو محمد بن کرّام نامی شخص کی طرف منسوب ہے، ان لوگوں کے مطابق حدیث گھڑنے سے مقصود اگر اعمال کا شوق دلانا یا گناہ سے ڈرانا ہو تو جائز ہے۔ یہ لوگ اس مقصد کے لیے ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس کے الفاظ اس طرح ہیں ''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ '' اور کہتے کہ ہم گمراہی پھیلانے کے لیے جھوٹ نہیں کہتے بلکہ بھلائی کی خاطر جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ ان کا استدلال انتہائی بیہودہ اور معنویت سے خالی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دین ان کے جھوٹ گھڑنے کا محتاج نہیں اور جو وہ حدیث میں ''لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ '' کا اضافہ پیش کرتے ہیں وہ بھی ثابت نہیں۔ علماء نے بالاتفاق جھوٹی حدیث بنا کر پیش کرنے کو حرام اور گناہ کبیرہ قرار دیا ہے خواہ کسی بھی مقصد سے ہو اور امام الحرمین ابن الجوینیؒ نے تو ایسے شخص کو کافر تک قرار دیا ہے جو جان بوجھ کر حدیث گھڑتا ہو۔

٨ – خَطَأُ بَعْضِ الْمُفَسِّرِيْنَ فِيْ ذِكْرِ الْأَحَادِيْثِ الْمَوْضُوْعَةِ :لَقَدْ أَخْطَأَ بَعْضُ الْمُفَسِّرِيْنَ فِيْ ذِكْرِهِمْ أَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةً فِيْ تَفَاسِيْرِهِمْ مِنْ غَيْرِ بَيَانِ وَضْعِهَا لَا سِيَمَا الْحَدِيْثُ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فِيْ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ سُوْرَةً سُوْرَةً، وَمِنْ هٰؤُلَاءِ الْمُفَسِّرِيْنَ :(أ) اَلثَّعْلَبِيُّ . (ب) اَلْوَاحِدِيُّ . (جـ) الزَّمَخْشَرِيُّ . (د) اَلْبَيْضَاوِيُّ . (هـ) اَلشَّوْكَانِيُّ . ٩ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ :(أ) كِتَابُ الْمَوْضُوْعَاتِ : لِابْنِ الْجَوْزِيِّ ، وَهُوَ مِنْ أَقْدَمِ مَا صُنِّفَ فِيْ هٰذَا الْفَنِّ لٰكِنَّهُ مُتَسَاهِلٌ فِي الْحُكْمِ عَلَى الْحَدِيْثِ بِالْوَضْعِ، لِذَا انْتَقَدَهُ الْعُلَمَاءُ وَتَعَقَّبُوْهُ .(ب) اَللَّآلِي الْمَصْنُوْعَةُ فِي الْأَحَادِيْثِ الْمَوْضُوْعَةِ : لِلسَّيُوْطِيِّ، هُوَ اخْتِصَارٌ لِكِتَابِ ابْنِ الْجَوْزِيِّ وَتَعْقِيْبٌ عَلَيْهِ وَزِيَادَاتٌ لَمْ يَذْكُرْهَا ابْنُ الْجَوْزِيِّ .جـ) تَنْزِيْهُ الشَّرِيْعَةِ الْمَرْفُوْعَةِ عَنِ الْأَحَادِيْثِ الشَّنِيْعَةِ الْمَوْضُوْعَةِ : لِابْنِ عِرَاقِ الْكِنَانِيِّ، وَهُوَ كِتَابُ تَلْخِيْصٍ لِسَابِقَيْهِ، وَهُوَ كِتَابٌ حَافِلٌ مُهَذَّبٌ مُفِيْدٌ .

ترجمہ احادیثِ موضوعہ کو ذکر کرنے میں بعض مفسرین کی غلطی: بعض مفسرین سے اپنی اپنی تفسیر میں موضوع احادیث بغیر بیانِ وضع کے ذکر کرنے میں غلطی واقع ہوئی ہے خصوصاً وہ حدیث جو حضرت ابی بن کعبؓ کے حوالے سے قرآن مجید کی ہر ہر سورت کے بارے میں مروی ہے، ان مفسرین میں سے چند یہ ہیں: (أ) ثعلبی (۲) واحدی (۳) زمخشری (۴) بیضاوی (۵) شوکانی۔

موضوع کے بارے میں مشہورترین تصانیف: (أ) کتاب الموضوعات: یہ ابن جوزیؒ کی تصنیف ہے اور یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو اس فن میں تصنیف کی گئی مگر وہ حدیث پر وضع کا حکم لگانے متساہل ہیں، اسی لیے علماء نے ان پر تنقید کی ہے اور ان کی گرفت کی ہے۔ (ب) اللآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ: یہ سیوطیؒ کی تصنیف ہے، یہ ابن جوزیؒ کی کتاب کا اختصار، ان کی اغلاط کی تصحیح اور کچھ اضافے ہیں جنہیں ابن جوزیؒ نے ذکر نہیں کیا۔ (ج) تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الأحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ: یہ ابن عراق کنانیؒ کی تصنیف ہے اور پیش تر دونوں کتابوں کی تلخیص ہے۔ یہ جامع، محقق اور مفید کتاب ہے۔

شرح :- احادیثِ موضوعہ کو وضع کا ذکر کیے بغیر بیان کرنا سخت منع ہے، لیکن بعض مفسرین سے اس بارے میں تسامح ہوا ہے جو نہیں ہونا چاہیے تھا، انہوں نے اپنی تفاسیر میں موضوع احادیث بھی ذکر کیں مگر ان کے موضوع و نا قابل اعتبار ہونے کی وضاحت نہیں کی۔ ان میں امام ثعلبی، علامہ واحدی، علامہ زمخشری اور علامہ بیضاوی شامل ہیں کہ ان کی تفسیروں میں موضوع احادیث بغیر وضاحت کے داخل ہیں۔

علامہ ابن جوزیؒ نے سب سے پہلے موضوع احادیث کو جمع کیا، البتہ انہوں نے وضع کا حکم لگانے میں تساہل سے کام لیا ہے، اور بہت سی مقبول احادیث کو بھی معمولی شبہ کی بنیاد پر موضوع قرار دے دیا اسی وجہ سے بعد کے علماء نے ان کی کتاب کی تحقیق کی اور غیر موضوع احادیث کی نشاندہی کر دی۔ دوسری مشہور کتاب علامہ سیوطیؒ کی کتاب ''اللآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ'' ہے پھر ابن عراق کی کتاب تنزیہ الشریعۃ ہے۔ ان کے علاوہ الکامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، الموضوعات الکبری جبکہ علی القاریؒ اور الآثار المرفوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ مصنفہ علامہ عبدالحی

لکھنویؒ میں بھی احادیث موضوعہ کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔

اَلْمَتْرُوْكُ

اِذَا کَانَ سَبَبُ الطَّعْنِ فِی الرَّاوِیْ هُوَ التُّهْمَةَ بِالْکَذِبِ ـ وَهُوَ السَّبَبُ الثَّانِیْ ـ سُمِّیَ حَدِیْثُهُ الْمَتْرُوْكَ. ١ – تَعْرِیْفُهُ :(أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنَ "التَّرْكِ" وَتُسَمِّی الْعَرَبُ الْبَیْضَةَ بَعْدَ اَنْ یَخْرُجَ مِنْهَا الْفَرْخُ "التَّرِیْکَةَ" اَیْ مَتْرُوْکَةً لَا فَائِدَةَ مِنْهَا.(ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ الْحَدِیْثُ الَّذِیْ فِیْ اِسْنَادِهٖ رَاوٍ مُتَّهَمٌ بِالْکَذِبِ. ٢ – اَسْبَابُ اتِّهَامِ الرَّاوِیْ بِالْکَذِبِ اَحَدُ اَمْرَیْنِ وَهُمَا :(أ) اَنْ لَّا یُرْوٰی ذٰلِكَ الْحَدِیْثُ اِلَّا مِنْ جِهَتِهٖ وَیَکُوْنُ مُخَالِفاً لِلْقَوَاعِدِ الْمَعْلُوْمَةِ .(ب) اَنْ یُعْرَفَ بِالْکَذِبِ فِیْ کَلَامِهِ الْعَادِیِّ، لٰکِنْ لَمْ یَظْهَرْ مِنْهُ الْکَذِبُ فِی الْحَدِیْثِ النَّبَوِیِّ .

ترجمہ: متروک۔ جب راوی پہ تنقید کا سبب جھوٹ کہنے کا الزام ہو اور یہی دوسرا سبب ہے تو اس کی حدیث نام متروک رکھا جائے گا۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ الترک سے اسم مفعول ہے، عرب چوزے کے نکلنے کے بعد انڈے کو "تَرِیْکَة" کہتے ہیں یعنی چھوڑا ہوا، اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: یہ وہ حدیث ہے جس کے اسناد میں کوئی جھوٹ کی تہمت لگایا ہوا شخص ہو۔ راوی پر جھوٹ کی تہمت لگنے کے اسباب دو امور میں سے ایک ہے، وہ یہ ہیں: (أ) یہ کہ حدیث صرف اسی کی جہت سے مروی ہو اور قواعدِ معلومہ کے برخلاف ہو۔ (ب) یہ کہ راوی اپنے معمول کے کلام میں جھوٹ بولنے کے ساتھ مشہور ہو مگر حدیث نبوی ﷺ میں اس سے جھوٹ کہنا ظاہر نہ ہوا ہو۔

تشریح: متروک، باب نصر کے مصدر الترک سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں چھوڑا ہوا، بالخصوص عرب لوگ انڈے کو جب اس سے چوزہ نکل جائے تو اس چھلکے کا نام "تریکہ" رکھتے ہیں یعنی بیکار چھوڑا ہوا، اس میں اب کوئی فائدہ نہیں۔ اس حدیث کو بھی متروک کہنے کی ظاہری وجہ یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس سے عملی طور پر فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ اصطلاحِ اصول حدیث

میں متروک وہ حدیث کہلاتی ہے جس کی اسناد میں کوئی متہم بالکذب راوی ہو یعنی ایسا راوی جس پر جھوٹ کا الزام لگ رہا ہو جس کی دو دو جہیں ہوتی ہیں: (۱) حدیث کا اسی کی سند سے معلوم ہونا اور مشہور و معروف قواعد کے خلاف ہونا۔ (۲) راوی کا اپنی روزمرہ گفتگو میں جھوٹ بولنا۔

٣ - مِثَالُهُ : حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ شَمِرِ الْجُعْفِيِّ الْكُوْفِيِّ الشِّيْعِيِّ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ عَلِيٍّ وَعَمَّارٍ قَالَا : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ وَيُكَبِّرُ يَوْمَ عَرَفَةَ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَيَقْطَعُ صَلَاةَ الْعَصْرِ آخِرَ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ . وَقَدْ قَالَ النَّسَائِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُمَا عَنْ عَمْرِو بْنِ شَمِرٍ : "مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ". ٤ - مَرَّ بِنَا أَنَّ شَرَّ الضَّعِيْفِ الْمَوْضُوْعُ، وَيَلِيْهِ الْمَتْرُوْكُ ثُمَّ الْمُنْكَرُ ثُمَّ الْمُعَلَّلُ، ثُمَّ الْمُدْرَجُ ثُمَّ الْمَقْلُوْبُ ثُمَّ الْمُضْطَرِبُ، كَذَا رَتَّبَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرَ .

ترجمہ: اس کی مثال: عمرو بن شمر جعفی کوفی شیعی کی جابر کے واسطے سے اور وہ ابوالطفیل کے واسطے سے حضرت علیؓ و عمارؓ سے نقل کی ہوئی حدیث کہ انہوں نے فرمایا: ''نبی کریم ﷺ فجر میں قنوت پڑھتے تھے اور عرفہ کے دن صبح کی نماز میں تکبیر تشریق پڑھتے اور ایامِ تشریق کے آخری دن عصر کی نماز میں منقطع فرماتے''۔ نسائی اور دار قطنیؒ وغیرہ نے عمرو بن شمر کے متعلق کہا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ ہماری یہ بات گذر چکی ہے کہ سب سے بدتر ضعیف موضوع ہے، اس کے بعد متروک، پھر منکر، پھر معلل، پھر مدرج، پھر مقلوب، پھر مضطرب، حافظ ابن حجرؒ نے اسی طرح ترتیب قائم کی ہے۔

شرح: - متروک حدیث کی مثال مذکورہ بالا حدیث ہے جو عمرو بن شمر کے حوالے سے معروف ہے لیکن اس پر محدثین نے جرح کی ہے چنانچہ نسائیؒ اور دار قطنیؒ وغیرہ کا کہنا ہے کہ عمرو بن شمر متروک الحدیث ہے یعنی متہم بالکذب ہے لہذا اس کی حدیث متروک ہوئی۔ متروک کا رتبہ موضوع سے نیچے ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ضعیف احادیث کی ترتیب میں سب سے پہلے موضوع کو رکھا ہے اس کے بعد متروک کو، تو معلوم ہوا کہ موضوع کے بعد سب سے ضعیف حدیث وہ ہے جس کو متروک کہا جائے۔ اسی ترتیب کو مصنف نے اختیار کیا ہے۔

اَلْمُنْكَرُ

إِذَا كَانَ سَبَبُ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِيْ فُحْشَ الْغَلَطِ أَوْ كَثْرَةَ الْغَفْلَةِ أَوِ الْفِسْقَ ـ وَهُوَ السَّبَبُ الثَّالِثُ وَالرَّابِعُ وَالْخَامِسُ ـ فَحَدِيْثُهُ يُسَمَّى الْمُنْكَرَ . ١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنَ " الْإِنْكَارِ " ضِدُّ الْإِقْرَارِ .(ب) إِصْطِلَاحاً : عَرَّفَ عُلَمَاءُ الْحَدِيْثِ الْمُنْكَرَ بِتَعْرِيْفَاتٍ مُتَعَدِّدَةٍ أَشْهَرُهَا تَعْرِيْفَانِ وَهُمَا :

١ ...... هُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ فِيْ إِسْنَادِهٖ رَاوٍ فَحُشَ غَلَطُهٗ أَوْ كَثُرَتْ غَفْلَتُهٗ أَوْ ظَهَرَ فِسْقُهٗ . وَهُوَ التَّعْرِيْفُ الَّذِيْ ذَكَرَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرَ وَنَسَبَهٗ لِغَيْرِهٖ . وَمَشٰى عَلٰى هٰذَا التَّعْرِيْفِ الْبَيْقُوْنِيُّ فِيْ مَنْظُوْمَتِهٖ فَقَالَ :

وَمُنْكَرُ الْفَرْدِ بِهٖ رَاوٍ غَدَا تَعْدِيْلُهٗ لَا يَحْمِلُ التَّفَرُّدَا

٢ ...... هُوَ مَارَوَاهُ الضَّعِيْفُ مُخَالِفاً لِمَا رَوَاهُ الثِّقَةُ .وَهٰذَا التَّعْرِيْفُ هُوَ الَّذِيْ ذَكَرَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرَ وَاعْتَمَدَهٗ، وَفِيْهِ زِيَادَةٌ عَلَى التَّعْرِيْفِ الْأَوَّلِ وَهِيَ قَيْدُ مُخَالَفَةِ الضَّعِيْفِ لِمَا رَوَاهُ الثِّقَةُ .

ترجمہ: منکر۔ جب راوی میں تنقید کا سبب فاش غلطی یا لاپرواہی کی کثرت یا فسق ہو اور یہ تیسرا، چوتھا اور پانچواں سبب ہے، تو اس کی حدیث کا نام منکر رکھا جاتا ہے۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ الانکار سے اسم مفعول ہے جو اقرار کا ضد ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: علماءِ حدیث نے منکر کی متعدد تعریفات کی ہیں جن میں سے زیدہ مشہور تعریفات دو ہیں اور وہ یہ ہیں: (ا) یہ وہ حدیث ہے جس کی اسناد میں ایسا راوی ہو جس کی غلطی بہت ہو یا اس کی لاپرواہی زیادہ ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو۔ یہی وہ تعریف ہے جس کو حافظ ابن حجرؒ نے ذکر کیا اور نسبت کسی اور کی طرف کی ہے، اور بیقونیؒ بھی اپنی منظومہ میں اسی پر گامزن رہے چنانچہ انہوں نے کہا: (شعر) اور فرد کی منکر جس کی روایت ایسا روای کرے کہ اس کی تعدیل تفرد کی گنجائش نہ رکھے۔

(۲) وہ حدیث جس کو ضعیف ثقہ لوگوں کی روایت کی مخالفت کرتے ہوئے نقل کرے۔ یہ وہ تعریف ہے جس کو حافظ ابن حجرؒ نے ذکر کیا اور اسی پر اعتماد کیا، اس میں پہلی تعریف

کے مقابلہ میں ایک زیادتی ہے اور وہ ضعیف کی ثقہ کی روایت کی مخالفت کرنے کی قید ہے۔

شرح :- راوی پر تنقید کے پانچ اسباب میں سے دو سبب اب تک بیان ہو چکے ہیں یعنی وضع اور اتہام بالکذب۔ اب یہاں مزید تین اسباب کے تحت بحث کی جا رہی ہے۔ جس راوی کے اندر تنقید کی وجہ اس کا فاش غلطی کا ارتکاب کرنا ہو یا بکثرت لاپرواہ ہونا ہو یا فسق کا مرتکب ہونا ہو تو اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں، منکر کی ایک تعریف تو یہی ہے۔

دوسری تعریف کے مطابق منکر وہ حدیث ہے جس کا راوی کمزور حافظہ یا اپنے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہو اور اُس حدیث میں ثقہ راوی کی مخالفت کی گئی ہو۔ پہلی تعریف میں صرف راوی کے ضعف کی وجہ سے حدیث کو منکر قرار دیا گیا لیکن دوسری تعریف میں مخالفت الثقات کا بھی اعتبار کیا گیا ہے۔ رہی بات لغت کی تو اس اعتبار سے منکر صیغہ اسم مفعول ہے اور اس کا مصدر باب افعال سے مستعمل ہے یعنی الانکار بمعنی اوپرا سمجھنا، قبول نہ کرنا۔

۲ – اَلْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّاذِّ :(أ) أَنَّ الشَّاذَّ مَا رَوَاهُ الْمَقْبُوْلُ مُخَالِفاً لِمَنْ هُوَ أَوْلىٰ مِنْهُ .(ب) أَنَّ الْمُنْكَرَ مَا رَوَاهُ الضَّعِيْفُ مُخَالِفاً لِلثِّقَةِ .فَيُعْلَمُ مِنْ هٰذَا أَنَّهُمَا يَشْتَرِكَانِ فِي اشْتِرَاطِ الْمُخَالَفَةِ، وَيَفْتَرِقَانِ فِيْ أَنَّ الشَّاذَّ رَاوِيْهِ مَقْبُوْلٌ، وَالْمُنْكَرُ رَاوِيْهِ ضَعِيْفٌ . قَالَ ابْنُ حَجَرَ : ''وَقَدْ غَفَلَ مَنْ سَوّٰى بَيْنَهُمَا''.

ترجمہ :- اس کے اور شاذ کے درمیان فرق: (أ) یہ کہ شاذ وہ حدیث ہے جس کو مقبول اپنے سے بہتر راوی کی مخالفت کرتے ہوئے روایت کرے۔ (ب) یہ کہ منکر وہ حدیث ہے جس کو ضعیف، ثقہ کی مخالفت کرتے ہوئے روایت کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں مخالفت کی شرط میں شریک ہیں اور اس میں جدا ہو جاتے ہیں کہ شاذ، اس کا راوی مقبول ہے اور منکر، اس کا راوی ضعیف ہے۔ ابن حجرؒ نے فرمایا: ''جس نے ان دونوں کو برابر ٹھہرایا وہ بے خبر رہا''۔

شرح :- شاذ وہ حدیث ہے جس میں [illegible] (یعنی ثقہ) اپنے سے زیادہ مقبول اور ثقہ راوی کی مخالفت کرے تو زیادہ ثقہ کی روایت [illegible] کم درجہ ثقہ کی روایت جس میں بڑے ثقہ کی مخالفت ہوئی ہے شاذ کہلائے گی۔ لہٰذا منکر وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ضعیف ہو اور وہ اپنی

روایت میں ثقہ اور مقبول راوی کی مخالفت کرے تو ثقہ کی روایت معروف اور ضعیف کی مذکورہ روایت منکر کہلائے گی۔ اس سے واضح ہوا کہ شاذ اور منکر دونوں میں ثقہ راوی کی مخالفت کی جاتی ہے لیکن شاذ کا راوی ثقہ اور مقبول ہوتا ہے اور منکر کا راوی ضعیف و نامقبول۔ یہی ان دونوں کے درمیان فرق ہے اور یہی درست قول ہے۔ بعض حضرات (جیسے ابن صلاحؒ) نے منکر اور شاذ کو ایک قرار دیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ ابن حجرؒ نے اس برابری کرنے کو غفلت (بے خبری) سے تعبیر کیا ہے۔

٣ – مِثَالُهُ : (أ) مِثَالٌ لِلتَّعْرِيْفِ الْأَوَّلِ : مَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ رِوَايَةِ أَبِيْ زُكَيْرٍ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعاً " كُلُوا الْبَلَحَ بِالتَّمْرِ فَإِنَّ ابْنَ آدَمَ إِذَا أَكَلَهُ غَضِبَ الشَّيْطَانُ ". قَالَ النَّسَائِيُّ : " هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ، تَفَرَّدَ بِهِ أَبُوْ زُكَيْرٍ، وَهُوَ شَيْخٌ صَالِحٌ، أَخْرَجَ لَهُ مُسْلِمٌ فِي الْمُتَابَعَاتِ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ مَبْلَغَ مَنْ يُحْتَمَلُ تَفَرُّدُهُ ". (ب) مِثَالٌ لِلتَّعْرِيْفِ الثَّانِيْ : مَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ مِنْ طَرِيْقِ حُبَيِّبِ بْنِ حَبِيْبٍ الزَّيَّاتِ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : " مَنْ أَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَحَجَّ الْبَيْتَ وَصَامَ وَقَرَى الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ ". قَالَ أَبُوْ حَاتِمٍ : " هُوَ مُنْكَرٌ لِأَنَّ غَيْرَهُ مِنَ الثِّقَاتِ رَوَاهُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ مَوْقُوْفاً وَهُوَ الْمَعْرُوْفُ ".

ترجمہ: اس کی مثال: (أ) پہلی تعریف کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو نسائی و ابن ماجہ نے ابو زکیر یحییٰ بن محمد بن قیس سے، انہوں نے ہشام بن عروہ سے اور انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "تم چھوہارے کے ساتھ کچی کھجور بھی کھاؤ کیونکہ انسان جب اسے کھاتا ہے تو شیطان کو غصہ آتا ہے"۔ نسائی نے کہا: یہ منکر حدیث ہے، اس کے ساتھ ابو زکیر تنہا ہیں اور وہ شیخ صالح ہیں، امام مسلم نے متابعات میں ان کی حدیث ذکر کی ہے مگر یہ اس شخص کے درجے کو نہیں پہنچتے جس کے تفرد کی گنجائش ہو۔

(ب) دوسری تعریف کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو ابن ابی حاتمؒ نے حبیّب بن حبیب کی سند سے ابو اسحاق کی وساطت سے روایت کیا، وہ عیزار بن حریث سے وہ ابن عباسؓ سے کہ نبی کریم ﷺ

نے فرمایا: ''جو نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، حج بیت اللہ کرے، رمضان کے روزے رکھے اور مہمان کی خاطر مدارات کرے جنت میں داخل ہوگا''۔ ابو حاتم نے کہا: یہ منکر ہے اس لیے کہ اس کے علاوہ ثقات نے یہ حدیث ابو اسحاق سے موقوفاً روایت کی ہے اور یہی معروف ہے۔

شرح :- منکر کی پہلی تعریف کے مطابق (جس میں روای خود ضعیف تھا) اس کی مثال نسائی وابن ماجہ کی مذکورہ بالا روایت ہے جس کی سند میں ابو زکیر نامی ایک راوی آیا ہے، اس کے متعلق محدثین نے کلام کیا ہے چنانچہ امام نسائی نے اسے شیخ صالح کہا جو معمولی جرح ہے، ابن معین وغیرہ نے ضعیف کہا، ابن حبان کہتے ہیں: اس کی حدیث حجت نہیں بن سکتی۔ بہر حال راوی کے ضعف کی وجہ سے یہ حدیث منکر کی پہلی تعریف کی مثال ہے۔

دوسری تعریف کی مثال حُبَیّب بن حبیب کے واسطے سے مروی حدیث ہے جس میں وہ ابو اسحاق کی سند سے مرفوعاً یعنی نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کر رہے ہیں لہٰذا دوسرے ثقات اس حدیث کو ابو اسحاق کے ہی واسطے سے ابن عباسؓ پر موقوف بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا حُبَیّب کی روایت دوسرے ثقات کی مخالفت کی وجہ سے منکر کہلائے گی۔

٤ – رُتْبَتُهُ : يَتَبَيَّنُ مِنْ تَعْرِيْفَي الْمُنْكَرِ الْمَذْكُوْرَيْنِ آنِفاً أَنَّ الْمُنْكَرَ مِنْ أَنْوَاعِ الضَّعِيْفِ جِدًّا، لِأَنَّهُ إِمَّا رِوَايَةُ ضَعِيْفٍ مَوْصُوْفٍ بِفُحْشِ الْغَلَطِ أَوْ كَثْرَةِ الْغَفْلَةِ أَوِ الْفِسْقِ، وَإِمَّا رِوَايَةُ ضَعِيْفٍ مُخَالِفٍ فِيْ رِوَايَتِهِ تِلْكَ لِرِوَايَةِ الثِّقَةِ ، وَكِلَا الْقِسْمَيْنِ فِيْهِ ضُعْفٌ شَدِيْدٌ، لِذٰلِكَ مَرَّ بِنَا فِيْ بَحْثِ " الْمَتْرُوْكِ " أَنَّ الْمُنْكَرَ يَأْتِيْ فِيْ شِدَّةِ الضُّعْفِ بَعْدَ مَرْتَبَةِ الْمَتْرُوْكِ .

ترجمہ: اس کا رتبہ: منکر کی مندرجہ بالا دونوں تعریفوں سے یہ واضح ہے کہ منکر بہت ضعیف (حدیث) کی انواع میں سے ہے اس لیے کہ وہ یا تو فاش غلطی کرنے یا بکثرت لاپرواہی برتنے یا فسق کرنے سے موصوف ضعیف شخص کی روایت ہے یا پھر اپنی مذکورہ روایت میں ثقہ کی مخالفت کرنے والے ضعیف شخص کی روایت، اور دونوں ہی قسموں میں شدید ضعف ہے۔ اس وجہ سے ہم متروک کی بحث میں یہ ذکر کرتے آئے ہیں کہ شدتِ ضعف میں متروک کے بعد منکر کا مرتبہ ہے۔

شرح:- منکر کی دو تعریفیں اوپر مذکور ہوئیں جن میں سے پہلی تعریف میں منکر کا راوی بہت لاپرواہی برتنے والا ہے یا بڑی غلطیاں کرنے والا ہے یا فسق کا مرتکب ہے اور یہ تینوں وجہیں حدیث کو بہت زیادہ ضعیف بنا دیتی ہیں۔اسی طرح دوسری تعریف میں ضعیف کا ثقہ راوی کی مخالفت کرنا معتبر ہے اور یہ امر بھی کسی حدیث کو انتہائی ضعیف بنا دیتا ہے لہٰذا یہ واضح ہوا کہ اگر ضعف میں متروک کے بعد کسی کا رتبہ ہے تو وہ منکر کا ہے۔

اَلْمَعْرُوْفُ

١ – تَعْرِيْفُهٗ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ "عَرَفَ". (ب) اِصْطِلَاحاً : مَا رَوَاهُ الثِّقَةُ مُخَالِفاً لِمَا رَوَاهُ الضَّعِيْفُ . فَهُوَ بِهٰذَا الْمَعْنٰى مُقَابِلٌ لِلْمُنْكَرِ، أَوْ بِتَعْبِيْرٍ أَدَقَّ، هُوَ مُقَابِلٌ لِتَعْرِيْفِ الْمُنْكَرِ الَّذِى اعْتَمَدَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ . ٢ – مِثَالُهٗ : أَمَّا مِثَالُهٗ فَهُوَ الْمِثَالُ الثَّانِى الَّذِىْ مَرَّ فِىْ نَوْعِ الْمُنْكَرِ، لٰكِنْ مِنْ طَرِيْقِ الثِّقَاتِ الَّذِيْنَ رَوَوْهُ مَوْقُوْفًا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍؓ، لِأَنَّ ابْنَ أَبِىْ حَاتِمٍ قَالَ : ــ بَعْدَ أَنْ سَاقَ حَدِيْثَ حُبَيِّبٍ الْمَرْفُوْعَ ــ "هُوَ مُنْكَرٌ، لِأَنَّ غَيْرَهٗ مِنَ الثِّقَاتِ رَوَاهُ عَنْ أَبِىْ إِسْحَاقَ مَوْقُوْفاً، وَهُوَ الْمَعْرُوْفُ".

ترجمہ: معروف۔اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ عَرَفَ سے اسم مفعول ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ حدیث ہے جس کو ثقہ ضعیف کی روایت کی مخالفت کرتے ہوئے روایت کرے۔پس معروف اس معنی کے لحاظ سے منکر کا ضد ہے یا بہت باریک تعبیر کے ساتھ وہ منکر کی اس تعریف کے مقابل ہے جس پر حافظ ابن حجرؒ نے اعتماد کیا۔اس کی مثال: جہاں تک اس کی مثال کا تعلق ہے تو وہ وہی دوسری مثال ہے جو منکر کی قسم میں گذر چکی مگر ان ثقات کی سند سے جنہوں نے مذکورہ حدیث حضرت ابن عباسؓ پر موقوف ہونے کی حالت میں روایت کی ہے اس لیے کہ ابن ابی حاتم نے حُبَیِّب کی مرفوع حدیث بیان کرنے کے بعد کہا ہے: یہ منکر ہے کیونکہ اس کے علاوہ ثقات نے یہ حدیث ابو اسحاق سے موقوف روایت کی ہے اور وہی معروف ہے۔

شــ ر :- معروف باب ضرب کے مصدر المعرفۃ بمعنی پہچاننا سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، معروف کے لغوی معنی ہیں "پہچانا ہوا، معلوم" چونکہ ضعیف کے مقابلے میں ثقہ کی روایت معلوم اور پہچانی ہوئی ہوتی ہے اس لیے اس قسم کا نام معروف رکھا گیا۔ اصطلاحِ اصول حدیث میں معروف، ثقات کی وہ حدیث کہلاتی ہے جس میں کوئی ضعیف اس کی مخالفت کر رہا ہو۔ اس تعریف کی رُو سے معروف، منکر کا ضد ہے کیونکہ منکر کی دوسری تعریف یہ بیان کی گئی تھی کہ یہ ضعیف کی وہ حدیث ہے جس میں وہ ثقہ کی مخالفت کر رہا ہو اور اس تعریف کو شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے بھی اختیار کیا تھا۔ اس لحاظ سے معروف کی مثال منکر کے تحت گذری ہوئی حدیث مَنْ أَقَامَ الصَّلاَةَ......الخ میں حُبَیِّب کی روایت کے مخالف ثقات کی روایت ہے۔

اَلْمُعَلَّلُ

إِذَا كَانَ سَبَبُ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِيْ هُوَ " الْوَهْمَ " فَحَدِيْثُهُ يُسَمَّى الْمُعَلَّلَ، وَهُوَ السَّبَبُ السَّادِسُ. ١ - تَعْرِيْفُهُ :(أ) لُغَةً : إِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ " أَعَلَّهُ " بِكَذَا فَهُوَ " مُعَلٌّ " وَهُوَ الْقِيَاسُ الصِّرْفِيُّ الْمَشْهُوْرُ وَهُوَ اللُّغَةُ الْفَصِيْحَةُ، لٰكِنَّ التَّعْبِيْرَ بِـ " الْمُعَلَّلِ " مِنْ أَهْلِ الْحَدِيْثِ جَاءَ عَلٰى غَيْرِ الْمَشْهُوْرِ فِي اللُّغَةِ، وَمِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ مَنْ عَبَّرَ عَنْهُ بِـ " الْمَعْلُوْلُ " وَهُوَ ضَعِيْفٌ مَرْذُوْلٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعَرَبِيَّةِ وَاللُّغَةِ.
(ب) إِصْطِلَاحاً : هُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ اُطُّلِعَ فِيْهِ عَلٰى عِلَّةٍ تَقْدَحُ فِيْ صِحَّتِهِ مَعَ أَنَّ الظَّاهِرَ السَّلاَمَةُ مِنْهَا.

تــ رجمہ معلل۔ راوی پر تنقید کا سبب جب "وہم" ہو تو اس کی حدیث کا معلَّل نام رکھا جاتا ہے اور یہ چھٹا سبب ہے۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: أَعَلَّ سے اسم مفعول ہے لہذا یہ مُعَلٌّ ہے اور یہی مشہور صرفی قاعدہ ہے اور یہی فصیح لغت ہے لیکن اہلِ حدیث سے لفظ معلَّل لغت میں غیر مشہور طریقے پر منقول ہے۔ محدثین میں سے بعض نے اس کو معلول کے ساتھ تعبیر کیا اور یہ اہلِ عربیت ولغت کے ہاں کمزور وناپسندیدہ لغت ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ

حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علت پائی گئی ہو جو اس کی صحت کو مجروح کرتی ہو باوجودیکہ ظاہر حال اس علت سے محفوظ ہونا ہو۔

تشریح :- معلل باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی بیمار قرار دیا ہوا۔ یہ حدیثِ ضعیف، کی ایک قسم ہے جو راوی پر طعن کے چھٹے سبب سے حاصل ہوتی ہے۔ بعض لوگ اس کو معلول پڑھتے ہیں لیکن اس طرح پڑھنا باعتبارِ لغت درست نہیں کیونکہ فعل، رباعی سے مستعمل ہے یعنی اَعَلَّ اور رباعی کا اسم مفعول مُفْعَلٌ کے وزن پر مُعَلّ آنا چاہیے، اسی طرح اکثر محدثین کا مُعَلَّل کہنا بھی قاعدے کے خلاف ہے۔ لیکن اگر فعل عَلَّلَ ہو جیسا کہ بعض حضرات استعمال کرتے ہیں تو مُعَلَّل کہنا درست ہو جائے گا اس لیے کہ باب تفعیل کا اسم مفعول اسی وزن پر آتا ہے۔ مگر مَعْلُوْل عتبا کی کوئی وجہ نہیں۔ اس کے باوجود اکثر محدثین کی عادت مَعْلُوْل عتبا کی ہی رہی ہے۔

اصطلاحِ محدثین میں معلل اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں صحتِ حدیث کے منافی کوئی علت پائی گئی ہو جبکہ بظاہر حدیث اس سے محفوظ ہو۔

> ٢ – تَعْرِيْفُ الْعِلَّةِ : هِيَ سَبَبٌ غَامِضٌ خَفِيٌّ قَادِحٌ فِيْ صِحَّةِ الْحَدِيْثِ . فَيُؤْخَذُ مِنْ تَعْرِيْفِ الْعِلَّةِ هٰذَا أَنَّ الْعِلَّةَ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْحَدِيْثِ لَا بُدَّ أَنْ يَتَحَقَّقَ فِيْهَا شَرْطَانِ وَهُمَا :(أ) الْغُمُوْضُ وَالْخَفَاءُ .(ب) وَالْقَدْحُ فِيْ صِحَّةِ الْحَدِيْثِ . فَإِنِ اخْتَلَّ وَاحِدٌ مِنْهُمَا ـ كَأَنْ تَكُوْنَ الْعِلَّةُ ظَاهِرَةً أَوْ غَيْرَ قَادِحَةٍ ـ فَلَا تُسَمَّى عِنْدَئِذٍ عِلَّةً اِصْطِلَاحاً .

ترجمہ: علت کی تعریف: یہ انتہائی باریک اور پوشیدہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو مجروح کرتی ہے۔ علت کی مذکورہ تعریف سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ علمائے حدیث کے نزدیک علت میں دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، وہ یہ ہیں: (أ) باریکی اور پوشیدگی (ب) حدیث کی صحت کو عیب دار کرنا۔ چنانچہ اگر ان میں سے ایک بھی پوری نہ ہو جیسے کہ علت ظاہر ہو یا وہ جرح کا سبب نہ ہو تو پھر اس وقت اس کا نام اصطلاحاً علت نہیں رکھا جائے گا۔

تشریح :- علت لغت میں بیماری کو کہتے ہیں جس طرح عموماً بیماری کا نشان ظاہرِ بدن پر نہیں ہوتا لیکن وہ جسم کو کمزور بنا دیتی ہے، اسی طرح حدیث میں علت ایسے عیب کو کہتے ہیں جو ظاہر نہ ہو لیکن

حدیث کا رتبہ اس سے کم ہو جاتا ہے۔ پس علت اس پوشیدہ سبب کو کہیں گے جس میں دو باتیں موجود ہوں: (۱) باریکی و پوشیدگی (۲) صحتِ حدیث میں جرح کا باعث ہونا اور عیب پیدا کرنا۔ اگر ان میں سے کوئی بات مفقود ہو گی تو اصطلاح میں اس کا نام علت نہیں ہوگا۔

۳ – قَدْ تُطْلَقُ الْعِلَّةُ عَلىٰ غَيْرِ مَعْنَاهَا الْإِصْطِلَاحِيّ: اِنَّ مَا ذَكَرْتُهُ مِنْ تَعْرِيْفِ الْعِلَّةِ فِي الْفِقْرَةِ السَّابِقَةِ هُوَ الْمُرَادُ بِالْعِلَّةِ فِي اصْطِلَاحِ الْمُحَدِّثِيْنَ، لٰكِنْ قَدْ يُطْلِقُوْنَ الْعِلَّةَ أَحْيَاناً عَلىٰ أَيِّ طَعْنٍ مُوَجَّهٍ لِلْحَدِيْثِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ هٰذَا الطَّعْنُ خَفِيًّا أَوْ قَادِحاً: (أ) فَمِنَ النَّوْعِ الْأَوَّلِ: التَّعْلِيْلُ بِكَذِبِ الرَّاوِيْ أَوْ غَفْلَتِهٖ أَوْ سُوْءِ حِفْظِهٖ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ حَتّٰى لَقَدْ سَمَّى التِّرْمِذِيُّ النَّسْخَ عِلَّةً. (ب) وَمِنَ النَّوْعِ الثَّانِي: التَّعْلِيْلُ بِمُخَالَفَةٍ لَا تَقْدَحُ فِيْ صِحَّةِ الْحَدِيْثِ كَاِرْسَالِ مَا وَصَلَهُ الثِّقَةُ وَبِنَاءً عَلىٰ ذٰلِكَ قَالَ بَعْضُهُمْ: مِنَ الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ مَا هُوَ صَحِيْحٌ مُعَلَّلٌ.

ترجمہ: کبھی کبھار علت کا اطلاق اس کے غیر اصطلاحی معنی پر کیا جاتا ہے: بے شک میں نے گذشتہ جملے میں جو علت کی تعریف ذکر کی ہے، اصطلاحِ محدثین میں علت سے وہی مراد ہے لیکن کبھی کبھی وہ لوگ ہر ایسی تنقید کو علت کہہ دیتے ہیں جو حدیث کی طرف متوجہ ہو اگرچہ یہ تنقید پوشیدہ یا جرح کا باعث نہ ہو: (اَ) لہذا پہلی قسم میں سے ہے: راوی کے جھوٹ یا اس کی لاپرواہی برتنے یا اس کی یادداشت کی کمزوری یا اس جیسی کسی چیز کے ساتھ علت بیان کرنا حتی کہ امام ترمذیؒ نے نسخ کا بھی علت نام رکھا ہے۔ (ب) اور دوسری قسم میں سے یہ ہے: ایسی مخالفت کے ساتھ علت بیان کرنا جو صحتِ حدیث میں عیب پیدا نہ کرے جیسے اس روایت کا ارسال جس کو ثقہ متصلاً نقل کرے۔ اسی بناء پر بعض محدثین نے کہا ہے: حدیثِ صحیح میں سے وہ بھی ہے جو صحیح معلل ہو۔

شرح:- علت کا اطلاق جس طرح باریک و خفیہ عیب پر ہوتا ہے اسی طرح ہر اس قسم کے عیب پر بھی ہوتا ہے جس کا تعلق کسی نہ کسی طرح حدیث سے ہو چاہے وہ باریک و خفیہ ہو یا نہ ہو چنانچہ اب علت کا استعمال مختلف ہونے کے اعتبار سے عیوب کی تفصیل یہ ہے: جس عیب کا براہِ راست تعلق راوی کی ذات سے ہو مثلاً اس کا جھوٹا یا لاپرواہ ہونا یا کمزور حافظہ ہونا وغیرہ تو یہ پہلی قسم کی علت میں

داخل ہے، اور وہ مخالفت جس سے حدیث کی صحت پہ کوئی اثر نہ پڑے جیسے ثقہ کی متصل روایت کو مرسل بیان کرنا کہ اس سے ثقہ کی روایت پہ کوئی اثر نہیں پڑتا تو اس قسم کا عیب علت کی دوسری قسم میں داخل ہے۔

٤ - جَلاَ لَتُهُ وَدِقَّتُهُ وَمَنْ يَتَمَكَّنُ مِنْهُ :مَعْرِفَةُ عِلَلِ الْحَدِيْثِ مِنْ أُجَلِّ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ وَأُدَقِّهَا لِأَنَّهُ يُحْتَاجُ اِلىٰ كَشْفِ الْعِلَلِ الْغَامِضَةِ الْخَفِيَّةِ الَّتِيْ لَا تَظْهَرُ اِلَّا لِلْجَهَابِذَةِ فِيْ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ، وَاِنَّمَا يَتَمَكَّنُ مِنْهُ وَيَقْوىٰ عَلىٰ مَعْرِفَتِهِ أُهْلُ الْحِفْظِ وَالْخِبْرَةِ وَالْفَهْمِ الثَّاقِبِ، وَلِهٰذَا لَمْ يَخُضْ غِمَارَهُ اِلَّا الْقَلِيْلُ مِنَ الْأَئِمَّةِ كَابْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَأُحْمَدَ وَالْبُخَارِيِّ وَأُبِيْ حَاتِمٍ وَالدَّارُقُطْنِيِّ . ٥ - اِلىٰ أُيِّ اِسْنَادٍ يَتَطَرَّقُ التَّعْلِيْلُ ؟يَتَطَرَّقُ التَّعْلِيْلُ اِلَى الْاِسْنَادِ الْجَامِعِ شُرُوْطَ الصِّحَّةِ ظَاهِراً لِأَنَّ الْحَدِيْثَ الضَّعِيْفَ لَا يَحْتَاجُ اِلَى الْبَحْثِ عَنْ عِلَلِهِ طَالَمَا هُوَ مَرْدُوْدٌ لَا يُعْمَلُ بِهِ .

ترجمہ: اس (قسم) کی اہمیت ونزاکت اور جو لوگ اس پر پوری مقدرت رکھتے ہیں: حدیث کی علتوں کا پہچاننا علومِ حدیث کی اہم ترین اور نہایت نازک اقسام میں سے ہے اس لیے کہ اس میں باریک وخفیہ علتوں کی تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے جو صرف علوم حدیث کے ماہرین پر ظاہر ہوتی ہیں اور حافظہ، تجربہ اور روشن ذہن رکھنے والوں ہی کے پاس اس کی پوری طاقت اور اس کے پہچاننے کی صلاحیت ہوتی ہے، اسی وجہ سے ائمہ کرام میں سے اس کی گہرائی میں بہت کم لوگ غوطہ زن ہوئے ہیں جیسے ابن المدینی، احمد، بخاری، ابوحاتم اور دارقطنی رحمہم اللہ۔ تعلیل کس قسم کی سند میں راہ پاتی ہے؟ ظاہری طور پر شرائطِ صحت کی جامع اسناد میں تعلیل راہ پاتی ہے کیونکہ حدیثِ ضعیف میں اس کی علتیں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ پہلے ہی مردود اور نا قابلِ عمل ہے۔

فائدہ:- حدیث معلل کی پہچان یا کسی حدیث کی علتوں سے بحث بہت نازک اور اہم فن ہے اور ہر کسی کو اس میں غور کر کے نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت حاصل نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ ائمہ میں سے بہت کم ہی حضرات نے حدیث کی علتوں سے بحث کا بیڑہ اٹھایا، ان میں نامور امام احمدؒ، ابن المدینیؒ، امام بخاریؒ وغیرہ شخصیات ہیں۔ ان حضرات نے بحث وتمحیص کے بعد مختلف احادیث کی

خفیہ علتیں ظاہر کیں اور ان کے مطابق صحت وضعف کا حکم لگایا۔ ایک اور بات جو قابلِ توجہ ہے وہ یہ کہ عام فہم کے مطابق علت، حدیثِ ضعیف میں پائی جاتی ہے مگر حقیقت اس کے برخلاف ہے کیونکہ علت ہمیشہ اسی حدیث میں تلاش کی جاتی ہے جس میں بظاہر صحت کی تمام شرطیں موجود ہوں مگر کوئی خفیہ عیب پایا جائے جس پر ماہرینِ علوم حدیث مطلع ہو سکتے ہیں۔

٦ - بِمَ يُسْتَعَانُ عَلىٰ اِدْرَاكِ الْعِلَّةِ ؟ يُسْتَعَانُ عَلىٰ اِدْرَاكِ الْعِلَّةِ بِأُمُوْرٍ مِنْهَا : (أ) تَفَرُّدُ الرَّاوِىْ . (ب) مُخَالَفَةُ غَيْرِهٖ لَهٗ . (جـ) قَرَائِنُ أُخرىٰ تَنْضَمُّ اِلىٰ مَا تَقَدَّمَ فِى الْفِقْرَتَيْنِ (أ و ب) هٰذِهِ الْأُمُوْرُ تُنَبِّهُ الْعَارِفَ بِهٰذَا الْفَنِّ عَلىٰ وَهْمٍ وَقَعَ مِنْ رَاوِى الْحَدِيْثِ اِمَّا بِكَشْفِ اِرْسَالٍ فِىْ حَدِيْثٍ رَوَاهُ مَوْصُوْلاً أَوْ وَقْفٍ فِىْ حَدِيْثٍ رَوَاهُ مَرْفُوْعاً أَوْ اِدْخَالِهٖ حَدِيْثاً فِىْ حَدِيْثٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْأَوْهَامِ بِحَيْثُ يَغْلِبُ عَلىٰ ظَنِّهٖ ذٰلِكَ فَيَحْكُمُ بِعَدَمِ صِحَّةِ الْحَدِيْثِ . ٧ - مَا هُوَ الطَّرِيْقُ اِلىٰ مَعْرِفَةِ الْمُعَلَّلِ ؟اَلطَّرِيْقُ اِلىٰ مَعْرِفَتِهٖ هُوَ جَمْعُ طُرُقِ الْحَدِيْثِ، وَالنَّظَرُ فِى اخْتِلَافِ رُوَاتِهٖ، وَالْمُوَازَنَةُ بَيْنَ ضَبْطِهِمْ وَاِتْقَانِهِمْ ، ثُمَّ الْحُكْمُ عَلَى الرِّوَايَةِ الْمَعْلُوْلَةِ .

ترجمہ:۔ علت کے سمجھنے میں کس چیز سے مدد لی جاتی ہے؟ علت کے سمجھنے میں چند امور سے مدد لی جاتی ہے، ان میں سے چند ایک یہ ہیں: (أ) راوی کا تفرد (۲) کسی اور کا اس کی مخالفت کرنا (ج) کچھ اور علامات جو (أ) اور (ب) کے جملوں میں بیان شدہ امور کے ساتھ مل جائیں۔ یہ امور اس فن کے ماہر شخص کو کسی وہم سے خبر دار کریں گے جو راوئ حدیث کی جانب سے واقع ہو یا تو کسی ایسی حدیث میں جس کو وہ متصلاً روایت کر چکا ہو، ارسال یا اس کی روایت کردہ مرفوع حدیث میں وقف (موقوف ہونا) یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کرنے یا دیگر اوہام کے انکشاف کے ساتھ اس طرح سے کہ اس کے گمان میں یہ علت غالب ہو جائے جس سے وہ حدیث کے صحیح نہ ہونے کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ حدیثِ معلّل کے پہچاننے کا طریقہ: اس کے پہچاننے کا طریقہ حدیث کی اسانید کو جمع کرنا، اس کے رواۃ کے اختلاف میں غور کرنا اور ان کے ضبط و اتقان کا آپس میں موازنہ کرنا پھر معلول روایت پر حکم لگانا ہے۔

شرح :- کسی بھی حدیث میں علت کے سمجھنے کے تین ذرائع ہیں: (أ) راوی کا تفرد، کیونکہ کسی بھی جگہ راوی کے تفرد سے کوئی اہم بات معلوم ہو رہی ہوتی ہے مثلاً کیا راوی قوی الحافظہ ہے یا نہیں؟ کہیں اسے وہم تو نہیں ہو گیا؟ وغیرہ (ب) ثقہ کی مخالفت، کیونکہ اس سے بھی بحث و تحقیق کرنے والا بیدار ہو جاتا ہے اور تلاش و جستجو پر مجبور ہو جاتا ہے جس کے بعد حدیث میں علت کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ (ج) ان دونوں کے ساتھ ساتھ کچھ اور قرائن و علامات جن کی بناء پر ماہرِ فن اپنے تجربے کی روشنی میں کسی علت پر مطلع ہو جاتا ہے۔ (د) پہلے حدیث متصلاً روایت کرنا اس کے بعد اسی کو مرسل بیان کرنا یا پہلے مرفوع اور بعد میں موقوف پیش کرنا یا ایک حدیث میں دوسری حدیث کے الفاظ داخل کر دینا وغیرہ قرائن جن کی وجہ سے محقق کو علت تلاش کرنے میں مدد حاصل ہوتی ہے۔

علل حدیث کو پہچاننے کے لیے ضروری ہے کہ حدیث کی جتنی سندیں ہوسکیں سب جمع کر لی جائیں، رواۃ کے بیان میں اختلاف ہو تو اس میں غور کیا جائے اور اختلاف کی وجہ سے ان کے ضبط و اتقان کا جائزہ لینا اور پھر جو حدیث معلول معلوم ہو اس پر حکم لگانا۔

٨- أَيْنَ تَقَعُ الْعِلَّةُ ؟(أ) تَقَعُ فِي الْإِسْنَادِ، وَهُوَ الْأَكْثَرُ، كَالتَّعْلِيْلِ بِالْوَقْفِ وَالْإِرْسَالِ. (ب) وَتَقَعُ فِي الْمَتْنِ، وَهُوَ الْأَقَلُّ ، مِثْلَ حَدِيْثِ نَفْيِ قِرَاءَةِ الْبَسْمَلَةِ فِي الصَّلَاةِ .

٩- هَلِ الْعِلَّةُ فِي الْإِسْنَادِ تَقْدَحُ فِي الْمَتْنِ ؟ (أ) قَدْ تَقْدَحُ فِي الْمَتْنِ مَعَ قَدْحِهَا فِي الْإِسْنَادِ، وَذٰلِكَ مِثْلُ التَّعْلِيْلِ بِالْإِرْسَالِ .(ب) وَقَدْ تَقْدَحُ فِي الْإِسْنَادِ خَاصَّةً، وَيَكُوْنُ الْمَتْنُ صَحِيْحاً، مِثْلَ يَعْلَى بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعاً :" اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ " فَقَدْ وَهِمَ يَعْلٰى عَلٰى سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ فِيْ قَوْلِهٖ "عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ " اِنَّمَا هُوَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ، فَهٰذَا الْمَتْنُ صَحِيْحٌ وَاِنْ كَانَ فِي الْإِسْنَادِ عِلَّةُ الْغَلَطِ، لِأَنَّ كُلًّا مِنْ عَمْرٍو وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ ثِقَةٌ فَإِبْدَالُ ثِقَةٍ بِثِقَةٍ لَا يَضُرُّ صِحَّةَ الْمَتْنِ، وَاِنْ كَانَ سِيَاقُ الْإِسْنَادِ خَطَأً .

ترجمہ: علت کہاں واقع ہوتی ہے؟ (أ) اسناد میں واقع ہوتی ہے اور ایسا سب سے زیادہ ہے جیسے وقف یا ارسال کی علت بیان کرنا۔ (ب) اور متن میں واقع ہوتی ہے اور ایسا کم ہے، مثلاً

نماز میں بسم اللہ پڑھنے کی نفی والی حدیث۔ کیا اسناد میں علت متن کو مجروح کرے گی؟ (أ) کبھی کبھی اسناد کے ساتھ متن کو بھی مجروح کرے گی اور یہ ارسال کی علت بیان کرنے کی طرح ہے۔ (ب) کبھی خاص طور پر اسناد میں عیب پیدا کرے گی اور متن صحیح ہوگا جیسے یعلیٰ، ثوری سے وہ عمرو بن دینار سے اور وہ ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ بائع اور مشتری کو اختیار حاصل ہے۔ تحقیق یعلیٰ کو سفیان ثوری کے قول عمرو بن دینار میں وہم ہوا ہے، وہ عبداللہ بن دینار ہے، چنانچہ یہ متن صحیح ہے اگرچہ اسناد میں غلطی کی علت موجود ہے کیونکہ عمرو اور عبداللہ بن دینار دونوں ثقہ ہیں، لہذا ثقہ کو ثقہ سے بدل دینا متن کے صحیح ہونے کے لیے نقصان دہ نہیں اگرچہ اسناد کا سیاق غلط ہے۔

شرح :- علت زیادہ تر اسناد میں واقع ہوتی ہے جیسے کسی حدیث کا متصل اور مرسل مروی ہونا، اسی طرح مرفوع اور موقوف مروی ہونا۔ کبھی متن میں بھی واقع ہوتی ہے، اس کی مثال موطا امام مالکؒ کی یہ حدیث ہے: " عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، فَكُلُّهُمْ كَانَ لَا يَقْرَأُ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾. محدثین نے اس حدیث کو کئی اطراف سے معلول قرار دیا ہے جس میں سب سے بڑی وجہ دوسرے رواۃ کی مخالفت اور اضطراب فی المتن ہے۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ اگر صرف اسناد میں علت ہو تو وہ متن کو بھی متاثر کرے گی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی دونوں صورتیں ممکن ہیں یعنی کبھی تو اسناد کے ساتھ متن بھی متاثر ہوگا جیسے حدیث کا کبھی متصل اور کبھی مرسل مروی ہونا جس سے حدیث کی صحت پر اثر پڑے گا اور کبھی صرف اسناد معلول ہوگی، حدیث کا متن صحیح رہے گا جیسے ایک حدیث جس کو سفیان ثوریؒ سے یعلیٰ بن عبیدؒ روایت کرتے ہیں اور سفیان ثوریؒ کے شیخ کا نام عمرو بن دینار بتاتے ہیں لیکن سفیان ثوریؒ کے دوسرے شاگرد عبداللہ بن دینار بتاتے ہیں، اس سے سند ضرور معلول ہوگی لیکن متن پر اثر اس لیے نہیں پڑے گا کہ عبداللہ ہو یا عمرو دونوں ثقہ ہیں، لہذا یہ تبدیلی متن کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔

۱۰ - أُشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ: (أ) كِتَابُ الْعِلَلِ لِابْنِ الْمَدِيْنِيِّ. (ب) عِلَلُ الْحَدِيْثِ لِابْنِ أَبِيْ حَاتِمٍ. (جـ) اَلْعِلَلُ وَمَعْرِفَةُ الرِّجَالِ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ. (د) اَلْعِلَلُ الْكَبِيْرُ،

وَالْعِلَلُ الصَّغِيْرُ لِلتِّرْمِذِيّ. (هـ) اَلْعِلَلُ الْوَارِدَةُ فِي الْأَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ لِلدَّارَقُطْنِيّ، وَهُوَ أَجْمَعُهَا وَأَوْسَعُهَا.

ترجمہ: اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: (أ) کتاب العلل: یہ ابن مدینیؒ کی ہے۔ (ب) علل الحدیث: یہ ابن ابی حاتمؒ کی ہے۔ (ج) العلل ومعرفۃ الرجال: یہ احمد بن حنبلؒ کی ہے۔ (د) العلل الکبیر اور العلل الصغیر: دونوں امام ترمذیؒ کی ہیں۔ (ھ) العلل الواردۃ فی الأحادیث النبویۃ: یہ دارقطنیؒ کی ہے اور یہی ان سب میں جامع اور زیادہ مفصل ہے۔

شرح: - کہتے ہیں کہ علل کے بیان میں سب سے اہم کتاب ابن مدینیؒ اور ابن ابی حاتمؒ کی ہے اور سب سے مصطلح کتاب دارقطنیؒ کی ہے۔

اَلْمُخَالَفَةُ لِلثِّقَاتِ

اِذَا كَانَ سَبَبُ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِيْ مُخَالَفَتَهُ لِلثِّقَاتِ ـ وَهُوَ السَّبَبُ السَّابِعُ ـ فَيُنْتَجُ عَنْ مُخَالَفَتِهِ لِلثِّقَاتِ خَمْسَةُ أَنْوَاعٍ مِنْ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ، وَهِيَ: "الْمُدْرَجُ وَالْمَقْلُوْبُ وَالْمَزِيْدُ فِيْ مُتَّصِلِ الْأَسَانِيْدِ وَالْمُضْطَرِبُ وَالْمُصَحَّفُ".

١ - فَاِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِتَغْيِيْرِ سِيَاقِ الْاِسْنَادِ أَوْ بِدَمْجِ مَوْقُوْفٍ بِمَرْفُوْعٍ فَيُسَمَّى "الْمُدْرَجَ". ٢ - وَاِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِتَقْدِيْمٍ أَوْ تَاْخِيْرٍ فَيُسَمَّى "الْمَقْلُوْبَ".

٣ - وَاِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِزِيَادَةِ رَاوٍ فَيُسَمَّى "الْمَزِيْدَ فِيْ مُتَّصِلِ الْأَسَانِيْدِ".

٤ - وَاِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِاِبْدَالِ رَاوٍ بِرَاوٍ أَوْ بِحُصُوْلِ التَّدَافُعِ فِي الْمَتْنِ وَلَا مُرَجِّحَ فَيُسَمَّى "الْمُضْطَرِبَ". ٥ - وَاِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ بِتَغْيِيْرِ اللَّفْظِ مَعَ بَقَاءِ السِّيَاقِ فَيُسَمَّى "الْمُصَحَّفَ". وَاِلَيْكَ تَفْصِيْلَ الْبَحْثِ فِيْهَا عَلَى التَّوَالِيْ.

ترجمہ: ثقات کی مخالفت ۔ راوی پر جرح کا سبب جب اس کا ثقات کی مخالفت کرنا ہو اور یہی ساتواں سبب ہے تو اس کی مخالفتِ ثقات کے نتیجے میں علومِ حدیث کی پانچ موحاصل ہوں گی اور وہ مدرج، مقلوب، مزید فی متصل الأسانید، مضطرب اور مصحّف ہیں۔ چنانچہ اگر مخالفت اسناد

کے سیاق کی تبدیلی کے ساتھ ہو یا موقوف کو مرفوع میں داخل کرنے کے ساتھ ہو تو وہ مدرج ہے۔ اگر مخالفت تقدیم یا تاخیر کے سبب سے ہو تو اس کا مقلوب نام رکھا جاتا ہے۔ اگر مخالفت کسی راوی کی زیادتی کے ساتھ ہو تو اس کا مزید فی متصل الأسانید نام رکھا جاتا ہے۔ اگر مخالفت ایک راوی کو دوسرے راوی سے بدل دینے یا متن میں تعارض پائے جانے کے ساتھ ہو جبکہ کوئی مرجح بھی نہ ہو تو اس کا نام مضطرب رکھا جاتا ہے۔ اگر مخالفت سیاق باقی رہتے ہوئے لفظ کی تبدیلی کے ساتھ ہو اس کا مصحّف نام رکھا جاتا ہے۔ ان سب کی بالترتیب بحث ملاحظہ کریں۔

شرح :- مخالفتِ ثقات کا مطلب یہ ہے کہ راوی جو سند یا متن نقل کر رہا ہے دوسرے ثقات اس کے مطابق نقل نہ کرتے ہوں بلکہ ان کی اور اس کی اسناد و متن میں فرق موجود ہو، چنانچہ اس مخالفت کے نتیجے میں علمِ حدیث کی پانچ نئی موحاصل ہو جائیں گی جن کے نام یہ ہیں: مدرج، مقلوب، مزید فی متصل الأسانید، مضطرب اور مصحّف۔ ان کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اَلْمُدْرَجُ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ " أُدْرَجْتُ " الشَّيْءَ فِي الشَّيْءِ، إِذَا أُدْخَلْتَهُ فِيْهِ وَضَمَّنْتَهُ إِيَّاهُ . (ب) اِصْطِلَاحاً : مَا غُيِّرَ سِيَاقُ اِسْنَادِهِ أَوْ أُدْخِلَ فِيْ مَتْنِهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ بِلَا فَصْلٍ . ٢ – أُقْسَامُهُ : اَلْمُدْرَجُ قِسْمَانِ (أ) مُدْرَجُ الْإِسْنَادِ . ١ ...... تَعْرِيْفُهُ: هُوَ مَا غُيِّرَ سِيَاقُ اِسْنَادِهِ . ٢ ...... مِنْ صُوَرِهِ : أَنْ يَسُوْقَ الرَّاوِي الْإِسْنَادَ، فَيَعْرِضُ لَهُ عَارِضٌ فَيَقُوْلُ كَلَاماً مِنْ قِبَلِ نَفْسِهِ، فَيَظُنُّ بَعْضُ مَنْ سَمِعَهُ أَنَّ ذٰلِكَ الْكَلَامَ هُوَ مَتْنُ ذٰلِكَ الْإِسْنَادِ، فَيَرْوِيْهِ عَنْهُ كَذٰلِكَ . ٣ ...... مِثَالُهُ : قِصَّةُ ثَابِتِ بْنِ مُوْسَى الزَّاهِدِ فِيْ رِوَايَتِهِ : " مَنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهُ بِالنَّهَارِ " وَأُصْلُ الْقِصَّةِ أَنَّ ثَابِتَ بْنَ مُوْسىٰ دَخَلَ عَلىٰ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْقَاضِيْ وَهُوَ يُمْلِي وَيَقُوْلُ : " حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ......" وَسَكَتَ لِيَكْتُبَ الْمُسْتَمْلِيْ ، فَلَمَّا نَظَرَ اِلىٰ ثَابِتٍ قَالَ : "مَنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ

بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهُ بِالنَّهَارِ " وَقَصَدَ بِذٰلِكَ ثَابِتًا لِزُهْدِهِ وَوَرَعِهِ ، فَظَنَّ ثَابِتٌ أَنَّهُ مَتْنُ ذٰلِكَ الْإِسْنَادِ فَكَانَ يُحَدِّثُ بِهِ .

ترجمہ: مدرج۔اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ أُدْرِجَتُ سے اسم مفعول ہے جب میں ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل اور ایک کو دوسری میں شامل کروں۔(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ حدیث ہے جس کی سند کے سیاق کو بدل دیا گیا ہو یا اس کے متن میں فاصلہ کے بغیر وہ بات داخل کردی گئی ہو جس کا اس سے تعلق نہ ہو۔اس کی اقسام: مدرج دو قسموں پر ہے:

(أ) مدرج الِا سناد۔اس کی تعریف: وہ حدیث جس کی اسناد کے سیاق کو بدل دیا گیا ہو۔ اس کی صورتوں میں سے ایک: یہ کہ راوی اسناد بیان کرے تو اسے کوئی حالت پیش آجائے جس کے اثر سے وہ اپنی طرف سے کوئی بات کرے، پھر بعض اس کے سننے والے یہ خیال کریں کہ یہ بات اس اسناد ہی کا متن ہے، چنانچہ وہ اس کے حوالے سے اسی طرح روایت کردے۔اس کی مثال: ثابت بن موسیٰ زاہد کا مَنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهُ بِالنَّهَارِ کی روایت نقل کرنے میں پیش آنے والا قصہ ہے۔اصل قصہ اس طرح ہے کہ قاضی شریک بن عبداللہ کے پاس ثابت بن موسیٰ ایسے وقت میں آئے کہ وہ املاء کروا رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ''ہم سے اعمش نے بیان کیا، وہ ابوسفیان سے اور وہ حضرت جابرؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ......''، پھر وہ خاموش ہوگئے تا کہ مستملی (کاتب) لکھ سکے، تو جب انہوں نے ثابت کو دیکھا تو کہا: ''جس کی شب میں نماز زیادہ ہوگی دن میں اس کا چہرہ بارونق ہوگا''۔اس سے ان کا مقصود ثابت تھے کہ وہ زاہد اور پرہیزگار تھے، پس ثابت نے یہ خیال کیا کہ یہ اسی اسناد کا متن ہے چنانچہ وہ اس کو حدیث بنا کر بیان کرتے تھے۔

تشریح:- مدرج باب افعال کے مصدر اِدراج سے اسم مفعول ہے، ادراج کے معنی ہیں ''داخل کرنا، شامل کرنا'' حدیث کا نام اس اعتبار سے رکھا گیا کہ اس کی بھی سند یا متن میں خارج چیز کو داخل کردیا جاتا ہے۔اصطلاح کے مطابق مدرج وہ حدیث کہلاتی ہے جس کی سند کے سیاق کو بدل دیا جائے یا پھر متن میں کسی خارج کلام کو بغیر فاصلہ وبغیر بیان کے داخل کردیا جائے۔تعریف سے

ہی مدرج کی دو موسعلوم ہوگئیں: (۱) مدرج الاسناد (۲) مدرج المتن۔ مدرج الاسناد وہ حدیث ہے جس میں سند کے سیاق کو بدل دیا جائے۔ سیاق سے مراد کلام کا تسلسل اور ماقبل کا ربط ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ راوی کو سند بیان کرتے ہوئے کسی حالت کا سامنا کرنا پڑ جائے اور وہ اس حالت کے مطابق اپنی طرف سے کوئی کلام کرے لیکن سننے والوں میں سے کوئی شخص اس کو بھی سند کا متن سمجھ کر بطور حدیث روایت کرنے لگ جائے، اس کی مثال ثابت بن موسیٰ کا مشہور قصہ ہے جو ترجمہ کے ذیل میں واضح ہو چکا۔ الغرض اس قصہ میں ثابت بن موسیٰ کا راوی کے کلام کو سند کا متن سمجھ کر روایت کرنا مدرج فی الاسناد ہے۔

(ب) مُدْرَجُ الْمَتْنِ : ۱ ...... تَعْرِيْفُهُ : مَا أُدْخِلَ فِيْ مَتْنِهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ بِلاَ فَصْلٍ . ۲ ...... أَقْسَامُهُ : ثَلاَ ثَةٌ وَهِيَ : (۱) أَنْ يَكُوْنَ الْإِدْرَاجُ فِيْ أَوَّلِ الْحَدِيْثِ، وَهُوَ قَلِيْلٌ لٰكِنَّهُ أَكْثَرُ مِنْ وُقُوْعِهِ فِيْ وَسَطِهِ . (۲) أَنْ يَكُوْنَ الْإِدْرَاجُ فِيْ وَسَطِ الْحَدِيْثِ ، وَهُوَ أَقَلُّ مِنَ الْأَوَّلِ . (۳) أَنْ يَكُوْنَ الْإِدْرَاجُ فِيْ آخِرِ الْحَدِيْثِ وَهُوَ الْغَالِبُ .

ترجمہ: (ب) مدرج المتن۔ اس کی تعریف: وہ حدیث ہے جس کے متن میں فاصلہ کے بغیر اس سے خارج چیز داخل کردی جائے۔ اس کی موَ: تین ہیں، اور وہ یہ ہیں: (۱) یہ کہ ادراج حدیث کے شروع میں ہو اور یہ کم ہے مگر درمیان میں واقع ہونے کی بنسبت زیادہ ہے۔ (۲) یہ کہ ادراج حدیث کے درمیان ہو اور یہ پہلی قسم سے کم ہے۔ (۳) یہ کہ ادراج حدیث کے آخر میں ہو اور یہ زیادہ ہے۔

تشریح:- مدرج کی دوسری قسم مدرج المتن ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ متنِ حدیث میں غیر متن کو داخل کر دیا جائے۔ اس کی تین صورتیں ہیں، یعنی حدیث کے شروع میں کسی کے کلام کا اضافہ، درمیان میں اضافہ اور اخیر میں اضافہ۔

۳ ...... أَمْثِلَةٌ لَهُ : (أ) مِثَالٌ لِوُقُوْعِ الْإِدْرَاجِ فِيْ أَوَّلِ الْحَدِيْثِ : وَسَبَبُهُ أَنَّ الرَّاوِيْ يَقُوْلُ كَلَاماً يُرِيْدُ أَنْ يَسْتَدِلَّ عَلَيْهِ بِالْحَدِيْثِ فَيَأْتِيْ بِهِ بِلاَ فَصْلٍ، فَيَتَوَهَّمُ السَّامِعُ أَنَّ الْكُلَّ حَدِيْثٌ، مِثْلَ " مَا رَوَاهُ الْخَطِيْبُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِيْ قَطَنٍ وَشَبَابَةَ ـ فَرَّقَهُمَا ـ عَنْ

شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " أَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ ، وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ " فَقَوْلُهُ " أَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ " مُدْرَجٌ مِنْ كَلَامِ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ كَمَا بُيِّنَ فِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ عَنْ آدَمَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: " أَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ فَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ قَالَ : وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ .
قَالَ الْخَطِيْبُ : " وَهِمَ أَبُوْ قَطَنٍ وَشَبَابَةُ فِي رِوَايَتِهِمَا لَهُ عَنْ شُعْبَةَ عَلىٰ مَا سُقْنَاهُ، وَقَدْ رَوَاهُ الْجَمُّ الْغَفِيْرُ عَنْهُ كَرِوَايَةِ آدَمَ ".

ترجمہ: اس کی چند مثالیں: (أ) ابتدائے حدیث میں ادراج واقع ہونے کی مثال: اور اس کا سبب یہ ہے کہ راوی کوئی ایسی گفتگو کرے کہ اس کا ارادہ اس پر حدیث سے دلیل پیش کرنے کا ہو چنانچہ وہ اس گفتگو کو کسی قسم کے فاصلہ کے بغیر لے آتا ہے جس سے سامع کو یہ وہم ہوتا ہے کہ سب حدیث ہے، جیسے وہ حدیث جس کو خطیب نے ابوقطن اور شبابہ کی روایت سے نقل کیا، خطیب نے ان دونوں کو جدا کر کے بیان کیا، شعبہؒ کے واسطے سے وہ محمد بن زیاد کے واسطے سے وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ انہوں نے فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وضو کو کامل کرو، ایڑھیوں کے لیے دوزخ کی آگ سے ہلاکت ہے''۔

چنانچہ راوی کا قول ''أَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ'' حضرت ابو ہریرہؓ کے کلام سے مدرج ہے جیسا کہ بخاری کی روایت میں جو آدم بواسطہ شعبہ وہ بواسطہ محمد بن زیاد حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ کہا: وضو کو کامل کرو کیونکہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: ''ایڑھیوں کے لیے دوزخ کی آگ سے ہلاکت ہے''۔ خطیب نے کہا: ابوقطن اور شبابہ کو شعبہ سے اپنی اس روایت میں جیسا کہ ہم نے بیان کیا، وہم ہو گیا ہے، جبکہ ایک بڑی جماعت نے مذکورہ حدیث آدم کی طرح روایت کی ہے۔

شرح:- ابتدائے کلام میں مدرج ہونے کی مثال حضرت ابو ہریرہؓ کی مذکورہ بالا حدیث ہے کیونکہ اس کے بالکل شروع میں حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ کلام ہے کہ وضو کو کامل کرو۔ یہ کلام ابوقطن اور شبابہ کی روایت میں متنِ حدیث سے پہلے بغیر کسی فاصلہ کے ہے جس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید یہ بھی کلامِ رسول ﷺ ہو حالانکہ یہ غلط ہے۔

ان دو رواۃ کے علاوہ باقی لوگ اس حدیث کی جب تفصیل بتاتے ہیں تو وہ پوری عبارت وضاحت کے ساتھ نقل کرتے ہیں جس کے مطابق حضرت ابوہریرہؓ نے أَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ اپنی طرف سے فرمایا اور حدیث پاک کو بطور استدلال ذکر کیا۔

(ب) مِثَالٌ لِوُقُوْعِ الْإِدْرَاجِ فِيْ وَسَطِ الْحَدِيْثِ : حَدِيْثُ عَائِشَةَ رضي الله عنها فِيْ بَدْءِ الْوَحْيِ : "كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَنَّثُ فِيْ غَارِ حِرَاءَ ـ وَهُوَ التَّعَبُّدُ ـ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ". فَقَوْلُهُ : "وَهُوَ التَّعَبُّدُ" مُدْرَجٌ مِنْ كَلَامِ الزُّهْرِيِّ .(جـ) مِثَالٌ لِوُقُوْعِ الْإِدْرَاجِ فِيْ آخِرِ الْحَدِيْثِ : حَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً "لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ أَجْرَانِ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْحَجُّ وَبِرُّ أُمِّيْ لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوْتَ وَأَنَا مَمْلُوْكٌ". فَقَوْلُهُ "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ......الخ" مِنْ كَلَامِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه ، لِأَنَّهُ يَسْتَحِيْلُ أَنْ يَصْدُرَ ذٰلِكَ مِنْهُ ﷺ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ أَنْ يَتَمَنَّى الرِّقَ، وَلِأَنَّ أُمَّهُ لَمْ تَكُنْ مَوْجُوْدَةً حَتَّىٰ يَبَرَّهَا .

ترجمہ: (ب) درمیانِ حدیث ادراج واقع ہونے کی مثال: وحی کے آغاز کے متعلق حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ "نبی کریم ﷺ کئی کئی راتیں غار حراء میں عبادت فرمایا کرتے تھے"۔ تو راوی کا قول وَهُوَ التَّعَبُّدُ زہری کے کلام سے مدرج ہے۔ (ج) حدیث کے آخر میں ادراج کے واقع ہونے کی مثال: حضرت ابوہریرہؓ کی حدیثِ مرفوع ہے کہ "مملوک غلام کے لیے دگنا اجر ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر اللہ کے راستہ میں جہاد، حج اور میری ماں کے ساتھ نیکی کا سلوک نہ ہوتا تو میں غلام ہونے کی حالت میں مرنا پسند کرتا"۔ اس میں وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ......الخ حضرت ابوہریرہؓ کے کلام سے مدرج ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے اس کا صدور ناممکن ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ آپ غلامی کی تمنا کریں اور اس وجہ سے بھی آپ کی والدہ اس وقت موجود نہیں تھیں تا کہ ان سے سلوک کرتے۔

شرح:- حدیث کے درمیان میں زائد کلام واقع ہونے کی مثال وحی کے آغاز سے متعلق حضرت عائشہؓ کی حدیث میں زہریؒ کا يَتَحَنَّثُ کی تشریح وَهُوَ التَّعَبُّدُ سے کرنا ہے کیونکہ

وضاحت کیے بغیر یہ جملہ درمیان میں آ گیا ہے اور ناواقف اسے حضرت عائشہؓ کا قول سمجھے گا حالانکہ ایسا نہیں ہے، لہذا یہ مدرج من الراوی ہے۔ حدیث کے آخر میں ادراج کی مثال لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ أَجْرَانِ والی حدیث کا دوسرا حصہ ہے جو وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ...... سے آخر تک ہے، یہ حدیث قولی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پوری حدیث آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ...... سے آخر تک حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے کیونکہ دو وجوں سے نبی کریم ﷺ کا ایسی تمنا کرنا ممکن نہیں معلوم ہوتا: ایک تو نبوت کے ساتھ غلامی کی آرزو مشکل ہے اور دوسرا نبی کریم ﷺ کی والدہ محترمہ بچپن میں ہی انتقال کر گئی تھیں لہذا ان کی خدمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ یہ راوی کا ادراج ہے اور تحقیق سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کی آرزو ظاہر کی تھی۔

٣ – دَوَاعِي الْإِدْرَاجِ : دَوَاعِي الْإِدْرَاجِ مُتَعَدِّدَةٌ أَشْهَرُهَا مَا يَلِيْ :(أ) بَيَانُ حُكْمٍ شَرْعِيٍّ .(ب) اِسْتِنْبَاطُ حُكْمٍ شَرْعِيٍّ مِنَ الْحَدِيْثِ قَبْلَ أَنْ يَتِمَّ الْحَدِيْثُ . (ج) شَرْحُ لَفْظٍ غَرِيْبٍ فِي الْحَدِيْثِ . ٤ – كَيْفَ يُدْرَكُ الْإِدْرَاجُ ؟يُدْرَكُ الْإِدْرَاجُ بِأُمُوْرٍ مِنْهَا : ١ ...... وُرُوْدُهُ مُنْفَصِلًا فِيْ رِوَايَةٍ أُخْرىٰ . ٢ ...... اَلتَّنْصِيْصُ عَلَيْهِ مِنْ بَعْضِ الْأَئِمَةِ الْمُطَّلِعِيْنَ . ٣ ...... اِقْرَارُ الرَّاوِيْ نَفْسِهٖ أَنَّهٗ أَدْرَجَ هٰذَا الْكَلَامَ . ٤ ...... اِسْتِحَالَةُ كَوْنِهٖ ﷺ يَقُوْلُ ذٰلِكَ . ٥ – حُكْمُ الْإِدْرَاجِ : اَلْإِدْرَاجُ حَرَامٌ بِاِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالْفُقَهَاءِ وَغَيْرِهِمْ، وَيُسْتَثْنىٰ مِنْ ذٰلِكَ مَا كَانَ لِتَفْسِيْرِ غَرِيْبٍ فَاِنَّهٗ غَيْرُ مَمْنُوْعٍ، وَلِذٰلِكَ فَعَلَهُ الزُّهْرِيُّ وَغَيْرُهٗ مِنَ الْأَئِمَةِ .

ترجمہ: ادراج کے اسباب: ادراج کے اسباب متعدد ہیں، ان میں مشہور ترین یہ ہیں: (أ) کسی شرعی حکم کی وضاحت۔ (ب) حدیث کے مصطلح ہونے سے پہلے حدیث سے کسی شرعی حکم کا استنباط۔ (ج) حدیث میں مذکور کسی قلیل الاستعمال لفظ کی تشریح۔ ادراج کا پتہ کیسے چلتا ہے؟ چند چیزوں سے ادراج کا پتہ چلتا ہے، ان میں سے یہ ہیں: (۱) کسی اور روایت میں مدرج کا جدا وارد ہونا۔ (۲) حقیقت سے واقف بعض ائمہ کی تصریح۔ (۳) راوی کا بذاتِ خود اقرار کہ اس نے یہ کلام

داخل کیا ہے۔(۴) نبی کریم کا ایسا کہنا ناممکن ہونا۔ادراج کا حکم: علمائے محدثین اور فقہاء وغیرہ کے اجماع کے مطابق ادراج حرام ہے، اس سے وہ ادراج مستثنیٰ ہے جو کسی غیر معروف لفظ کی تفسیر کے لیے ہو کیونکہ وہ ممنوع نہیں ہے، اسی وجہ سے زہری وغیرہ ائمہ نے ایسا کیا ہے۔

شرح :- ادراج کی بالعموم تین وجوہات ہیں: (۱) راوی کسی شرعی حکم کو واضح کرنا چاہتا ہے جس کے لیے حکم بیان کرنے کے بعد فوراً حدیث ذکر کر دیتا ہے لیکن وضاحت نہیں کرتا۔ (۲) حدیث کے مصطلح ہونے سے پہلے کسی ضروری شرعی کو بیان کر دیتا ہے جو اس حدیث سے مستنبط ہو رہا ہو مگر اس کی بھی وضاحت نہیں کرتا۔ (۳) حدیث میں کوئی لفظ قلیل الاستعمال ہونے کی وجہ سے سامعین کی فہم سے دور ہوتا ہے چنانچہ راوی حدیث کے درمیان میں یا اخیر میں اس کی تشریح کر دیتا ہے لیکن وضاحت نہیں کرتا۔

ادراج کا علم چار طریقوں سے ہوتا ہے: (۱) کسی دوسری سند سے مروی حدیث میں پوری وضاحت ہو جانا۔ (۲) بڑے درجے کے محدثین کا جنہیں حقیقت کا پتہ ہوتا ہے، وضاحت کر دینا کہ یہ حصہ راوی کا کلام ہے۔ (۳) راوی کا بذاتِ خود اقرار کہ یہ حصہ اس کی طرف سے ہے۔ (۴) نبی کریم ﷺ کی طرف اس قول کی نسبت کا محال ہونا۔ ادراج کا حکم یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک بلا ضرورت ادراج حرام ہے اور ضرورت سے مراد کسی مبہم لفظ کی تشریح ہے جیسا کہ کئی احادیث میں مزابنہ، مخابرہ، شفق وغیرہ کلمات کی تشریح بھی وارد ہے اور امام زہریؒ کی روایت اوپر گزری کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کے قول ''یَتَحَنَّثُ'' کی تشریح ''وَهُوَ التَّعَبُّدُ'' کہہ کر کی ہے اور یہ روایت صحیحین میں موجود ہے۔ البتہ بعض حضرات نے مطلقاً ادراج کو حرام اور عدالت کے سقوط کا سبب قرار دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔

٦ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ :(أ) اَلْفَصْلُ لِلْوَصْلِ الْمُدْرَجِ فِى النَّقْلِ لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ .(ب) تَقْرِيْبُ الْمَنْهَجِ بِتَرْتِيْبِ الْمُدْرَجِ لِابْنِ حَجَرَ، وَهُوَ تَلْخِيْصٌ لِكِتَابِ الْخَطِيْبِ وَزِيَادَةٌ عَلَيْهِ .

ترجمہ اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: (أ) الفصل للوصل المدرج فی النقل: یہ خطیب

بغدادی کی کتاب ہے۔(ب) تقریب المنہج بترتیب المدرج: یہ ابن حجر کی تصنیف ہے، اور یہ خطیب کی کتاب کی تلخیص اور اس پر اضافہ ہے۔

شرح :- خطیب بغدادیؒ نے الفصل للوصل نامی اہم کتاب لکھی تھی مگر اس میں کسی حد تک کمی رہ گئی تھی جس کو حافظ ابن حجرؒ نے پورا کر دیا ہے۔ چنانچہ حافظؒ نے مذکورہ کتاب کا خلاصہ بھی کیا اور جن مضامین کی کمی رہ گئی تھی اس کا اضافہ بھی کیا اور کتاب کے حجم کو دگنا بڑھا دیا۔

اَلْمَقْلُوْبُ

١ - تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنَ " الْقَلْبِ " وَهُوَ تَحْوِيْلُ الشَّيْءِ عَنْ وَجْهِهِ .(ب) اِصْطِلَاحاً : اِبْدَالُ لَفْظٍ بِآخَرَ فِيْ سَنَدِ الْحَدِيْثِ أَوْ مَتْنِهِ بِتَقْدِيْمٍ أَوْ تَأْخِيْرٍ وَنَحْوِهِ . ٢ - أَقْسَامُهُ : يَنْقَسِمُ الْمَقْلُوْبُ اِلىٰ قِسْمَيْنِ رَئِيْسِيَّيْنِ هُمَا : مَقْلُوْبُ السَّنَدِ، وَمَقْلُوْبُ الْمَتْنِ .

ترجمہ :- مقلوب۔ اس کی تعریف: (أ) یہ الْقَلْبُ سے اسم مفعول ہے اور وہ چیز کو اس کے رُخ سے پھیر دینا ہے۔(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: حدیث کی سند یا متن میں تقدیم یا تاخیر وغیرہ کے ذریعہ ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دینا۔ اس کی قسمیں: مقلوب کی دو بڑی قسمیں ہیں وہ یہ ہیں: مقلوب السند اور مقلوب المتن۔

شرح :- مقلوب بروزن مفعول القلبُ مصدر سے باب ضرب کا اسم مفعول ہے اور قلب کے معنی ہیں چیز کو اس کے مقررہ رُخ سے پھیر دینا، اس قسم کی حدیث کو مقلوب اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کو بھی معلوم شدہ اصل سے پھیر دیا جاتا ہے۔ اصطلاح میں مقلوب وہ حدیث مثلاً ہے جس کی سند میں یا متن میں کسی قسم کی تقدیم یا تاخیر کر کے ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیا جائے۔

حدیثِ مقلوب کی دو قسمیں ہیں: (۱) مقلوب السند۔ (۲) مقلوب المتن۔ آگے ان دونوں کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

(أ) مَقْلُوْبُ السَّنَدِ : وَهُوَ مَاوَقَعَ الْاِبْدَالُ فِيْ سَنَدِهِ وَلَهُ صُوْرَتَان : ١ ...... أَنْ يُقَدِّمَ

الرَّاوِیْ وَیُؤَخِّرَ فِی اسْمِ أَحَدِ الرُّوَاةِ وَاسْمِ أَبِیْهِ، کَحَدِیْثٍ مَرْوِیٍّ عَنْ "کَعْبِ بْنِ مُرَّةَ" فَیَرْوِیْهِ الرَّاوِیْ عَنْ "مُرَّةَ بْنِ کَعْبٍ". ۲...... أَنْ یُبْدِلَ الرَّاوِیْ شَخْصاً بِآخَرَ بِقَصْدِ الْإِغْرَابِ: کَحَدِیْثٍ مَشْهُوْرٍ عَنْ "سَالِمٍ" فَیَجْعَلُهُ الرَّاوِیْ عَنْ "نَافِعٍ".

وَمِمَّنْ کَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ مِنَ الرُّوَاةِ "حَمَّادُ بْنُ عَمْرٍو النَّصِیْبِیُّ" وَهٰذَا مِثَالُهُ:

حَدِیْثٌ رَوَاهُ حَمَّادُ النَّصِیْبِیُّ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِیْ صَالِحٍ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ مَرْفُوْعاً: "إِذَا لَقِیْتُمُ الْمُشْرِکِیْنَ فِیْ طَرِیْقٍ فَلَا تَبْدَءُوْهُمْ بِالسَّلَامِ" فَهٰذَا حَدِیْثٌ مَقْلُوْبٌ، قَلَبَهُ حَمَّادٌ، فَجَعَلَهُ عَنِ الْأَعْمَشِ وَإِنَّمَا هُوَ مَعْرُوْفٌ عَنْ سُهَیْلِ بْنِ أَبِیْ صَالِحٍ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ. هٰکَذَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِیْ صَحِیْحِهٖ. وَهٰذَا النَّوْعُ مِنَ الْقَلْبِ هُوَ الَّذِیْ یُطْلَقُ عَلٰی رَاوِیْهِ أَنَّهُ یَسْرِقُ الْحَدِیْثَ.

ترجمہ: مقلوب السند: وہ حدیث ہے جس کی سند میں تبدیلی واقع ہو، اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) یہ کہ راوی راویوں میں سے کسی کے نام وولدیت میں تقدیم وتاخیر کردے جیسے ایک حدیث جو کعب بن مرّہ سے مروی ہو، تو وہ اس کو مرہ بن کعب سے روایت کردے۔ (۲) یہ کہ راوی دلچسپ بنانے کی خاطر ایک شخص کو دوسرے سے بدل دے جیسے ایک حدیث جو سالم سے مشہور ہو، راوی اس کو نافع سے کردے، اور اس طرح کرنے والے رواۃ میں سے حماد بن عمرو نصیبی ہے اور یہ اس کی مثال ہے: ایک حدیث جس کو حماد نصیبی نے اعمش سے روایت کیا انہوں نے ابو صالح سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً کہ "جب کسی راستے میں تمہاری مشرکین سے ملاقات ہوجائے تو سلام کرنے میں ان سے پہل مت کرو"۔ چنانچہ یہ مقلوب حدیث ہے، حماد نے اس کو اُلٹا کردیا اور اسے اعمش سے بنادیا حالانکہ یہ سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہؓ کی سند سے مشہور ہے۔ مسلم نے اپنی صحیح میں اسی طرح اس کو ذکر کیا۔ قلب کی یہی وہ نوع ہے جس کے راوی کے متعلق بولا جاتا ہے کہ وہ حدیث چُراتا ہے۔

شرح:- مقلوب السند یعنی وہ حدیث ہے جس کی سند میں ہیر پھیر کیا جائے، اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) کسی راوی کے اور اس کے والد کے نام میں تقدیم وتاخیر کردی جائے یعنی راوی کا نام باپ

کا اور باپ کا نام راوی کا کر دیا جائے کہلا کسی حدیث میں کعب بن مرّہ کی بجائے مرّہ بن کعب کہہ دیا جائے۔

(۲) سند کو دلچسپ کرنے کی غرض سے ایک کی جگہ دوسرا راوی ذکر کر دیا جائے کہلا حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث کہ جب تم کسی راستے میں مشرکین سے ملو تو انہیں پہلے سلام نہ کرو۔ اس حدیث کی سند سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہؓ مشہور ہے، شعبہؒ، ثوریؒ، جریرؒ اور عبدالعزیز دراوردیؒ وغیرہ سے اسی طرح منقول ہے، لیکن حماد بن عمرو نصیبی نے راوی کا نام بدل کر یوں کہا: اعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرہؓ۔ حماد نصیبی کا شمار واضعینِ حدیث میں ہوتا ہے۔ ایسے راوی کو حدیث چُرانے والا کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک کی حدیث چوری کر کے دوسرے کے ساتھ بنا دیتا ہے۔

(ب) مَقْلُوْبُ الْمَتْنِ : وَهُوَ مَا وَقَعَ الْإِبْدَالُ فِيْ مَتْنِهٖ، وَلَهٗ صُوْرَتَانِ أَيْضاً : ١ ...... أَنْ يُقَدِّمَ الرَّاوِيْ وَيُؤَخِّرَ فِيْ بَعْضِ مَتْنِ الْحَدِيْثِ . وَمِثَالُهٗ : حَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عِنْدَ مُسْلِمٍ فِي السَّبْعَةِ الَّذِيْنَ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ ، فَفِيْهِ " وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ يَمِيْنُهٗ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهٗ " فَهٰذَا مِمَّا انْقَلَبَ عَلٰى بَعْضِ الرُّوَاةِ وَإِنَّمَا هُوَ : " حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ " . ٢ ...... أَنْ يَجْعَلَ الرَّاوِيْ مَتْنَ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَلٰى إِسْنَادٍ آخَرَ، وَيَجْعَلَ إِسْنَادَهٗ لِمَتْنٍ آخَرَ وَذٰلِكَ بِقَصْدِ الْإِمْتِحَانِ وَغَيْرِهٖ. مِثَالُهٗ : مَا فَعَلَ أَهْلُ بَغْدَادَ مَعَ الْإِمَامِ الْبُخَارِيِّ إِذْ قَلَبُوْا لَهٗ مِائَةَ حَدِيْثٍ وَسَأَلُوْهُ عَنْهَا امْتِحَاناً لِحِفْظِهٖ ، فَرَدَّهَا عَلٰى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ قَبْلَ الْقَلْبِ، وَلَمْ يُخْطِئْ فِيْ وَاحِدٍ مِنْهَا .

ترجمہ: (ب) مقلوب المتن: وہ حدیث جس کے متن میں تبدیلی واقع ہو، اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں: (ا) یہ کہ راوی متنِ حدیث کے کسی حصے میں تقدیم و تاخیر کر دے اور اس کی مثال ہے: مسلم شریف میں ان سات قسم اشخاص کے متعلق حدیث جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایے میں سایہ عطا فرمائیں گے جس دن اللہ کے سایے کے سوا سایہ نہ ہوگا، حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے، چنانچہ اس میں ہے " وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ يَمِيْنُهٗ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهٗ "، تو یہ

حصہ بعض رواۃ سے بدل گیا جبکہ یہ اس طرح ہے: حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ ۔

(۲) یہ کہ راوی اس حدیث کا متن دوسری اسناد کے ساتھ بنادے اور اس کی اسناد دوسرے متن کے ساتھ بنادے، اور یہ امتحان وغیرہ لینے کی غرض سے ہو۔ اس کی مثال وہ فعل ہے جو امام بخاری کے ساتھ اہلِ بغداد نے کیا کہ ان کے سامنے سو حدیثیں بدل ڈالیں اور امام سے ان کے حافظہ کا امتحان لینے کے لیے ان احادیث کے متعلق پوچھتے رہے، تو امام نے ان کو ان کی قلب سے پہلے والی حالت کی طرف لوٹا دیا اور ان میں سے کسی ایک میں غلطی نہیں کی۔

شرح :- مقلوب المتن یعنی وہ حدیث جس کے متن میں ہیر پھیر کر دیا جائے، اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) متن کے کسی حصے میں الفاظ کو آگے پیچھے کر دے جیسے کہ حدیث میں ہے: حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ (ایک وہ شخص جو صدقہ کرے اور چھپا کر کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چل سکے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا) لیکن کسی راوی نے اس کو یوں نقل کیا: '' حَتّٰی لَا تَعْلَمَ يَمِيْنُهٗ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهٗ '' یعنی اس نے بائیں ہاتھ کو خرچ کرنے والا بنا دیا جبکہ اصل دایاں ہاتھ خرچ کرنے والا مذکور ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ کہ ایک حدیث کا متن اور دوسری حدیث کی سند کو جوڑ دیا جائے اور ایسا امتحان لینے کے لیے ہو جیسا کہ اہلِ بغداد نے امام بخاریؒ کے ساتھ کیا تھا۔ واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ امام بخاریؒ بغداد تشریف لائے تو محدثین اور عوام جمع ہو گئے، محدثین نے امام صاحب کا اس طرح امتحان لیا کہ دس آدمیوں نے دس دس حدیثیں لے کر ان کے سامنے پیش کیں، ان احادیث کے متون اور سندوں کو بدلا گیا تھا، متن ایک حدیث کا اور سند دوسری حدیث کی جوڑ دی تھی۔ امام بخاریؒ متانت سے حدیث سنتے اور کہتے '' مجھے یہ حدیث معلوم نہیں ''۔

بڑے حضرات تو اسے امام صاحب کی مہارت سمجھے لیکن عوام کو خیال ہوا کہ یہ کیسے امام ہیں۔ جب اپنی دس دس حدیثیں سنا کر سب فارغ ہو گئے تو امام صاحب پہلے شخص کی جانب یہ کہتے ہوئے متوجہ ہوئے '' آپ نے پہلی حدیث اس طرح سنائی تھی اور صحیح اس طرح ہے ''۔ پھر دوسرے کو بھی اسی طرح جواب دیا، اس کے بعد تیسرے پھر چوتھے اور آخر تک پہلے سب کو ان کی مقلوب

حدیث بناتے پھر تصحیح کرتے۔ پورا مجمع امام بخاریؒ کے حافظہ پر حیران تھا۔

۳ – اَلْأَسْبَابُ الْحَامِلَةُ عَلَى الْقَلْبِ : تَخْتَلِفُ الْأَسْبَابُ الَّتِيْ تَحْمِلُ بَعْضَ الرُّوَاةِ عَلَى الْقَلْبِ ، وَهٰذِهِ الْأَسْبَابُ هِيَ :(أ) قَصْدُ الْإِغْرَابِ لِيُرَغِّبَ النَّاسَ فِيْ رِوَايَةِ حَدِيْثِهِ وَالْأَخْذِ عَنْهُ .(ب) قَصْدُ الْإِمْتِحَانِ وَالتَّأَكُّدِ مِنْ حِفْظِ الْمُحَدِّثِ وَتَمَامِ ضَبْطِهِ .(جـ) اَلْوُقُوْعُ فِي الْخَطَأِ وَالْغَلَطِ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ .

ترجمہ: قلب پر ابھارنے والے اسباب: جو اسباب بعض رواۃ کو قلب پر آمادہ کرتے ہیں وہ مختلف ہوتے ہیں، اور وہ اسباب یہ ہیں: (أ) دلچسپ بنانے کا ارادہ تاکہ لوگوں کو اپنی حدیث کے روایت کرنے اور اپنے سے لینے کی رغبت دلائے۔ (ب) آزمانے اور محدث کے حافظہ اور کامل ضبط کی تحقیق کرنے کا ارادہ۔ (ج) قصد کے بغیر خطا اور غلطی کر جانا۔

شرح :- قلبِ حدیث کے تین اسباب ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں یعنی (۱) اس لیے حدیث اُلٹ پھیر کرنا کہ جب حدیث انوکھی ہوگی تو لوگ اس سے اس کے روایت کرنے میں شوق کریں گے جیسا کہ حماد نصیبی کیا کرتا تھا، اور اس کی مثال گذری۔ (۲) کسی کا امتحان لینے یا ضبط واتقان کا جائزہ لینے کی غرض سے قلب کرنا، اس کی مثال اہل بغداد کا وہ فعل ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔

(۳) بغیر قصد غلطی سے قلب واقع ہوجانا جیسے حدیث ہے :'' اذا اُقِيمَتِ الصلاةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ '' (جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو تم مجھے دیکھنے تک مت کھڑے ہو) اس کی سند جو مشہور ہے وہ ''یحیٰ بن کثیر عن عبداللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہؓ '' ہے لیکن جریرؒ نے غلطی کھا کر اس طرح نقل کر دیا ''عن ثابت عن انسؓ ''۔

٤ – حُكْمُ الْقَلْبِ :(١) اِنْ كَانَ الْقَلْبُ بِقَصْدِ الْإِغْرَابِ فَلَا شَكَّ فِيْ أَنَّهُ لَا يَجُوْزُ، لِأَنَّ فِيْهِ تَغْيِيْراً لِلْحَدِيْثِ، وَهٰذَا مِنْ عَمَلِ الْوَضَّاعِيْنَ .(٢) وَاِنْ كَانَ بِقَصْدِ الْإِمْتِحَانِ فَهُوَ جَائِزٌ لِلتَّثَبُّتِ مِنْ حِفْظِ الْمُحَدِّثِ وَأَهْلِيَّتِهِ، وَهٰذَا بِشَرْطِ أَنْ يُبَيِّنَ الصَّحِيْحَ قَبْلَ انْفِضَاضِ الْمَجْلِسِ .(٣) وَاِنْ كَانَ عَنْ خَطَأٍ وَسَهْوٍ فَلَا شَكَّ أَنَّ فَاعِلَهُ مَعْذُوْرٌ فِيْ خَطَئِهِ لٰكِنْ اِذَا كَثُرَ ذٰلِكَ مِنْهُ فَاِنَّهُ يُخِلُّ بِضَبْطِهِ وَيَجْعَلُهُ

ضَعِيفاً .أَمَّا الْحَدِيْثُ الْمَقْلُوْبُ فَهُوَ مِنْ أَنْوَاعِ الضَّعِيفِ الْمَرْدُوْدِ كَمَا هُوَ مَعْلُوْمٌ.

ترجمہ: قلب کا حکم: (۱) قلب اگر دلچسپ بنانے کی غرض سے ہوتو اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس میں حدیث کی شکل تبدیل کرنا ہے اور یہ واضعین کا عمل ہے۔ (۲) اور اگر امتحان لینے کے ارادے سے ہو تو یہ محدث کی یادداشت اور اس کی اہلیت کی تحقیق کرنے کی وجہ سے جائز ہے، اور یہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ وہ مجلس برخاست ہونے سے قبل درست بیان کردے۔ (۳) اور اگر غلطی اور بھول سے ہو تو اس میں شک نہیں کہ ایسا کرنے والا اپنی غلطی میں معذور ہے لیکن جب یہ اس سے زیادہ سرزد ہو تو اس کے ضبط میں اثر ڈالے گا اور اس کو ضعیف بنادے گا۔ جہاں تک حدیثِ مقلوب کا تعلق ہے تو وہ ضعیف و مردود کی قسموں میں سے ہے جیسا کہ معلوم ہے۔

شرح:- قلب کے چونکہ تین اسباب ہیں اس لیے جیسا اس کا سبب ہوگا یعنی حدیث کو مقلوب بنانے کی جو بھی وجہ ہوگی اس کے اعتبار سے اس پہ حکم بھی مرتب ہوگا چنانچہ: (۱) قلب ناجائز ہوگا: جب اس سے مقصود حدیث کو دلچسپ بنانا ہو کیونکہ حدیث کو قصداً بگاڑنا جبکہ پھر وضاحت بھی نہ ہو، ناجائز ہے اور یہ واضعینِ حدیث کا وطیرہ ہے۔ (۲) قلب جائز ہوگا مگر اسی مجلس میں وضاحت کردینے کے ساتھ: جب قلب سے مقصد کسی کا امتحان لینا ہو، اس کی اجازت ضرورتاً ہے۔ بعض محدثین نے اس کو بھی منع کیا ہے۔ (۳) قلب کرنے میں راوی معذور سمجھا جائے گا: جب غلطی سے اس سے قلب سرزد ہو کیونکہ جب اس کا قصد نہیں تو اس پہ کوئی حرج بھی نہیں۔

٥ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : كِتَابُ " رَافِعُ الْإِرْتِيَابِ فِي الْمَقْلُوْبِ مِنَ الْأَسْمَاءِ وَالْأَلْقَابِ " لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ، وَالظَّاهِرُ مِنِ اسْمِ الْكِتَابِ أَنَّهُ خَاصٌّ بِقِسْمِ الْمَقْلُوْبِ الْوَاقِعِ فِي السَّنَدِ فَقَطْ .

ترجمہ: اس بارے میں سب سے مشہور تصانیف: کتاب "رافع الارتیاب فی المقلوب من الأسماء والألقاب" یہ خطیب بغدادی کی تصنیف ہے اور کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ مقلوب کی اس قسم کے ساتھ جو صرف سند میں واقع ہوتی ہے، خاص ہے۔

شرح:- مقلوب کے متعلق ایک ہی مشہور کتاب کا ذکر ہے جس کے مصنف خطیب بغدادیؒ

ہیں لیکن کتاب کا نام جو کہ رافع الارتیاب فی المقلوب من الأسماء والألقاب نو، اس سے ظاہر نو کہ اس میں مقلوب کی دہے ں قسموں کی وضاحت نہیں بلکہ صرف ایک ہی قسم صحیح مقلوب السند کی تفصیل مذکور نو۔

اَلْمَزِيْدُ فِيْ مُتَّصِلِ الْأَسَانِيْدِ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اَلْمَزِيْدُ اسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنَ "الزِّيَادَةِ" ، وَالْمُتَّصِلُ ضِدُّ الْمُنْقَطِعِ، وَالْأَسَانِيْدُ جَمْعُ إِسْنَادٍ . (ب) اِصْطِلَاحاً : زِيَادَةُ رَاوٍ فِيْ أَثْنَاءِ سَنَدٍ ظَاهِرُهُ الْاِتِّصَالُ .

ترجمہ مزید فی متصل الأسانید۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے طلار سے: مزید، الزیادۃ سے اسم مفعول نو اور متصل، منقطع کا ضد نو اور اسانید، إسناد کی جمع نو۔ (ب) ا عتباح کے طلار سے: ایک سند کے درمیان میں جس کا ظاہر متصل ہونا ہو، کسی راوی کا اضافہ کر دینا۔

شرح:- مزید فی متصل الأسانید: یہ کلمہ لغت کے طلار سے تین الفاظ سے مرکب نو صحیح مزید، متصل اور أسانید۔ مزید تو باب ضرب کے مصدر الزیادۃ سے اسم مفعول کا صیغہ نو جس کے معنی ہیں "زیادہ کیا ہوا" اس سے مراد وہ راوی نو جس کا ذکر ایک قسم کی زیادتی ہو اور اس کی ضرورت نہ ہو، متصل باب افتعال کے مصدر اتصال سے اسم فاعل کا صیغہ نو جس کے معنی ہیں "جڑا ہوا" اور یہ منقطع کا ضد نو جس کے معنی ہیں "الگ"۔ أسانید، جمع نو جس کا واحد إسناد نو، اس سے مراد سند نو۔ اب اس مرکب کا مطلب ہوا کہ متصل سندوں میں اضافہ شدہ راوی کا ذکر۔

ا عتباح میں مزید فی متصل الأسانید سے مراد بظاہر متصل سند میں کسی راوی کا اضافہ کرنا نو۔

٢ – مِثَالُهُ : مَا رَوَى ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ حَدَّثَنِيْ بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا إِدْرِيْسَ قَالَ: سَمِعْتُ وَاثِلَةَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا مَرْثَدٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : " لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا إِلَيْهَا ". ٣ – اَلزِّيَادَةُ فِيْ هٰذَا الْمِثَالِ : اَلزِّيَادَةُ فِيْ هٰذَا الْمِثَالِ فِيْ مَوْضِعَيْنِ ، اَلْمَوْضِعُ الْأَوَّلُ فِيْ لَفْظِ "سُفْيَانَ" وَالْمَوْضِعُ الثَّانِيْ فِيْ لَفْظِ

" أَبَاإِدْرِيْسَ " وَسَبَبُ الزِّيَادَةِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ هُوَ الْوَهْمُ .(أ) أَمَّا زِيَادَةُ " سُفْيَانَ " فَوَهْمٌ مِمَّنْ دُوْنَ ابْنِ الْمُبَارَكِ، لِأَنَّ عَدَداً مِنَ الثِّقَاتِ رَوَوُا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، وَمِنْهُمْ مَنْ صَرَّحَ فِيْهِ بِالْإِخْبَارِ.(ب) وَأَمَّا زِيَادَةُ " أَبَا اِدْرِيْسَ " فَوَهْمٌ مِنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، لِأَنَّ عَدَداً مِنَ الثِّقَاتِ رَوَوُا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ فَلَمْ يَذْكُرُوْا أَبَاإِدْرِيْسَ، وَمِنْهُمْ مَنْ صَرَّحَ بِسَمَاعِ بُسْرٍ مِنْ وَاثِلَةَ .

ترجمہ:۔ اس کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو ابن مبارکؒ نے روایت کیا، کہا کہ: ہم سے سفیان نے بیان کیا، وہ عبدالرحمٰن بن یزید سے نقل کرتے ہیں کہا کہ مجھ سے بسر بن عبداللہ نے بیان کیا کہا کہ میں نے ابوادریس سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے واثلہؓ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابو مرثدؓ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا: "قبروں پر مت بیٹھا کرو اور نہ ہی ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرو"۔ اس مثال میں اضافہ: اس مثال میں دوجگہ اضافہ موجود ہے، پہلی جگہ لفظ سفیان میں اور دوسری جگہ لفظ ابوادریس میں، اور دونوں جگہ اضافہ کا سبب وہم ہی ہے۔ (أ) جہاں تک سفیان کا اضافہ ہے تو وہ ابن مبارکؒ سے نیچے لوگوں کا وہم ہے اس لیے کہ متعدد ثقات نے ابن مبارکؒ سے بواسطہ عبدالرحمٰن بن یزید حدیث روایت کی اور ان میں سے بعض نے اِخبار کی صراحت بھی کی۔ (ب) اور جہاں تک ابوادریس کا اضافہ ہے تو وہ ابن مبارکؒ کا وہم ہے اس لیے کہ بہت سے ثقات نے عبدالرحمٰن بن یزید سے حدیث روایت کی تو انہوں نے ابوادریس کا ذکر نہیں کیا، اور ان میں سے بعض نے بسر کے واثلہؓ سے سننے کی صراحت بھی کی۔

شرح:- مزید فی متصل الأسانید کی مثال حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت کی ہوئی مذکورہ بالاحدیث ہے جس کی سند یوں بیان کی جاتی ہے "سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا اِدْرِيْسَ قَالَ: سَمِعْتُ وَاثِلَةَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا مَرْثَدٍ يَقُوْلُ "اس میں دوجگہ راویوں کا اضافہ ہے ایک تو سفیان کا اضافہ ہے، دوسرا ابوادریس کا۔ جہاں تک سفیان کے اضافہ کا تعلق ہے تو محدثین نے واضح کیا ہے کہ یہ ابن مبارکؒ کے بعض

شاگردوں کا ہی وہم ہے کہ انہوں نے ابن مبارکؒ اور عبدالرحمٰن بن یزیدؒ کے درمیان سفیانؒ کے نام کا اضافہ کردیا حالانکہ سند اس کے بغیر بھی متصل ہے اور کوئی راوی حذف نہیں ہوا۔

چنانچہ عبداللہ بن مبارکؒ کے متعدد ثقہ شاگرد جن میں عبدالرحمٰن بن مہدیؒ، حسن بن ربیعؒ اور ہنّاد بن سریؒ وغیرہ شامل ہیں، اس حدیث کی سند میں ابن مبارکؒ کے بعد سفیانؒ کے بجائے عبدالرحمٰن بن یزیدؒ کا ذکر کرتے ہیں اور انہی میں سے بعض رواۃ نے ابن مبارکؒ کے لفظ أخْبـرَ ذکر کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن مبارکؒ اور ابن یزیدؒ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

اب جہاں تک بسر بن عبداللہؒ اور حضرت واثلہ بن اسقعؓ کے درمیان ابوادریس خولانیؒ کے اضافہ کا تعلق ہے تو امام بخاریؒ وغیرہ نے اسے ابن مبارکؒ کے وہم پر محمول کیا ہے کیونکہ عبدالرحمٰن بن یزیدؒ کے دوسرے ثقہ شاگرد صحیح علی بن حجرؒ، ولید بن مسلمؒ اور عیسیٰ بن یونسؒ وغیرہ ان کے درمیان ابوادریسؒ کا ذکر نہیں کرتے ہیں اور ابن مبارکؒ ذکر کرتے ہیں تو یہ ابن مبارکؒ کی جانب سے اضافہ ہے حالانکہ بعض رواۃ نے اس کی صراحت کی ہے کہ بسر بن عبداللہ نے یہ حدیث حضرت واثلہؓ سے خود سنی ہے۔

ابن مبارکؒ کو وہم لگنے کی بظاہر وجہ یہ ہے کہ بہت سی حدیثیں ہیں جنہیں بسر بن عبداللہؒ ابوادریس عن واثلہؓ کی سند سے روایت کرتے ہیں جن میں سے مذکورہ روایت کو مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم

٤ – شُرُوْطُ رَدِّ الزِّيَادَةِ : يُشْتَرَطُ لِرَدِّ الزِّيَادَةِ وَاعْتِبَارِهَا وَهْماً مِمَّنْ زَادَهَا شَرْطَانِ وَهُمَا : ١ ...... أَنْ يَكُوْنَ مَنْ لَمْ يَزِدْهَا أَتْقَنَ مِمَّنْ زَادَهَا . ٢ ...... أَنْ يَقَعَ التَّصْرِيْحُ بِالسَّمَاعِ فِيْ مَوْضِعِ الزِّيَادَةِ . فَإِنِ اخْتَلَّ الشَّرْطَانِ أَوْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا تَرَجَّحَتِ الزِّيَادَةُ وَقُبِلَتْ ، وَاعْتُبِرَ الْإِسْنَادُ الْخَالِيْ مِنْ تِلْكَ الزِّيَادَةِ مُنْقَطِعاً، لٰكِنَّ انْقِطَاعَهُ خَفِيٌّ، وَهُوَ الَّذِيْ يُسَمَّى " الْمُرْسَلَ الْخَفِيَّ ".

ترجمہ: اضافہ کو مسترد کرنے کی شرطیں: اضافہ کو مسترد کرنے اور اس کو اضافہ کرنے والے کا وہم فرض کرنے کے لیے دو شرطیں ضروری ہیں، اور وہ یہ ہیں: (۱) یہ کہ جس نے اس کا اضافہ نہیں کیا وہ اس کے بڑھانے والے سے زیادہ متقن ہو۔ (۲) یہ کہ اضافہ کے مقام پر سننے کی تصریح ہو۔ لہذا

اگر وہ دونوں شرطیں یا ان میں سے ایک شرط نہ ہو تو اضافہ راجح ہوگا اور اسے قبول کر لیا جائے گا، اور اس اضافہ سے خالی اسناد کو منقطع فرض کیا جائے گا، مگر اس کا انقطاع خفی ہے اور اسی کا نام مرسل خفی رکھا جاتا ہے۔

شرح :- مزید فی متصل الاسانید کو راوی کا وہم قرار دینے کے لیے دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو اس کے قبول کرنے سے کوئی مانع نہیں ہوگا، وہ دو شرطیں یہ ہیں: (۱) اضافہ نہ کرنے والا، کرنے والے سے متقن ہو صحیح ہے دونوں ثقہ ہوں مگر جس نے اضافہ نقل نہیں کیا وہ زیادہ ضبط و اتقان والا ہو۔ (۲) جس جگہ اضافہ کیا گیا وہاں راوی کے مروی عنہ شیخ سے سننے کا واضح ذکر ہو، اگر سننے کا ذکر نہ ہو تو زیادتی رد کی جا سکتی ہے۔

٥ - اَلْاِعْتِرَاضَاتُ الْوَارِدَةُ عَلَى ادِّعَاءِ وُقُوْعِ الزِّيَادَةِ :يُعْتَرَضُ عَلَى ادِّعَاءِ وُقُوْعِ الزِّيَادَةِ بِاعْتِرَاضَيْنِ هُمَا :(أ) اِنْ كَانَ الْاِسْنَادُ الْخَالِيْ عَنِ الزِّيَادَةِ بِحَرْفِ "عَنْ" فِيْ مَوْضِعِ الزِّيَادَةِ، فَيَنْبَغِيْ أَنْ يُجْعَلَ مُنْقَطِعاً .(ب) وَاِنْ كَانَ مُصَرَّحاً فِيْهِ بِالسَّمَاعِ احْتُمِلَ أَنْ يَكُوْنَ سَمِعَهُ مِنْ رَجُلٍ عَنْهُ أَوَّلاً ثُمَّ سَمِعَهُ مِنْهُ مُبَاشَرَةً وَيُمْكِنُ أَنْ يُجَابَ عَنْ ذٰلِكَ بِمَا يَلِيْ : ١ ...... أَمَّا الْاِعْتِرَاضُ الْأَوَّلُ فَهُوَ كَمَا قَالَ الْمُعْتَرِضُ . ٢ ...... وَأَمَّا الْاِعْتِرَاضُ الثَّانِيْ فَالْاِحْتِمَالُ الْمَذْكُوْرُ فِيْهِ مُمْكِنٌ، لٰكِنَّ الْعُلَمَاءَ لَا يَحْكُمُوْنَ عَلَى الزِّيَادَةِ بِأَنَّهَا وَهْمٌ اِلَّا مَعَ قَرِيْنَةٍ تَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ .

ترجمہ : اضافہ کے وقوع کے دعوے پر وارد ہونے والے اعتراضات: اضافہ کے وقوع کے دعوے پر دو اعتراضات کیے جاتے ہیں، وہ یہ ہیں: (أ) اگر اضافہ سے خالی سند اضافہ والی جگہ میں حرف "عن" کے ساتھ ہو تو اسے منقطع قرار دینا چاہیے۔ (ب) اور اگر اس میں سماع کی صراحت کر دی گئی تو اس بات کا احتمال ہوگا کہ اس نے پہلے ایک شخص کے واسطے سے اس سے سنا ہو پھر اس سے خود سن لیا۔ اس کا مندرجہ ذیل جواب دیا جا سکتا ہے: (۱) جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق ہے تو وہ معترض کے کہنے کے مطابق ہی درست ہے۔ (۲) اور جہاں تک دوسرے اعتراض کی بات ہے تو اس میں مذکورہ احتمال ممکن ضرور ہے لیکن علماء اس اضافہ پر وہم ہونے کا حکم نہیں لگاتے مگر کسی

ایسے قرینے کی وجہ سے جو اس پر دلالت کرتی ہو۔

شرح :- یہاں پر مزید فی متصل الأسانید کے سلسلے میں کیے گئے اضافہ اور زیادتی کے دعوے پر دو اعتراضات مذکور ہیں۔ پہلا اعتراض یہ کہ اگر زیادتی سے خالی سند "عن" کے ساتھ ہو تو اسے منقطع قرار دیا جانا چاہیے اور اضافہ والی سند کو متصل قرار دے کر اسے ہی ایعنی رکرنا چاہیے کیونکہ ثقہ کی زیادتی مقبول نولیکن ایسا نہیں کیا جاتا بلکہ اضافہ سے خالی سند کو بھی متصل مانا جاتا نو جوکہ قرینِ قیاس نہیں؟ مصنف صاحب نے مذکورہ اعتراض کو مطابقِ حال اور درست قرار دیا تو اور معترض کی بات کو تسلیم کیا نو۔

دوسرا اعتراض یہ کہ اگر بغیر اضافہ والی سند میں راوی کے مروی عنہ شیخ سے سماع یا اخبار یا تحدیث کی صراحت موجود ہو تو اسے خطیا اور متصل سمجھنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ سکیں نو کہ ایک دفعہ ایک شخص کے واسطے سے شیخ سے سنا ہو اور دوسری دفعہ خود شیخ سے ملاقات ہوئی تو براہِ راست بھی سن لیا، اس طرح درمیان میں ایک راوی کے اضافہ کی ضرورت نہیں رہی لہذا اضافہ کو وہم سے تعبیر کرنا چاہیے؟ مصنف صاحب نے اس اعتراض میں مذکور احتمال کو بھی سکیں قرار دیا مگر محدثین اور علماء کی طرف سے یہ عذر بیان کیا کہ بغیر قرینہ و دلیل کے وہ زیادتی کو وہم سے تعبیر نہیں کرتے۔

٦ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : كِتَابُ " تَمْيِيْزُ الْمَزِيْدِ فِيْ مُتَّصِلِ الْأَسَانِيْدِ " لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ .

ترجمہ :- اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: خطیب بغدادی کی کتاب تَمْيِيْزُ الْمَزِيْدِ فِيْ مُتَّصِلِ الْأَسَانِيْدِ ۔

شرح :- مزید فی متصل الأسانید کے متعلق اگرچہ خطیب بغدادیؒ کی تصنیف موجود نولیکن امام ہے ویؒ نے التقریب میں اس کے اکثر حصے پر بے اطمینانی کا اظہار کیا نو جس کی وجہ اوپر مذکور دو اعتراضات ہیں۔

اَلْمُضْطَرِبُ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : هُوَ اسْمُ فَاعِلٍ مِنَ " الْإِضْطِرَابِ " وَهُوَ اخْتِلَالُ الْأَمْرِ وَفَسَادُ نِظَامِهٖ، وَأَصْلُهُ مِنِ اضْطِرَابِ الْمَوْجِ ، إِذَا كَثُرَتْ حَرَكَتُهُ وَضَرَبَ بَعْضُهُ بَعْضاً .(ب) اِصْطِلاحاً : مَا رُوِيَ عَلىٰ أَوْجُهٍ مُخْتَلِفَةٍ مُتَسَاوِيَةٍ فِي الْقُوَّةِ .

٢ – شَرْحُ التَّعْرِيْفِ : أَيْ هُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ يُرْوٰى عَلىٰ أَشْكَالٍ مُتَعَارِضَةٍ مُتَدَافِعَةٍ بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ التَّوْفِيْقُ بَيْنَهَا أَبَداً، وَتَكُوْنُ جَمِيْعُ تِلْكَ الرِّوَايَاتِ مُتَسَاوِيَةً فِي الْقُوَّةِ مِنْ جَمِيْعِ الْوُجُوْهِ بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ تَرْجِيْحُ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرىٰ بِوَجْهٍ مِنْ وُجُوْهِ التَّرْجِيْحِ .

ترجمہ: مضطرب۔اس کی تعریف: (اً) لغت کے اصطلار سے: یہ الا ضطراب سے اسم فاعل نو اور وہ معاملہ کا خراب ہونا اور نظام کا بگڑنا نو، اس کی اصل موج کے اضطراب سے ماخوذ نو جب اس کی حرکت زیادہ ہوجائے اور وہ ایک دوسرے پہ پڑنے لگے۔(ب) ا عتباح کے اصطلار سے: وہ حدیث جو متساوی قوت والے مختلف طریقوں کے مطابق مروی ہو۔تعریف کی تشریح: صحیح وہ حدیث نو جو باہم متصادم ومتعارض شکلوں پر مروی ہو اس طور پہ کہ ان سب کے درمیان تطبیق بالکل سکیں نہ ہو اور وہ تمام روایات ہر اصطلار سے قوت میں برابر ہوں اس طرح کہ ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح کی وجوہات میں سے کسی بھی وجہ سے ترجیح دینا سکیں نہ ہو۔

شرح:- مضطرب باب افتعال کے مصدر الا ضطراب سے صیغہ اسم فاعل نو، اضطراب کے معنی معاملہ کا خراب ہونا اور نظام کا بگڑنا نو جس سے افراتفری اور بے چینی عام ہو، اسی لیے مضطرب کے معنی بے چین وپریشان کے ہیں کیونکہ اسے کسی ایک حالت پہ قرار نہیں ہوتا اور نہ وہ ایک جانب مائل ہوتا نو۔یہ دراصل سمندر کی لہروں کے اضطراب سے ماخوذ نو جس حالت میں وہ ایک دوسرے پہ گریں اور ان کی حرکت زیادہ ہوجائے اور ان میں ٹھہراؤ بالکل نہ ہو کیونکہ وہ بھی بے سکونی کی کیفیت ہوتی نو۔

ا عتبار محدثین میں مضطرب وہ حدیث کہلاتی نو جو مختلف ایسے طریقوں سے مروی ہو کہ سب قوت میں برابر ہوں اور ان میں ایک کو دوسرے پر ترجیح بھی نہ دے ممکن صحیح باہم متعارض ومتساوی طریقوں سے مروی حدیث جس کے کسی بھی طریقہ کو کسی طرح بھی ترجیح دینا سکیں نہ ر نو۔

۳ - شُرُوْطُ تَحَقُّقِ الْإِضْطِرَابِ : يَتَبَيَّنُ مِنَ النَّظَرِ فِيْ تَعْرِيْفِ الْمُضْطَرِبِ وَشَرْحِهٖ أَنَّهٗ لَا يُسَمَّى الْحَدِيْثُ مُضْطَرِباً اِلَّا اِذَا تَحَقَّقَ فِيْهِ شَرْطَانِ وَهُمَا :(أ) اِخْتِلَافُ رِوَايَاتِ الْحَدِيْثِ بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ الْجَمْعُ بَيْنَهَا .(ب) تَسَاوِى الرِّوَايَاتِ فِي الْقُوَّةِ بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ تَرْجِيْحُ رِوَايَةٍ عَلىٰ أُخْرىٰ .أَمَّا اِذَا تَرَجَّحَتْ اِحْدَى الرِّوَايَاتِ عَلَى الْأُخْرىٰ، أَوْ أَمْكَنَ الْجَمْعُ بَيْنَهَا بِشَكْلٍ مَقْبُوْلٍ فَاِنَّ صِفَةَ الْإِضْطِرَابِ تَزُوْلُ عَنِ الْحَدِيْثِ ، وَنَعْمَلُ بِالرِّوَايَةِ الرَّاجِحَةِ فِيْ حَالَةِ التَّرْجِيْحِ ، أَوْ نَعْمَلُ بِجَمِيْعِ الرِّوَايَاتِ فِيْ حَالَةِ اِمْكَانِ الْجَمْعِ بَيْنَهَا .

ترجمہ: اضطراب کے پائے جانے کی شرطیں: مضطرب کی تعریف اور اس کی تفصیل سے یہ واضح ہوتا نو کہ حدیث کا نام مضطرب نہیں رکھا جاتا مگر جس وقت اس میں دو شرطیں پائی جائیں جو کہ یہ ہیں: (أ) روایاتِ حدیث کا اس طرح مختلف ہونا کہ ان کو جمع کرنا سکیں نہ ہو۔(ب) روایات کا قوت میں اس طرح برابر ہونا کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح دینا سکیں نہ ہو۔لہذا جب ایک روایت دوسری روایت سے راجح ہو جائے یا ان کو کسی مقبول طریقے سے جمع کرنا سکیں ہو جائے تو پھر حدیث سے اضطراب کی صفت زائل ہو جائے گی اور ہم حالتِ ترجیح میں راجح روایت پر عمل کریں گے یا سب کو جمع کرنا سکیں ہونے کی حالت میں تمام روایات پر عمل کریں گے۔

شرح:- اضطراب کی تعریف سے یہ واضح نو کہ ہر طرح کے اختلاف کو اضطراب سے تعبیر نہیں کیا جاتا بلکہ وہ خاص اختلاف جس میں دو شرطیں موجود ہوں، اس کو اضطراب کے نام سے موسوم کیا جائے گا، وہ شرطیں یہ ہیں: (۱) روایاتِ حدیث کے درمیان تطبیق سکیں نہ ہو صحیح کسی بھی طرح سب کے مفہوم کو یکجا کرنا اور کسی محمل پر محمول کرنا سکیں نہ ہو۔(۲) قوت وحیثیت میں بھی روایات کا ایک دوسرے کے ہم پلہ ہونا کہ کسی کو کسی پر ترجیح دینے کی صورت نہ ہو۔ان شرائط کی روشنی

میں اگر سکتا ایک روایت دوسری سے راجح ہوجائے یا ان تمام کو یکجا کرنا اوران میں باہم مناسبت کرنا سکیں ہوجائے تو ترجیح کی صورت میں مرجوح کو چھوڑ کر راجح پر عمل کریں گے اور تطبیق کی صورت میں تمام روایات پر عمل کریں گے۔ تطبیق کی کئی صورتیں ہیں جو اپنی جگہ مذکور ہیں۔

٤ – أَقْسَامُهُ : يَنْقَسِمُ الْمُضْطَرِبُ بِحَسْبِ مَوْقِعِ الْاِضْطِرَابِ فِيْهِ اِلىٰ قِسْمَيْنِ ، مُضْطَرِبُ السَّنَدِ وَمُضْطَرِبُ الْمَتْنِ . وَوُقُوْعُ الْاِضْطِرَابِ فِي السَّنَدِ أَكْثَرُ.(أ) مُضْطَرِبُ السَّنَدِ : وَمِثَالُهُ : حَدِيْثُ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَاكَ شِبْتَ ، قَالَ : " شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَأَخَوَاتُهَا ".[الترمذی] قَالَ الدَّارَقُطْنِيْ : " هٰذَا مُضْطَرِبٌ ، فَاِنَّهُ لَمْ يُرْوَ اِلَّا مِنْ طَرِيْقِ أَبِيْ اِسْحَاقَ وَقَدِ اخْتُلِفَ عَلَيْهِ فِيْهِ عَلىٰ نَحْوِ عَشَرَةِ أَوْجُهٍ، فَمِنْهُمْ مَنْ رَوَاهُ مُرْسَلًا ، وَمِنْهُمْ مَنْ رَوَاهُ مَوْصُوْلًا ، وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ مِنْ مُسْنَدِ أَبِيْ بَكْرٍؓ ، وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ مِنْ مُسْنَدِ سَعْدٍؓ ، وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ مِنْ مُسْنَدِ عَائِشَةَؓ ، وَغَيْرُ ذٰلِكَ. وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ لَا يُمْكِنُ تَرْجِيْحُ بَعْضِهِمْ عَلىٰ بَعْضٍ وَالْجَمْعُ مُتَعَذِّرٌ ".

ترجمہ: اس کی قسمیں: اضطراب واقع ہونے کی جگہ کے لحاظ سے مضطرب دو قسموں میں منقسم ہو: مضطرب السند، مضطرب المتن اور سند میں اضطراب کا وقوع زیادہ ہو۔ (أ) مضطرب السند: اس کی مثال حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حدیث ہو کہ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے نزدیک آپ بوڑھے ہوگئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سورۂ ہود اور اس جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کردیا ہو''۔ دار قطنیؒ نے کہا کہ یہ حدیث مضطرب ہو کیونکہ صرف ابو اسحاق کی سند سے مروی ہو اور اس میں ابو اسحاق پر تقریباً دس طریقوں پر اختلاف ہوا ہو، چنانچہ ان میں سے کسی نے اس کو مرسل روایت کیا، کسی نے موصول روایت کیا، کسی نے مسندِ ابوبکرؓ سے قرار دیا، کسی نے مسندِ سعدؓ سے قرار دیا، اور کسی نے مسندِ عائشہؓ سے قرار دیا وغیرہ۔ حدیث کے تمام رواۃ ثقہ ہیں، ان میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا سکیں نہیں اور تطبیق مشکل ہو۔

شرح :- مضطرب کی دو قسمیں ہیں اس لیے کہ اضطراب کبھی تو سند میں واقع ہوگا صحیح سند میں

رواۃ کے ناموں میں شدید اختلاف ہوگا جس میں ترجیح یا تطبیق نہیں ہوسکے گی، اس کو مضطرب السند کہتے ہیں اور کبھی متن کے الفاظ وغیرہ میں واقع ہوگا جس میں بھی ترجیح یا تطبیق سکیں نہ ہوگی، اس کو مضطرب المتن کہتے ہیں۔

مضطرب السند کی مثال وہ حدیث نو جس میں کسی صحابی نے نبی کریم ﷺ سے اس وقت عرض کیا جب آپ کی ریش مبارک میں کچھ بال سفید ہوگئے تھے کہ اے اللہ کے رسول! آپ بوڑھے ہوگئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سورۂ ہود اور اس جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ بعض روایات میں سورۂ ہود کے ساتھ سورۂ واقعہ، مرسلات، عم یتساءلون اور سورۂ تکویر کا بھی ذکر نو۔ اس روایت میں کئی جگہ اضطراب نو کیونکہ سندِ حدیث کا دارومدار ابواسحاق پر نو اور ان سے کوئی مرسَل روایت کرتا نو تو کوئی مسند صحیح مصطلح سند کے ساتھ، پھر کسی نے صحابی حضرت ابوبکرؓ کو قرار دیا اور کسی نے حضرت عائشہؓ کو اور کسی نے حضرت سعدؓ کو۔ اس طرح تقریباً دس جگہ اختلاف نو اور کسی کو کسی پر ترجیح دینا سکیں نہیں نو لہٰذا یہ حدیث مضطرب السند نو۔

(ب) مُضْطَرِبُ الْمَتْنِ : وَمِثَالُهُ : مَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ : "سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الزَّكَاةِ فَقَالَ : اِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ "وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ بِلَفْظِ " لَيْسَ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ " ، قَالَ الْعِرَاقِيُّ :"فَهٰذَا اضْطِرَابٌ لَا يَحْتَمِلُ التَّأْوِيْلَ".

ترجمہ: (ب) مضطرب المتن: اس کی مثال وہ حدیث نو جس کو امام ترمذی نے شریک کے واسطے سے انہوں نے ابوحمزہ سے، انہوں نے شعبیؒ سے، اور انہوں نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے زکوٰۃ کے متعلق پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ حق نو''، اور ابن ماجہ نے اس کو اسی سند سے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا کہ ''مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی حق نہیں''، علامہ عراقی نے کہا کہ یہ ایک اضطراب نو جو تاویل کا احتمال نہیں رکھتی نو۔

شرح: - مضطرب المتن کی مثال فاطمہ بنت قیسؓ کی مذکورہ بالا حدیث سے دی جا رہی نو جس

کے الفاظ دے ں جگہ مختلف ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں حق ثابت کیا گیا نو جبکہ دوسری جگہ اس کی نفی کی گئی۔ علامہ عراقی کہتے ہیں کہ ان دے ں میں اضطراب نواوران میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی نو۔ بعض حضرات نے علامہ عراقیؒ کے دعویٰ کو رد کیا نواور تاویل کوسکیں قرار دیا نو۔ وہ اس طرح کہ ''مال میں زکوٰۃ کے سوا حق نو'' سے ضیافت اور مالی تعاون وغیرہ حق مراد نو جو عرفاً بھی لازم سمجھا جاتا نواور دوسری حدیث میں حق کی نفی سے، وہ حق مراد نو جو شرعاً واجب صحیح فرض ہو، چنانچہ زکوٰۃ کے علاوہ کوئی مقررہ معینہ حد فرض نہیں۔ اس طرح ان دو حدیثوں کے متعلق یہ کہا جا نو کہ یہ راجح ومرجوح کی مثال نو واللہ اعلم [دیکھئے شرح النزھۃ للقاری]

٥ – مِمَّنْ يَقَعُ الْاِضْطِرَابُ ؟ (أ) قَدْ يَقَعُ الْاِضْطِرَابُ مِنْ رَاوٍ وَاحِدٍ ، بِأَنْ يَرْوِيَ الْحَدِيْثَ عَلىٰ أَوْجُهٍ مُخْتَلِفَةٍ .(ب) وَقَدْ يَقَعُ الْاِضْطِرَابُ مِنْ جَمَاعَةٍ ، بِأَنْ يَرْوِيَ كُلٌّ مِنْهُمُ الْحَدِيْثَ عَلىٰ وَجْهٍ يُخَالِفُ رِوَايَةَ الْآخَرِيْنَ .

٦ – سَبَبُ ضُعْفِ الْمُضْطَرِبِ :وَسَبَبُ ضُعْفِ الْمُضْطَرِبِ أَنَّ الْاِضْطِرَابَ يُشْعِرُ بِعَدَمِ ضَبْطِ رُوَاتِهِ . ٧ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ :كِتَابُ " الْمُقْتَرِبُ فِيْ بَيَانِ الْمُضْطَرِبِ "لِلْحَافِظِ ابْنِ حَجَرَ .

ترجمہ: اضطراب کس سے واقع ہوتا نو؟ (أ) کبھی اضطراب ایک ہی راوی سے واقع ہوتا نو اس طرح سے کہ وہ حدیث کو مختلف انداز سے روایت کرے۔ (ب) اور کبھی اضطراب ایک جماعت سے واقع ہوتا نو اس طرح سے کہ ان میں سے ہر ایک حدیث کو دوسروں کی روایت کے مخالف طریقہ پر روایت کرے۔ حدیثِ مضطرب کے ضعف کی وجہ: مضطرب کے ضعف کی وجہ یہ نو کہ اضطراب راویوں میں ضبط نہ ہونے کا پتہ دیتا نو۔ اس بارے میں مشہور ترین تصنیف: حافظ ابن حجرؒ کی کتاب الْمُقْتَرِبُ فِيْ بَيَانِ الْمُضْطَرِبِ نو۔

شرح:- اضطراب کبھی تو ایک ہی راوی سے واقع ہوتا نو جس کی وجہ یہ نو کہ وہ حدیث کو ایک طریقے سے روایت نہیں کرتا بلکہ اس کے لیے مختلف طریقے استعمال کرتا نواور کبھی ایک جماعت اضطراب میں مبتلا ہوتی نو صحیح ان میں سے ہر ایک دوسرے سے مختلف طریقے پر حدیث بیان

کرے۔ حدیث کا اضطراب راوی کا حافظہ کم ہونے پر دلالت کرتا ہے اس لیے مضطرب ضعیف کی قسموں میں سے ہے۔ اس جگہ مصنف نے مذکورہ قسم یعنی مضطرب کا حکم صراحۃً بیان نہیں کیا۔ مضطرب کی دونوں قسمیں جب سہواً یا خطأً ہوں تو راوی کے ضعیف ہونے کی دلیل ہیں جس سے حدیث بھی ضعیف کہلائے گی اور قصداً ایسا کرنا حرام ہے اور اس سے حدیث موضوع ہو جائے گی۔ البتہ اگر امتحان لینے کی غرض سے حدیث کی سند یا متن میں ردّوبدل کیا جائے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ اُسی مجلس میں اس کی وضاحت بھی ہو جائے۔　　[کذا فی الکتب المعتمدۃ] واللہ اعلم

اَلْمُصَحَّفُ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنَ "التَّصْحِيْفِ" وَهُوَ الْخَطَأُ فِي الصَّحِيْفَةِ، وَمِنْهُ "الصَّحَفِيُّ" وَهُوَ مَنْ يُخْطِيءُ فِيْ قِرَاءَةِ الصَّحِيْفَةِ فَيُغَيِّرُ بَعْضَ أَلْفَاظِهَا بِسَبَبِ خَطَئِهِ فِيْ قِرَاءَتِهَا . (ب) تَغْيِيْرُ الْكَلِمَةِ فِي الْحَدِيْثِ إِلىٰ غَيْرِ مَارَوَاهَا الثِّقَاتُ لَفْظاً أَوْ مَعْنىً . ٢ – أَهَمِّيَّتُهُ وَدِقَّتُهُ : هُوَ فَنٌّ جَلِيْلٌ دَقِيْقٌ ، وَتَكْمُنُ أَهَمِّيَّتُهُ فِيْ كَشْفِ الْأَخْطَاءِ الَّتِيْ وَقَعَ فِيْهَا بَعْضُ الرُّوَاةِ، وَإِنَّمَا يَنْهَضُ بِأَعْبَاءِ هٰذِهِ الْمُهِمَّةِ الْحُذَّاقُ مِنَ الْحُفَّاظِ كَالدَّارَقُطْنِيِّ .

ترجمہ : مصحَّف۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: تصحیف سے اسم مفعول ہے اور وہ صحیفہ میں غلطی کرنا ہے، اسی سے صحفی ماخوذ ہے اور یہ وہ شخص ہے جو صحیفہ (کاغذ) پڑھنے میں غلطی کرے چنانچہ پڑھنے میں غلطی کی وجہ سے وہ کچھ الفاظ کو بدل دیتا ہو۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: حدیث میں واقع کلمہ کو اس طریقے سے بدل دینا جس پر ثقات نے روایت کیا ہے۔ اس کی اہمیت و نزاکت: یہ انوا اور نازک فن ہے اور اس کی اہمیت ان اغلاط کی تحقیق میں پوشیدہ ہے جن میں بعض رواۃ واقع ہوئے ہیں۔ اور اس انوکام کی ذمہ داریوں کو لے کر ماہر حفاظ ہی اٹھتے ہیں جیسے دار قطنیؒ۔

شرح :- مصحَّف باب تفعیل کے مصدر تصحیف سے اسم مفعول ہے، تصحیف کے معنی ہیں صحیفہ یعنی کاغذ کے پڑھنے میں غلطی کرنا، اسی سے صحفی اس شخص کو کہتے ہیں جو صحیفہ پڑھنے میں غلطی کرے اور

بعض الفاظ کو بدل دے۔ اصطلاح کے مطابق مصحف وہ حدیث ہے جس میں راوی نے ثقہ راویوں کے پڑ . . کے طریقہ سے انحراف کیا ہو اور کسی اور لفظ سے اسے بدل دیا ہو۔ یہ نہایت باریک اور ا نوفن ہے ہر کوئی اس کے اہل نہیں ہوتا، اس کے لیے وہی لوگ تیار ہوتے ہیں جو حافظ حدیث ہوتے ہیں، ان میں امام دار قطنیؒ کا نام زیادہ مشہور ہے۔

٣ – تَقْسِيْمَاتُهُ : قَسَمَ الْعُلَمَاءُ الْمُصَحَّفَ اِلٰى ثَلَاثَةِ تَقْسِيْمَاتٍ ، كُلُّ تَقْسِيْمٍ بِاعْتِبَارٍ ، وَاِلَيْكَ قِسْمَيْنِ وَهُمَا :(أ) بِاعْتِبَارِ مَوْقِعِهِ : يَنْقَسِمُ الْمُصَحَّفُ بِاعْتِبَارِ مَوْقِعِهِ اِلٰى قِسْمَيْنِ وَهُمَا : ١ ...... تَصْحِيْفٌ فِي الْاِسْنَادِ : وَمِثَالُهُ : حَدِيْثُ شُعْبَةَ عَنِ " الْعَوَّامِ بْنِ مُرَاجِمٍ " صَحَّفَهُ ابْنُ مَعِيْنٍ فَقَالَ : عَنِ " الْعَوَّامِ بْنِ مُزَاحِمٍ " . ٢ ...... تَصْحِيْفٌ فِي الْمَتْنِ : وَمِثَالُهُ حَدِيْثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ " اِحْتَجَرَ فِي الْمَسْجِدِ ......" صَحَّفَهُ ابْنُ لَهِيْعَةَ فَقَالَ : " اِحْتَجَمَ فِي الْمَسْجِدِ ......" .

ترجمہ : اس کی تقسیمات۔ علماء نے مصحف کی تین تقسیمات فرمائی ہیں، ہر تقسیم ایک اعتبار سے ہے اور اب آپ دو قسمیں ملاحظہ کریں: (أ) اپنے واقع ہونے کی جگہ کے اعتبار سے: مصحف اپنی جائے وقوع کے اعتبار سے دو قسموں میں منقسم ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) تصحیف فی الاسناد، اور اس کی مثال شعبہ کی حدیث ہے جو عوّام بن مراجم سے مروی ہے، ابن معین نے اس کے پڑ . . میں غلطی کی چنانچہ کہا: "عوّام بن مزاحم"۔ (۲) تصحیف فی المتن، اور اس کی مثال زید بن ثابتؓ کی حدیث ہے کہ اِحْتَجَرَ فِي الْمَسْجِدِ ...... (نبی کریم ﷺ نے مسجد میں حجرہ بنایا) اس کے پڑ . . میں ابن لہیعہ نے غلطی کی چنانچہ کہا 'اِحْتَجَمَ فِي الْمَسْجِدِ' (مسجد میں پچھنے لگوائے)۔

شرح :- علماء نے تصحیف کی مختلف اعتبارات سے تقسیم کی ہے چنانچہ پہلی تقسیم اس کے محل وقوع کے اعتبار سے ہے کہ تصحیف واقع کہاں ہوئی؟ سند میں یا متن میں؟ تصحیف اگر سند میں واقع ہو تو وہ تصحیف فی الاسناد ہے یعنی سند پڑ . . میں غلطی کرنا جیسے شعبہؒ کی حدیث میں ایک نام عوّام بن مُراجم (راء اور جیم کے ساتھ) ہے لیکن ابن معینؒ سے اس کے پڑ . . میں غلطی ہوئی اور انھوں نے اس کو عوّام بن مزاحم (زاء اور حاء کے ساتھ) پڑھا۔

اگر تصحیف متن میں واقع ہو تو وہ تصحیف فی المتن کہلائے گی یعنی متن کے الفاظ میں غلطی کرنا جیسے حضرت زید بن ثابتؓ کی حدیث کے صحیح الفاظ اس طرح ہیں اِحْتَجَرَ فِی الْمَسْجِدِ ...... (نبی کریم ﷺ نے مسجد میں حجرہ بنایا......) لیکن ابن لہیعہؒ نے غلطی سے اس کو یوں پڑھا: اِحْتَجَمَ فِی الْمَسْجِدِ ...... (مسجد میں پچھنے لگوائے......) یعنی انھوں نے احتجر کو احتجم پڑھ دیا جس سے معنی بدل گیا۔ اس طرح تصحیف کی محل وقوع کے اعتبار سے دو قسمیں بنیں: تصحیف فی الاسناد، تصحیف فی المتن۔

(ب) بِاعْتِبَارِ مَنْشَئِهِ : وَيَنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ مَنْشَئِهِ اِلىٰ قِسْمَيْنِ أَيْضاً وَهُمَا :

١ ...... تَصْحِيْفُ بَصَرٍ : (وَهُوَ الْأَكْثَرُ) أَيْ يَشْتَبِهُ الْخَطُّ عَلىٰ بَصَرِ الْقَارِىءِ إِمَّا لِرَدَاءَةِ الْخَطِّ أَوْ عَدَمِ نَقْطِهِ . وَمِثَالُهُ : " مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ ...... " صَحَّفَهُ أَبُوْ بَكْرٍ الصَّوْلِيُّ فَقَالَ : " مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ شَيْئًا مِنْ شَوَّالٍ ...... " فَصَحَّفَ "سِتًّا" اِلىٰ "شَيْئًا". ٢ ...... تَصْحِيْفُ السَّمْعِ : أَيْ تَصْحِيْفٌ مَنْشَؤُهُ رَدَاءَةُ السَّمْعِ أَوْ بُعْدُ السَّامِعِ أَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ فَتَشْتَبِهُ عَلَيْهِ بَعْضُ الْكَلِمَاتِ لِكَوْنِهَا عَلىٰ وَزْنٍ صَرْفِيٍّ وَاحِدٍ . وَمِثَالُهُ : حَدِيْثٌ مَرْوِيٌّ عَنْ " عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ " صَحَّفَهُ بَعْضُهُمْ فَقَالَ : "وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ".

ترجمہ : وجود کے سبب کے اعتبار سے: اور تصحیف اپنے سببِ وجود کے اعتبار سے بھی دو قسموں میں منقسم ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) تصحیف البصر : (اور یہ زیادہ ہے) یعنی خط کمزور ہونے یا اس میں نقطے نہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے والے کی نگاہ میں خط مشتبہ ہو جائے۔ اس کی مثال حدیث مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ ...... (جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھے) ہے، ابوبکر صولی نے اس یوں غلط پڑھا: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ شَيْئاً مِنْ شَوَّالٍ ...... (جس نے رمضان کے روزے رکھے اور کچھ دن شوال کے بھی روزے رکھے) چنانچہ انھوں نے سِتًّا کو غلطی سے شَيْئاً پڑھا۔ (۲) تصحیف السمع : یعنی وہ تصحیف جس کا سبب صحیح طرح نہ سننا یا سامع کا دور ہونا یا اس جیسی کوئی اور وجہ کا ہونا ہے جس کے اثر سے کچھ کلمات

اس پر مشتبہ ہو جائیں کیونکہ وہ ایک وزنِ صرفی کے مطابق ہوتے ہیں۔اس کی مثال ایک حدیث ہے جو عاصم الأحول سے مروی ہے، بعض محدثین نے اس کو غلط پڑھا اور کہا: واصل الأحدب۔

شرح:- تصحیف کا سبب کیا بنتا ہے؟ اس اعتبار سے بھی تصحیف کی دو قسمیں ہیں:

(ا) تصحیف البصر: یعنی دیکھنے میں غلطی کرنا جو پڑ.. میں غلطی کا سبب بنے یعنی پڑ.. والے نے یا تو سرسری دیکھا جس سے ایک لفظ اُسے دوسرا لفظ لگا یا لکھنے والے کا خط کمزور اور غیر واضح تھا یا پھر اس میں لفظوں پر نقطے نہیں لگائے گئے تھے تو ان امور کا تعلق دیکھنے سے ہے اس لیے اس کو تصحیف البصر کہتے ہیں اور زیادہ تر اسی قسم کی غلطیاں واقع ہوتی ہیں۔اس کی مثال جیسے شوال کے روزوں سے متعلق مذکورہ بالا حدیث ہے جس میں سِتًا (چھ) کو ابوبکر صولی نے شَیْئاً پڑھ دیا تو اس کی وجہ ان ہی تین باتوں میں سے ایک ہے۔ واللہ اعلم

(۲) تصحیف السمع: یعنی غلطی کا سبب یہ بنے کہ جس وقت حدیث بیان کی جارہی تھی سامع نے بے توجہی سے سنا یا وہ دور تھا جس کی وجہ سے صحیح سمجھ نہیں سکا یا اس سے ملتی جلتی کوئی اور وجہ جس کا تعلق سامع کے سننے سے ہو جیسے ایک راوی کا صحیح نام عاصم الأحول ہے مگر بعض محدثین نے اس کو واصل الأحدب نقل کیا جو بظاہر ان کی سماعت کی غلطی ہے۔

(جـ) بِاعْتِبَارِ لَفْظِهِ أَوْ مَعْنَاهُ : وَيَنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ لَفْظِهِ أَوْ مَعْنَاهُ إِلَىٰ قِسْمَيْنِ وَهُمَا :

١ ...... تَصْحِيْفٌ فِي اللَّفْظِ : " وَهُوَ الْأَكْثَرُ " وَذٰلِكَ كَالْأَمْثِلَةِ السَّابِقَةِ .

٢ ...... تَصْحِيْفٌ فِي الْمَعْنىٰ : أَيْ أَنْ يُبْقِيَ الرَّاوِي الْمُصَحِّفُ اللَّفْظَ عَلىٰ حَالِهِ ، لٰكِنْ يُفَسِّرُهُ تَفْسِيراً يَدُلُّ عَلىٰ أَنَّهُ فَهِمَ مَعْنَاهُ فَهْماً غَيْرَ مُرَادٍ . وَمِثَالُهُ : قَوْلُ أَبِي مُوْسَى الْعَنَزِيِّ : " نَحْنُ قَوْمٌ لَنَا شَرَفٌ، نَحْنُ مِنْ عَنَزَةَ ، صَلىًّ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " يُرِيْدُ بِذٰلِكَ حَدِيْثَ " اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلىًّ إِلىٰ عَنَزَةٍ " فَتَوَهَّمَ أَنَّهُ صَلىًّ إِلىٰ قَبِيْلَتِهِمْ، وَإِنَّمَا الْعَنَزَةُ هُنَا الْحَرْبَةُ تُنْصَبُ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ .

ترجمہ: تصحیف کی اس کے لفظ یا معنی کے اعتبار سے تقسیم: اور تصحیف اپنے لفظ یا معنی کے اعتبار سے دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہے اور وہ یہ ہیں: (ا) تصحیف فی اللفظ: اور زیادہ تر یہی ہے، اور یہ سابقہ

مثالوں کی طرح ہے۔(۲) تصحیف فی المعنی: یعنی یہ کہ غلطی کرنے والا راوی لفظ کو اس کی اپنی حالت پر برقرار رکھے مگر اس کی ایسی تفسیر کرے جو اس بات کی دلیل ہو کہ اس نے اس کا وہ معنی سمجھا ہے جو کہ مراد نہیں۔ اس کی مثال ابو موسیٰ عنزی کا قول کہ " نو شرف وعزت والے ہیں، نو قبیلہ عنزہ سے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف رُخ کر کے نماز پڑھی ہے" اس سے ان کی مراد حدیث اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی اِلیٰ عَنَزَۃٍ ہے تو انہیں یہ وہم ہوا کہ آپ نے ان کے قبیلے کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی حالانکہ یہاں عنزہ برچھی ہے جس کو نمازی کے آگے گاڑا جاتا ہے۔

شـــرح:- یہ تصحیف کی تیسری تقسیم کا بیان ہے جس میں دو قسمیں ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ تصحیف یا تو لفظ میں واقع ہوگی یا معنی میں۔ اگر لفظ میں واقع ہو تو اس کو تصحیف فی اللفظ کہیں گے اور اس کی مثال وہ سب ہے جو اوپر مذکور ہوا کیونکہ ان تمام میں تلفظ کی غلطی تھی۔ اگر لفظ اسی طرح رہے لیکن سمجھنے والا اس سے غیر مرادی معنی کا قصد کرے تو اس کی مثال جیسے حدیث میں ہے اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی اِلیٰ عَنَزَۃٍ یعنی نبی کریم ﷺ نے جب صحراء میں نماز ادا کی تو اپنے آگے برچھی زمین میں رکھوائی اور اسے سترہ بنا کر اس کی طرف ہی رُخ کر کے نماز ادا کی۔ اس میں عنزہ برچھی کے معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن ابو موسیٰ عنزی جن کا قبیلہ عنزہ سے ہے انھوں نے حدیث میں عنزہ سے اپنا قبیلہ مراد لیا اور حدیث کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھا ہے۔ حالانکہ حدیث میں عنزہ قبیلے کے لیے استعمال نہیں ہوا بلکہ برچھی کے لیے ہوا ہے، تو یہ تصحیف فی المعنی ہے۔

تَقْسِیْمُ الْحَافِظِ ابْنِ حَجَرَ : هٰذَا وَقَدْ قَسَمَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرَ التَّصْحِیْفَ تَقْسِیْماً آخَرَ فَجَعَلَهٗ قِسْمَیْنِ وَهُمَا :(أ) اَلْمُصَحَّفُ : وَهُوَ مَا كَانَ التَّغْیِیْرُ فِیْهِ بِالنِّسْبَةِ اِلیٰ نَقْطِ الْحُرُوْفِ مَعَ بَقَاءِ صُوْرَةِ الْخَطِّ .(ب) اَلْمُحَرَّفُ : وَهُوَ مَا كَانَ التَّغْیِیْرُ فِیْهِ بِالنِّسْبَةِ اِلیٰ شَكْلِ الْحُرُوْفِ مَعَ بَقَاءِ صُوْرَةِ الْخَطِّ .

ترجمہ : حافظ ابن حجرؒ کی تقسیم: یہ سمجھ لیجیے اور تحقیق حافظ ابن حجرؒ نے تصحیف کی ایک اور تقسیم بیان کی ہے چنانچہ انھوں نے تصحیف کی دو قسمیں بنائی ہیں جو یہ ہیں: (ا) مصحَّف: اور یہ وہ غلطی ہے جس میں تبدیلی حروف کے نقطوں کی بہ نسبت واقع ہو لبتہ خط کی صورت باقی رہے۔(ب) محرَّف: اور یہ

وہ ہے جس میں تبدیلی حروف کی شکل وصورت کی بہ نسبت واقع ہو لبتہ خط کی صورت باقی ہو۔

شرح :- حافظ ابن حجرؒ نے تصحیف کی ایک اور انداز سے تقسیم فرمائی ہے چنانچہ انہوں نے اس کی مندرجہ ذیل دو قسمیں بنائی ہیں:

(۱) مصحف (۲) محرَّف۔ مصحَّف کا مصدر تصحیف ہی ہے اور اس سے مراد ان کی حروف کی شکل باقی رکھتے ہوئے نقطوں میں غلطی کرنا ہے جیسے مُـرَاجِم کو مُـزَاحِم پڑھنا۔ محرَّف کا مصدر تحریف ہے اور یہ حرف سے نکلا ہے یعنی کسی حرف کو بگاڑ دینا جس میں نقطے تو اسی ترتیب سے رہیں جس طرح حقیقت میں ہیں لیکن حروف کی حرکات بدل جائیں جیسے أَبَیٌّ کی جگہ أُبِیْ پڑھ دیا جائے۔

٥ - هَلْ يَقْدَحُ التَّصْحِيْفُ بِالرَّاوِیْ ؟ ١ ...... إِذَا صَدَرَ مِنَ الرَّاوِیْ نَادِراً فَإِنَّهُ لَا يَقْدَحُ فِیْ ضَبْطِهِ لِأَنَّهُ لَا يَسْلَمُ مِنَ الْخَطَأِ وَالتَّصْحِيْفِ الْقَلِيْلِ أُحَدٌ . ٢ ...... وَإِذَا كَثُرَ ذٰلِكَ مِنْهُ فَإِنَّهُ يَقْدَحُ فِیْ ضَبْطِهِ ، وَيَدُلُّ عَلیٰ خِفَّتِهِ وَأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ هٰذَا الشَّأْنِ .

٦ - اَلسَّبَبُ فِیْ وُقُوْعِ الرَّاوِیْ فِی التَّصْحِيْفِ الْكَثِيْرِ :غَالِباً مَا يَكُوْنُ السَّبَبُ فِیْ وُقُوْعِ الرَّاوِیْ فِی التَّصْحِيْفِ هُوَ أُخْذُ الْحَدِيْثِ مِنْ بُطُوْنِ الْكُتُبِ وَالصُّحُفِ ، وَعَدَمُ تَلَقِّيْهِ عَنِ الشُّيُوْخِ وَالْمُدَرِّسِيْنَ ، وَلِذٰلِكَ حَذَّرَ الْأَئِمَّةُ مِنْ أُخْذِ الْحَدِيْثِ عَمَّنْ هٰذَا شَأْنُهُمْ وَقَالُوْا : " لَا يُؤْخَذُ الْحَدِيْثُ مِنْ صَحَفِيٍّ " أُیْ لَا يُؤْخَذُ عَمَّنْ أُخَذَهٗ مِنَ الصُّحُفِ " .

ترجمہ : کیا تصحیف راوی کو مجروح کرتی ہے؟ (۱) جب راوی سے تصحیف کبھی کبھی صادر ہو تو یہ اس کے ضبط میں نقص پیدا نہیں کرے گی اس لیے کہ غلطی اور معمولی تصحیف سے کوئی محفوظ نہیں۔ (۲) اور جب یہ اس سے زیادہ پائی جائے تو اس کے ضبط میں نقص پیدا کرے گی اور ضبط میں کمی پر دلالت کرے گی اور اس پر کہ یہ شخص اس فن کے اہل لوگوں میں سے نہیں ہے۔ راوی کے تصحیف کثیر میں وقوع کا سبب: راوی کے تصحیف میں وقوع کا اکثر و بیشتر سبب کتابوں اور صحیفوں (لٹریچر وغیرہ) سے حدیث حاصل کرنا اور شیوخ و مدرسین سے حاصل نہ کرنا ہوتا ہے، اسی وجہ سے ائمہ نے اس قسم کے لوگوں حدیث حاصل کرنے سے منع کیا ہے اور کہا ہے : ''کسی صحفی سے حدیث نہ لی جائے''، یعنی

ان لوگوں سے نہ لی جائے جنہوں نے صحیفوں (لٹریچر وغیرہ) سے حدیث حاصل کی ہو۔

شرح :- اس میں کوئی شک نہیں کہ تصحیف سے کلی طور پر کوئی محفوظ نہیں بلکہ ہر شخص سے چاہے وہ خواص سے ہو یا عوام سے تصحیف واقع ہو سکتی ہے اس لیے کبھی کبھی تصحیف کا ہونا راوی پر جرح کا سبب نہیں البتہ ایسا جب کئی دفعہ سرزد ہو تو یہ ضبط کے حوالے سے اس کی حیثیت کو مجروح کرے گی کیونکہ یہ حفظ واتقان میں کمی کی واضح دلیل ہے۔ رہی یہ بات کہ تصحیف کی کثرت کا سبب کیا ہے؟ تو اس کا اکثر سبب مشائخ ومعلمین سے باقاعدگی کے ساتھ علم حدیث حاصل کرنے کی بجائے محض کتابوں اور لٹریچروں سے دیکھ دیکھ کر حدیث یاد کرنا اور نقل کرنا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے ایسے شخص سے حدیث لینے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے جس نے کتابوں اور کاغذات سے حدیث سیکھی ہو۔

٧ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ :(أ) اَلتَّصْحِيْفُ لِلدَّارَقُطْنِيِّ .(ب) إِصْلاَحُ خَطَأِ الْمُحَدِّثِيْنَ لِلْخَطَّابِيْ .(جـ) تَصْحِيْفَاتُ الْمُحَدِّثِيْنَ لِأَبِيْ أَحْمَدَ الْعَسْكَرِيِّ .

ترجمہ : اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: (أ) التصحیف :یہ دار قطنیؒ کی تصنیف ہے۔ (ب) اصلاح خطأ المحدثین :یہ علامہ خطابیؒ کی تصنیف ہے۔ (ج) تصحیفات المحدثین: یہ ابو احمد عسکریؒ کی تصنیف ہے۔

شرح :- امام دار قطنیؒ اور ابو احمد عسکریؒ کو تصحیف کی پہچان میں کمال مہارت حاصل تھی اور علامہ خطابیؒ کی کتاب بھی اس سلسلے میں بڑا اہم مرجع ہے اور عام طور پر دستیاب ہے۔

اَلشَّاذُّ وَالْمَحْفُوْظُ

١ – تَعْرِيْفُ الشَّاذِّ : (أ) لُغَةً : إِسْمُ فَاعِلٍ مِنْ "شَذَّ" بِمَعْنٰى "اِنْفَرَدَ" فَالشَّاذُّ مَعْنَاهُ "الْمُنْفَرِدُ عَنِ الْجُمْهُوْرِ". (ب) اِصْطِلاَحاً : مَا رَوَاهُ الْمَقْبُوْلُ مُخَالِفاً لِمَنْ هُوَ أَوْلٰى مِنْهُ . ٢ – شَرْحُ التَّعْرِيْفِ : اَلْمَقْبُوْلُ هُوَ : الْعَدْلُ الَّذِىْ تَمَّ ضَبْطُه ، أَوِ الْعَدْلُ الَّذِىْ خَفَّ ضَبْطُهُ ، وَمَنْ هُوَ أَوْلٰى مِنْهُ أَىْ أَرْجَحُ مِنْهُ لِمَزِيْدِ ضَبْطِهِ أَوْ كَثْرَةِ عَدَدٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ وُجُوْهِ التَّرْجِيْحَاتِ . هٰذَا وَقَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْ تَعْرِيْفِهِ عَلٰى أَقْوَالٍ مُتَعَدِّدَةٍ ، لٰكِنَّ هٰذَا التَّعْرِيْفَ هُوَ الَّذِىْ اخْتَارَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ وَقَالَ : اِنَّهُ

الْمُعْتَمَدُ فِيْ تَعْرِيْفِ الشَّاذِّ بِحَسْبِ الْإِصْطِلَاحِ.

ترجمہ : شاذ اور محفوظ۔شاذ کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ "شَذَّ" بمعنی الگ ہوا، سے اسم فاعل ہے، لہذا شاذ، اس کے معنی ہیں "اکثریت سے الگ ہونے والا"۔(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ حدیث ہے جس کو مقبول اپنے سے بہتر کی مخالفت کرتے ہوئے روایت کرے۔
تعریف کی وضاحت: مقبول یا تو وہ عدل ہے جس کا ضبط مکمل ہو یا پھر وہ عدل ہے جس کا ضبط کم ہو۔اور جو اس سے بہتر ہے یعنی ضبط کی زیادتی یا رواۃ کی کثرت وغیرہ وجوہِ ترجیح میں سے کسی کی وجہ سے راجح ہے۔اسے یاد رکھیے، اور تحقیق اس کی تعریف میں علماء کا کئی اقوال پر اختلاف واقع ہوا ہے مگر یہی وہ تعریف ہے جس کو حافظ ابن حجرؒ نے اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ: شاذ کی باعتبار اصطلاح تعریف میں یہی قابلِ اعتماد ہے۔

شرح :- شاذ، باب نصر کے مصدر الشذوذ سے اسم فاعل ہے، شذوذ کے معنی الگ ہونے کے ہیں لہذا شاذ کا مفہوم ہوا "اکثریت اور جمہور سے الگ ہونے والا"۔حدیث کو بھی اس وقت شاذ کا نام دیا جاتا ہے جب وہ اکثر رواۃ کی روایت سے مختلف مروی ہو۔اصطلاح میں شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو مقبول راوی اپنے سے بہتر راوی کے مخالف روایت کرے۔اس کی تشریح یہ ہے کہ مقبول دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو عدل ہونے کے ساتھ کامل الضبط بھی ہو اور دوسرا وہ جو عدل ہو مگر کامل الضبط نہ ہو بلکہ اس کا ضبط پہلی قسم کے راوی کے مقابلے میں قدرے کم ہو۔اب مقبول سے بہتر مقبول وہ ہوگا جس میں یا تو ضبط زیادہ ہو یا پھر اس کی روایت کے مطابق رواۃ کی بڑی تعداد روایت کرتی ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور وجہِ ترجیح اس میں موجود ہو۔شاذ کی دوسری تعریف بھی کی گئی ہے وہ یہ کہ شاذ وہ حدیث ہے جس کی صرف ایک ہی اسناد ہو۔مگر سب سے بہتر اور پسندیدہ تعریف وہی ہے جو یہاں اختیار کی گئی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسی پر اعتماد نقل کیا ہے۔

٣ - أَيْنَ يَقَعُ الشُّذُوْذُ ؟ يَقَعُ الشُّذُوْذُ فِي السَّنَدِ ، كَمَا يَقَعُ فِي الْمَتْنِ أَيْضاً .
(أ) مِثَالُ الشُّذُوْذِ فِي السَّنَدِ : "مَارَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ طَرِيْقِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ أَنَّ رَجُلاً تُوُفِّيَ

عَلىٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثاً اِلَّا مَوْلىً هُوَ أَعْتَقَهُ " وَتَابَعَ ابْنَ عُيَيْنَةَ عَلىٰ وَصْلِهِ ابْنُ جُرَيْجٍ وَغَيْرُهُ، وَخَالَفَهُمْ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ فَرَوَاهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ. وَلِذَا قَالَ أَبُوْ حَاتِمٍ: " اَلْمَحْفُوْظُ حَدِيْثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ " فَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ مِنْ أَهْلِ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ، وَمَعَ ذٰلِكَ فَقَدْ رَجَّحَ أَبُوْ حَاتِمٍ رِوَايَةَ مَنْ هُمْ أَكْثَرُ عَدَداً مِنْهُ.

ترجمہ: ۃ شذوذ کہاں واقع ہوتا ہے؟ شذوذ سند میں واقع ہوتا ہے جس طرح کہ متن میں بھی واقع ہوتا ہے۔ (أ) سند میں شذوذ کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عُیینہ عن عمرو بن دینار عن عوسجہ عن ابن عباسؓ کی سند سے روایت کیا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے وفات پائی اور اس کے پیچھے ایک آقا کے سوا کوئی وارث نہیں تھا جس نے اس کو آزاد کیا تھا"۔ سند کے موصول ہونے پر ابن جریج وغیرہ نے ابن عُیینہ کی متابعت کی ہے، اور حماد بن زید نے مخالفت، چنانچہ انہوں نے اس کو عمرو بن دینار عن عوسجہ سے روایت کیا اور ابن عباسؓ کا ذکر نہیں کیا۔ اسی وجہ سے ابو حاتمؒ نے کہا: "محفوظ ابن عُیینہ کی حدیث ہے"، تو حماد بن زید عدالت وضبط سے موصوف حضرات میں سے ہیں، اس کے باوجود ابو حاتمؒ نے ان لوگوں کی روایت کو راجح قرار دیا جن کی تعداد ان سے زیادہ تھی۔

شرح:- شذوذ اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے دو قسموں پر ہے: (۱) سند میں شذوذ (۲) متن میں شذوذ۔ سند میں شذوذ سے مراد یہ ہے کہ تمام یا اکثر محدثین سند کو جس طرح یا جن رواۃ سے نقل کریں ایک محدث ان کی مخالفت کرتے ہوئے دوسری طرح یا دوسرے رواۃ سے نقل کرے مثلاً حدیث "أَنَّ رَجُلاً تُوُفِّيَ عَلىٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثاً اِلَّا مَوْلىً هُوَ أَعْتَقَهُ" کیونکہ ابن عُیینہ اور ان کی متابعت میں ابن جریج وغیرہ کئی حضرات نے سند کو متصلاً حضرت ابن عباسؓ کے واسطے سے بیان کیا ہے جس سے حدیث مسنَد کہلائے گی مگر حماد بن زیدؒ نے ان کے برخلاف عوسجہؒ کے بعد ابن عباسؓ کا ذکر نہیں کیا بلکہ عوسجہ جو کہ تابعی ہیں، انہی سے عہدِ نبوی ﷺ کا مذکورہ واقعہ نقل کیا ہے۔ اس طرح حدیث مرسَل کہلائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ ابن عُیینہؒ اور ابن جریجؒ وغیرہ کی طرح حماد بن زید بھی ثقہ ہیں، ایک

ثقہ دوسرے ثقات کی مخالفت کر رہا ہو تو ترجیح کس کی روایت کو دی جائے اور حدیث مسند کہلائے گی یا مرسل؟ تو اس سلسلے میں ہمارے سامنے ابو حاتمؒ کا قول ہے جنہوں نے کثرتِ رواۃ کی بناء پر ابن عُیینہؒ کی روایت کو حمادؒ کی روایت پر ترجیح دی ہے پس حدیث مسند کہلائے گی نہ کہ مرسل۔

(ب) مِثَالُ الشُّذُوْذِ فِي الْمَتْنِ : مَا رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِالْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ مَرْفُوْعاً : " اِذَا صَلّیٰ أَحَدُكُمُ الْفَجْرَ فَلْيَضْطَجِعْ عَنْ يَمِيْنِهِ " قَالَ الْبَيْهَقِيُّ : خَالَفَ عَبْدَالْوَاحِدِ الْعَدَدُ الْكَثِيْرُ فِي هٰذَا ، فَاِنَّ النَّاسَ اِنَّمَا رَوَوْهُ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَا مِنْ قَوْلِهِ ، وَانْفَرَدَ عَبْدُالْوَاحِدِ مِنْ بَيْنِ ثِقَاتِ أَصْحَابِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

ترجمہ: متن میں شذوذ کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو ابو داؤد اور ترمذی نے عبدالواحد بن زیاد عن الأعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃؓ کی سند سے مرفوعاً روایت کیا کہ "جب تم میں سے کوئی فجر کی نماز پڑھ لے تو اسے چاہیے کہ دائیں کروٹ پر سو جائے"۔ بیہقیؒ نے کہا: اس میں بڑی تعداد نے عبدالواحد کی مخالفت کی ہے کیونکہ لوگوں نے اس کو نبی کریم ﷺ کے فعل سے روایت کیا نہ کہ قول سے، اور ان الفاظ کے ساتھ اعمش کے تمام شاگردوں سے عبدالواحد منفرد ہوا۔

شرح:- متن میں واقع ہونے والے شذوذ کو شذوذ فی المتن کہتے ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ تمام یا اکثر رواۃ جن الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہوں ایک راوی ان کے مخالف دوسرے الفاظ کے ساتھ نقل کرے مثلاً مذکورہ بالا حدیث میں اعمشؒ کے اکثر ثقہ شاگردوں نے نبی کریم ﷺ کا عمل نقل کیا ہے کہ آپ (بعض اوقات) نمازِ فجر کے بعد دائیں کروٹ پر آرام فرما لیا کرتے تھے مگر ایک راوی جو کہ عبدالواحد بن زیاد ہیں وہ ان تمام سے مختلف روایت کرتے ہیں یعنی آپ کے عمل کے بجائے اسے قول نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نمازِ فجر کے بعد سونے کی ترغیب دی ہے۔

عبدالواحد بھی ثقہ ہیں اور اعمش کے دوسرے شاگرد بھی ثقہ ہیں، ترجیح کس کی روایت کو دی جائے؟ تو اس سلسلے میں محدثین نے کثرتِ رواۃ کی بناء پر اعمش کے ان شاگردوں کی روایت کو ترجیح دی ہے جنہوں نے اسے نبی کریم ﷺ کے فعل کے طور پر نقل کیا ہے۔

٤ - اَلْمَحْفُوْظُ : هٰذَا وَيُقَابِلُ الشَّاذَّ " الْمَحْفُوْظُ " وَهُوَ : مَا رَوَاهُ الْأَوْثَقُ مُخَالِفاً لِرِوَايَةِ الثِّقَةِ ، وَمِثَالُهُ : هُوَ الْمِثَالاَنِ الْمَذْكُوْرَانِ فِيْ نَوْعِ الشَّاذِّ .

٥ - حُكْمُ الشَّاذِّ وَالْمَحْفُوْظِ : مِنَ الْمَعْلُوْمِ أَنَّ الشَّاذَّ حَدِيْثٌ مَرْدُوْدٌ، أَمَّا الْمَحْفُوْظُ فَهُوَ حَدِيْثٌ مَقْبُوْلٌ .

ترجمہ: محفوظ: اسے یاد رکھیے، اور شاذ کے مقابل محفوظ ہے، اور یہ وہ حدیث ہے جس کو زیادہ ثقہ کسی اور ثقہ سے مختلف روایت کرے، اس کی مثال وہی دو مثالیں ہیں جو شاذ کی نوع میں بیان ہوئیں۔ شاذ اور محفوظ کا حکم: یہ معلوم ہو چکا ہے کہ شاذ حدیثِ مردود ہے، البتہ محفوظ حدیثِ مقبول ہے۔

شرح :- شاذ کے بالمقابل قسم کا نام محفوظ ہے، لغوی اعتبار سے یہ باب سمع کے مصدر الحفظ سے اسم مفعول ہے بمعنی جس کی حفاظت کی گئی۔ اصطلاح میں یہ وہ روایت ہے جس میں زیادہ ثقہ راوی دوسرے ثقہ راوی کی مخالفت کرے لیکن ترجیح زیادہ ثقہ راوی کی مذکورہ حدیث کو حاصل ہو۔

جس طرح شاذ کی دو قسمیں ہیں: شاذ بحیثیت سند، شاذ بحیثیت متن۔ اسی طرح محفوظ کی بھی دو قسمیں ہیں: محفوظ السند، محفوظ المتن۔ چونکہ یہ دونوں قسمیں شاذ کی دونوں قسموں کے بالمقابل راجح روایت کو کہتے ہیں اس لیے شاذ کے تحت ذکر کی جانے والی سند اور متن سے متعلق دونوں مثالیں محفوظ کی دونوں اقسام کی بھی مثالیں بنیں گی، فرق صرف اتنا ہے کہ ان مثالوں میں جو مرجوح ہے وہ شاذ ہے اور جو راجح ہے وہ محفوظ ہے، چنانچہ پہلی مثال میں ابن عُیینہ وغیرہ کی روایت محفوظ ہے اور دوسری روایت میں اعمش کے اکثر شاگردوں کی روایت محفوظ ہے۔

اَلْجَهَالَةُ بِالرَّاوِيْ

١ - تَعْرِيْفُهَا : (أ) لُغَةً : مَصْدَرُ " جَهِلَ " ضِدّ " عَلِمَ " وَالْجَهَالَةُ بِالرَّاوِيْ تَعْنِيْ عَدَمَ مَعْرِفَتِهِ .(ب) إِصْطِلاَحاً : عَدَمُ مَعْرِفَةِ عَيْنِ الرَّاوِيْ أَوْ حَالِهِ . ٢ - أَسْبَابُهَا : وَأَسْبَابُ الْجَهَالَةِ بِالرَّاوِيْ ثَلاَثَةٌ وَهِيَ :(أ) كَثْرَةُ نُعُوْتِ الرَّاوِيْ : مِنِ اسْمٍ أَوْ كُنْيَةٍ أَوْ لَقَبٍ أَوْ صِفَةٍ أَوْ حِرْفَةٍ أَوْ نَسَبٍ فَيَشْتَهِرُ بِشَيْءٍ مِنْهَا فَيُذْكَرُ بِغَيْرِ مَا اشْتَهَرَ بِهِ لِغَرَضٍ مِنَ الْأَغْرَاضِ ، فَيُظَنُّ أَنَّهُ رَاوٍ آخَرُ ، فَيَحْصُلُ الْجَهْلُ بِحَالِهِ .

(ب) قِلَّةُ رِوَايَتِهِ : فَلَا يَكْثُرُ الْأَخْذُ عَنْهُ بِسَبَبِ قِلَّةِ رِوَايَتِهِ ، فَرُبَّمَا لَمْ يَرْوِ عَنْهُ اِلَّا وَاحِدٌ .(جـ) عَدَمُ التَّصْرِيحِ بِاسْمِهِ : لِأَجْلِ الْاِخْتِصَارِ وَنَحْوِهِ، وَيُسَمَّى الرَّاوِيْ غَيْرُ الْمُصَرَّحِ بِاسْمِهِ " الْمُبْهَمَ ".

ترجمہ : راوی کا مجہول ہونا۔اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ جَهِلَ کا مصدر ہے جو عَلِمَ کا ضد ہے، اور راوی کے مجہول ہونے سے مراد اس کا مشہور نہ ہونا ہے۔(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: راوی کی ذات یا اس کی حالت کا مشہور نہ ہونا۔اس کے اسباب: راوی کی جہالت کے اسباب تین ہیں اور وہ یہ ہیں: (أ) راوی کے تعارُف کا زیادہ ہونا: جو نام یا کنیت یا لقب یا صفت یا پیشہ یا نسبت کے ساتھ ہو، پس وہ ان میں سے کسی کے ساتھ مشہور ہوگا اور کسی خاص غرض کے لیے غیر مشہور بہ کے ساتھ ذکر کیا جائے گا، جس سے اسے دوسرا راوی خیال کر لیا جائے گا اور اس کی حالت مجہول ہو جائے گی۔(ب) اس کی روایت کا کم ہونا: چنانچہ اس کے کم روایت کرنے کی بناء پر اس سے حصولِ حدیث کم ہوگا تو بسا اوقات اس سے صرف ایک ہی شخص روایت کر رہا ہوگا۔(ج) اس کے نام کی صراحت نہ کرنا: اختصار وغیرہ کی غرض سے اور جس راوی کے نام کی صراحت نہ کی جائے اس کا نام ''مبہم'' رکھا جاتا ہے۔

شرح :- جہالت باب سمع کا مصدر ہے، اس کا فعل ماضی جَهِلَ ہے جو عَلِمَ کا ضد ہے اور یہاں پر مصدر مبنی للمفعول ہے، اس کے معنی ہیں ''راوی کا مجہول ہونا''، یعنی مشہور و معروف نہ ہونا۔ محدثین کی اصطلاح میں راوی کی جہالت سے مراد اس کی ذات یا حالت کا مجہول ہونا ہے کیونکہ کسی بھی راوی کی ذات وصفت سے پوری طرح بحث کی جاتی ہے پھر اس کی روایت پر حسبِ حال حکم لگاتے ہیں اس لیے راوی کا کسی طرح مجہول ہونا روایت پر طعن کا باعث بنے گا۔

راوی کے مجہول ہونے کے تین بنیادی اسباب ہیں: (۱) راوی کی مختلف انداز کی تعریفیں: یعنی پہچان کے لیے کسی نے اس کو نام سے ذکر کیا ہو، کسی نے لقب سے، کسی نے صفت سے، کسی نے کنیت سے اور کسی نے پیشہ یا نسبت وغیرہ کے ساتھ اس کی تعریف کی ہو یعنی اس کی شناخت اور پہچان ذکر کی ہو لہٰذا وہ ان میں سے ایک کے ساتھ مشہور ہو اور اسی کے ساتھ ہی پہچانا جائے لیکن کوئی شخص اس کو غیر مشہور نام کے ساتھ ذکر کر دیتا ہے جس سے اُلجھن پیدا ہوتی ہے اور اس کے متعلق تلاش کیا جاتا ہے

کہ دونوں ایک ہیں یا الگ الگ اور اس کی حالت عدالت وغیرہ کے اعتبار سے کیسی ہے؟ ثقہ یا مجروح۔ (۲) راوی کی روایت کم ہونا: یعنی جب راوی بہت کم حدیثیں روایت کرتا ہو تو اس کی پہچان اور معرفت بھی کم ہی لوگوں کو ہوگی اس طرح کبھی اس کی ذات مجہول ہوگی اور کبھی اس کی حالت۔ (۳) نام کی صراحت نہ کرنا: یعنی مختلف لوگ اسے مختلف حوالوں سے ذکر کریں لیکن اس کا نام واضح طور پر ذکر نہ کریں تو اس طرح بھی جہالت پیدا ہو جاتی ہے، اور خاص اس طرح کے مجہول کو جس کا نام روایات میں مذکور نہ ہو ''مبہم'' کہا جاتا ہے جو علوم حدیث کا مستقل عنوان ہے۔

۳ – أَمْثِلَتُهُ :(أ) مِثَالُ كَثْرَةِ نُعُوْتِ الرَّاوِىْ : " مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ بِشْرِ الْكَلْبِيِّ " نَسَبَهُ بَعْضُهُمْ اِلىٰ جَدِّهٖ فَقَالَ : " مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ " وَسَمَّاهُ بَعْضُهُمْ " حَمَّادَ بْنَ السَّائِبِ "، وَكَنَّاهُ بَعْضُهُمْ " أَبَا النَّضْرِ " وَبَعْضُهُمْ " أَبَا سَعِيْدٍ " وَبَعْضُهُمْ " أَبَا هِشَامٍ " فَصَارَ يُظَنُّ أَنَّهٗ جَمَاعَةٌ ، وَهُوَ وَاحِدٌ .(ب) مِثَالُ قِلَّةِ رِوَايَةِ الرَّاوِىْ وَقِلَّةِ مَنْ رَوىٰ عَنْهُ : " أَبُو الْعُشَرَاءِ الدَّارِمِيُّ " مِنَ التَّابِعِيْنَ ، لَمْ يَرْوِ عَنْهُ غَيْرُ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ (جـ) مِثَالُ عَدَمِ التَّصْرِيْحِ بِاسْمِهٖ : قَوْلُ الرَّاوِىْ : أَخْبَرَنِىْ فُلَانٌ أَوْ شَيْخٌ أَوْ رَجُلٌ أَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ .

ترجمہ: اس کی مثالیں: (أ) راوی کی تعریفیں زیادہ ہونے کی مثال: ''محمد بن سائب بن بشر کلبی''، بعض حضرات نے اس کو اس کے دادا کی طرف منسوب کر کے محمد بن بشر کہا اور بعض دوسروں نے اس کا نام حماد بن سائب ذکر کیا، بعض لوگوں نے اس کی کنیت ابونضر بتائی اور بعض دوسروں نے ابوسعید جبکہ بعض اور نے ابوہشام ذکر کی تو یہ خیال کیا جانے لگا کہ وہ ایک جماعت ہے حالانکہ وہ ایک ہے۔ (ب) راوی کے کم روایت کرنے اور اس سے روایت نقل کرنے والوں کے کم ہونے کی مثال: تابعین میں سے ''ابوالعشراء دارمی''، ان سے حماد بن سلمہ کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کی۔

شرح:- اسبابِ جہالت کے مطابق مثالیں پیش کی گئی ہیں چنانچہ مختلف اعتبار سے تعریف کی کثرت کی وجہ سے پیدا ہونے والی جہالت کی مثال ''محمد بن سائب بن بشر کلبی'' ہیں، جن کو کبھی دادا کی طرف نسبت کر کے محمد بن بشر کہا گیا، کبھی نام ہی دوسرا ذکر کیا گیا یعنی محمد کے بجائے حماد بن

سائب کہہ دیا۔کنیت بھی مختلف ذکر کی گئی چنانچہ کسی نے ابونصر بتایا، کسی نے ابوسعید ذکر کیا اور کسی نے ابوہشام بتایا۔اس طرح دو نام اور تین کنیتیں جمع ہوگئیں،اس بناء پر ان کے بارے میں جہالت پیدا ہوگئی اور انہیں متعدد لوگ سمجھا جانے لگا حالانکہ وہ ایک ہی راوی ہیں جن کے مختلف نام وکنیت ہیں۔جہاں تک کم روایت کرنے سے جہالت کا تعلق ہے تو اس کی مثال تابعین میں ابوالعشراء ہیں جن کے ایک ہی راوی حماد بن سلمہ ہیں۔راوی کم ہونے کی وجہ سے ابوالعشراء کے تعین میں مشکل پیش آئی،چنانچہ ان کے نام وغیرہ کے متعلق آگے ایک بحث میں تذکرہ کیا جائے گا۔جہالت کے تیسرے سبب جس کا نام مبہم ہے،اس کی بحث بھی آئندہ آئے گی۔

٤ – تَعْرِيْفُ الْمَجْهُوْلِ : هُوَ مَنْ لَمْ تُعْرَفْ عَيْنُهُ أَوْ صِفَتُهُ . وَمَعْنىٰ ذٰلِكَ أَيْ هُوَ الرَّاوِي الَّذِيْ لَمْ تُعْرَفْ ذَاتُهُ أَوْ شَخْصِيَّتُهُ، أَوْ عُرِفَتْ شَخْصِيَّتُهُ وَلٰكِنْ لَمْ يُعْرَفْ عَنْ صِفَتِهِ أَيْ عَدَالَتِهِ وَضَبْطِهِ شَيْءٌ . ٥ – أَنْوَاعُ الْمَجْهُوْلِ : يُمْكِنُ أَنْ يُقَالَ اِنَّ أَنْوَاعِ الْمَجْهُوْلِ ثَلاَ ثَةٌ وَهِيَ :(أ) مَجْهُوْلُ الْعَيْنِ : ١ ...... تَعْرِيْفُهُ : هُوَ مَنْ ذُكِرَ اسْمُهُ وَلٰكِنْ لَمْ يَرْوِ عَنْهُ اِلَّا رَاوٍ وَاحِدٌ . ٢ ...... حُكْمُ رِوَايَتِهِ : عَدَمُ الْقَبُوْلِ ، اِلَّا اِذَا وُثِّقَ . ٣ ...... كَيْفَ يُوَثَّقُ : يُوَثَّقُ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ :(١) اِمَّا أَنْ يُوَثِّقَهُ غَيْرُهُ (٢) وَاِمَّا أَنْ يُوَثِّقَهُ مَنْ رَوىٰ عَنْهُ بِشَرْطِ أَنْ يَكُوْنَ مِنْ أَهْلِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ . ٤ ...... هَلْ لِحَدِيْثِهِ اسْمٌ خَاصٌّ ؟ لَيْسَ لِحَدِيْثِهِ اسْمٌ خَاصٌّ، وَاِنَّمَا حَدِيْثُهُ مِنْ نَوْعِ الضَّعِيْفِ .

ترجمہ: مجہول کی تعریف: وہ راوی ہے جس کی ذات یا صفت معلوم نہ ہو اور اس سے وہ راوی مراد ہے جس کی ذات یا شخصیت معلوم نہ ہو یا شخصیت معلوم ہو مگر اس کی صفت یعنی عدالت اور ضبط سے متعلق کچھ معلوم نہ ہو۔مجہول کی قسمیں: یوں کہنا ممکن ہے کہ مجہول کی تین قسمیں ہیں اور وہ یہ ہیں:(أ) مجہول العین۔اس کی تعریف: وہ راوی ہے جس کا نام مذکور ہو مگر اس سے صرف ایک راوی روایت کرے۔اس کی روایت کا حکم: قبول نہ کیا جاتا ہے مگر اسی وقت جب اس کو ثقہ قرار دیا جائے۔ اس کو ثقہ کیسے قرار دیا جاتا ہے؟ دو چیزوں سے ثقہ قرار دیا جاتا ہے:(۱) یا تو کوئی اور اس کو ثقہ قرار دے۔(۲) یا پھر اس سے روایت کرنے والا اس کو ثقہ قرار دے بشرطیکہ وہ جرح وتعدیل کے اہل

ہو۔کیااس کی حدیث کا کوئی خاص نام ہے؟ اس کی حدیث کا کوئی خاص نام نہیں ہے،اس کی حدیث بس ضعیف کی قسم سے ہے۔

شرح :- مجہول وہ راوی کہلاتا ہے جس کی ذات یا صفت معلوم نہ ہو یعنی نہ اس کی عدالت کا پتہ چل سکے نہ اس کے ضبط کا حال کچھ معلوم ہو لہٰذا ایسا راوی مجہول کہلائے گا۔اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) مجہول العین (۲) مجہول الحال (۳) مبہم۔مجہول العین وہ کہلاتا ہے جس کا نام معلوم ہو مگر اس سے روایت کرنے والا ایک ہو۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی حدیث اس وقت تک قبول نہ کی جائے جب تک اس کو ثقہ قرار نہ دیا جائے۔ثقہ قرار دینے کے دو طریقے ہیں:(۱) کوئی اور شخص اس کو ثقہ قرار دے دے۔(۲) اس سے روایت کرنے والا یعنی اس کا شاگرد اس کو ثقہ بتائے۔مگر اس توثیق کے قبول کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ثقہ قرار دینے والا جرح وتعدیل کر سکتا ہو،اگر وہ جرح وتعدیل کے اہل نہ ہو تو اس کی توثیق قابل قبول نہیں ہوگی۔

مجہول کی حدیث کا خاص نام نہیں ہے بلکہ اسے ضعیف کی قسم کے تحت سمجھا جاتا ہے۔

(ب) مَجْهُوْلُ الْحَالِ : (وَيُسَمَّى الْمَسْتُوْرَ) ١...... تَعْرِيْفُهُ : هُوَ مَنْ رَوىٰ عَنْهُ اثْنَانِ فَأَكْثَرُ لٰكِنْ لَمْ يُوَثَّقْ . ٢...... حُكْمُ رِوَايَتِهٖ : اَلرَّدُّ، عَلَى الصَّحِيْحِ الَّذِيْ قَالَهُ الْجُمْهُوْرُ . ٣...... هَلْ لِحَدِيْثِهٖ اسْمٌ خَاصٌّ ؟ لَيْسَ لِحَدِيْثِهٖ اسْمٌ خَاصٌّ، وَاِنَّمَا حَدِيْثُهٗ مِنْ نَوْعِ الضَّعِيْفِ .

ترجمہ : (ب) مجہول الحال۔(اس کا مستور نام رکھا جاتا ہے) تعریف: وہ شخص جس سے دو یا اس سے زیادہ لوگ روایت کریں مگر اس کو ثقہ قرار نہ دیا گیا ہو۔اس کی روایت کا حکم: جمہور کے صحیح قول کے مطابق اس کا حکم رد کر دینا ہے۔کیااس کی حدیث کا کوئی خاص نام ہے؟ اس کی حدیث کا خاص نام نہیں ہے،اس کی حدیث بس ضعیف کی قسم سے ہے۔

شرح :- مجہول الحال وہ راوی کہلاتا ہے جس سے روایت کرنے والے اگرچہ دو شاگرد ہوتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ مگر اس کی توثیق نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے اس کی عدالت کا حال مجہول رہتا ہے،اس کو مستور بھی کہتے ہیں مستور کے لغوی معنی چھپایا ہوا، پوشیدہ۔اس کی روایت کا حکم بھی جمہور کے نزدیک رد کر دینا ہے کیونکہ بغیر تعدیل کسی راوی کی حدیث مقبول نہیں ہو سکتی۔مجہول الحال

کی حدیث کا بھی کوئی مخصوص نام نہیں، اسے بھی ضعیف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(جـ) اَلْمُبْهَم : وَيُمْكِنُ أَنْ نَعْتَبِرَ الْمُبْهَمَ مِنْ أَنْوَاعِ الْمَجْهُوْلِ، وَإِنْ كَانَ عُلَمَاءُ الْحَدِيْثِ قَدْ أَطْلَقُوْا عَلَيْهِ اسْماً خَاصًّا لٰكِنَّ حَقِيْقَتَهُ تُشْبِهُ حَقِيْقَةَ الْمَجْهُوْلِ.

۱ ...... تَعْرِيْفُهُ : هُوَ مَنْ لَمْ يُصَرَّحْ بِاسْمِهِ فِي الْحَدِيْثِ. ۲ ...... حُكْمُ رِوَايَتِهِ : عَدَمُ الْقَبُوْلِ، حَتّٰى يُصَرِّحَ الرَّاوِيْ عَنْهُ بِاسْمِهِ أَوْ يُعْرَفَ اسْمُهُ بِوُرُوْدِهِ مِنْ طَرِيْقٍ آخَرَ مُصَرَّحٍ فِيْهِ بِاسْمِهِ. وَسَبَبُ رَدِّ رِوَايَتِهِ جَهَالَةُ عَيْنِهِ، لِأَنَّ مَنْ أُبْهِمَ اسْمُهُ جُهِلَتْ عَيْنُهُ وَجُهِلَتْ عَدَالَتُهُ مِنْ بَابِ أَوْلٰى، فَلَا تُقْبَلُ رِوَايَتُهُ.

ترجمہ: مبہم: ممکن ہے کہ ہم مبہم کو مجہول کی اقسام سے فرض کریں اگر چہ علمائے حدیث نے اس پر ایک خاص نام کا اطلاق کیا ہے مگر اس کی حقیقت مجہول کی حقیقت کے مشابہ ہے۔ اس کی تعریف: وہ راوی جس کے نام کی حدیث میں صراحت نہ کی گئی ہو۔ اس کی روایت کا حکم: قبول نہ کرنا ہے یہاں تک کہ اس سے روایت کرنے والا اس کے نام کی صراحت کر دے یا اس کا نام دوسرے طریق سے جس میں نام کی صراحت موجود ہو، معلوم ہو جائے۔ اس کی روایت رد کر دینے کا سبب ذات کا مجہول ہونا ہے اس لیے کہ جس کا نام واضح نہ ہو اس کی ذات مجہول ہوگی اور اس کی عدالت بھی بطریق اولیٰ مجہول ہوگی، لہذا اس کی روایت مقبول نہیں ہوگی۔

شرح:- (ج) مبہم، باب افعال کے مصدر الابہام سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اور ابہام کے معنی ہیں ''واضح نہ کرنا''۔ یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ مبہم کو مجہول سے علیحدہ قسم شمار کیا جاتا ہے پھر مجہول کے تحت کیوں ذکر کیا جا رہا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ اصطلاح کے اعتبار سے اسے مستقل قسم قرار دیا گیا ہے مگر پھر بھی اس کی حقیقت مجہول سے ملتی جلتی ہے، اس لیے اسے مجہول کی قسم بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

مبہم اس راوی کو کہتے ہیں جس کے نام کی حدیث میں وضاحت نہ کی گئی ہو۔ مبہم کی جب تک نام کی وضاحت نہ ہو جائے اس وقت اس کی روایت قبول نہیں کی جا سکے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نام نہیں معلوم ہوگا تو ذات مجہول ہوگی اور ذات کے مجہول ہونے سے صفت بھی واضح نہ ہوگی کہ عدل ہے یا غیر عدل، اور بغیر تعدیل کسی کی روایت مقبول نہیں ہوتی۔ مبہم سے ابہام کو دو

طریقوں سے دور کیا جاتا ہے: (۱) نام نہ ذکر کرنے والا راوی از خود نام کی وضاحت کردے۔ (۲) مذکورہ حدیث کے دوسرے طریق میں نام مذکور ہو جائے۔

۳...... لَوْ أُبْهِمَ بِلَفْظِ التَّعْدِيْلِ فَهَلْ تُقْبَلُ رِوَايَتُهُ ؟ ذٰلِكَ مِثْلُ أَنْ يَقُوْلَ الرَّاوِيْ عَنْهُ : " أَخْبَرَنِي الثِّقَةُ ". وَالْجَوَابُ: أَنَّهُ لَا تُقْبَلُ رِوَايَتُهُ أَيْضاً عَلَى الْأَصَحِّ لِأَنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ ثِقَةً عِنْدَهُ ، غَيْرَ ثِقَةٍ عِنْدَ غَيْرِهٖ . ٤ ...... هَلْ لِحَدِيْثِهٖ اسْمٌ خَاصٌّ ؟ نَعَمْ لِحَدِيْثِهٖ اسْمٌ خَاصٌّ هُوَ " الْمُبْهَمُ " وَالْحَدِيْثُ الْمُبْهَمُ هُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ فِيْهِ رَاوٍ لَمْ يُصَرَّحْ بِاسْمِهٖ، قَالَ الْبَيْقُوْنِيُّ فِيْ مَنْظُوْمَتِهٖ :'وَمُبْهَمٌ مَا فِيْهِ رَاوٍ لَمْ يُسَمْ'.

ترجمہ: اگر تعدیل کے لفظ کے ساتھ مبہم ذکر کیا جائے تو کیا اس کی روایت مقبول ہوگی؟ یہ جیسے کہ راوی اس کے متعلق کہے: "مجھے ثقہ نے خبر دی"۔ جواب یہ ہے کہ اصح قول کے مطابق اس کی روایت بھی مقبول نہیں ہوگی؛ اس لیے کہ کبھی وہ اس کے نزدیک ثقہ اور غیر کے نزدیک غیر ثقہ ہوگا۔ کیا اس کی حدیث کا خاص نام ہے؟ جی ہاں، اس کی حدیث کا خاص نام ہے، اور وہ "مبہم" ہے۔ مبہم حدیث وہ حدیث ہے جس میں ایک راوی ہو جس کے نام کی صراحت نہ کی گئی ہو۔ بیقونی نے اپنی منظومہ میں کہا ہے: "اور مبہم ہے وہ جس میں کوئی راوی نام کے بغیر مذکور ہو"۔

شرح:- بسا اوقات راوی اپنے شیخ کا نام ذکر کرنے کے بجائے یہ کہہ دیتا ہے کہ مجھ سے ثقہ نے بیان کیا، تو اس انداز میں اگرچہ مروی کا بحیثیت عدل ذکر ہوا ہے مگر پھر بھی ایک قسم کا ابہام باقی رہتا ہے نیز یہ بھی ممکن ہے کہ راوی جس کو ثقہ سمجھ رہا ہے جمہور کے نزدیک وہ ثقہ نہ ہو یا اس کے غیر کے نزدیک ثقہ نہ ہو، لہٰذا ضروری قرار دیا گیا ہے کہ مبہم کے نام کی وضاحت جب تک نہیں کی جائے گی اس کی روایت مقبول نہیں ہوگی۔ مبہم راوی کی حدیث بھی مبہم ہی کہلاتی ہے، اور اس کا مطلب ہے وہ حدیث جس میں کوئی مبہم راوی موجود ہو۔ بیقونی نے بھی مبہم حدیث کی یہی تعریف کی ہے یعنی جس میں کوئی ایسا راوی ہو جس کا نام نہیں لیا جاتا۔

٦ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْ أَسْبَابِ الْجَهَالَةِ :(أ) كَثْرَةُ نُعُوْتِ الرَّاوِيْ : صَنَّفَ فِيْهَا الْخَطِيْبُ كِتَابَ " مُوْضِحُ أَوْهَامِ الْجَمْعِ وَالتَّفْرِيْقِ ".(ب) قِلَّةُ رِوَايَةِ الرَّاوِيْ : صُنِّفَ فِيْهَا كُتُبٌ سُمِّيَتْ " كُتُبَ الْوُحْدَانِ " أَيِ الْكُتُبَ الْمُشْتَمِلَةَ عَلٰى مَنْ لَمْ

يَرْوِ عَنْهُ اِلَّا وَاحِدٌ ، وَمِنْ هٰذِهِ الْكُتُبِ " الوُحْدَانُ " لِلْاِمَامِ مُسْلِمٍ . (جـ) عَدَمُ التَّصْرِيْحِ بِاسْمِ الرَّاوِيْ : وَصُنِّفَ فِيْهِ كُتُبُ " الْمُبْهَمَاتِ " مِثْلُ كِتَابِ " الْأَسْمَاءُ الْمُبْهَمَةُ فِي الْأَنْبَاءِ الْمُحْكَمَةِ " لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ ، وَكِتَابِ " الْمُسْتَفَادُ مِنْ مُبْهَمَاتِ الْمَتْنِ وَالْاِسْنَادِ " لِوَلِيِّ الدِّيْنِ الْعِرَاقِيِّ .

ترجمہ: اسبابِ جہالت کے بارے میں مشہورترین تصانیف: (أ) راوی کی تعریفات کی کثرت: اس کے بارے میں خطیب نے کتاب موضح أوھام الجمع والتفریق لکھی ہے۔ (ب) راوی کا کم روایت کرنا: اس بارے میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں جن کا نام ''کتب الوحدان'' رکھا گیا ہے یعنی وہ کتابیں جو اس شخص کے بیان پر مشتمل ہیں جس سے صرف ایک نے روایت کیا، ان کتب میں امام مسلم کی کتاب ''الوحدان'' بھی ہے۔ (ج) راوی کے نام کی صراحت نہ کرنا: اس میں مبہمات کی کتابیں لکھی گئی ہیں جیسے خطیب بغدادیؒ کی کتاب الأسماء المبهمة فی الأنباء المحكمة، اور ولی الدین عراقیؒ کی کتاب ''المستفاد من مبهمات المتن والإسناد''۔

اَلْبِدْعَةُ

١ - تَعْرِيْفُهَا : (أ) لُغَةً : هِيَ مَصْدَرٌ مِنْ " بَدَعَ " بِمَعْنٰى " أَنْشَأَ " كَـ " ابْتَدَعَ " ، كَمَا فِي الْقَامُوْسِ . (ب) اِصْطِلَاحاً : اَلْحَدَثُ فِي الدِّيْنِ بَعْدَ الْاِكْمَالِ ، أَوْ مَا اسْتُحْدِثَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْأَهْوَاءِ وَالْأَعْمَالِ . ٢ - أَنْوَاعُهَا : (أ) بِدْعَةٌ مُكَفِّرَةٌ : أَيْ يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِسَبَبِهَا ، كَأَنْ يَعْتَقِدَ مَا يَسْتَلْزِمُ الْكُفْرَ ، وَالْمُعْتَمَدُ أَنَّ الَّذِيْ تُرَدُّ رِوَايَتُهُ : مَنْ أَنْكَرَ أَمْراً مُتَوَاتِراً مِنَ الشَّرْعِ مَعْلُوْماً مِنَ الدِّيْنِ بِالضُّرُوْرَةِ ، أَوْ مَنِ اعْتَقَدَ عَكْسَهُ . (ب) بِدْعَةٌ مُفَسِّقَةٌ : أَيْ يُفَسَّقُ صَاحِبُهَا بِسَبَبِهَا وَهُوَ مَنْ لَا تَقْتَضِيْ بِدْعَتُهُ التَّكْفِيْرَ أَصْلاً .

ترجمہ: بدعت۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ بَدَعَ بمعنی ایجاد کیا کا مصدر ہے، یہ ابْتَدَعَ کی طرح ہے، جیسا کہ قاموس میں ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: دین میں اس کی تکمیل کے بعد نئی چیز ایجاد کرنا یا وہ خواہشات (مراد نظریات) اور اعمال جو نبی کریم ﷺ کے

بعد ایجاد کیے گئے۔اس کی قسمیں: (أ) بدعتِ مکفِّرہ: یعنی وہ نیا کام جس کے سبب اس کے کرنے والے کو کافر قرار دیا جائے جیسے وہ عقیدہ رکھنا جو کفر کو مستلزم ہے، اور قابل اعتماد بات یہ ہے کہ وہ مبتدع جس کی روایت مردود ہوگی وہ شخص ہے جو شریعت کے ایسے متواتر حکم کا انکار کردے جس کا دین سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو یا جس نے اس کے برعکس عقیدہ رکھا ہو۔ (ب) بدعتِ مفسّقہ: یعنی وہ بدعت جس کے سبب اس کے کرنے والے کو فاسق ٹھہرایا جائے اور یہ وہ شخص ہے جس کی بدعت تکفیر کا ہرگز تقاضہ نہ کرے۔

شرح :- بِدْعَة بروزن فِعْلَة باب فتح کے فعل بَدَعَ کا مصدر ہے جس کے معنی کسی چیز کو پہلی مرتبہ ایجاد کرنا۔ بَدَعَ اور اِبْتَدَعَ ہم معنی ہیں، عموماً مصدر بِدْعَة اور فعل اِبْتَدَعَ یَبْتَدِعُ یعنی باب افتعال سے استعمال ہوتا ہے۔اصطلاح میں بدعت ہر اُس نظریہ وعقیدہ اور عمل کو کہتے ہیں جو دین کی تکمیل کے بعد اس میں ایجاد کی جائے۔اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعتِ مکفِّرہ (۲) بدعتِ مفسِّقہ۔ بدعتِ مکفِّرہ یعنی وہ بدعت جو اپنے کرنے والے کے کفر کا سبب بنے۔جو شخص دین میں کوئی ایسا نیا کام یا عقیدہ اختیار کرے جس کی بناء پر وہ دین میں مشہور ومعروف ضروریات کے انکار کا مرتکب ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اس کی روایت بھی مردود ہوگی۔بدعتِ مفسِّقہ وہ بدعت ہے جس کا مرتکب اگرچہ کافر نہ ٹھہرایا جائے لیکن وہ بڑے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہو۔

٣ – حُكْمُ رِوَايَةِ الْمُبْتَدِعِ :(أ) اِنْ كَانَتْ بِدْعَتُهُ مُكَفِّرَةً : تُرَدُّ رِوَايَتُهُ .(ب) وَاِنْ كَانَتْ بِدْعَتُهُ مُفَسِّقَةً : فَالصَّحِيْحُ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْجُمْهُوْرُ ، أَنَّ رِوَايَتَهُ تُقْبَلُ بِشَرْطَيْنِ : ١ ...... أَلَّا يَكُوْنَ دَاعِيَةً اِلىٰ بِدْعَتِهٖ . ٢ ...... وَأَلَّا يَرْوِىَ مَا يُرَوِّجُ بِدْعَتَهٗ . ٤ – هَلْ لِحَدِيْثِ الْمُبْتَدِعِ اسْمٌ خَاصٌّ ؟لَيْسَ لِحَدِيْثِ الْمُبْتَدِعِ اسْمٌ خَاصٌّ بِهٖ ، وَاِنَّمَا حَدِيْثُهُ مِنْ نَوْعِ الْمَرْدُوْدِ كَمَا عَرَفْتَ ، وَلَا يُقْبَلُ اِلَّا بِالشُّرُوْطِ الَّتِىْ ذُكِرَتْ آنِفاً .

ترجمہ :- بدعتی کی روایت کا حکم: (أ) اگر اس کی بدعت مکفِّرہ ہو تو اس کی روایت مردود ہوگی۔ (ب) اور اگر اس کی بدعت مفسِّقہ ہو تو صحیح قول جس پر جمہور قائم ہیں یہ ہے کہ اس کی روایت دو شرطوں کے ساتھ مقبول ہوگی۔(۱) یہ کہ وہ اپنی بدعت کی طرف نہ بلاتا ہو۔(۲) اور یہ کہ ایسی

روایت نہ کرے جس سے اپنی بدعت کو پھیلانا چاہتا ہو۔ کیا بدعتی کی حدیث کا مخصوص نام ہے؟ بدعتی کی حدیث کا اس کے ساتھ مخصوص نام نہیں، اس کی حدیث تو مردود کی قسم سے ہے جیسا کہ تم نے جانا، اور اس کی حدیث انہی شرطوں کے ساتھ مقبول ہوگی جنہیں ابھی ذکر کیا گیا۔

شرح :- اوپر گذر چکا کہ بدعتِ مکفرہ میں انسان دائرۂ اسلام سے نکل جاتا ہے اس لیے اس کی روایت رد کرنے کے لیے متعین ہے مگر جس کی بدعت مکفرہ نہ ہو بلکہ مفسقہ ہو تو چونکہ وہ دائرۂ اسلام سے نہیں نکلتا بلکہ فاسق اور گناہگار کے زمرے میں آتا ہے اس لیے علماء نے اس کے حکم میں یہ تفصیل لکھی ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کا داعی ہو یا بدعت کی ترویج کے لیے روایت نقل کرتا ہو تو اس کی روایت مردود ہوگی اور اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہ ہو بلکہ ایک عام بدعت میں مبتلا شخص ایک صحیح حدیث جس کا بدعت کی ترویج واشاعت سے تعلق نہ ہو، روایت کرتا ہو تو اس کی روایت قبول کی جائے گی، جمہور کا قول یہی ہے اور یہی تفصیل ہی راجح ہے۔

سُوْءُ الْحِفْظِ

١ - تَعْرِيْفُ سَيِّءِ الْحِفْظِ : هُوَ مَنْ لَمْ يُرَجَّحْ جَانِبُ إِصَابَتِهِ عَلىٰ جَانِبِ خَطَئِهِ .

٢ - أَنْوَاعُهُ : سَيِّءُ الْحِفْظِ نَوْعَانِ :(أ) إِمَّا أَنْ يَنْشَأَ سُوْءُ الْحِفْظِ مَعَهُ مِنْ أَوَّلِ حَيَاتِهِ وَيُلَازِمَهُ فِيْ جَمِيْعِ حَالَاتِهِ ، وَيُسَمّٰى خَبَرُهُ " الشَّاذَّ " عَلىٰ رَأْيِ بَعْضِ أَهْلِ الْحَدِيْثِ .(ب) وَإِمَّا أَنْ يَكُوْنَ سُوْءُ الْحِفْظِ طَارِئاً عَلَيْهِ ، إِمَّا لِكِبَرِهِ أَوْ لِذَهَابِ بَصَرِهِ أَوْ لِاحْتِرَاقِ كُتُبِهِ فَهٰذَا يُسَمّٰى " الْمُخْتَلَطَ ".

ترجمہ : حافظہ کی کمزوری۔ کمزور حافظہ والے کی تعریف: وہ راوی جس کی درستگی کی نسبت کو اس کی غلطی کی نسبت پر ترجیح نہ دی جائے۔ اس کی قسمیں: کمزور حافظہ والا دو قسموں پر ہے: (أ) یا تو حافظہ کی کمزوری اس میں زندگی کی ابتداء ہی سے موجود ہو اور تمام حالات میں اس پر مسلط رہتی ہو، اس کی خبر کو بعض اہل حدیث کی رائے پر ''شاذ'' کہتے ہیں۔ (ب) اور یا حافظہ کی کمزوری اس پر طاری ہوگئی ہو یا تو بڑھاپے کی وجہ سے یا بینائی چلی جانے کی وجہ سے یا اس کی کتابیں جل جانے کی وجہ سے تو اس کا نام ''مختلط'' رکھا جاتا ہے۔

شرح :- "سُوء" باب نصر سے مصدر ہے جس کے معنی کسی چیز کے بُرے اور کمزور ہو جا نو کے ہیں، کسی کے متعلق گمان بُرا ہو نو لگے تو اس کو کہتے ہیں "سَاءَ الظَّنُّ بِہٖ" سَیِّءٌ اسی سے صفت مشبہ ہے اور حفظ بمعنی حافظہ۔

ہر انسان کچھ نہ کچھ غلطیاں کرتا ہی ہے لیکن اصطلاح کے مطابق کمزور حافظہ والا وہ شخص ہے جس کی غلطی اس کی درستگی سے زیادہ ہو جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (اُ) اگر حافظہ کی کمزوری بچپن سے لاحق ہو اور ہر وقت اس کے ساتھ رہتی ہو تو اس کو بعض علمائے حدیث کے نزدیک شاذ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (جبکہ یہ پہلے گذر چکا ہے کہ کبھی ر کے نزدیک شاذ میں ثقہ کی مخالفت کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ حافظہ کی کمزوری کا)۔ اگر حافظہ کی کمزوری بچپن سے لاحق نہ ہو بلکہ کسی خاص وجہ سے اس پر طاری ہوئی ہو جیسے بڑھاپے سے یا بینائی جاتی رہنے سے یا کتابیں جل جا نو کی وجہ سے تو اس راوی کا نام مختلَط رکھا جاتا ہے۔

۳ - حُكْمُ رِوَايَتِهِ : (أ) أَمَّا الْأَوَّلُ : وَهُوَ مَنْ نَشَأَ عَلَىٰ سُوْءِ الْحِفْظِ فَرِوَايَتُهُ مَرْدُوْدَةٌ . (ب) وَأَمَّا الثَّانِيْ أَيِ الْمُخْتَلَطُ ، فَالْحُكْمُ فِيْ رِوَايَتِهِ التَّفْصِيْلُ الْآتِيْ : ۱ ...... فَمَا حَدَّثَ بِهٖ قَبْلَ الْإِخْتِلَاطِ وَتَمَيَّزَ ذٰلِكَ : فَمَقْبُوْلٌ . ۲ ...... وَمَا حَدَّثَ بِهٖ بَعْدَ الْإِخْتِلَاطِ : فَمَرْدُوْدٌ . ۳ ...... وَمَا لَمْ يَتَمَيَّزْ أَنَّهُ حَدَّثَ بِهٖ قَبْلَ الْإِخْتِلَاطِ أَوْ بَعْدَهُ : تُوَقِّفَ فِيْهِ حَتّٰى يَتَمَيَّزَ .

ترجمہ: اس کی روایت کا حکم: (اُ) جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے اور یہ وہ شخص ہے جس کا آغاز ہی حافظہ کی کمزوری کے ساتھ ہو، تو اس کی روایت مردود ہے۔ (ب) اور رہا دوسرا یعنی مختلَط تو اس کی روایت کا حکم مندرجہ ذیل تفصیل ہے: (۱) جو حدیث اس نو اختلاط سے پہلے بیان کی ہو وہ مقبول ہے۔ (۲) اور جو حدیث اس نو اختلاط کے بعد بیان کی وہ مردود ہے۔ (۳) اور جس میں تمیز نہ ہو سکے کہ اختلاط سے پہلے بیان کی ہے یا اس کے بعد تو اس میں جب تک تمیز نہ ہو جائے توقف کیا جائے گا۔

شرح:- سوءِ حفظ کے شکار راوی کی روایت قبول کر نو میں یہ تفصیل ہے کہ اگر بچپن ہی سے

ایسا ہے تو اس کی روایت مردود ہے اور اگر پہلے حافظہ درست تھا لیکن بعد میں وہ اختلاط کا شکار ہوا اور اس کا حافظہ کمزور ہو گیا تو جو روایت اس نے اختلاط سے بیان کی ہو گی وہ مقبول ہو گی اور جو روایت اختلاط کے بعد بیان کی ہو وہ مردود ہو گی، البتہ جس روایت کے متعلق یہ واضح نہ ہو سکے کہ اس نے اختلاط سے پہلے بیان کی ہے یا اختلاط کے بعد؟ تو اس کے متعلق قبول و رد کا حکم لگانے سے اس وقت تک رُک جائیں گے جب تک اس کی پہچان نہ ہو جائے کہ پہلے بیان کی یا بعد میں۔ اختلاط کی کچھ تفصیل ''مَنِ اخْتُلِطَ مِنَ الثِّقَاتِ'' کے عنوان کے تحت آگے آئے گی۔

اَلْفَصْلُ الرَّابِعُ : اَلْخَبَرُ الْمُشْتَرَكُ بَيْنَ الْمَقْبُوْلِ وَالْمَرْدُوْدِ

۔ اَلْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : تَقْسِيْمُ الْخَبَرِ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَنْ اُسْنِدَ اِلَيْهِ ۔ اَلْمَبْحَثُ الثَّانِيْ : أَنْوَاعٌ مُتَفَرِّقَةٌ مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ الْمَقْبُوْلِ وَالْمَرْدُوْدِ .

ترجمہ: چوتھی فصل: وہ خبر مقبول و مردود کے درمیان مشترک ہے۔ بحث اول: خبر کی اس کی مسند الیہ کے اعتبار سے تقسیم۔ بحث دوم: مقبول و مردود کے درمیان مشترک چند مختلف اقسام۔

شرح:- اب تک جو تفصیل بیان کی گئی وہ یا تو خبر مقبول کے بارے میں تھی یا پھر خبر مردود کے بارے میں۔ جب ان دونوں کے انفرادی ابحاث سے فراغت ہوئی تو اب یہاں سے ان دونوں کی وہ تفصیل ہو رہی ہے جس میں دونوں شریک ہیں۔ چنانچہ پہلی بحث اس موضوع سے متعلق ہے کہ خبر کی جس ذات کی طرف نسبت کی جاتی ہے یعنی منسوب الیہ و مسند الیہ، اس کے اعتبار سے خبر کا کونسا کونسا نام ہوتا ہے اور کتنی مزید قسمیں حاصل ہوتی ہیں۔ جبکہ دوسری بحث ان مختلف انواع کی ابحاث کے بیان میں ہیں جو جمہو مقبول ہوتی ہیں اور جمہو مردود گویا ان کے درمیان مشترک ہیں۔

اَلْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : تَقْسِيْمُ الْخَبَرِ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَنْ اُسْنِدَ اِلَيْهِ

يَنْقَسِمُ الْخَبَرُ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَنْ اُسْنِدَ اِلَيْهِ اِلٰى أَرْبَعَةِ أَقْسَامٍ وَهِيَ : اَلْحَدِيْثُ الْقُدْسِيُّ ۔ اَلْمَرْفُوْعُ ۔ اَلْمَوْقُوْفُ ۔ اَلْمَقْطُوْعُ . وَاِلَيْكَ بَحْثَ هٰذِهِ

الْأَقْسَامِ تَفْصِيْلاً عَلَى التَّوَالِيْ .

ترجمہ : بحث اول: خبر کی اس کے منسوب الیہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے تقسیم۔ خبر اپنے منسوب الیہ کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار سے چار قسموں میں منقسم ہوتی ہے اور وہ حدیثِ قدسی، مرفوع، موقوف اور مقطوع ہیں۔ ان اقسام کی بالترتیب مفصل بحث ملاحظہ کیجیے۔

شرح :- خبر کی نسبت یا تو خالق کی طرف ہوگی یا مخلوق کی طرف۔ اگر خالقِ کائنات اللہ رب العالمین کی جانب منسوب ہو تو اس کو حدیثِ قدسی کہتے ہیں، اور اگر مخلوق کی طرف منسوب ہو تو پھر اگر حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہو تو اس کو حدیثِ مرفوع کہتے ہیں، اگر صحابہ کی طرف منسوب ہو تو اس کو حدیثِ موقوف کہتے ہیں اور اگر من بعد الصحابہ کی طرف منسوب ہو تو اس کا نام حدیثِ مقطوع رکھتے ہیں۔ آگے ہر ایک کی تفصیل ہے۔

اَلْحَدِيْثُ الْقُدُسِيُّ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اَلْقُدُسِيُّ نِسْبَةٌ اِلَى " الْقُدُسِ " أَيِ الطُّهْرِ ، كَمَا فِي الْقَامُوْسِ أَيِ الْحَدِيْثُ الْمَنْسُوْبُ اِلَى الذَّاتِ الْقُدُسِيَّةِ وَهُوَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالىٰ . (ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ مَا نُقِلَ اِلَيْنَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ اِسْنَادِهِ اِيَّاهُ اِلىٰ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ .

ترجمہ: حدیثِ قدسی۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: قدسی، قدس یعنی پاکی کی طرف نسبت ہے جیسا کہ قاموس میں ہے، مراد وہ حدیث ہے جو پاک ذات یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ حدیث جو ہم تک نبی کریم ﷺ کے واسطے سے منقول ہو آپ ﷺ کے اس کو اپنے رب عزوجل کی طرف منسوب کرنے کے ساتھ۔

شرح :- القدسی، یہ قُدُس کی طرف نسبت ہے اور قُدُس کے معنی ہیں ''پاکی'' گویا حدیث قدسی وہ حدیث ہوئی جس کی نسبت سب سے مقدس اور پاک ذات یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہو۔ اصطلاح کے مطابق حدیث قدسی وہ حدیث مثلاً تی ہے جو نبی کریم ﷺ اپنے رب تعالیٰ شانہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بیان کریں۔

۲ - اَلْفَرْقُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقُرْآنِ :هُنَاكَ فُرُوْقٌ كَثِيْرَةٌ أَشْهَرُهَا مَا يَلِيْ :(أ) أَنَّ الْقُرْآنَ لَفْظُهٗ وَمَعْنَاهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالىٰ وَالْحَدِيْثُ الْقُدُسِيُّ مَعْنَاهُ مِنَ اللّٰهِ وَلَفْظُهٗ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ .(ب) وَالْقُرْآنُ يُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهٖ وَالْحَدِيْثُ الْقُدُسِيُّ لَا يُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهٖ .(جـ) اَلْقُرْآنُ يُشْتَرَطُ فِيْ ثُبُوْتِهِ التَّوَاتُرُ ، وَالْحَدِيْثُ الْقُدُسِيُّ لَا يُشْتَرَطُ فِيْ ثُبُوْتِهِ التَّوَاتُرُ .

ترجمہ : حدیث قدسی اور قرآن مجید کے درمیان فرق: ان کے درمیان بہت سارے فرق ہیں ،ان میں سے مشہور یہ ہیں: (أ) قرآن ،اس کا لفظ اور معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حدیث قدسی، اس کا معنی اللہ کی طرف سے اور لفظ نبی کریم ﷺ کی جانب سے ہے۔(ب) قرآن مجید، اس کی تلاوت سے عبادت ادا کی جاتی ہے اور حدیث قدسی، اس کی تلاوت سے عبادت ادا نہیں کی جاتی ۔(ج) قرآن، اس کے ثبوت کے لیے تواتر شرط ہے اور حدیث قدسی، اس کے ثبوت کے لیے تواتر شرط نہیں۔

شرح :- قرآن مجید اور حدیث قدسی کے درمیان کئی اعتبار سے فرق موجود ہے کہلا (۱) قرآن شریف کے الفاظ و معانی دونوں من جانب اللہ ہیں جبکہ حدیث قدسی کے معانی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء ہوتے ہیں اور الفاظ حضور ﷺ کے اپنے اختیار کردہ ہوتے ہیں۔(۲) قرآن مجید کے الفاظ پڑھ کر عبادت ادا کی جاتی ہے کہلا نماز وغیرہ میں لیکن حدیث قدسی کے الفاظ سے کوئی عبادت ادا نہیں کی جاتی ۔(۳) قرآن مجید کے لیے تواتر کی شرط ہے ،تواتر کے بغیر قرآن کا ثبوت نہیں ہوسکتا جبکہ حدیث قدسی متواتر بھی ہوسکتی ہے، مشہور، عزیز اور غریب بھی۔

۳ - عَدَدَ الْأَحَادِيْثِ الْقُدُسِيَّةِ : وَالْأَحَادِيْثُ الْقُدُسِيَّةُ لَيْسَتْ بِكَثِيْرَةٍ بِالنِّسْبَةِ لِعَدَدِ الْأَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ، وَعَدَدُهَا يَزِيْدُ عَلَى الْمِائَتَيْ حَدِيْثٍ .

٤ - مِثَالُهٗ : مَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهٖ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْمَا رَوىٰ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ أَنَّهٗ قَالَ : "يَاعِبَادِيْ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلىٰ نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهٗ بَيْنَكُمْ مُحَرَّماً فَلَا تَظَالَمُوْا ......".

ترجمہ: احادیثِ قدسیہ کی تعداد: احادیث قدسیہ، احادیث نبویہ کی بنسبت زیادہ نہیں ہیں، ان کی تعداد دو سو سے زائد ہے۔ حدیثَ قدسی کی مثال: وہ حدیث جس کو مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوذرؓ سے روایت کیا، وہ نبی کریم ﷺ سے ان باتوں کے ضمن میں نقل کرتے ہیں جو آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا تو تم ظلم مت کرو......"۔

شرح :- جس طرح حدیث نبوی ﷺ کی کثرت ہے کہ اس کی تعداد ہزاروں سے بھی متجاوز ہے اس طرح حدیث قدسی کی تعداد نہیں ہے، بلکہ حدیث قدسی جو مروی ہے اس کی تعداد دو سو سے کچھ اوپر نقل کی گئی ہے۔ حدیث قدسی کی مثال مسلم شریف کی مذکورہ بالا حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ سے حدیث روایت فرما رہے ہیں۔

٥ - صِيَغُ رِوَايَتِهٖ : لِرَاوِی الْحَدِيْثِ الْقُدُسِیِّ صِيْغَتَانِ يَرْوِی الْحَدِيْثَ بِأَيِّهِمَا شَاءَ وَهُمَا :(أ) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْمَا يَرْوِيْهِ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ .(ب) قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ فِيْمَا رَوَاهُ عَنْهُ رَسُوْلُهٗ ﷺ .٦ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : اَلْاِتِّحَافَاتُ السَّنِيَّةُ بِالْأَحَادِيْثِ الْقُدُسِيَّةِ . لِعَبْدِالرَّءُوْفِ الْمُنَاوِیِّ ، جَمَعَ فِيْهِ /٢٧٢/ حَدِيْثًا .

ترجمہ: اس کی روایت کے صیغے: حدیث قدسی کے لیے دو صیغے مقرر ہیں جن میں سے کسی کے ساتھ بھی حدیث روایت کرسکتا ہے، وہ یہ ہیں: (أ) رسول اللہ ﷺ نے ان احادیث میں جو آپ اپنے رب تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا۔ (ب) اللہ تعالیٰ نے ان احادیث میں جن کو ان سے ان کے رسول ﷺ نے روایت کیا ہے، فرمایا۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصنیف: الاتحافات السنیہ بالأحادیث القدسیہ: یہ عبدالرؤف مناویؒ کی تصنیف ہے، اس میں آپ نے ۲۷۲ حدیثیں جمع فرمائی ہیں۔

شرح:- احادیث قدسیہ کو روایت کرنے کے دو طریقے ہیں: (۱) یوں کہا جائے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا۔ (۲) یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی بیان کردہ احادیث میں فرمایا۔ بہرحال اس طرح روایت کرے کہ وہ بات اللہ تعالیٰ

کی طرف منسوب ہو مگر رسول پاک ﷺ کے واسطے سے۔ واللہ اعلم

اَلْمَرْفُوْعُ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ فِعْلِ " رَفَعَ " ضِدِّ " وَضَعَ " كَأَنَّهُ سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِنِسْبَتِهِ اِلىٰ صَاحِبِ الْمَقَامِ الرَّفِيْعِ وَهُوَ النَّبِيُّ ﷺ .(ب) اِصْطِلَاحاً : مَا أُضِيْفَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ تَقْرِيْرٍ أَوْ صِفَةٍ . ٢ – شَرْحُ التَّعْرِيْفِ : أَيْ هُوَ مَا نُسِبَ أَوْ مَا أُسْنِدَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ سَوَاءٌ كَانَ هٰذَا الْمُضَافُ قَوْلاً لِلنَّبِيِّ ﷺ أَوْ فِعْلاً أَوْ تَقْرِيْراً أَوْ صِفَةً ، وَسَوَاءٌ كَانَ الْمُضِيْفُ هُوَ الصَّحَابِيَّ أَوْ مَنْ دُوْنَهُ ، مُتَّصِلاً كَانَ الْإِسْنَادُ أَوْ مُنْقَطِعاً ، فَيَدْخُلُ فِي الْمَرْفُوْعِ الْمَوْصُوْلُ وَالْمُرْسَلُ وَالْمُتَّصِلُ وَالْمُنْقَطِعُ ، هٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ فِيْ حَقِيْقَتِهِ وَهُنَاكَ أَقْوَالٌ أُخْرىٰ فِيْ حَقِيْقَتِهِ وَتَعْرِيْفِهِ .

ترجمہ: مرفوع۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ رَفَعَ فعل سے اسم مفعول ہے جو وَضَعَ کا ضد ہے گویا اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ اس کی نسبت بلند مقام والی ذات کی طرف ہوتی ہے اور وہ آنحضرت ﷺ ہیں۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ قول یا فعل یا تقریر یا صفت جس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ تعریف کی وضاحت: یعنی وہ حدیث ہے جس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہو، برابر ہے کہ یہ منسوب نبی پاک ﷺ کا کوئی قول ہو یا فعل یا تقریر یا صفت وحالت، اور برابر ہے کہ نسبت کرنے والا صحابی ہو یا اس سے نیچے کے لوگ، اسناد متصل ہو یا منقطع، لہٰذا مرفوع میں موصول، مرسَل، متصل اور منقطع داخل ہو جائیں گے، یہی اس کی حقیقت میں مشہور ہے، چند اقوال اور ہیں جو اس کی حقیقت اور تعریف کے بارے میں ہیں۔

شرح:- مرفوع، باب فتح کے مصدر الرَّفْعُ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، رفع کے معنی ہیں بلند کرنا، تو مرفوع وہ جس کو بلند کیا گیا ہو، حدیث کو مرفوع اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کی نسبت بھی ایک بلند رتبہ ہستی کی طرف کی جاتی ہے جس سے اس کی بھی شان بلند ہو جاتی ہے۔ بلند رتبہ سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

اصطلاح اصول حدیث میں مرفوع ہر اس قول، فعل، تقریر یا صفت کو کہتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہو یعنی یہ بیان کیا گیا ہو کہ اس قول کے قائل یا فعل کے فاعل، یا تقریر کنندہ یعنی ثابت کرنے والے یا صفت سے متصف ذات آپ ﷺ ہیں نہ کہ کوئی اور۔ جب مرفوع کی تعریف میں صرف آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہونے کا اعتبار ہے اور کوئی قید نہیں تو اس کے تحت کئی اقسام کی حدیث داخل ہو جائے گی کہلا متصل، مرسل اور منقطع وغیرہ جب تک ان کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف ہو۔ مرفوع کی تعریف کے متعلق دوسرا قول خطیب بغدادیؒ کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مرفوع وہ حدیث ہے جس میں صحابی نبی کریم ﷺ کا فعل یا قول نقل کرے۔ اکثر کے نزدیک وہی تعریف مقبول ہے جو اوپر بیان ہوئی۔

٣ – أَنْوَاعُهُ : يَتَبَيَّنُ مِنَ التَّعْرِيْفِ أَنَّ أَنْوَاعَ الْمَرْفُوْعِ أَرْبَعَةٌ وَهِيَ :(أ) الْمَرْفُوْعُ الْقَوْلِيُّ . (ب) اَلْمَرْفُوْعُ الْفِعْلِيُّ . (جـ) اَلْمَرْفُوْعُ التَّقْرِيْرِيُّ . (د) اَلْمَرْفُوْعُ الْوَصْفِيُّ . ٤ – أَمْثِلَةٌ : (١) مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ الْقَوْلِيِّ : أَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ أَوْ غَيْرُهُ " قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَذَا ...... ". (٢) مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ الْفِعْلِيِّ : أَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ أَوْ غَيْرُهُ : " فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَذَا...... ". (٣) مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ التَّقْرِيْرِيِّ : أَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ أَوْ غَيْرُهُ : " فُعِلَ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ كَذَا " وَلَا يَرْوِيْ إِنْكَارَهُ لِذٰلِكَ الْفِعْلِ . (٤) مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ الْوَصْفِيِّ : أَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ أَوْ غَيْرُهُ : " كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقاً ".

ترجمہ: مرفوع کے اقسام: تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ مرفوع کے اقسام چار ہیں، اور وہ یہ ہیں: (أ) مرفوعِ قولی (ب) مرفوعِ فعلی (ج) مرفوعِ تقریری (۴) مرفوعِ وصفی۔ ان کی مثالیں:
(۱) مرفوعِ قولی کی مثال: یہ کہ صحابی یا کوئی اور یوں کہے: "رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا"۔
(۲) مرفوعِ فعلی کی مثال: یہ کہ صحابی یا کوئی اور یوں کہے: "رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کیا"۔
(۳) مرفوعِ تقریری کی مثال: یہ کہ صحابی یا کوئی اور یوں کہے: "نبی کریم ﷺ کے سامنے ایسا کیا گیا"۔ (۴) مرفوعِ وصفی کی مثال: یہ کہ صحابی یا کوئی اور یوں کہے: "رسول اللہ ﷺ لوگوں میں

سب سے اچھے اخلاق والے تھے"۔

شرح :- مرفوع کی چار قسمیں ہیں: (۱) مرفوعِ قولی: جس میں آپ ﷺ کا قول مذکور ہو۔ (۲) مرفوعِ فعلی: جس میں آپ ﷺ کا فعل مذکور ہو۔ (۳) مرفوعِ تقریری: جس میں آپ ﷺ کی تقریر مذکور ہو۔ (۴) مرفوعِ وصفی: جس میں آپ ﷺ کی صفت مذکور ہو۔ ان سب کی مثالیں واضح ہیں۔

اَلْمَوْقُوْفُ

١ - تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنَ " الْوَقْفِ "كَأَنَّ الرَّاوِىْ وَقَفَ بِالْحَدِيْثِ عِنْدَ الصَّحَابِيِّ وَلَمْ يُتَابِعْ سَرْدَ بَاقِيْ سِلْسِلَةِ الْإِسْنَادِ .(ب) اِصْطِلَاحاً : مَا أُضِيْفَ اِلَى الصَّحَابِيِّ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ تَقْرِيْرٍ . ٢ - شَرْحُ التَّعْرِيْفِ : أَىْ هُوَ مَا نُسِبَ أَوْ أُسْنِدَ اِلىٰ صَحَابِيٍّ أَوْ جَمْعٍ مِنَ الصَّحَابَةِ سَوَاءٌ كَانَ هٰذَا الْمَنْسُوْبُ اِلَيْهِمْ قَوْلاً أَوْ فِعْلاً أَوْ تَقْرِيْراً ، وَسَوَاءٌ كَانَ السَّنَدُ اِلَيْهِمْ مُتَّصِلاً أَوْ مُنْقَطِعاً .

ترجمہ: موقوف۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ الوقف سے اسم مفعول ہے گویا راوی نے صحابی پر حدیث روک دی اور سند کے بقیہ سلسلہ کا بیان جاری نہیں رکھا۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ قول یا فعل یا تقریر جس کی نسبت صحابی کی طرف کی گئی ہو۔ تعریف کی وضاحت: یعنی وہ بات جس کی نسبت کسی ایک صحابی یا صحابہ کرام کی ایک جماعت کی طرف کی گئی ہو برابر ہے کہ ان کی طرف منسوب کی جانے والی بات قول ہو یا فعل یا تقریر، اور برابر ہے کہ ان تک سند متصل ہو منقطع۔

شرح :- موقوف، باب ضرب کے مصدر الوقف سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، لغوی معنی روکا ہوا، حدیث کو موقوف اس مناسبت سے کہا جاتا ہے کہ راوی بھی حدیث کی سند صحابی کے ذکر پر روک دیتا ہے اور اسے آگے نہیں بڑھاتا۔ اصطلاح کے اعتبار سے موقوف اس حدیث کا نام ہے جس میں کسی صحابی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔ اس میں اس بات کی قید نہیں کہ وہ متصل ہو لہذا منقطع

بھی موقوف ہوسکتا ہے۔ جس طرح مرفوع کو قولی، فعلی، تقریری میں تقسیم کیا گیا تھا موقوف کو بھی ان تین قسموں میں تقسیم کرنا ممکن ہے۔

٣ – أَمْثِلَةٌ :(أ) مِثَالُ الْمَوْقُوْفِ الْقَولِيِّ : قَوْلُ الرَّاوِیْ ، قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِیْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : ' حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ ، أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ ' [البخاری](ب) مِثَالُ الْمَوْقُوْفِ الْفِعْلِيِّ : قَوْلُ الْبُخَارِيِّ : " وَأَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ ". (جـ) مِثَالُ الْمَوْقُوْفِ التَّقْرِيْرِيِّ : كَقَوْلِ بَعْضِ التَّابِعِيْنَ مَثَلاً : " فَعَلْتُ كَذَا أَمَامَ أَحَدِ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيَّ ".

ترجمہ : چند مثالیں: (أ) موقوفِ قولی کی مثال: راوی کا کہنا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "لوگوں سے وہ بات بیان کرو جسے وہ پہچانتے ہو، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے؟" ۔(ب) موقوف فعلی کی مثال: بخاری کا قول: "اور ابن عباسؓ نے تیمّم کی حالت میں امامت کرائی" ۔(ج) موقوف تقریری کی مثال: کہلا جیسے بعض تابعین کا یہ کہنا: "میں نے ایک صحابی کے سامنے اس طرح کیا اور انہوں نے مجھ پر نکیر نہیں کی" ۔

شرح :- موقوف کی تینوں اقسام کی مثال پیش کی گئی ہے۔ ان میں سے حضرت علیؓ کی طرف منسوب قول موقوف قولی ہے جس میں آپ لوگوں سے ان کی سمجھ بوجھ کے مطابق گفتگو کرنے اور ان کی سطح سے اونچی بات یا حدیث بیان کرنے سے منع فرمارہے ہیں کہیں وہ اللہ و رسول کی بات کو نہ جھٹلائیں۔ ابن عباسؓ کے امامت کرانے کا ذکر موقوف فعلی ہے کیونکہ صحابی کا ایک عمل مذکور ہے۔ بعض تابعین کا صحابہ کرامؓ کے سامنے کوئی عمل کر کے اس پر صحابہ کے نکیر نہ کرنے کا ذکر موقوف تقریری ہے اور واضح ہے۔

٤ – اِسْتِعْمَالٌ آخَرُ لَهُ : يُسْتَعمل اسْمُ الْمَوْقُوْفِ فِيْمَا جَاءَ عَنْ غَيْرِ الصَّحَابَةِ لٰكِنْ مُقَيَّداً، فَيُقَالُ مَثَلاً : " هٰذَا حَدِيْثٌ وَقَفَهُ فُلَانٌ عَلَى الزُّهْرِيِّ أَوْ عَلٰى عَطَاءٍ وَنَحْوُ ذٰلِكَ . ٥ – اِصْطِلَاحُ فُقَهَاءِ خُرَاسَانَ : يُسَمِّيْ فُقَهَاءُ خُرَاسَانَ :(أ) الْمَرْفُوْعَ : خَبَراً . (ب) وَالْمَوْقُوْفَ : أَثَراً . أَمَّا الْمُحَدِّثُوْنَ فَيُسَمُّوْنَ كُلَّ ذٰلِكَ

"أَثَراً" لِأَنَّهُ مَأْخُوْذٌ مِنْ "أَثَرْتُ الشَّيْءَ" أَيْ رَوَيْتُهُ .

ترجمہ :اس کا ایک دوسرا استعمال: موقوف کا نام اس حدیث کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو غیر صحابی سے منقول ہو لیکن قید کے ساتھ، تو کہلا یوں کہا جائے گا: "یہ حدیث ہے جس کو فلاں نو زہریؒ پر یا عطاء پر موقوف ہے"، اسی طرح اور بھی جملے۔ فقہاءِ خراسان کی اصطلاح: فقہاءِ خراسان (أ) مرفوع کو خبر (ب) اور موقوف کو اثر کہتے ہیں۔ البتہ محدثین ان سب کو اثر کا نام دیتے ہیں اس لیے کہ وہ "أَثَرْتُ الشَّيْءَ" سے ماخوذ ہے یعنی میں نو اس کو روایت کیا۔

شرح :- صحابی کے علاوہ کسی کا قول، فعل یا تقریر ہو تو اس کے لیے عام لفظ مقطوع ہے لیکن اس کے باوجود جمہو جمہو صحابی کے نیچے افراد جیسے تابعین وغیرہ ہو گئے، ان سب کے لیے بھی لفظ موقوف استعمال کر لیا جاتا ہے مگر ان کی طرف نسبت کرنی پڑتی ہے۔ کہلا جب امام زہریؒ اور حضرت عطاءؒ کا کوئی عمل بتانا ہو تو اس کو یوں کہیں گے "فلاں راوی نو اس کو زہریؒ پر یا عطاءؒ پر موقوف کیا ہے"، یہ دونوں تابعی ہیں، اور جب مطلق موقوف کہا جائے تو اس سے مراد صحابی کی طرف منسوب عمل ہوگا۔

یہ تمام تفصیل محدثین کے ہاں ہے۔ فقہاءِ خراسان نو ایک نئی اصطلاح قائم کی ہے چنانچہ ان کے ہاں حدیثِ مرفوع کا نام خبر ہے اور حدیث موقوف کا نام اثر۔ ان کے برعکس محدثین کے نزدیک اثر ایک عام لفظ ہے جس کا اطلاق ان میں سے سب پر ہوتا ہے، کیونکہ اثر کے لغوی معنی ہیں "روایت کرنا" اس لحاظ سے ہر طرح کی مروی اثر کہا جاتا ہے۔

٦ - فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِالْمَرْفُوْعِ حُكْماً : هُنَاكَ صُوَرٌ مِنَ الْمَوْقُوْفِ فِيْ أَلْفَاظِهَا وَشَكْلِهَا، لٰكِنَّ الْمُدَقِّقَ فِيْ حَقِيْقَتِهَا يَرىٰ أَنَّهَا بِمَعْنَى الْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ ، لِذَا أَطْلَقَ عَلَيْهَا الْعُلَمَاءُ اِسْمَ " الْمَرْفُوْعِ حُكْماً " أَيْ اِنَّهَا مِنَ الْمَوْقُوْفِ لَفْظاً الْمَرْفُوْعِ حُكْماً .وَمِنْ هٰذِهِ الصُّوَرِ :(أ) أَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ ـ الَّذِيْ لَمْ يُعْرَفْ بِالْأَخْذِ عَنْ أَهْلِ الْكِتَابِ ـ قَوْلًا لَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيْهِ وَلَا لَهُ تَعَلُّقٌ بِبَيَانِ لُغَةٍ أَوْ شَرْحِ غَرِيْبٍ مِثْلَ : ١ ...... الْإِخْبَارِ عَنِ الْأُمُوْرِ الْمَاضِيَةِ ، كَبَدْءِ الْخَلْقِ . ٢ ...... أَوِ الْإِخْبَارِ عَنِ الْأُمُوْرِ الْآتِيَةِ كَالْمَلَاحِمِ وَالْفِتَنِ وَأَحْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ . ٣ ...... أَوِ الْإِخْبَارِ عَمَّا

> یَحْصُلُ بِفِعْلِهٖ ثَوَابٌ مَخْصُوْصٌ اَوْ عِقَابٌ مَخْصُوْصٌ ،
> كَقَوْلِهٖ مَنْ فَعَلَ كَذَا فَلَهٗ اَجْرُ كَذَا .

ترجمہ : چند ضمنی شکلیں جو حکم کے لحاظ سے مرفوع سے بلکہ رکھتی ہیں: اس مقام پر (احادیث کی) چند صورتیں ہیں جو اپنے الفاظ اور شکل کے لحاظ سے موقوف میں سے ہیں مگر ان کی حقیقت میں غور کرنے والا یہ دیکھے گا کہ یہ حدیث مرفوع کے درجے میں ہیں، اسی لیے علماء نے ان پر مرفوع حکماً کے نام کا اطلاق کیا ہے یعنی یہ بلحاظ لفظ موقوف میں سے ہیں اور بلحاظ حکم مرفوع میں سے ہیں۔ انہی صورتوں میں سے چند یہ ہیں: (أ) یہ کہ صحابی جس کا اہلِ کتاب سے لینا معروف نہ ہو، کوئی ایسی بات کہے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اور نہ ہی اس کا کسی لغت کی وضاحت یا کسی نامانوس لفظ کی تشریح سے کوئی بلکہ ہو، مثلاً (۱) گذشتہ امور سے متعلق بتلانا جیسے ابتدائے آفرینش۔ (۲) یا مستقبل کی باتوں کی خبر دینا جیسے جنگیں، فتنے اور روزِ قیامت کے حالات۔ (۳) یا اس کام کے متعلق بتلانا جس کے کرنے سے مخصوص ثواب یا مخصوص سزا ہوتی ہو جیسے یہ کہنا کہ جس نے ایسا کیا اس کو اتنا اجر ملے گا۔

شرح : - یوں تو مرفوع کا اطلاق خاص اس حدیث پر ہوتا ہے جو صراحتاً رسول پاک ﷺ کی طرف منسوب ہو مگر کبھی کبھی موقوف پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے بشرطیکہ اس کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہوں: (أ) جب یہ اندازہ ہو کہ صحابی نے یہ بات اپنے اجتہاد یا رائے سے نہیں کہی کیونکہ اس جگہ اجتہاد کی گنجائش نہیں اور یہ بھی معلوم ہو کہ مذکورہ صحابی اہلِ کتاب سے روایت نقل کرنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی اس قول کا بلکہ کسی لغت یا لفظ کی تشریح سے ہو ورنہ ظاہر یہ ہے کہ وہ تشریح اپنے طور پر کر رہے ہوں گے۔

اب ایسے امور تین قسم کے ہیں: (۱) صحابی کا گزری ہوئی باتوں کی خبر دینا مثلاً کائنات کی پیدائش وغیرہ کے واقعات۔ (۲) مستقبل میں پیش آنے والی چیزوں کی خبر دینا جیسے یہ بتلانا کہ اس اس قسم کی جنگیں یا فتنے پیش آئیں گے، اسی طرح صحابی کا قیامت کے احوال بتلانا۔ (۳) کسی کام کے متعلق مخصوص ثواب یا عذاب کا ذکر کرنا مثلاً یوں کہنا کہ جس نے فلاں دن کا روزہ رکھا اس کو اتنا

ثواب ملے گا یا جس نے فلاں گناہ کا ارتکاب کیا اس کو یہ عذاب ہوگا۔

ان تینوں صورتوں میں ظاہر یہ ہے کہ صحابی نے اپنی طرف سے بات نہیں کہی ہوگی تعلق ضرور اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ سے کچھ سنا ہوگا اور اسی کے مطابق خبر دے رہے ہیں کیونکہ اس میں انسان کا ذاتی فیصلہ قابل قبول نہیں اور نہ ہی کوئی اپنی رائے سے یہ سب کہہ سکتا ہے۔ تو یہ بظاہر موقوف ہے لیکن فی الحقیقت مرفوع۔

(ب) أَوْ يَفْعَلُ الصُّحَابِيُّ مَا لَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيْهِ : كَصَلَاةِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَاةِ الْكُسُوْفِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ أَكْثَرَ مِنْ رُكُوْعَيْنِ .(ج) أَوْ يُخْبِرُ الصُّحَابِيُّ أَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ أَوْ يَفْعَلُوْنَ كَذَا أَوْ لَا يَرَوْنَ بَأْساً بِكَذَا . ١ ...... فَإِنْ أَضَافَهُ إِلىٰ زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَالصَّحِيْحُ أَنَّهُ مَرْفُوْعٌ ، كَقَوْلِ جَابِرٍؓ : " كُنَّا نَعْزِلُ عَلىٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ".[متفق عليه] ٢ ...... وَإِنْ لَمْ يُضِفْهُ إِلىٰ زَمَنِهِ فَهُوَ مَوْقُوْفٌ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ، كَقَوْلِ جَابِرٍؓ : " كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا ".[البخاری]

ترجمہ : (ب) یا صحابی کا وہ کام کرنا جس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں: جیسے حضرت علیؓ کا نمازِ کسوف میں ہر رکعت کے اندر دو سے زیادہ رکوع کرنا۔ (ج) یا صحابی یہ خبر دے کہ لوگ اس طرح کہا کرتے تھے یا اس طرح کیا کرتے تھے یا اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں محسوس کرتے تھے۔ (۱) پس اگر اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کے ایام کی طرف کرے تو صحیح یہ ہے کہ وہ مرفوع ہے جیسے حضرت جابرؓ کا قول کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے۔ (۲) اور اگر اس کی نسبت آپ کے ایام کی طرف نہ کرے تو جمہور کے نزدیک وہ موقوف ہے جیسے حضرت جابرؓ کا قول کہ ہم جب چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔

شرح :- صحابی کا غیر اجتہادی فعل بھی حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہوگا جیسے معنی ل ہے کہ حضرت علیؓ نے نمازِ کسوف کی ادائیگی میں دو مرتبہ سے زیادہ رکوع کیا۔ اب یہ ظاہر ہے کہ نماز کے تمام افعال غیر قیاسی ہیں لہذا ان کا یہ فعل قیاس یا اجتہاد پر محمول نہیں کیا جا سکتا تعلق ضرور اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے کچھ سنا یا آپ کے فعل کا مشاہدہ کیا ہوگا۔ اسی طرح صحابی کا صحابہ کرامؓ کے عمومی قول یا فعل

کی خبر دینا مثلاً یہ کہنا کہ صحابہ ایسا کہا کرتے تھے یا وہ ایسا کیا کرتے تھے تو یہ بھی حدیث مرفوع کے حکم ہوسکتا ہے مگر اس میں کچھ تفصیل ہے:

(۱) اگر صحابہؓ کے مذکورہ قول یا فعل کی نسبت نبی کریم ﷺ کے بابرکت ایام کی طرف ہو تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوگا کیونکہ بظاہر اس کا آپ ﷺ سے پوشیدہ رہنا مشکل ہے اور علم ہونے کے باوجود آپ کا اس سے منع نہ فرمانا یہ آپ کی طرف اس کام یا اس قول کی تقریر ہے اور آپ کی تقریر بھی حدیث مرفوع ہے۔ اس کی مثال حضرت جابرؓ کا یہ قول ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے عہد میں عزل کیا کرتے تھے۔ یہی صحیح قول ہے اور جمہور اسی کے قائل ہیں لیکن امام ابوبکر اسماعیلی کے نزدیک یہ قسم بھی موقوف ہے۔

(۲) اگر اس فعل یا قول کی نسبت نبی کریم ﷺ کے بابرکت زمانے کی طرف نہ کی گئی ہو تعلق مطلق کہا گیا ہو کہ صحابہ اس طرح کہتے یا کرتے تھے تو جمہور محدثین، فقہاء اور اصولیین کے نزدیک یہ موقوف ہی ہے، مرفوع نہیں جبکہ حاکمؒ وغیرہ کے نزدیک یہ بھی مرفوع ہے۔ اس کی مثال حضرت جابرؓ کا یہ قول ہے کہ ہم جب اوپر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔ اس میں عہدِ نبوی کی طرف نسبت نہیں کی گئی ہے۔

(د) أَوْ يَقُوْلَ الصُّحَابِيُّ : " أُمِرْنَا بِكَذَا أَوْ نُهِيْنَا عَنْ كَذَا ، أَوْ مِنَ السُّنَّةِ كَذَا " مِثْلَ قَوْلِ بَعْضِ الصُّحَابَةِ " أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوْتِرَ الْإِقَامَةَ ". [متفق عليه] وَكَقَوْلِ أُمِّ عَطِيَّةَؓ :" نُهِيْنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا ". [متفق عليه]، وَكَقَوْلِ أَبِيْ قِلَابَةَؒ عَنْ أَنَسٍؓ : " مِنَ السُّنَّةِ إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعاً ". [متفق عليه](هـ) أَوْ يَقُوْلَ الرَّاوِيْ فِي الْحَدِيْثِ عِنْدَ ذِكْرِ الصُّحَابِيِّ بَعْضَ هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ الْأَرْبَعِ وَهِيَ : " يَرْفَعُهُ أَوْ يَنْمِيْهِ أَوْ يَبْلُغُ بِهِ أَوْ رِوَايَةً " كَحَدِيْثِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ رِوَايَةً :" تُقَاتِلُوْنَ قَوْماً صِغَارَ الْأَعْيُنِ". [البخاری](و) أَوْ يُفَسِّرَ الصُّحَابِيُّ تَفْسِيْراً لَهُ تَعَلُّقٌ بِسَبَبِ نُزُوْلِ آيَةٍ ، كَقَوْلِ جَابِرٍؓ " كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ : مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ مِنْ دُبُرِهَا فِيْ قُبُلِهَا جَاءَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ ، فَأَنْزَلَ

اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ...... ﴾ الآية". [مسلم]

ترجمہ : (د) یا صحابی کہے ”ہمیں ایسا حکم دیا گیا یا ہمیں اس سے منع کیا گیا یا سنت میں سے یہ ہے“ مثلاً بعض صحابہؓ کا قول کہ ”حضرت بلالؓ کو حکم ہوا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ“۔ اور جیسے ام عطیہؓ کا کہنا کہ ”ہمیں (یعنی عورتوں کو) جنازوں کے پیچھے چلنے سے منع کیا گیا اور یہ ہم پر لازم نہیں کیا گیا“ اور جیسے ابو قلابہؒ کا حضرت انسؓ کے حوالے سے کہنا کہ: ”سنت میں سے ہے کہ جب شادی شدہ پر کنواری سے شادی کرے تو اس کے یہاں سات دن قیام کرے“۔ (ھ) یا راوی حدیث میں صحابی کا ذکر آنے پر مندرجہ ذیل کلمات میں کوئی کہے: يَرْفَعُهُ یا يَنْمِيْهِ یا يَبْلُغُ بِهٖ یا رِوَايَةً، جیسے اعرجؒ کی حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے روایۃً حدیث ہے: ”پیچاری چھوٹی چھوٹی آنکھوں والی قوم سے لڑائی ہوگی“۔

(و) یا صحابی ایسی تفسیر بیان کرے جس کا آیت کے سببِ نزول سے بلکہ ہو جیسے حضرت جابرؓ کا قول کہ ”یہود کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنی بیوی سے از جانبِ دبر قبل میں جماع کرے تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی: ﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ...... ﴾ (پیچاری عورتیں پیچاری کھیتیاں ہیں)۔

تشریح :- مذکورہ بالا عبارت میں حدیث موقوف کی چند اور صورتیں ذکر کی گئی ہیں جو مرفوع کے حکم میں داخل ہیں اور واضح ہیں۔

٧ – هَلْ يُحْتَجُّ بِالْمَوْقُوْفِ ؟ اَلْمَوْقُوْفُ ـ كَمَا عَرَفْتَ ـ قَدْ يَكُوْنُ صَحِيْحاً اَوْ حَسَناً اَوْ ضَعِيْفاً لٰكِنْ حَتّٰى وَلَوْ ثَبَتَتْ صِحَّتُهٗ فَهَلْ يُحْتَجُّ بِهٖ ؟ وَالْجَوَابُ عَنْ ذٰلِكَ اَنَّ الْاَصْلَ فِي الْمَوْقُوْفِ عَدَمُ الْاِحْتِجَاجِ بِهٖ ، لِاَنَّهٗ اَقْوَالٌ وَاَفْعَالُ صَحَابَةٍ لٰكِنَّهَا اِنْ ثَبَتَتْ فَاِنَّهَا تُقَوِّيْ بَعْضَ الْاَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ ـ كَمَا مَرَّ فِي الْمُرْسَلِ ـ لِاَنَّ حَالَ الصَّحَابَةِ كَانَ هُوَ الْعَمَلَ بِالسُّنَّةِ ، وَهٰذَا اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ حُكْمُ الْمَرْفُوْعِ ، اَمَّا اِذَا كَانَ مِنَ الَّذِيْ لَهٗ حُكْمُ الْمَرْفُوْعِ فَهُوَ حُجَّةٌ كَالْمَرْفُوْعِ .

ترجمہ : کیا موقوف سے استدلال کیا جاسکتا ہے؟ موقوف جیسا کہ آپ نے بغیر نا، کبھی صحیح

ہوتا ہے یا حسن یا ضعیف لیکن اگر اس کی صحت ثابت ہو جائے تو کیا اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ موقوف کے بارے میں اصل ضابطہ اس سے استدلال نہیں کرنا ہے اس لیے کہ وہ صحابہؓ کے اقوال وافعال ہیں۔ مگر جب وہ ثابت ہوں تو بعض احادیثِ ضعیفہ کو تقویت پہنچائیں گے جیسا کہ مرسَل کے بارے میں گذر چکا، کیونکہ صحابہؓ کا حال سنت پر عمل کرنا تھا، اور یہ اس وقت ہے جب اس کو مرفوع کا حکم حاصل نہ ہو، البتہ جب وہ (موقوف) ان احادیث موقوفہ میں سے ہو جنہیں مرفوع کا حکم حاصل ہوتا ہے تو وہ مرفوع کی طرح حجت ہے۔

تشریح:- جس طرح حدیث مرفوع کبھی صحیح ہوتی ہے کبھی حسن اور کبھی ضعیف بھی، اسی طرح حدیثِ موقوف بھی کبھی صحیح کبھی حسن اور کبھی ضعیف ہوتی ہے مگر اگر وہ ثابت بھی ہو جائے تو جب تک مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق اس کا مرفوع حکماً ہونا ثابت نہ ہو کسی حدیثِ مرفوع کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ مستقل حجت ہے، البتہ اس سے دوسری احادیث ضعیفہ کی تائید ہو سکتی ہے اور اس کی وجہ سے بعض علماء کے ہاں مرسَل بھی قوی ہو سکتا ہے۔

اَلْمَقْطُوْعُ

١ - تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ " قَطَعَ " ضِدِّ " وَصَلَ ". (ب) اِصْطِلَاحاً مَا أُضِيفَ اِلَى التَّابِعِيِّ أَوْ مَنْ دُوْنَهُ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ . ٢ - شَرْحُ التَّعْرِيْفِ : أَيْ هُوَ مَا نُسِبَ أَوْ أُسْنِدَ اِلَى التَّابِعِيِّ أَوْ تَابِعِ التَّابِعِيِّ فَمَنْ دُوْنَهُ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ .

وَالْمَقْطُوْعُ غَيْرُ الْمُنْقَطِعِ ، لِأَنَّ الْمَقْطُوْعَ مِنْ صِفَاتِ الْمَتْنِ ، وَالْمُنْقَطِعُ مِنْ صِفَاتِ الْإِسْنَادِ أَيْ اِنَّ الْحَدِيْثَ الْمَقْطُوْعَ مِنْ كَلَامِ التَّابِعِيِّ فَمَنْ دُوْنَهُ ، وَقَدْ يَكُوْنُ السَّنَدُ مُتَّصِلاً اِلىٰ ذٰلِكَ التَّابِعِيِّ ، عَلىٰ حِيْنِ أَنَّ الْمُنْقَطِعَ يَعْنِيْ أَنَّ اِسْنَادَ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ غَيْرُ مُتَّصِلٍ ، وَلَا تَعَلُّقَ لَهُ بِالْمَتْنِ .

ترجمہ: مقطوع۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ قَطَعَ سے اسم مفعول ہے جو وَصَلَ کا ضد ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ قول یا فعل جس کی نسبت تابعی یا اس سے

نیچے فرد کی طرف کی گئی ہو۔تعریف کی وضاحت: یعنی وہ قول یا فعل جس کی نسبت تابعی یا تبع تابعی یا اس سے نیچے کسی فرد کی طرف کی گئی ہو، مقطوع منقطع سے مختلف ہے اس لیے کہ مقطوع متن کی صفات میں سے ہے اور منقطع اسناد کی صفات میں سے ہے یعنی حدیثِ مقطوع تابعی یا اس سے نیچے فرد کے کلام سے ہے اور کبھی اس تابعی تک سند متصل ہوتی ہے جبکہ منقطع سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کی اسناد متصل نہیں اور اس کا متن سے بلکہ نہیں۔

شرح :- مقطوع، باب فتح کے مصدر القَطْعُ سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں کاٹنا، تو مقطوع کے معنی ہوئے "کاٹا ہوا"، حدیث کو بھی مقطوع اسی مناسبت سے کہا جاتا ہے کہ اس کی نسبت صحابی سے کاٹ دی جاتی ہے تعلق اُسے تابعی یا تبع تابعی تک محدود رکھا جاتا ہے۔اصطلاحِ محدثین کے مطابق تابعی یا اس سے نیچے کسی کی طرف منسوب قول یا فعل کو مقطوع کہتے ہیں۔تابعی سے نیچے سے مراد تبع تابعی ہے۔

جس طرح مرفوع اور موقوف کبھی قول کبھی فعل اور کبھی تقریر ہوتے ہیں اسی طرح مقطوع بھی قول، فعل یا تقریر ہوسکتا ہے مگر عام طور سے صرف قول یا فعل مراد ہوتا ہے۔مقطوع کی طرح منقطع کا ماخذ بھی القطع ہے یعنی کٹا ہوا مگر اصطلاح میں ان دونوں کے درمیان فرق کیا گیا ہے، چنانچہ مقطوع کا بلکہ متن سے ہے جب اس کی نسبت تابعی و من دونہ کی طرف کی جائے اور منقطع کا بلکہ سند سے ہے جب اس سے کوئی راوی محذوف ہوجائے۔اسی بناء پر ان کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت پائی جاسکتی ہے یعنی جس طرح مقطوع متصل بھی ہوتا ہے اور منقطع بھی، اسی طرح منقطع بھی کبھی مرفوع ہوتا ہے کبھی موقوف اور کبھی مقطوع۔

۳ –أَمْثِلَةٌ :(أ) مِثَالُ الْمَقْطُوْعِ الْقَوْلِيّ : قَوْلُ الْحَسَنِ الْبَصرِيّ فِي الصَّلَاةِ خَلْفَ الْمُبْتَدِعِ : " صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ ". [البخاری](ب) مِثَالُ الْمَقْطُوْعِ الْفِعْلِيّ : قَوْلُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ " كَانَ مَسْرُوْقٌ يُرْخِي السِتْر بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِهِ وَيُقْبِلُ عَلىٰ صَلَاتِهِ وَيُخَلِّيْهِمْ وَدُنْيَاهُمْ ". [حلية الأولياء]

ترجمہ : ۳ چند مثالیں: (أ) مقطوعِ قولی کی مثال: بدعتی کے پیچھے نماز سے متعلق حضرت حسن

بصریؒ کا قول کہ "نماز پڑھو، اور اس کی بدعت اسی کے اوپر ہے"۔ (ب) مقطوعِ فعلی کی مثال: حضرت ابراہیم بن محمد بن منتشرؒ کا قول "مسروقؒ اپنے اور اپنے اہلِ خانہ کے درمیان پردہ ڈال دیتے اور اپنی نماز میں مشغول ہو جاتے اور انہیں ان کے دنیاوی امور میں مشغول رہنے دیتے"۔

شرح :- ان میں سے پہلا حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ اگر امام بدعتی ہے تو تم اس کی پرواہ کیے تم نماز پڑھ لو اور جو وبال ہوگا وہ اسی کے سر پر ہوگا (البتہ اگر بدعت مکفرہ ہو تو نماز نہیں ہوگی)، آپ نے متعدد صحابہ کی زیارت کی ہے اور مشہور تابعی ہیں لہذا آپ کا قول مقطوعِ قولی ہے۔

دوسرا حضرت مسروق کا عمل ہے، وہ بھی تابعی ہیں، عمل یہ ہے کہ آپ جب گھر میں نماز شروع کرتے تو اپنے اور گھر والوں کے درمیان پردہ حائل کر دیتے پھر وہ جو دنیاوی امور میں مشغول ہوتے اس کی وجہ سے اپنی نماز میں کمی نہ لاتے بتعلق نماز میں منہمک رہتے۔ یہ مقطوعِ فعلی ہے۔

٤ – حُكْمُ الْإِحْتِجَاجِ بِهٖ : اَلْمَقْطُوْعُ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ اَيْ وَلَوْ صَحَّتْ نِسْبَتُهٗ لِقَائِلِهٖ لِاَنَّهٗ كَلَامُ اَوْ فِعْلُ اَحَدِ الْمُسْلِمِيْنَ ، لٰكِنْ اِنْ كَانَتْ هُنَاكَ قَرِيْنَةٌ تَدُلُّ عَلٰى رَفْعِهٖ ، كَقَوْلِ بَعْضِ الرُّوَاةِ : ـ عِنْدَ ذِكْرِ التَّابِعِيِّ ـ " يَرْفَعُهٗ " مَثَلًا ، فَيُعْتَبَرُ عِنْدَئِذٍ لَهٗ حُكْمُ الْمَرْفُوْعِ الْمُرْسَلِ ". ٥ – اِطْلَاقُهٗ عَلَى الْمُنْقَطِعِ : اَطْلَقَ بَعْضُ الْمُحَدِّثِيْنَ كَالشَّافِعِيِّ وَالطَّبَرَانِيِّ لَفْظَ " الْمَقْطُوْعِ " وَاَرَادُوْا بِهِ " الْمُنْقَطِعَ " اَيِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّصِلْ اِسْنَادُهٗ ، وَهُوَ اصْطِلَاحٌ غَيْرُ مَشْهُوْرٍ . وَقَدْ يُعْتَذَرُ لِلشَّافِعِيِّؒ بِاَنَّهٗ قَالَ ذٰلِكَ قَبْلَ اسْتِقْرَارِ الْاِصْطِلَاحِ ، اَمَّا الطَّبَرَانِيُّ فَاِطْلَاقُهٗ ذٰلِكَ يُعْتَبَرُ تَجَوُّزًا عَنِ الْاِصْطِلَاحِ .

ترجمہ : مقطوع سے حجت پیش کرنے کا حکم: مقطوع، اس سے کسی بھی حکمِ شرعی میں حجت پیش نہیں کی جا سکتی یعنی اگر چہ اس کی اپنے قائل کی طرف نسبت صحیح ہو، اس لیے کہ وہ مسلمانوں میں سے ہی ایک شخص کا کلام یا فعل ہے لیکن اگر وہاں پر کوئی قرینہ اس کے مرفوع ہونے پر دلالت کرے مثلاً جیسے بعض رواۃ کا تابعی کا ذکر کرتے وقت کہنا "وہ اس کو مرفوع بیان کیا کرتے تھے" تو اس وقت اس کے لیے مرفوع مرسَل کے حکم کا لحاظ کیا جائے گا۔ منقطع پر اس کا اطلاق: بعض محدثین جیسے امام

شافعی اور طبرانی وغیرہ، نے لفظ مقطوع کہا اور اس سے منقطع مراد لیا یعنی جس کی اسناد متصل نہ ہو، اور یہ غیر مشہور اصطلاح ہے۔ امام شافعیؒ کا یہ عذر بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اصطلاح مقرر کرنے سے پہلے کی بات ہے، البتہ طبرانی کا جہاں تک بلکہ ہے تو ان کا اس طرح کہنا اصطلاح سے تجاوز سمجھا جائے گا (یا اصطلاح سے مجاز سمجھا جائے گا)۔

شرح :- تابعی یا تبع تابعی کے قول کی وہ خصوصیات نہیں ہیں جو کم سے کم ایک صحابی کے قول کی ہوتی ہیں اسی لیے اس کے قول یا فعل کو قولِ صحابی یا فعلِ صحابی کی طرح حجت نہیں بنا سکتے جس کی تفصیل گذر چکی ہے، امام ابوحنیفہؒ کا قول مشہور ہے کہ: '' ھم رجالٌ ونحن رجالٌ '' (یعنی تابعین ہماری طرح ہی لوگ تھے) البتہ جب یہ تصریح ہو کہ تابعی یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا تعلق وہ حدیث مرفوع بیان کرر ہا ہے تو پھر اس کی حیثیت مرفوع کی قسم مرسَل کی طرح ہوگی جس میں صحابی کا واسطہ حذف کر دیا جاتا ہے۔

دوسری طرف یہ جاننا ضروری کہ جب تک مقطوع و منقطع کے درمیان فرق کی اصطلاح قائم نہیں ہوئی تھی بعض محدثین نے ایک دوسرے پر ان کا اطلاق کیا ہے چنانچہ امام شافعیؒ نے منقطع کے لیے مقطوع کا لفظ استعمال کیا ہے، البتہ اصطلاح مقرر ہونے کے بعد امام طبرانیؒ نے بھی منقطع پر لفظ مقطوع کا اطلاق کیا ہے اور یہ خالصتاً مجاز ہے ورنہ اصطلاح تو وہی ہے جو تمام محدثین اختیار کیے ہوئے ہیں۔

٦ – مِنْ مَظِنَّاتِ الْمَوْقُوْفِ وَالْمَقْطُوْعِ :(أ) مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِيْ شَيْبَةَ . (ب) مُصَنَّفُ عَبْدِالرَّزَّاقِ . (جـ) تَفَاسِيْرُ ابْنِ جَرِيْرٍ وَابْنِ أَبِيْ حَاتِمٍ وَابْنِ الْمُنْذِرِ .

ترجمہ : ۶ موقوف اور مقطوع کو تلاش کرنے کی جگہیں: (أ) مصنف ابن ابی شیبہؒ (ب) مصنف عبدالرزاقؒ (ج) ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ اور ابن منذرؒ کی تفسیریں۔

شرح :- موقوف یا مقطوع سے متعلق مستقل تصانیف نہیں ہیں البتہ مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن المنذر کی تفاسیر، نیز امام سیوطی کی تفسیر الدر المنثور وغیرہ کتب میں ان کی بڑی مقدار موجود ہے۔

اَلْمَبْحَثُ الثَّانِیْ : اَنْوَاعٌ اُخْرٰی مُشْتَرِکَۃٌ بَیْنَ الْمَقْبُوْلِ وَالْمَرْدُوْدِ

اَلْمُسْنَدُ

۱ – تَعْرِیْفُہٗ : (أ) لُغَۃً : اِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ " أَسْنَدَ " بِمَعْنٰی أَضَافَ أَوْ نَسَبَ .(ب) اِصْطِلَاحاً : مَا اتَّصَلَ سَنَدُہٗ مَرْفُوْعاً اِلَی النَّبِیِّ ﷺ . ۲ – مِثَالُہٗ : مَا أَخْرَجَہُ الْبُخَارِیُّ قَالَ : " حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ مَالِکٍ عَنْ أَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ : اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : اِذَا شَرِبَ الْکَلْبُ فِیْ اِنَاءِ أَحَدِکُمْ فَلْیَغْسِلْہُ سَبْعاً ". فَھٰذَا حَدِیْثٌ اِتَّصَلَ سَنَدُہٗ مِنْ أَوَّلِہٖ اِلٰی مُنْتَھَاہُ ، وَھُوَ مَرْفُوْعٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ.

ترجمہ: دوسری بحث دوم: مقبول ومردود کے درمیان مشترک چند اور اقسام۔ مسند: اس کی تعریف۔ (أ) لغت کے اعتبار سے: یہ أَسْنَدَ بمعنی اس نے منسوب کیا، سے اسم مفعول ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ حدیث جس کی سند نبی کریم ﷺ تک مرفوع ہونے کی حالت میں متصل ہو۔ اس کی مثال: وہ حدیث جس کو بخاری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن یوسف نے، بواسطہ امام مالکؒ بیان کیا، وہ بواسطہ ابوالزناد، وہ اعرج سے وہ ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کسی کے برتن سے کتا جب پی لے تو اس کو سات مرتبہ دھولے"، چنانچہ یہ ایسی حدیث ہے جس کی سند ابتداء سے آخر تک متصل ہے اور نبی کریم ﷺ تک مرفوع (بھی) ہے۔

تشریح: :- مسنَد لغوی اعتبار سے بمعنی "نسبت کیا ہوا" یعنی جس قول کی نسبت اس کے قائل کی طرف کی گئی ہو۔ اصطلاح میں مسند کی مذکورہ تعریف ہی مشہور ومعتمد ہے یعنی وہ حدیث جس کی سند متصل ہو (درمیان میں کوئی راوی محذوف نہ ہو) اور حضور اکرم ﷺ کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہو۔ اس تعریف کی رُو سے مرسل، منقطع، معضل ومعلق، موقوف اور مقطوع مسند میں داخل نہیں۔ اس تعریف کے علاوہ دو تعریفیں اور بھی ہیں: (۱) مسند، حدیثِ متصل کو کہتے ہیں۔ اس

تعریف کی رُو سے موقوف ومقطوع بھی مسند میں داخل ہیں۔(۲) مسند، مرفوع حدیث کو کہتے ہیں۔اس کی رُو سے مرسل، معضل و منقطع اور معلق بھی اس میں داخل ہیں۔

اَلْمُتَّصِلُ

١ - تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ فَاعِلٍ مِنْ " اِتَّصَلَ " ضِدّ " اِنْقَطَعَ " وَيُسَمّٰى هٰذَا النَّوْعُ بِـ "الْمَوْصُوْلِ " أَيْضاً .(ب) اِصْطِلاحاً : مَا اتَّصَلَ سَنَدُهُ مَرْفُوْعاً كَانَ أَوْ مَوْقُوْفاً . ٢ - مِثَالُهُ : (أ) مِثَالُ الْمُتَّصِلِ الْمَرْفُوْعِ : " مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : كَذَا......".(ب) مِثَالُ الْمُتَّصِلِ الْمَوْقُوْفِ : " مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كَذَا...... ".

ترجمہ : متصل۔اس کی تعریف:(أ) یہ اِتَّصَلَ سے اسم فاعل ہے جو اِنْقَطَعَ کا ضد ہے اوراس قسم کا نام موصول بھی رکھا جاتا ہے۔(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: جس کی سند متصل ہو چاہے وہ مرفوع ہو یا موقوف۔اس کی مثال: متصلِ مرفوع کی مثال:''مالک بواسطہ ابن شہاب وہ بواسطہ سالم بن عبداللہ وہ اپنے والد سے اور وہ جناب رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ نے اس طرح فرمایا......''۔(ب) متصلِ موقوف کی مثال:''مالک بواسطہ نافع، وہ ابن عمرؓ کے بارے میں کہ انہوں نے اس طرح فرمایا......''۔

تشریح :- متصل باب افتعال کے مصدر الاتصال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں ملنا، جڑنا۔متصل کے معنی ہیں ملا ہوا، جڑا ہوا۔یہ منقطع کا ضد ہے جس کے معنی ہیں ''کٹا ہوا، ٹوٹا ہوا''، حدیث کو بھی متصل اسی وقت کہتے ہیں کہ جب اس کی سند ملی ہوئی ہوتی ہے اور اس میں کوئی راوی محذوف نہیں ہوتا۔اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو چاہے مرفوع ہو یا موقوف۔اس طرح متصل کی دو قسمیں ہوئیں:(۱) متصل مرفوع (۲) متصل موقوف۔ان میں سے ہر ایک کی مثال اوپر دی گئی ہے۔چنانچہ مالک ''عن ابن شہاب عن سالم بن عبداللہ عن ابیہ عن رسول اللہ ﷺ''، متصل مرفوع کی مثال ہے کیونکہ اس میں آنحضرت ﷺ تک متصل سند پہنچی

ہوئی ہے، اور ''مالک عن نافع عن ابن عمرؓ'' متصل موقوف کی مثال ہے کیونکہ ایک صحابی تک متصل سند پہنچی ہوئی ہے۔

۳ – هَلْ يُسَمّٰى قَوْلُ التَّابِعِيِّ مُتَّصِلاً ؟ قَالَ الْعِرَاقِيُّ : " وَأَمَّا أَقْوَالُ التَّابِعِيْنَ ـ اِذَا اتَّصَلَتِ الْأَسَانِيْدُ اِلَيْهِمْ ـ فَلَا يُسَمُّوْنَهَا مُتَّصِلَةً فِيْ حَالَةِ الْإِطْلَاقِ ، أَمَّا مَعَ التَّقْيِيْدِ فَجَائِزٌ ، وَوَاقِعٌ فِيْ كَلَامِهِمْ ، كَقَوْلِهِمْ : هٰذَا مُتَّصِلٌ اِلٰى سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَوْ اِلَى الزُّهْرِيِّ أَوْ اِلٰى مَالِكٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ ، قِيْلَ وَالنُّكْتَةُ فِيْ ذٰلِكَ أَنَّهَا تُسَمّٰى " مَقَاطِيْعَ " فَاِطْلَاقُ الْمُتَّصِلِ عَلَيْهَا كَالْوَصْفِ لِشَيْءٍ وَاحِدٍ بِمُتَضَادَّيْنِ لُغَةً ".

ترجمہ: ۳ کیا تابعی کے قول کا نام متصل رکھا جائے گا؟ عراقی نے کہا: ''اور جہاں تک تابعین کے اقوال کا تعلق ہے جب ان کی اسانید تابعین تک متصل ہوں تو محدثین اطلاق (یعنی قید نہ لگانے) کے وقت ان کا نام متصل نہیں رکھتے ہیں، البتہ نسبت کی قید لگانے کے ساتھ ایسا جائز اور ان کے کلام میں واقع ہے جیسے ان کا یہ کہنا کہ یہ سعید بن میسّب تک یا زہری تک یا مالک تک متصل ہے وغیرہ، کہا گیا ہے کہ اس میں نکتہ یہ ہے کہ تابعین کے اقوال کا نام مقاطیع (مقطوع کی جمع) رکھا جاتا ہے، تو ان پر متصل کا اطلاق ایک ہی چیز کو لغت کے اعتبار سے دو متضاد صفات کے ساتھ متصف کرنا ہے''۔

تشریح:- متصل اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے ہر کسی کے قول وفعل کو کہا جاتا ہے جب اس ذات تک سند متصل ہو چکا ہے منسوب الیہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہو یا صحابہ کرامؓ یا تابعین۔ محدثین کے ہاں جب کسی قید کے بغیر صرف متصل کہا جائے تو اس سے مراد قولِ تابعی نہیں ہوتا بلکہ حدیثِ مرفوع یا موقوف مراد لیتے ہیں اور جب تابعی کے قول کی سند کے اتصال کو بیان کرنا مقصود ہو تو اس کی صراحت کرتے ہیں مثلاً یوں کہتے ہیں کہ یہ سعید بن میسّبؒ تک متصل ہے وغیرہ۔قول تابعی کو مطلقاً متصل نہ کہنے میں نکتہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ متصل کے لغوی معنی ملنے کے ہیں اور مقطوع کے معنی ٹوٹنے اور کٹنے کے ہیں لہٰذا لغت کے اعتبار سے یہ

دونوں لفظ ایک دوسرے کے ضد ہیں، ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔

زِیَادَاتُ الثِّقَاتِ

١ – اَلْمُرَادُ بِزِيَادَاتِ الثِّقَاتِ : اَلزِّيَادَاتُ جَمْعُ زِيَادَةٍ ، وَالثِّقَاتُ جَمْعُ ثِقَةٍ ، وَالثِّقَةُ هُوَ الْعَدْلُ الضَّابِطُ ، وَالْمُرَادُ بِزِيَادَةِ الثِّقَةِ مَا نَرَاهُ زَائِداً مِنَ الْأَلْفَاظِ فِيْ رِوَايَةِ بَعْضِ الثِّقَاتِ لِحَدِيْثٍ مَّا عَمَّا رَوَاهُ الثِّقَاتُ الآخَرُوْنَ لِذٰلِكَ الْحَدِيْثِ .

٢ – أَشْهَرُ مَنِ اعْتَنىٰ بِهَا : هٰذِهِ الزِّيَادَاتُ مِنْ بَعْضِ الثِّقَاتِ فِيْ بَعْضِ الْأَحَادِيْثِ لَفَتَتْ أَنْظَارَ الْعُلَمَاءِ فَتَتَبَّعُوْهَا وَاعْتَنَوْا بِجَمْعِهَا وَمَعْرِفَتِهَا، وَمِمَّنِ اشْتَهَرَ بِذٰلِكَ الْأَئِمَّةُ :(أ) أَبُوْ بَكْرٍ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ النَّيْسَابُوْرِيُّ . (ب) أَبُوْ نُعَيْمٍ الْجُرْجَانِيُّ . (جـ) أَبُو الْوَلِيْدِ حَسَّانُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ .

ترجمہ: ثقات کے اضافے۔ثقات کے اضافہ سے مراد: زیادات، زیادۃ کی جمع ہے اور ثقات، ثقہ کی جمع ہے۔ثقہ عدل ضابط کو کہتے ہیں اور ثقہ کی زیادتی سے مراد وہ زائد الفاظ ہیں جو ہم بعض ثقات کی ایسی حدیث کی روایت میں دوسرے ثقات کی اسی حدیث کی روایت سے زیادہ پارہے ہوتے ہیں۔اس کا اہتمام کرنے والے سب سے مشہور لوگ: بعض احادیث میں واقع ان اضافوں نے علماء کی (اہتمام کی) نظریں (اپنی طرف) پھیرلی ہیں چنانچہ انہوں نے ان اضافوں کو تلاش کیا اور ان کو جمع کرنے اور پہچاننے کا اہتمام کیا، اس سلسلے میں مشہور لوگوں میں سے مندرجہ ذیل ائمہ ہیں (أ) ابوبکر عبداللہ بن محمد بن زیاد نیشاپوریؒ۔(ب) ابونعیم جرجانیؒ۔ (۳) ابوولید حسان بن محمد قرشیؒ۔

تشریح:- زیادات الثقات سے مراد وہ اضافے ہوتے ہیں جو کسی حدیث کے کئی ثقہ راویوں میں سے کسی کی حدیث میں ہوں جبکہ دوسرے اسی حدیث کی مذکورہ سند سے روایت کرنے والوں کی روایت ان اضافوں سے خالی ہو۔ثقہ سے مراد عدل ضابط شخص ہے۔چونکہ دونوں طرف سے ثقات ہوتے ہیں اس لیے ان اضافوں کو پہچاننے اور ان کا صحیح جائزہ لینے کا علماء نے

ہمیشہ اہتمام کیا ہے اور ان میں مشہور تین اماموں کے نام لیے گئے ہیں: ابوبکر عبداللہ بن محمد، ابو نعیم جرجانی، ابوولید حسانؒ، ان حضرات کے علاوہ ابن خزیمہؒ بھی صحاح اور زیادات الثقات کے علم میں ماہر تھے۔

٣ – مَكَانُ وُقُوْعِهَا : (أ) فِي الْمَتْنِ : بِزِيَادَةِ كَلِمَةٍ أَوْ جُمْلَةٍ . (ب) فِي الْإِسْنَادِ : بِرَفْعِ مَوْقُوْفٍ ، أَوْ وَصْلِ مُرْسَلٍ . ٤ – حُكْمُ الزِّيَادَةِ فِي الْمَتْنِ : أَمَّا الزِّيَادَةُ فِي الْمَتْنِ فَقَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْ حُكْمِهَا عَلىٰ أَقْوَالٍ : (أ) فَمِنْهُمْ مَنْ قَبِلَهَا مُطْلَقاً . (ب) وَمِنْهُمْ مَنْ رَدَّهَا مُطْلَقاً . (جـ) وَمِنْهُمْ مَنْ رَدَّ الزِّيَادَةَ مِنْ رَاوِی الْحَدِيْثِ الَّذِیْ رَوَاهُ أَوَّلاً بِغَيْرِ زِيَادَةٍ ، وَقَبِلَهَا مِنْ غَيْرِهٖ . وَقَدْ قَسَمَ ابْنُ الصَّلَاحِ الزِّيَادَةَ بِحَسْبِ قَبُوْلِهَا وَرَدِّهَا اِلىٰ ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ ، وَهُوَ تَقْسِيْمٌ حَسَنٌ ، وَافَقَهُ عَلَيْهِ النَّوَوِیُّ وَغَيْرُهٗ ، وَهٰذَا التَّقْسِيْمُ هُوَ :(أ) زِيَادَةٌ لَيْسَ فِيْهَا مُنَافَاةٌ لِمَا رَوَاهُ الثِّقَاتُ أَوِ الْأَوْثَقُ ، فَهٰذِهٖ حُكْمُهَا الْقَبُوْلُ لِأَنَّهَا كَحَدِيْثٍ تَفَرَّدَ بِرِوَايَةِ جُمْلَتِهٖ ثِقَةٌ مِنَ الثِّقَاتِ .(ب) زِيَادَةٌ مُنَافِيَةٌ لِمَا رَوَاهُ الثِّقَاتُ أَوِ الْأَوْثَقُ ، فَهٰذِهٖ حُكْمُهَا الرَّدُّ ، كَمَا سَبَقَ فِي الشَّاذِّ .

ترجمہ: ۳ اس کی جائے وقوع: (أ) متن میں: کسی لفظ یا جملہ کی زیادتی کے ساتھ۔(ب) سند میں: موقوف کو مرفوع کرنے یا مرسَل کو موصول کرنے کے ساتھ۔ متن میں اضافہ کا حکم: جہاں تک متن میں اضافہ کا تعلق ہے تو اس کے حکم میں علماء کا چند اقوال پر اختلاف ہوا ہے: (أ) چنانچہ بعض علماء نے اس کو مطلقاً قبول کیا ہے۔ (ب) اور بعض نے اس کو مطلقاً رد کیا ہے (ج) اور بعض علماء نے حدیث کے اس راوی کے کلام میں اضافہ کو مسترد کیا ہے جس نے پہلے بغیر اضافہ نقل کیا ہو اور دوسرے راوی سے اسے قبول کیا ہے۔

ابن صلاحؒ نے اضافہ کو قبول ورد کے اعتبار سے تین قسموں میں منقسم کیا ہے اور یہ ایک اچھی تقسیم ہے، اس پر نوویؒ وغیرہ نے ابن صلاحؒ کی موافقت کی ہے۔ تقسیم یہ ہے: (أ) وہ زیادتی جس میں ثقات یا اوثق کی روایت سے منافات نہ ہو تو اس کا حکم قبول کر لینا ہے اس لیے کہ

وہ ایک حدیث ہے جس کی فی الجملہ روایت کرنے کے ساتھ ایک ثقہ متفرد ہے۔(ب) وہ زیادتی جو ثقات یا اوثق کی روایت کے منافی ہے تو اس کا حکم رد کردینا ہے جیسا کہ شاذ کے تحت پہلے گذر چکا۔

شرح:- زیادتی یا تو متن میں ہوگی کہ کوئی لفظ یا جملہ زائد منقول ہوگا یا پھر سند میں ہوگی کہ اس میں موقوف کو مرفوع (یعنی صحابی سے بڑھ کے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب) کردیا گیا ہو یا مرسَل کو موصول کردیا گیا ہو یعنی تابعی کے بعد صحابی کا ذکر بھی آ گیا ہو تو اس کی دو قسمیں حاصل ہوئیں۔اب جہاں تک متن میں اضافہ کا تعلق ہے تو اس بارے میں تین اقوال مشہور ہیں: (۱) زیادتی ثقہ مطلقاً مقبول ہے، یہ قول جمہور کی طرف منسوب ہے۔(۲) زیادتی ثقہ مطلقاً مردود ہے۔(۳) اگر ایک ہی راوی نے پہلے ناقص روایت کیا اور اب اس سے زیادہ نقل کررہا ہے تو یہ اضافہ مردود ہے اور اگر ناقص بیان کرنے والا دوسرا ہو اور اضافہ کرنے والا کوئی اور تو پھر مقبول ہے۔

یہ تینوں اقوال محدثین کے طریقے سے مناسبت نہیں رکھتے اس لیے ابن صلاح ؒ نے اس کی دو قسمیں بنا کر ہر قسم کا حکم الگ بیان کیا ہے۔چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ اگر زیادتی ثقہ دوسرے اکثر ثقات یا اس سے زیادہ ثقہ کی روایت کے منافی نہیں ہے بلکہ دونوں پر عمل ممکن ہے تو وہ مقبول ہے کیونکہ اس کی حدیث ایک ایسی حدیث ہوگی جس کا راوی متفرد ہے جس کو غریب کہتے ہیں، اور بالاتفاق حدیث غریب بھی صحیح ہے۔اور اگر وہ زیادتی دوسرے ثقات یا اس سے زیادہ ثقہ راوی کی روایت کے منافی ہو یعنی دونوں پر عمل ممکن نہ ہو تو پھر یہ اضافہ مردود ہے۔اس دوسری صورت میں اکثر علماءِ حدیث نے ترجیح کا طریقہ اپنایا ہے یعنی دونوں میں سے جو بھی راجح ہو اسی کو لیا جائے چاہے وہ جانبِ اقل ہو یا جانبِ اکثر۔یہی بہتر معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم

(جـ) زِيَادَةٌ فِيهَا نَوْعُ مُنَافَاةٍ لِمَا رَوَاهُ الثِّقَاتُ أَوِ الْأَوْثَقُ، وَتَنْحَصِرُ هٰذِهِ الْمُنَافَاةُ فِيْ أَمْرَيْنِ: (۱) تَقْيِيْدُ الْمُطْلَقِ. (۲) تَخْصِيْصُ الْعَامِّ. وَهٰذَا الْقِسْمُ سَكَتَ عَنْ حُكْمِهِ ابْنُ الصَّلَاحِ، وَقَالَ عَنْهُ النَّوَوِيُّ: "وَالصَّحِيْحُ قَبُوْلُ هٰذَا الْأَخِيْرِ".

[illegible] : وہ زیادتی جس میں دوسرے ثقات یا اس سے زیادہ ثقہ کی روایت سے ایک قسم کی منافات موجود ہو، اور یہ منافات دو چیزوں میں منحصر ہے: (۱) مطلق کو مقید کرنا (۲) عام کو خاص کرنا۔ اس قسم کے حکم کے بارے میں ابن صلاحؒ خاموش رہے اور امام نوویؒ نے اس کے متعلق کہا ہے: ''صحیح اس آخر کا قبول کر لینا ہے''۔

[illegible] :- ابن صلاحؒ نے تیسری قسم وہ ذکر فرمائی ہے جس میں نہ مصطلح موافقت ہے ثقات کی نہ مصطلح منافات بلکہ بین بین ہے یعنی ایسی زیادتی کہ دوسرے ثقات نے یا ایک زیادہ ثقہ نے جس حدیث کو مطلق کی صورت میں روایت کیا تھا مذکورہ ثقہ اسے کسی قید کے ساتھ مخصوص نقل کرتا ہے یا دوسروں نے جس کو عام کے طور پر نقل کیا یہ اسے خاص نقل کرتا ہے۔

ابن صلاحؒ نے اس قسم (بشمول دونوں صورتوں کے) کا حکم ذکر نہیں کیا اس لیے کہ اس بارے میں آراء مختلف ہیں۔ امام نوویؒ نے مذہبِ شافعیؒ کے مطابق فرمایا ہے کہ صحیح قول کے مطابق یہ تیسری قسم مقبول ہے۔ مگر امام شافعیؒ کی نصوص سے یہ واضح ہوتا ہے کہ زیادۃُ الثقۃ کے مقبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ شاذ نہ ہو، نیز اور شرائط بھی ہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک بھی یہ قسم مقبول ہے اور احنافؒ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے، اگر اس زیادتی سے ثقات کی حدیث میں منقول حکم میں تبدیلی لازم آتی ہو تو ان دونوں کے درمیان معارضہ وترجیح کا قاعدہ جاری ہوگا اور اگر تبدیلی نہ لازم نہ آتی ہو تو مقبول ہے۔ واللہ اعلم [مزید: شرح النزھہ للقاری]

٥ – أَمْثِلَةٌ لِلزِّيَادَةِ فِي الْمَتْنِ : (أ) مَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ طَرِيْقِ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي رَزِيْنٍ وَأَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ زِيَادَةِ كَلِمَةِ " فَلْيُرِقْهُ " فِيْ حَدِيْثِ وُلُوْغِ الْكَلْبِ ، وَلَمْ يَذْكُرْهَا سَائِرُ الْحُفَّاظِ مِنْ أَصْحَابِ الْأَعْمَشِ ، وَإِنَّمَا رَوَوْهُ هٰكَذَا " إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيْ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مِرَارٍ "، فَتَكُوْنُ هٰذِهِ الزِّيَادَةُ كَخَبَرٍ ، تَفَرَّدَ بِهِ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَهُوَ ثِقَةٌ فَتُقْبَلُ تِلْكَ الزِّيَادَةُ .(ب) مِثَالٌ لِلزِّيَادَةِ الْمُنَافِيَةِ : زِيَادَةُ " يَوْمُ عَرَفَةَ " فِيْ حَدِيْثِ " يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَأَيَّامُ التَّشْرِيْقِ عِيْدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ " فَإِنَّ

الْحَدِيْثَ مِنْ جَمِيْعِ طُرُقِهِ بِدُوْنِهَا ، وَإِنَّمَا جَاءَ بِهَا مُوْسَى بْنُ عُلَيِّ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ ، وَالْحَدِيْثُ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَغَيْرُهُمَا .

ترجمہ: متن میں اضافہ کی چند مثالیں: (أ) جس کو امام مسلم نے علی بن مسہر عن اعمش عن ابی رزین وابی صالح عن ابی ہریرہؓ کی سند سے کتے کے منہ ڈالنے والی حدیث میں لفظ فَلْيُرِقْهُ کے اضافہ کے ساتھ نقل کیا اور اعمش کے دوسرے تمام حفاظ شاگردوں نے اسے نقل نہیں کیا ہے، انہوں نے صرف اس طرح نقل کیا کہ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات مرتبہ دھوئے''، چنانچہ یہ زیادتی ایک حدیث کی طرح ہوگی جس کے ساتھ علی بن مسہر متفرد ہوں گے اور وہ ثقہ ہیں اس لیے یہ زیادتی مقبول ہوگی۔

(ب) منافی زیادتی کی مثال: حدیث ''مسلمانو! یوم عرفہ، یوم النحر اور ایامِ تشریق ہماری عیدیں ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں'' میں یوم عرفہ کا اضافہ ہے، کیونکہ حدیث اپنی تمام سندوں میں اس کے بغیر ہے، اس زیادتی کو موسیٰ بن عُلی بن رباح نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کے حوالے سے روایت کیا ہے، اور حدیث کو امام ترمذی وابوداؤد وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

تشریح:- دو حدیثیں مذکور ہیں، ان میں سے پہلی حدیث متن میں اس زیادتی کی مثال ہے جس میں ثقات کی روایت سے منافات نہ پائی جائے مثلاً اعمش کی عام روایات میں کتے کے برتن میں منہ لگانے کے بعد صرف اس کے دھونے کا ذکر تھا، اس چیز کے گرانے کا نہیں۔ ان کے ایک شاگرد علی بن مسہرؒ نے دھونے سے پہلے اس کے گرانے کا حکم بھی نقل کیا تو یہ ایک قسم کا اضافہ ہے۔ دوسرے حکم کے منافی نہیں بلکہ دونوں پر عمل کیا جاسکتا ہے کہ پہلے پانی وغیرہ کو گرادیا جائے اس کے بعد دھولیا جائے، اس لیے مقبول ہے۔

دوسری حدیث منافات والی زیادتی کی مثال ہے۔ اس میں یوم عرفہ کا اضافہ صرف موسیٰ بن علی کرتے ہیں، دوسرے ثقات نہیں۔ ابن خزیمہؒ، ابن حبانؒ نے مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حاکمؒ نے اس کو علی شرطِ مسلم کہا ہے۔ امام ترمذیؒ نے حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ ان تمام حضرات

نے گویا سند کے رواۃ کے حال پر نظر کیا اور بلا شبہ رجال ثقات ہیں اس کے باوجود متن میں 'یوم عرفہ' کا لفظ شاذ ہے یعنی حدیث میں شذوذ فی المتن پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس پر صحیح کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اس لیے کہ بالاتفاق یوم عرفہ کا روزہ رکھنا صحیح ہے جبکہ اس حدیث میں عید اور ایامِ تشریق کی طرح یومِ عرفہ کو بھی کھانے پینے کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔ یہ ایسی زیادتی ہے جو دوسرے ثقات کی روایت کے منافی ہے اور اس پر عمل بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(جـ) مِثَالُ لِلزِّيَادَةِ الَّتِيْ فِيْهَا نَوْعُ مُنَافَاةٍ : مَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ طَرِيْقِ أَبِيْ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "...... وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِداً وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُوْراً" فَقَدْ تَفَرَّدَ أَبُوْ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ بِزِيَادَةِ "تُرْبَتُهَا" وَلَمْ يَذْكُرْهَا غَيْرُهُ مِنَ الرُّوَاةِ ، وَإِنَّمَا رَوَوُا الْحَدِيْثَ هٰكَذَا "وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ مَسْجِداً وَطَهُوْراً".

ترجمہ: ۃ اس زیادتی کی مثال جس میں ایک قسم کی منافات ہو: وہ حدیث جس کو مسلم نے ابو مالک اشجعی عن ربعی عن حذیفہؓ سے نقل کیا انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "......اور ہمارے لیے پوری روئے زمین کو مسجد بنایا گیا اور اس کی مٹی کو ہمارے لیے پاکی کا ذریعہ بنایا گیا"۔ چنانچہ تُرْبَتُهَا کے اضافہ کے ساتھ ابو مالک اشجعی متفرد ہیں اور اس کو دوسرے رواۃ نے نہیں ذکر کیا، انہوں نے حدیث کو اس طرح روایت کیا "اور ہمارے لیے زمین مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنائی گئی"۔

تشریح:۔ یہ اس زیادتی کی مثال ہے جس میں عام کی تخصیص واقع ہوئی ہے کیونکہ تمام رواۃ روئے زمین کو عام رکھتے ہیں جس کی بناء پر زمین کی جنس کی ہر چیز سے تیمّم کی اجازت ہوتی ہے اور ابو مالک اشجعیؒ اس کو مٹی کی قید کے ساتھ مقید نقل فرماتے ہیں جس کی بناء پر صرف مٹی سے تیمّم کر سکیں گے۔ اس قسم کا حکم امام نوویؒ کے حوالے سے اوپر مذکور ہے اور تفصیل بھی گذر چکی ہے۔

٦ – حُكْمُ الزِّيَادَةِ فِي الْإِسْنَادِ : أَمَّا الزِّيَادَةُ فِي الْإِسْنَادِ فَتَنْصَبُّ هُنَا عَلٰى مَسْأَلَتَيْنِ رَئِيْسِيَّتَيْنِ يَكْثُرُ وُقُوْعُهُمَا ، وَهُمَا تَعَارُضُ الْوَصْلِ مَعَ الْإِرْسَالِ ، وَتَعَارُضُ الرَّفْعِ مَعَ الْوَقْفِ ، أَمَّا بَاقِيْ صُوَرِ الزِّيَادَةِ فِي الْإِسْنَادِ فَقَدْ أَفْرَدَ الْعُلَمَاءُ لَهَا أَبْحَاثاً خَاصَّةً

مِثْلَ " الْمَزِيْدِ فِيْ مُتَّصِلِ الْأَسَانِيْدِ " . هٰذَا وَقَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْ قَبُوْلِ الزِّيَادَةِ وَرَدِّهَا عَلٰى أَرْبَعَةِ أَقْوَالٍ وَهِيَ :(أ) اَلْحُكْمُ لِمَنْ وَصَلَهٗ أَوْ رَفَعَهٗ (أَيْ قَبُوْلُ الزِّيَادَةِ) وَهُوَ قَوْلُ جُمْهُوْرِ الْفُقَهَاءِ وَالْأُصُوْلِيِّيْنَ .(ب) اَلْحُكْمُ لِمَنْ أَرْسَلَهٗ أَوْ وَقَفَهٗ (أَيْ رَدُّ الزِّيَادَةِ) وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَصْحَابِ الْحَدِيْثِ . (جـ) اَلْحُكْمُ لِلْأَكْثَرِ : وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَصْحَابِ الْحَدِيْثِ . (د) اَلْحُكْمُ لِلْأَحْفَظِ : وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَصْحَابِ الْحَدِيْثِ .وَمِثَالُهٗ : حَدِيْثُ " لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ " فَقَدْ رَوَاهُ يُوْنُسُ بْنُ أَبِيْ إِسْحَاقَ السَّبِيْعِيُّ ، وَابْنُهٗ إِسْرَائِيْلُ وَقَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ مُسْنَداً مُتَّصِلاً ، وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ مُرْسَلاً .

ترجمہ: د سند میں زیادتی کا حکم: جہاں تک سند میں زیادتی کا تعلق ہے تو یہاں پر وہ دو ایسے بڑے مسائل پر مبنی ہے جن کا وقوع زیادہ ہے اور وہ ہیں: وصل کا ارسال کے ساتھ تعارض، اور رفع کا وقف کے ساتھ تعارض۔ البتہ اسناد میں زیادتی کی بقیہ صورتوں کے متعلق علماء نے خصوصی بحثیں مقرر کی ہیں جیسے مزید فی متصل الاسانید۔ تحقیق علماء کا زیادتی کو قبول یا رد کرنے میں چار اقوال پر اختلاف ہوا ہے، وہ یہ ہیں:

(أ) حکم اس کو موصول یا مرفوع کرنے والے کے حق میں ہوگا (یعنی زیادتی قبول ہے) جمہور فقہاء و محدثین کا یہی قول ہے۔ (ب) حکم اس کو مرسل یا موقوف کرنے والے کے حق میں ہوگا (زیادتی مردود ہے) اکثر اہلِ حدیث کا یہی قول ہے۔ (ج) حکم اکثر کے حق میں ہوگا، یہ بعض اہلِ حدیث کا قول ہے۔ (د) زیادہ حفظ و اتقان والے کے حق میں حکم ہوگا، یہ بھی بعض اہلِ حدیث کا قول ہے۔ اس کی مثال حدیث ''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا'' ہے، چنانچہ یونس بن ابی اسحاق سبیعی اور ان کے بیٹے اسرائیل اور قیس بن ربیع نے ابو اسحاق سے اس کو مسند و متصل روایت کیا، اور سفیان ثوری اور شعبہ نے ابو اسحاق سے مرسل روایت کیا۔

شذرہ:- سند میں اگر اضافہ ہو مثلاً اکثر ثقات نے متصل روایت کیا اور ایک ثقہ نے مرسل روایت کیا یا اس کے برعکس ہو، اسی طرح اکثر نے مرفوع بیان کیا۔ ایک راوی نے موقوف

روایت کیا تو اس سے دو مسئلے متفرع ہوتے ہیں: (۱) ترجیح متصل روایت کو ہوگی یا مرسَل کو یعنی روایت کو متصل قرار دیں گے یا مرسَل؟ (۲) ایسی روایت کو مرفوع قرار دیں گے یا موقوف؟

اس بارے میں علماء کے چار اقوال ہیں: چنانچہ جمہور فقہاء و محدثین تو یہی کہتے ہیں کہ جس نے متصل یا مرفوع نقل کیا ترجیح اسی کو دی جائے گی، ۔ محدثین کی ایک جماعت ان کے برعکس حکم لگاتی ہے یعنی ان کے نزدیک مرسَل و موقوف روایت کو ترجیح ہوگی۔ تیسرے قول کے مطابق اکثریت کے حق میں ترجیح ہوگی جبکہ چوتھے قول کے مطابق زیادہ حفظ واتقان والے کے حق میں ترجیح ہوگی۔ آخری دونوں قول بعض محدثین کے ہیں۔ اس کی مثال حدیث ''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا'' ہے جس کی روایت میں ایک طرف یونس بن ابو اسحاق، ان کے بیٹے اسرائیل اور قیس بن ربیع ہیں جو اس کو متصل نقل کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف سفیان ثوری اور شعبہ مرسَل روایت کرتے ہیں۔ اس میں ترجیح جمہور کے قول کے مطابق متصل کو ہوگی۔

اَلْاِعْتِبَارُ وَالْمُتَابِعُ وَالشَّاهِدُ

١ – تَعْرِيْفُ كُلٍّ مِنْهَا :(أ) اَلْاِعْتِبَارُ : (١) لُغَةً : مَصْدَرُ " اِعْتَبَرَ " وَمَعْنَى الْاِعْتِبَارِ النَّظَرُ فِي الْأُمُوْرِ لِيُعْرَفَ بِهَا شَيْءٌ آخَرُ مِنْ جِنْسِهَا .(٢) اِصْطِلَاحاً : هُوَ تَتَبُّعُ طُرُقِ حَدِيْثٍ اِنْفَرَدَ بِرِوَايَتِهِ رَاوٍ ، لِيُعْرَفَ هَلْ شَارَكَهُ فِيْ رِوَايَتِهِ غَيْرُهُ أَوْ لَا .(ب) اَلْمُتَابِعُ : وَيُسَمَّى التَّابِعَ .(١) لُغَةً : هُوَ اسْمُ فَاعِلٍ مِنْ " تَابَعَ " بِمَعْنَىٰ وَافَقَ .

(٢) اِصْطِلَاحاً : هُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ يُشَارِكُ فِيْهِ رُوَاتُهُ رُوَاةَ الْحَدِيْثِ الْفَرْدِ لَفْظاً وَمَعْنىً أَوْ مَعْنىً فَقَطْ ، مَعَ الْاِتِّحَادِ فِي الصَّحَابِيِّ .

ترجمہ: اعتبار، متابع اور شاہد۔ ہر ایک کی تعریف: (اُ) اعتبار۔ لغت کے اعتبار سے: اِعْتَبَرَ کا مصدر ہے اور اعتبار کا مطلب چیزوں میں اس لیے غور کرنا تا کہ ان کے ذریعے ان ہی کی جنس کی دوسری چیز پہچانی جائے۔ اصطلاح کے اعتبار سے: کسی حدیث کے جس کو روایت کرنے کے ساتھ راوی متفرد ہو، طرق تلاش کرنا تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ کوئی اور اس کی روایت میں راوی کے ساتھ

شریک ہے یا نہیں۔(ب) متابع ،اس کا نام تابع بھی رکھا جاتا ہے۔لغت کے اعتبار سے: تَـابَعَ بمعنی موافقت کی سے اسم فاعل ہے۔اصطلاح کے اعتبار سے وہ حدیث ہے جس میں اس کے رواۃ فرد حدیث کے راوی کے ساتھ لفظاً ومعناً یا صرف معناً شریک ہوجائیں جبکہ صحابی بھی ایک ہوں۔

شرح :- (أ) اعتبار، باب افتعال کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز میں اس لیے غور کرنا کہ تاکہ اس طرح کی دوسری چیز کو معلوم کیا جائے ،یعنی ایک چیز کو دوسری چیز پر قیاس کرنا۔اصطلاح اصول حدیث میں اعتبار کہتے ہیں: جس حدیث کی روایت میں کوئی راوی متفرد ہو اس کی سندوں کا جائزہ لے کر دیکھنا کہ کوئی دوسرا اس کے ساتھ روایت کرنے میں شریک ہے یا نہیں ہے۔

(ب) متابع باب مفاعلہ سے اسم فاعل ہے،متابعت کے معنی ہیں کسی کے پیچھے چلنا تاکہ اس کے موافق ہوجائے ،حدیث کو بھی متابع اور تابع اسی وقت کہتے ہیں جب وہ دوسری حدیث کی موافق ہو۔اصطلاح میں متابع اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے راوی اپنی روایت میں دوسری حدیث کے متفرد راوی کے ساتھ موافقت کر رہے ہوں بشرطیکہ دونوں حدیثوں میں صحابی ایک ہو۔

(جـ) اَلشَّاهِدُ : (۱) لُغَةً : اِسْمُ فَاعِلٍ مِنَ " الشَّهَادَةِ " وَسُمِّيَ لِأَنَّهُ يَشْهَدُ أَنَّ لِلْحَدِيْثِ الْفَرْدِ أَصْلاً وَيُقَوِّيْهِ ، كَمَا يُقَوِّى الشَّاهِدُ قَوْلَ الْمُدَّعِىْ وَيُدَعِّمُهُ . (۲) اِصْطِلَاحاً : هُوَ الْحَدِيْثُ الَّذِىْ يُشَارِكُ فِيْهِ رُوَاتُهُ رُوَاةَ الْحَدِيْثِ الْفَرْدِ لَفْظاً وَمَعْنًى ، أَوْ مَعْنًى فَقَطْ ، مَعَ الْإِخْتِلَافِ فِى الصَّحَابِيِّ . ۲ - اَلْإِعْتِبَارُ لَيْسَ قَسِيْماً لِلتَّابِعِ وَالشَّاهِدِ : رُبَّمَا يَتَوَهَّمُ شَخْصٌ أَنَّ الْإِعْتِبَارَ قَسِيْمٌ لِلتَّابِعِ وَالشَّاهِدِ لٰكِنَّ الْأَمْرَ لَيْسَ كَذٰلِكَ ، وَإِنَّمَا الْإِعْتِبَارُ هُوَ هَيْئَةُ التَّوَصُّلِ إِلَيْهِمَا ، أَىْ هُوَ طَرِيْقَةُ الْبَحْثِ وَالتَّفْتِيْشِ عَنِ التَّابِعِ وَالشَّاهِدِ .

ترجمہ : (ج) شاہد۔لغت کے اعتبار سے: الشَّهَادَةِ سے اسم فاعل ہے اور یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ فرد حدیث کی اصل موجود ہے اور اس کو قوی بناتا ہے جس طرح گواہ مدعی کے قول کو مضبوط اور طاقتور بناتا ہے۔اصطلاح کے اعتبار سے: وہ حدیث ہے جس میں اس کے راوی فرد حدیث کے راوی کے ساتھ لفظاً ومعناً یا صرف معناً شریک ہوجائیں جبکہ صحابی

مختلف ہوں۔ اعتبار، تابع اور شاہد کا مد مقابل نہیں: بسا اوقات کسی شخص کو یہ وہم ہوسکتا ہے کہ اعتبار، تابع اور شاہد کا مد مقابل ہے مگر معاملہ اس طرح نہیں، اعتبار تو ان دونوں تک پہنچنے کی حالت ہے یعنی اعتبار تابع اور شاہد کو تلاش کرنے اور ڈھونڈنے کا طریقہ ہے۔

شاہد :- شاہد، باب سمع کے مصدر الشهادة کا اسم فاعل ہے، شہادت گواہی دینے کو کہتے ہیں، حدیث کا نام شاہد اس وجہ سے رکھا گیا کہ جس طرح گواہ کے ذریعے مدعی کو تقویت ملتی ہے اور اس کی تائید ہوتی ہے اسی طرح حدیثِ شاہد کے ذریعے بھی دوسری حدیث کو قوت وطاقت ملتی ہے، اصطلاح کے اعتبار سے شاہد وہ حدیث کہلاتی ہے جس کے راوی کسی فرد حدیث کے راوی کے ساتھ لفظاً و معناً یا صرف معناً شریک ہو جائیں لیکن صحابی دونوں جگہ مختلف ہو۔

یعنی فرد میں جو صحابی ہو وہی شاہد میں نہیں ہوگا بلکہ دوسرا ہوگا۔ تابع اور شاہد تو ایک دوسرے کے مد مقابل ہیں کیونکہ شاہد اور فرد کے صحابی ایک نہیں ہوتے جبکہ تابع اور فرد کے صحابی ایک ہوتے ہیں اس لیے دونوں ایک دوسرے کے قسیم کہلاتے ہیں مگر اعتبار تابع اور شاہد تلاش کرنے کا عمل ہے، اس لیے یہ ان دونوں کا قسیم اور مد مقابل نہیں اور نہ ہی ان کی طرح حدیث کی کوئی قسم ہے۔

٣ – اِصْطِلَاحٌ آخَرُ لِلتَّابِعِ وَالشَّاهِدِ : مَا ذُكِرَ مِنْ تَعْرِيْفِ التَّابِعِ وَالشَّاهِدِ هُوَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْأَكْثَرُ وَهُوَ الْمَشْهُوْرُ ، لٰكِنْ هُنَاكَ تَعْرِيْفٌ آخَرُ لَهُمَا وَهُوَ : (أ) التَّابِعُ : أَنْ تَحْصُلَ الْمُشَارَكَةُ لِرُوَاةِ الْحَدِيْثِ الْفَرْدِ بِاللَّفْظِ سَوَاءٌ اِتَّحَدَ الصَّحَابِيُّ أَوِ اخْتَلَفَ .(ب) اَلشَّاهِدُ : أَنْ تَحْصُلَ الْمُشَارَكَةُ لِرُوَاةِ الْحَدِيْثِ الْفَرْدِ بِالْمَعْنٰى سَوَاءٌ اِتَّحَدَ الصَّحَابِيُّ أَوِ اخْتَلَفَ . هٰذَا وَقَدْ يُطْلَقُ اسْمُ أَحَدِهِمَا عَلَى الْآخَرِ ، فَيُطْلَقُ اسْمُ التَّابِعِ عَلَى الشَّاهِدِ ، كَمَا يُطْلَقُ اسْمُ الشَّاهِدِ عَلَى التَّابِعِ ، وَالْأَمْرُ سَهْلٌ كَمَا قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ ، لِأَنَّ الْهَدْفَ مِنْهُمَا وَاحِدٌ وَهُوَ تَقْوِيَةُ الْحَدِيْثِ بِالْعُثُوْرِ عَلٰى رِوَايَةٍ أُخْرٰى لِلْحَدِيْثِ .

ترجمہ : ۳۔ تابع اور شاہد کی ایک اور اصطلاح: تابع اور شاہد کی جو تعریف ذکر کی گئی ہے وہی ہے

جس پر اکثر علماء قائم ہیں اور یہ ہی مشہور ہے لیکن ان دونوں کی ایک اور تعریف ہے وہ یہ ہے: (أ) تابع: یہ کہ فرد حدیث کے رواۃ کے ساتھ لفظ میں مشارکت حاصل ہو جائے برابر ہے کہ صحابی ایک ہوں یا دوسرے۔ (ب) شاہد: یہ کہ فرد حدیث کے رواۃ کے ساتھ معنی میں مشارکت حاصل ہو جائے برابر ہے کہ صحابی ایک ہوں یا دوسرے۔ اور کبھی ان میں سے ایک کا اطلاق دوسرے پر بھی کیا جاتا ہے چنانچہ شاہد کو تابع کہا جاتا ہے جس طرح کہ تابع کو شاہد بولا جاتا ہے، بات آسان ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ ہم کہا، اس لیے کہ ان دونوں کا مقصد ایک ہی ہے اور وہ ہے حدیث کی دوسری روایت پا کر حدیث کو قوت پہنچانا۔

شرح:- تابع اور شاہد کی دوسری تعریف بھی ہے اور وہ پہلی تعریف سے عام ہے یعنی تابع وہ حدیث ہے جو لفظ میں فرد حدیث کی طرح ہو چاہے صحابی وہی ہو یا دوسرا، اور شاہد وہ حدیث ہے جو معنی میں فرد حدیث کی طرح ہو چاہے صحابی وہی ہو یا دوسرا۔ حافظ ابن حجرؒ کے بقول معاملہ آسان ہے کیونکہ شاہد ہو یا تابع دونوں سے مقصد فرد کی تقویت ہے، چاہے اصطلاح کوئی سی بھی اختیار کی جائے۔

٤ – اَلْمُتَابَعَةُ :(أ) تَعْرِيْفُهَا : (١) لُغَةً : مَصْدَرُ " تَابَعَ " بِمَعْنىٰ " وَافَقَ " فَالْمُتَابَعَةُ اِذَنْ الْمُوَافَقَةُ .(٢) اِصْطِلاَحاً : أَنْ يُشَارِكَ الرَّاوِيْ غَيْرَهٗ فِيْ رِوَايَةِ الْحَدِيْثِ .
(ب) أَنْوَاعُهَا : وَالْمُتَابَعَةُ نَوْعَانِ : ١ ...... مُتَابَعَةٌ تَامَّةٌ : وَهِيَ أَنْ تَحْصُلَ الْمُشَارَكَةُ لِلرَّاوِيْ مِنْ أَوَّلِ الْإِسْنَادِ . ٢ ...... مُتَابَعَةٌ قَاصِرَةٌ : وَهِيَ أَنْ تَحْصُلَ الْمُشَارَكَةُ لِلرَّاوِيْ فِيْ أَثْنَاءِ الْإِسْنَادِ .

ترجمہ: ۴ متابعت ۔ (أ) اس کی تعریف: لغت کے اعتبار سے یہ تَابَعَ کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں موافقت کی، تو پھر متابعت موافقت ہی ہے۔ اصطلاح کے اعتبار سے: یہ کہ راوی حدیث کی روایت میں دوسرے کے ساتھ شریک ہو جائے۔ (ب) اس کی قسمیں: متابعت دو قسموں پر ہے۔ (۱) متابعتِ تامّہ: وہ یہ ہے کہ راوی کے ساتھ اسناد کے شروع سے مشارکت حاصل رہے۔ (۲) متابعتِ قاصرہ: وہ یہ ہے کہ راوی کے ساتھ سند کے درمیان میں مشارکت حاصل ہو۔

شرح :- متابعة باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں دوسرے کی موافقت کرنا۔ اصطلاحِ محدثین میں متابعت کا مطلب یہ ہے کہ ایک راوی دوسرے راوی کے ساتھ کسی حدیث کی روایت میں شریک ہو جائے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) متابعت تامہ (۲) متابعت قاصرہ۔ متابعتِ تامہ وہ ہے جس میں سند کے آغاز سے دونوں شریک ہوں اور متابعتِ قاصرہ یہ ہے کہ سند کے درمیان دونوں کی مشارکت ہو۔

٥ – أُمْثِلَةٌ : سَأَذْكُرُ مِثَالاً وَاحِداً مَثَّلَ بِهِ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ ، فِيْهِ الْمُتَابَعَةُ التَّامَّةُ وَالْمُتَابَعَةُ الْقَاصِرَةُ وَالشَّاهِدُ ، وَهُوَ : مَارَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِي الْأُمِّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : " اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ ، فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ ، وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ ". فَهٰذَا الْحَدِيْثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ ظَنَّ قَوْمٌ أَنَّ الشَّافِعِيَّ تَفَرَّدَ بِهِ عَنْ مَالِكٍ ، فَعَدُّوْهُ فِيْ غَرَائِبِهِ لِأَنَّ أَصْحَابَ مَالِكٍ رَوَوْهُ عَنْهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، وَبِلَفْظِ :" فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهُ " لٰكِنْ بَعْدَ الْإِعْتِبَارِ وَجَدْنَا لِلشَّافِعِيِّ مُتَابَعَةً تَامَّةً ، وَمُتَابَعَةً قَاصِرَةً ، وَشَاهِداً .

ترجمہ : ۵ چند مثالیں: میں ایک ہی مثال ذکر کروں گا جس کو حافظ ابن حجرؒ نے مثال کے طور پر پیش کیا ہے، اس میں متابعتِ تامہ، متابعتِ قاصرہ اور شاہد ہے، اور یہ وہ حدیث ہے جس کو امام شافعیؒ نے کتاب الأم میں بہ سند مالک عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمرؓ روایت کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ ، فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ ، وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ ''مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے، تو تم جب تک چاند نہ دیکھو روزہ نہ رکھو، اور جب تک اس کو نہ دیکھو عید الفطر نہ کرو، پھر اگر تم سے پوشیدہ رہے تو تمیں دن گنتی پوری کرلو'۔ ان الفاظ کے ساتھ مذکورہ حدیث کو کچھ لوگوں نے خیال کیا کہ اس میں امام شافعیؒ امام مالکؒ سے روایت کرنے میں متفرد ہیں چنانچہ انہوں نے اس کو ان کی غرائب میں شمار کیا اس لیے کہ امام مالکؒ کے شاگردوں نے ان سے اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ اور لفظ

"فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ " (اگر تم سے پوشیدہ رہے تو اس کا اندازہ کرلو) کے ساتھ روایت کیا مگر اعتبار کے بعد ہمیں امام شافعیؒ کی متابعتِ تامہ، متابعتِ قاصرہ اور شاہد مل گئی۔

تشریح :- متابعتِ تامہ وقاصرہ اور شاہد کی علیحدہ علیحدہ مثال پیش کرھو چاہیے تھی مگر اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر عسقلانی کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ بڑی کوشش سے آپ ہم ایک ایسی روایت پیش کردی جو بیک وقت ان تینوں قسموں کی مثال بن رہی ہے، اور وہ وہی روایت ہے جس کو امام شافعیؒ ہم اپنی تصنیف کتاب الأم میں امام مالکؒ کی سند عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمرؓ کے واسطے سے نقل کیا ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: "فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ"۔

بعض محدثین کا یہ خیال تھا کہ مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت امام شافعیؒ کا امام مالکؒ سے تفرد ہے کیونکہ دوسرے اصحابِ مالکؒ، امام مالکؒ سے اس کے بجائے یوں نقل کرتے ہیں "فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ " لیکن جب ہم تتبع اور تلاش سے کام لیا جس کو اعتبار کہتے ہیں تو ہمیں امام شافعیؒ مذکورہ الفاظ میں تنہا نظر نہیں آئے بلکہ ان کی ہمیں متابعت تامہ وقاصرہ اور شاہد مل گئی، اس کی تفصیل آتی ہے۔

(أ) أَمَّا الْمُتَابَعَةُ التَّامَّةُ فَمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيِّ عَنْ مَالِكٍ بِالْإِسْنَادِ نَفْسِهِ، وَفِيْهِ " فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ ".

(ب) وَأَمَّا الْمُتَابَعَةُ الْقَاصِرَةُ : فَمَارَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ مِنْ طَرِيْقِ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ بِلَفْظِ :" فَكَمِّلُوْا ثَلَاثِيْنَ ".

(جـ) وَأَمَّا الشَّاهِدُ : فَمَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ، وَفِيْهِ : " فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ ".

ترجمہ : ت (أ) رہی متابعتِ تامہ تو وہ حدیث ہے جس کو امام بخاریؒ ہم عبداللہ بن مسلمہ قعنبیؒ کے واسطے سے امام مالکؒ سے اسی سند کے ذریعے روایت کیا ہے اور اس میں " فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ " ہے۔ (ب) اور رہی متابعتِ قاصرہ تو وہ حدیث ہے جس کو ابن خزیمہؒ ہم عاصم بن محمد عن ابیہ محمد بن زید عن جدہ عبداللہ بن عمرؓ کی سند سے "فَكَمِّلُوْا ثَلَاثِيْنَ " کے لفظ

کے ساتھ روایت کیا نے۔ (ج) اور رہی شاہد تو وہ حدیث نے جس کو امام نسائی ہم محمد بن حُنین عن ابن عباسؓ کی سند سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا نے کہ آپ ہم فرمایا، اور اس میں یہ نے" فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ "۔

شرح :- تین کتابوں کے حوالے سے متابعت تامہ، قاصرہ اور شاہد کی مثال پیش کی گئی نے، چنانچہ امام بخاریؒ کی روایت میں امام شافعیؒ کی طرح عبداللہ بن مسلمہ قعنبیؒ بھی امام مالکؒ کے براہِ راست شاگرد ہیں اور بعینہ انہی الفاظ سے حدیث نقل کررنے ہیں تو یہ متابعتِ تامہ ہوئی۔ امام ابن خزیمہؒ کی روایت میں راوی امام مالک کے علاوہ دوسرے ہیں لیکن صحابی ابن عمرؓ ہی ہیں اور الفاظ کچھ مختلف ضرور ہیں مگر معنی ایک ہی ہیں، اس لیے یہ متابعت قاصرہ ہوئی کیونکہ اثنائے سند میں شرکت ہوگئی نے۔ امام نسائیؒ کی مروی حدیث میں صحابی بدل گئے ہیں یعنی ابن عمرؓ کے بجائے ابن عباسؓ ہیں لیکن الفاظ وہی ہیں تو یہ شاہد ہوئی۔

اَلْبَابُ الثَّانِيْ : صِفَةُ مَنْ تُقْبَلُ رِوَايَتُهُ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ مِنَ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ

۔ اَلْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : فِي الرَّاوِيْ وَشُرُوْطِ قَبُوْلِهِ . ۔ اَلْمَبْحَثُ الثَّانِيْ : فِكْرَةٌ عَامَّةٌ عَنْ كُتُبِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ . ۔ اَلْمَبْحَثُ الثَّالِثُ : مَرَاتِبُ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ .

ترجمہ : ۃ باب دوم: اُن اشخاص کی صفت جن کی روایت مقبول ہوتی نے اور اسی سے متعلق جرح وتعدیل کا بیان۔ بحث اول: راوی اور اس کے مقبول ہو ہم کی شرطیں۔ بحث دوم: کتب جرح وتعدیل سے متعلق عمومی تبصرہ۔ بحث سوم: جرح وتعدیل کے مراتب۔

شرح :- یہ دوسرا باب نے جس میں مقبول الروایۃ راوی کی صفات اور اس سے متعلقہ امور یعنی راوی کی جرح وتعدیل کا بیان نے۔ یہ باب تین مباحث پر مشتمل نے۔ پہلی بحث راوی اور اس کی شرائطِ قبول کے بیان میں۔ دوسری بحث جرح وتعدیل کی کتابوں سے متعلق عمومی رائے اور تیسری بحث جرح وتعدیل کے مراتب ودرجات کے بیان میں نے۔

اَلْمَبْحَثُ الْاَوَّلُ : فِی الرَّاوِیْ وَشُرُوْطِ قَبُوْلِہٖ

١ – مُقَدَّمَةٌ تَمْهِيْدِيَّةٌ : بِمَا اَنَّ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَصِلُنَا عَنْ طَرِيْقِ الرُّوَاةِ فَهُمُ الرَّكِيْزَةُ الْاُوْلٰى فِيْ مَعْرِفَةِ صِحَّةِ الْحَدِيْثِ اَوْ عَدَمِ صِحَّتِهٖ ، لِذٰلِكَ اهْتَمَّ عُلَمَاءُ الْحَدِيْثِ بِالرُّوَاةِ وَشَرَطُوْا لِقَبُوْلِ رِوَايَتِهِمْ شُرُوْطاً دَقِيْقَةً مُحْكَمَةً تَدُلُّ عَلٰى بُعْدِ نَظَرِهِمْ وَسَدَادِ تَفْكِيْرِهِمْ ، وَجُوْدَةِ طَرِيْقَتِهِمْ .وَهٰذِهِ الشُّرُوْطُ الَّتِی اشْتَرَطُوْهَا فِی الرَّاوِیْ ، وَالشُّرُوْطُ الْاُخْرَى الَّتِی اشْتَرَطُوْهَا لِقَبُوْلِ الْحَدِيْثِ وَالْاَخْبَارِ ، لَمْ تَتَوَصَّلْ اِلَيْهَا اَیُّ مِلَّةٍ مِنَ الْمِلَلِ حَتّٰى فِیْ هٰذَا الْعَصْرِ الَّذِیْ يَصِفُهٗ اَصْحَابُهٗ بِالْمَنْهَجِيَّةِ وَالدِّقَّةِ ، فَاِنَّهُمْ لَمْ يَشْتَرِطُوْا فِیْ نَقَلَةِ الْاَخْبَارِ الشُّرُوْطَ الَّتِی اشْتَرَطَهَا عُلَمَاءُ الْمُصْطَلَحِ فِی الرَّاوِیْ ، بَلْ وَلَا اَقَلَّ مِنْهَا ، فَكَثِيْرٌ مِنَ الْاَخْبَارِ الَّتِیْ تَتَنَاقَلُهَا وَكَالَاتُ الْاَنْبَاءِ الرَّسْمِيَّةِ لَا يُوْثَقُ بِهَا وَلَا يُرْكَنُ اِلٰى صِدْقِهَا ، وَذٰلِكَ بِسَبَبِ رُوَاتِهَا الْمَجْهُوْلِيْنَ " وَمَا آفَةُ الْاَخْبَارِ اِلَّا رُوَاتُهَا "، وَكَثِيْراً مَا يَظْهَرُ عَدَمُ صِحَّةِ تِلْكَ الْاَخْبَارِ بَعْدَ قَلِيْلٍ .

ترجمہ: بحث اول ’’راوی اور اس کے مقبول ہونے کی شرطیں‘‘۔ تمہیدی مقدمہ: چونکہ حدیث رسول ﷺ ہم تک رواۃ کے راستے سے پہنچتی ہے، اس لیے حدیث کی صحت یا عدمِ صحت کی پہچان میں ان کی مرکزی حیثیت ہے، یہی وجہ ہے کہ علماءِ حدیث نے رواۃ کا اہتمام کیا اور ان کی روایت قبول کرنے کے لیے باریک و مضبوط شرطیں رکھی ہیں جو ان کی نگاہ کی دوررسی، فکر کی درستگی اور طریقے کی عمدگی پر دلالت کرتی ہیں۔

یہ وہ شرطیں ہیں جو انہوں نے راوی کے بارے میں مقرر کی ہیں اور دوسری وہ شرطیں جو انہوں نے حدیث وخبر کے قبول کرنے کے لیے رکھی ہیں ان تک کسی بھی اہلِ دین کی رسائی نہیں ہوئی حتی کہ اس دور میں بھی جس کو اہلِ زمانہ انتظام اور باریک بینی سے متصف کرتے ہیں، کیونکہ انہوں نے خبریں پہنچانے والوں کے بارے میں وہ شرطیں نہیں رکھیں جو علماءِ مصطلح نے راوی کے

بارے میں رکھی ہیں بلکہ اس سے کم شرط بھی نہیں رکھی، چنانچہ بہت سی خبریں جنہیں دستوری اطلاعات کے ذمہ داران ایک دوسرے تک پہنچاتے ہیں، ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا اور ان کی سچائی کی طرف مائل نہیں ہوا جاتا، اور یہ ان کے نامعلوم ناقلین کے سبب سے ہے'' خبروں کی مصیبت ان کے ناقلین ہی ہوتے ہیں''، اور اکثر تھوڑے وقت کے بعد ہی ان اطلاعات کا سچ نہ ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔

تشریح :- دینِ اسلام کی حقانیت کا ایک مظہر محدثین کا وہ کارنامہ ہے جو انہوں نے اسماء الرجال اور علم المصطلح کے نام سے سینکڑوں نہیں ہزاروں رواۃ کے حالات کی چھان بین کے بعد روایت کی قبولیت کے لیے شرطیں مقرر فرمائیں، ایسے اصول وضوابط کہ جن کی نظیر کسی بھی ملت تو درکنار موجودہ دور میں بھی کوئی پیش نہ کر سکا حتی کہ حکومتی سطح پر اطلاعات پہنچانے کے لیے بھی اتنی باریک اور اچھی شرطیں کسی نے مقرر نہیں کی ہیں حالانکہ اطلاع دینے والے ہی خبروں کی صداقت کے مدار ہوتے ہیں جب انہی کے متعلق علم نہ ہوگا تو خبر کی صداقت کیسے معلوم ہوگی؟ اور اکثر تھوڑا وقت گزرنے کے بعد ہی ان خبروں کا جھوٹا ہونا معلوم ہو جاتا ہے، اس عرصہ میں وہ خبر عوام میں مقبول ہو چکی ہوتی ہے، مگر محدثین کرامؒ نے جس طرح احادیث کی حفاظت اور صادق وکاذب کے درمیان فرق کے لیے شرطیں اور ضابطے مقرر کیے ہیں وہ واقعی بے مثال اور قابلِ صد تحسین ہے۔

۲ - شُرُوْطُ قَبُوْلِ الرَّاوِیْ : أَجْمَعَ الْجَمَاهِيْرُ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ وَالْفِقْهِ أَنَّهُ يُشْتَرَطُ فِي الرَّاوِيْ شَرْطَانِ أَسَاسِيَّانِ هُمَا :(أ) الْعَدَالَةُ : وَيَعْنُوْنَ بِهَا أَنْ يَكُوْنَ الرَّاوِيْ : مُسْلِماً ـ بَالِغاً ـ عَاقِلاً ـ سَلِيْماً مِنْ أَسْبَابِ الْفِسْقِ ـ سَلِيْماً مِنْ خَوَارِمِ الْمُرُوْءَةِ .(ب) اَلضَّبْطُ : وَيَعْنُوْنَ بِهِ أَنْ يَكُوْنَ الرَّاوِيْ : غَيْرَ مُخَالِفٍ لِلثِّقَاتِ ـ وَلَا سَيِّءَ الْحِفْظِ ـ وَلَا فَاحِشَ الْغَلَطِ ـ وَلَا مُغَفَّلاً ـ وَلَا كَثِيْرَ الْأَوْهَامِ .۳ - بِمَ تَثْبُتُ الْعَدَالَةُ ؟ تَثْبُتُ الْعَدَالَةُ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ :(أ) إِمَّا بِتَنْصِيْصِ مُعَدِّلِيْنَ عَلَيْهَا ، أَيْ أَنْ يَنُصَّ عُلَمَاءُ التَّعْدِيْلِ أَوْ وَاحِدٌ مِنْهُمْ عَلَيْهَا .(ب) وَإِمَّا بِالْاِسْتِفَاضَةِ وَالشُّهْرَةِ ، فَمَنِ اشْتَهَرَتْ عَدَالَتُهُ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ ، وَشَاعَ الثَّنَاءُ عَلَيْهِ كَفٰى ، وَلَا يُحْتَاجُ بَعْدَ ذٰلِكَ

إِلىٰ مُعَدِّلٍ يَنُصَّ عَلَيْهَا ، وَذٰلِكَ مِثْلُ الْأَئِمَّةِ الْمَشْهُوْرِيْنَ كَالْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ وَالسَّفْيَانَيْنِ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَغَيْرِهِمْ .

ترجمہ: راوی کے مقبول ہو ہم کی شرطیں: جمہور ائمۂ حدیث وفقہ کا اس پر اجماع نے کہ راوی کے بارے میں دو بنیادی شرطیں ضروری ہیں: (أ) عدالت: اور اس سے ان کی مراد یہ نے کہ راوی مسلمان، بالغ، عقلمند، اسبابِ فسق اور خلافِ مروّت کاموں سے محفوظ ہو۔ (ب) ضبط: اور اس سے ان کی مراد یہ نے کہ راوی نہ ہی ثقات کی مخالفت کر ہم والا ہو، اور نہ ہی کمزور حافظہ والا، اور نہ ہی فاش غلطی کر ہم والا، اور نہ ہی بے خبر اور نہ ہی بہت وہے والا ہو۔ عدالت کس طرح ثابت ہوتی نے؟ عدالت دو چیزوں میں سے ایک سے ثابت ہوتی نے:

(أ) یا تو تعدیل کر ہم والے اس کی صراحت کر دیں یعنی تعدیل کر ہم والے علماء یا ان میں سے کوئی ایک عدالت کی صراحت کر دے۔ (ب) اور یا پھر پھیلنے اور مشہور ہو ہم کے ذریعے، چنانچہ اہلِ علم کے درمیان جس کی عدالت مشہور ہو جائے اور اس کی تعریف عام ہو جائے تو اتنا کافی ہوگا اور اس کے بعد کسی تعدیل والے کی ضرورت نہیں ہوگی جو اس کی صراحت کرے، یہ جیسے ائمہ اربعہ، سفیان ثوری وسفیان بن عیینہ اور اوزاعی وغیرہ مشہور ائمہ حضرات ہیں۔

شرح:- راوی کے مقبول ہو ہم کے لیے دو بنیادی شرطوں پر جمہور محدثین وفقہاء کا اتفاق نے اور وہ دو شرطیں یہ ہیں: (۱) راوی کی عدالت (۲) راوی کا ضبط۔ عدالت یعنی راوی کے عدل ہو ہم سے مراد یہ نے کہ وہ مسلمان عاقل بالغ، اسبابِ فسق سے دور اور خلافِ مروّت سے اجتناب کر ہم والا ہو، اور ضبط سے مراد یہ نے کہ وہ اپنی روایات میں ثقات کی مخالفت کا مرتکب نہ ہو، اس کا حافظہ اور یادداشت کمزور نہ ہو، بڑی غلطی کر ہم والا نہ ہو، سادہ اور بے خبر نہ ہو، اسی طرح وہمی جس کو بکثرت وہے کی بیماری ہو وہ بھی نہ ہو۔ جب عدالت اور ضبط کی شرطیں پائی جائیں گی تو راوی اس قابل ہو سکے گا کہ اس کی روایت کو قبول کر لیں۔

عدالت کے ثابت ہو ہم کے دو طریقے ہیں: (۱) ائمہ جرح وتعدیل میں سے کوئی راوی کو عدل قرار دے دے۔ (۲) یا پھر اہلِ علم کے درمیان اس کا عدل ہونا مشہور ہو۔ جب ان میں

سے کوئی طریقہ پایا جائے گا تو راوی کو عدل قرار دینے میں کوئی تامل نہیں ہوگا لیکن اگر دونوں شرطیں مفقود ہوئیں تو راوی کی عدالت ثابت نہ ہو سکے گی۔

٤ – مَذْهَبُ ابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ فِيْ ثُبُوْتِ الْعَدَالَةِ :رَأْیُ ابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ أَنَّ كُلَّ حَامِلِ عِلْمٍ مَعْرُوْفِ الْعِنَايَةِ بِهٖ مَحْمُوْلٌ أَمْرُهٗ عَلَى الْعَدَالَةِ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ جَرْحُهٗ ، وَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ " يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ ، يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ ، وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ ، وَتَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ " . وَقَوْلُهٗ هٰذَا غَيْرُ مَرْضِيٍّ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ ، لِأَنَّ الْحَدِيْثَ لَمْ يَصِحَّ ، وَعَلٰى فَرْضِ صِحَّتِهٖ ، فَإِنَّ مَعْنَاهُ " لِيَحْمِلْ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ " بِدَلِيْلِ أَنَّهٗ يُوْجَدُ مَنْ يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ وَهُوَ غَيْرُ عَدْلٍ .

ترجمہ: ثبوتِ عدالت میں ابن عبدالبرؒ کا مذہب: ابن عبدالبر کا مذہب یہ ہے کہ ہر علم کا حامل (عالمِ دین) جو علم کی حفاظت میں مشہور ہو، اس کا معاملہ عدالت پر محمول ہوگا جب تک اس پر جرح ظاہر نہ ہو جائے، اور انہوں ہم حدیث "يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ " الحدیث (ہر بعد میں آ ہم والوں میں سے ان کے عدل لوگ اس علم کے حامل ہوں گے جو اس سے غلو کر ہم والوں کی تحریف، باطل پرستوں کی غلط نسبت اور جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے) سے حجت پکڑی نے۔ ان کا یہ قول علماء کے نزدیک پسندیدہ نہیں اس لیے کہ حدیث صحیح نہیں نے اور اس کی صحت تسلیم کر لینے کی صورت میں اس کا مطلب ہوگا کہ "اس علم کو ہر بعد میں آ ہم والوں میں سے ان کے عدل لوگ حاصل کریں" اس دلیل کے ساتھ کہ ایسے شخص موجود ہیں جو عدل نہ ہو ہم کے باوجود علم سیکھتے ہیں۔

تشریح: - عام محدثین کے اصول کے مطابق تعدیل پر جرح مقدم ہوتی نے لیکن امام ابن عبدالبر مالکیؒ ہم اس بارے میں یہ استثناء کیا نے کہ اگر جرح کسی ایسی شخصیت کے متعلق ہو جو علم کے حوالے سے مشہور ہو، مسلمانوں کی بڑی جماعت اُسے قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہو تو اس پر جرح قابل قبول نہیں بلکہ وہ عدل ہی سمجھی جائے گی، گویا علم کے ساتھ مشہور ہونا ہی تعدیل نے اس لیے کہ ایک حدیث پاک میں ارشادِ نبوی نے "يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ " الحدیث یعنی اس علم

کے حاملین بعد میں آ ہم والے لوگوں میں اُن کے معتبر (عدل) لوگ ہوں گے......'' الحدیث۔ اس حدیث میں خبر دی جا رہی نے کہ جب اہلِ علم ہو کر کوئی شخصیت مسلمانوں کے ہاں مقبول ہو تو اس کو عدل ہی سمجھا جائے گا۔

مصنف کہتے ہیں کہ امام ابن عبدالبر کا یہ قول علماء کے ہاں پسندیدہ نہیں، اس کی دو وجہیں ہیں: (۱) یہ حدیث ثابت نہیں۔ (۲) اگر ثابت ہو بھی جائے تو اس کا مطلب حکم دینا نے کہ بعد والوں میں سے عدل اور معتبر لوگ ہی اس علم کو اُٹھائیں، گویا یہ امر بصورت خبر نے، یہ مطلب نہیں کہ جو بھی علم کو اُٹھائے گا وہ ہی مقبول و عدل ہو۔ اس لیے کہ دیکھا گیا نے کہ بعض لوگ غیر عدل ہو کر بھی علم کے حامل ہوتے ہیں، اگر یہ پیش گوئی اور خبر ہوتی تو ہر زمانہ میں اہل اور معتبر لوگ ہی علم کی متوجہ ہوتے، غیر معتبر لوگ نہیں۔

علامہ سیوطیؒ ہم امام احمدؒ وغیرہ سے اس حدیث کی صحت نقل کی نے، نیز ابن عدیؒ ہم ثقہ راویوں کی سند سے اس حدیث کو روایت کیا نے لہذا فیصلہ کن بات یہ نے کہ مذکورہ حدیث ثابت نے البتہ یہ امر بصورت خبر نے جیسا کہ مصنف صاحب ہم آخری توجیہ یہی کی نے۔ اس کی ایک دلیل بعض روایات میں الفاظ کا یوں منقول ہونا نے'' لِيَحْمِلْ هٰذَا الْعِلْمَ ...... ''الحدیث۔ اس میں لام امر صراحتاً موجود نے جو امر ہو ہم پر دلالت کرتا نے۔ واللہ اعلم

٥ – كَيْفَ يُعْرَفُ ضَبْطُ الرَّاوِيْ ؟ يُعْرَفُ ضَبْطُ الرَّاوِيْ بِمُوَافَقَتِهِ الثِّقَاتِ الْمُتْقِنِيْنَ فِي الرِّوَايَةِ ، فَإِنْ وَافَقَهُمْ فِيْ رِوَايَتِهِمْ غَالِباً فَهُوَ ضَابِطٌ ، وَلَا تَضُرُّ مُخَالَفَتُهُ النَّادِرَةُ لَهُمْ ، فَإِنْ كَثُرَتْ مُخَالَفَتُهُ لَهُمُ اخْتَلَّ ضَبْطُهُ ، وَلَمْ يُحْتَجَّ بِهِ .

ترجمہ: ذراوی کا ضبط کس طرح معلوم ہوتا نے؟ راوی کا ضبط اس کے مضبوط روایت کے حامل ثقہ راویوں کی موافقت کر ہم سے معلوم ہوتا نے، پس اگر وہ روایت کر ہم میں اکثر و بیشتر ان کی موافقت کرے تو وہ ضابط (ضبط والا) نے اور ان کی تھوڑی بہت مخالفت کرنا ضرر کا باعث نہیں، اگر اس کی طرف سے ان کی مخالفت زیادہ ہو جائے تو اس کے ضبط میں خلل پیدا ہوگا اور اس سے حجت نہیں پیش کی جائے گی۔

فائدہ:- کوئی راوی ثقات کی بالکلیہ مخالفت سے محفوظ نہیں ہوتا، اس لیے ضبط کا دارومدار مکمل طور پر مخالفت سے بچنے پر نہیں بلکہ اکثر مخالفت نہ کرنا بھی ضبط کی دلیل ہے۔

٦ - هَلْ يُقْبَلُ الْجَرْحُ وَالتَّعْدِيْلُ مِنْ غَيْرِ بَيَان ؟(أ) أَمَّا التَّعْدِيْلُ فَيُقْبَلُ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ سَبَبِهِ عَلَى الصَّحِيْحِ الْمَشْهُوْرِ ، لِأَنَّ أَسْبَابَهُ كَثِيْرَةٌ يَصْعُبُ حَصْرُهَا ، إِذْ يَحْتَاجُ الْمُعَدِّلُ أَنْ يَقُوْلَ مَثَلاً : لَمْ يَفْعَلْ كَذَا ، لَمْ يَرْتَكِبْ كَذَا ، أَوْ يَقُوْلَ : هُوَ يَفْعَلُ كَذَا ، وَيَفْعَلُ كَذَا وَهٰكَذَا ......(ب) أَمَّا الْجَرْحُ فَلاَ يُقْبَلُ اِلاَّ مُفَسَّراً ، لِأَنَّهُ لاَ يَصْعُبُ ذِكْرُهُ ، وَلِأَنَّ النَّاسَ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْ أَسْبَابِ الْجَرْحِ ، فَقَدْ يَجْرَحُ أَحَدُهُمْ بِمَا لَيْسَ بِجَارِحٍ ، قَالَ ابْنُ الصَّلاَحِ : " وَهٰذَا ظَاهِرٌ مُقَرَّرٌ فِى الْفِقْهِ وَأُصُوْلِهِ ، وَذَكَرَ الْخَطِيْبُ الْحَافِظُ أَنَّهُ مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ مِنْ حُفَّاظِ الْحَدِيْثِ وَنُقَّادِهِ مِثْلِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَغَيْرِهِمَا ، وَلِذٰلِكَ احْتَجَّ الْبُخَارِيُّ بِجَمَاعَةٍ سَبَقَ مِنْ غَيْرِهِ الْجَرْحُ لَهُمْ كَـ عِكْرِمَةَ وَعَمْرِو بْنِ مَرْزُوْقٍ ، وَاحْتَجَّ مُسْلِمٌ بِسُوَيْدِ بْنِ سَعِيْدٍ وَجَمَاعَةٍ اِشْتَهَرَ الطَّعْنُ فِيْهِمْ ، وَهٰكَذَا فَعَلَ أَبُوْ دَاوُدَ ، وَذٰلِكَ دَالٌّ عَلٰى أَنَّهُمْ ذَهَبُوْا اِلٰى أَنَّ الْجَرْحَ لاَ يَثْبُتُ اِلاَّ اِذَا فُسِّرَ سَبَبُهُ ".

ترجمہ: ۶ کیا تفصیل کے بغیر جرح و تعدیل قبول کی جائے گی؟ (أ) جہاں تک تعدیل کا تعلق ہے تو صحیح و مشہور قول کے مطابق تعدیل کا سبب بتائے بغیر بھی مقبول ہے اس لیے کہ اس کے اسباب زیادہ ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے کیونکہ تعدیل کنندہ کو مثلاً یہ کہنے کی ضرورت پڑے گی کہ اس نے ایسا نہیں کیا، اس کام کا ارتکاب نہیں کیا یا یہ کہنے کی کہ وہ ایسا کرتا ہے، اور ایسا ایسا کرتا ہے وغیرہ۔

(ب) جہاں تک جرح کا تعلق ہے تو وہ مفسراً (تفصیل کے ساتھ) ہی مقبول ہے اس لیے کہ اس کو ذکر کرنا مشکل نہیں، اور اس وجہ سے کہ اسبابِ جرح کے بارے میں لوگ مختلف ہیں چنانچہ کبھی کوئی شخص ایسی جرح کرتا ہے جو جرح نہیں ہوتی، ابن صلاحؒ نے کہا ہے: ''اور یہ فقہ واصولِ فقہ میں ثابت شدہ ہے، اور حافظ خطیبؒ نے ذکر کیا ہے کہ یہ حفاظ و نقادِ حدیث کا مذہب ہے جیسے بخاری و مسلم وغیرہ، اور اسی وجہ سے بخاری نے ایک ایسی جماعت سے حجت پکڑی ہے کہ کسی

اور کی طرف سے ان پر جرح ہو چکی تھی مثلاً عکرمہ اور عمرو بن مرزوق، اور مسلم نے سوید بن سعید اور ایسی جماعت سے حجت پکڑی جن کے متعلق تنقید مشہور ہو چکی تھی، اسی طرح ابوداؤد نے بھی کیا، اور یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ جرح اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب اس کے سبب کی وضاحت کر دی جائے۔

شرح :- تعدیل کا مقصد چونکہ راوی کو روایت کا اہل اور اس کے لیے موزوں قرار دینا ہے یعنی اس کو عدل بتانا ہے اور عدل، فاسق کی ضد ہے، اس لیے عدل وہی کہلا سکتا ہے جو اسبابِ فسق سے اجتناب کرتا ہو اور اسبابِ فسق بہت سارے امور ہیں، بعض کا تعلق کرنے سے ہے اور بعض کا چھوڑنے یعنی ترک کرنے سے۔ اب اگر عدل قرار دینے کے لیے یہ لازم قرار دیا جاتا کہ ہر ہر سببِ فسق کی راوی کی ذات سے نفی کی جائے مثلاً یوں کہا جائے کہ فلاں راوی نے ایسا کیا اور ایسا نہیں کیا تو سلسلہ لمبا ہو جاتا اور حرج لازم آتا کیونکہ اسبابِ فسق کا بیان میں احاطہ انتہائی دشوار ہے۔ لہذا صحیح اور مشہور قول کے مطابق تعدیل کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ فلاں راوی عدل ہے، باقی اس کا سبب بتانا یا تفصیل سے ذکر کرنا لازم اور ضروری نہیں۔

اس کے بالمقابل اسبابِ فسق میں سے کسی بھی ایک سبب کا ارتکاب کر لینے سے انسان فاسق ہو جاتا ہے اور اس کا بیان مشکل بھی نہیں ہے لہذا کسی پر جرح کرتے وقت اس کی وجہ بتانا ضروری ہے ورنہ جرح مقبول نہیں ہوگی مثلاً یوں کہا جائے کہ فلاں راوی مجروح ہے اس لیے کہ اس نے فلاں سببِ فسق کا ارتکاب کیا تھا۔ جرح میں سبب بیان کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ بعض اوقات جرح کرنے والے کی نظر میں کوئی بات جرح کا سبب بن سکتی ہے۔ وہ حقیقت میں اس کا سبب نہیں ہوتی۔

اسی قسم کے واقعات میں سے ہے کہ محدث شعبہؒ سے کسی نے سوال کیا کہ جناب نے فلاں شخص کی حدیث کیوں چھوڑی؟ جواب میں فرمایا کہ "میں نے اس کو گھوڑے پر ایڑ ھ لگا کر سوار ہوتے ہوئے دیکھا ہے"۔ اب یقیناً ایڑ ھ لگانا سببِ طعن نہیں، شعبہؒ اِسے بھی جرح کا سبب قرار دے رہے ہیں۔ اسی طرح حکم بن عتیبہؒ سے پوچھا گیا کہ آپ زاذان سے کیوں روایت نہیں

کرتے؟ فرمایا: اس لیے کہ ''وہ بہت بات کرنے والا تھا''۔ حالانکہ کثیر الکلام ہونا فی نفسہ موجبِ طعن نہیں۔ اسی بناء پر محدثین نے فرمایا کہ جرح مفصل ہونی چاہیے، مبہم یا غیر واضح نہیں۔ [التدریب]

٧ – هَلْ يَثْبُتُ الْجَرْحُ وَالتَّعْدِيْلُ بِوَاحِدٍ ؟ (أ) اَلصَّحِيْحُ أَنَّهُ يَثْبُتُ الْجَرْحُ وَالتَّعْدِيْلُ بِوَاحِدٍ . (ب) وَقِيْلَ : لَا بُدَّ مِنِ اثْنَيْنِ .

ترجمہ: ۷ کیا جرح وتعدیل ایک شخص کے ذریعہ سے ثابت ہوتی ہے؟ (أ) صحیح یہ ہے کہ جرح وتعدیل ایک شخص کے ذریعہ سے ثابت ہوتی ہے۔ (ب) اور کہا گیا کہ دو فرد کا ہونا ضروری ہے۔

تشریح:- کسی ایک امام کے مجروح یا عدل کہہ دینے سے جرح وتعدیل ثابت ہو جائے گی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں دو اقوال نقل کیے گئے ہیں: (۱) صحیح قول کے مطابق ایک شخص کی جرح وتعدیل بھی درست ہے اور (۲) ضعیف قول کے مطابق جس طرح گواہ دو ہوتے ہیں اسی طرح جرح وتعدیل کرنے والے بھی دو ہونے چاہئیں۔ صحیح قول کی وجہ یہ ہے کہ جرح وتعدیل بھی ایک قسم کی خبر ہے یعنی کسی راوی کے متعلق عدل یا غیر عدل ہونے کی خبر دینا ہے، جب اصل خبر یعنی حدیث کی روایت ایک شخص سے قابل قبول ہے تو جرح وتعدیل بھی ایک شخص سے مقبول ہے کیونکہ جرح وتعدیل کا مقام خود حدیث سے بلند نہیں۔

٨ – اِجْتِمَاعُ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ فِيْ رَاوٍ وَاحِدٍ : اِذَا اجْتَمَعَ فِيْ رَاوٍ الْجَرْحُ وَالتَّعْدِيْلُ . (أ) فَالْمُعْتَمَدُ أَنَّهُ يُقَدَّمُ الْجَرْحُ اِذَا كَانَ مُفَسَّراً . (ب) وَقِيْلَ اِنْ زَادَ عَدَدُ الْمُعَدِّلِيْنَ عَلَى الْجَارِحِيْنَ قُدِّمَ التَّعْدِيْلُ ، وَهُوَ ضَعِيْفٌ غَيْرُ مُعْتَمَدٍ .

ترجمہ: ۸ ایک راوی کے بارے میں جرح وتعدیل کا جمع ہونا: جب کسی راوی میں جرح وتعدیل جمع ہو جائے تو (أ) قابلِ اعتماد یہ ہے کہ جرح کو مقدم رکھا جائے گا جب وہ مفسر ہوگی۔ (ب) اور ایک قول ہے کہ اگر تعدیل کرنے والوں کی تعداد جرح کنندگان سے زیادہ ہوگی تو تعدیل مقدم ہوگی، اور یہ ضعیف اور نا قابل اعتماد ہے۔

تشریح:- جمہور علماء کے نزدیک جب جرح مفسر ہو یعنی اس کا سبب بیان کر دیا گیا ہو اور اس کے مقابلے میں اسی راوی کی تعدیل بھی ہو تو جرح مقدم رہے گی چاہے جرح کرنے والے زیادہ ہوں یا

تعدیل کرنے والے۔ لبتہ بعض حضرات کے نزدیک جوزیادہ ہوں گے انہی کا قول معتبر ہوگا، اگر جارح زیادہ ہوں تو جرح مقدم ہوگی اور اگر مُعَدِّلین زیادہ ہوں تو تعدیل مقدم ہوگی۔ یہ قول ضعیف ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں جنہوں نے عدل قرار دیا ہے انہوں نے سببِ جرح کی نفی نہیں کی اور جارحین نے ایک سبب کا اثبات کیا ہے، لہذا وہ مقدم ہیں۔

٩ - حُكْمُ رِوَايَةِ الْعَدْلِ عَنْ شَخْصٍ :(أ) رِوَايَةُ الْعَدْلِ عَنْ شَخْصٍ لَا تُعْتَبَرُ تَعْدِيْلاً لَهُ عِنْدَ الْأَكْثَرِيْنَ وَهُوَ الصَّحِيْحُ ، وَقِيْلَ هُوَ تَعْدِيْلٌ .(ب) وَعَمَلُ الْعَالِمِ وَفُتْيَاهُ عَلَىٰ وَفْقِ حَدِيْثٍ لَيْسَ حُكْماً بِصِحَّتِهِ ، وَلَيْسَ مُخَالَفَتُهُ لَهُ قَدْحاً فِيْ صِحَّتِهِ وَلَا فِيْ رُوَاتِهِ ، وَقِيْلَ : بَلْ هُوَ حُكْمٌ بِصِحَّتِهِ ، وَصَحَّحَهُ الْآمِدِيُّ وَغَيْرُهُ مِنَ الْأُصُوْلِيِّيْنَ ، وَفِي الْمَسْأَلَةِ كَلَامٌ طَوِيْلٌ .

ترجمہ: عدل کا کسی شخص سے روایت کرنے کا حکم: (أ) اکثر حضرات کے نزدیک عدل کا کسی شخص سے روایت کرلینا تعدیل نہیں سمجھی جائے گی اور یہی صحیح ہے، اور ایک قول کے مطابق وہ تعدیل ہے۔ (ب) اور عالم کا کسی حدیث کے موافق عمل یا فتویٰ اس کے صحیح ہونے کا حکم نہیں، اور نہ ہی اس کا حدیث کی مخالفت کرنا اس کے صحیح ہونے میں یا اس کے راویوں کے بارے میں عیب کا باعث ہے، اور ایک قول کے مطابق: ایسا نہیں بلکہ وہ (عالم کی طرف سے) اس کے صحیح ہونے کا فیصلہ ہے، آمدی وغیرہ اصولیین نے اس کو صحیح قرار دیا، اور اس مسئلہ میں طویل کلام ہے۔

شرح:- محض کسی عالم کا کسی حدیث کے مطابق عمل کرلینا یا فتویٰ دے دینا، اُس کی جانب سے حدیث کی صحت کا فیصلہ نہیں ہے، اس لیے کہ ممکن ہے اُس کا عمل یا فتویٰ اِس حدیث کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی اور حدیث کی وجہ سے ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے احتیاطاً اس حدیث پر عمل کرلیا ہو نہ یہ کہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔

اسی طرح کسی عالم یا فقیہ و مجتہد کا کسی حدیث کی مخالفت کرلینا حدیث کی صحت میں یا اس کے رواۃ کے بارے میں کلام یا طعن نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ عین ممکن ہے یہ مخالفت کسی عارض کی بناء پر ہو نہ کہ حدیث کے غیر صحیح و غیر ثابت ہونے کی بناء پر۔ مثلاً بیع میں خیار سے متعلق حدیث امام

مالکؒ نے بطریق نافع" روایت کی ہے۔ آپ کا عمل اس کے مطابق نہیں بلکہ آپ اس سلسلہ میں اہلِ مدینہ کے عمل کو اختیار کرتے ہیں جو کہ آپ کے نزدیک مستقل اصول و ماخذ کا درجہ رکھتا ہے۔ تو یہاں پر مخالفت نافع" بداعتمادی کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ ایک متعارض دلیل کی وجہ سے یعنی عملِ اہلِ مدینہ کی وجہ سے جو ان کے نزدیک قوی حجت ہے۔

۱۰ – حُكْمُ رِوَايَةِ التَّائِبِ مِنَ الْفِسْقِ : (أ) تُقْبَلُ رِوَايَةُ التَّائِبِ مِنَ الْفِسْقِ .(ب) وَلَا تُقْبَلُ رِوَايَةُ التَّائِبِ مِنَ الْكَذِبِ فِيْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .

ترجمہ: فسق سے تائب کی روایت کا حکم: (أ) فسق سے توبہ کر لینے کی روایت قبول کی جائے گی۔ (ب) اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں جھوٹ بولنے سے توبہ کرنے والے کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

تشریح:- جو شخص کسی بھی قسم کے فسق میں مبتلا ہو یا احادیث رسول ﷺ کے علاوہ اپنے کلام میں جھوٹ بولتا ہو، اس کے بعد وہ توبہ کر لے اور اس کی حالت پہلے سے بہتر ہو تو بالاتفاق اس کی روایت مقبول ہے۔ جس نے ایک دفعہ بھی حدیث رسول ﷺ میں جھوٹ کہا اور اس کا جھوٹ کہنا ثابت ہو گیا، تو اس کی سزا یہ ہے کہ زندگی بھر پھر اس کی روایت مقبول نہیں بلکہ وہ ہمیشہ کے لیے غیر عدل ہے، پھر وہ جھوٹ سے مکمل توبہ کر لے اور اپنی حالت کی اصلاح کر لے تب بھی وہ فی نفسہ صالح ہو گا مگر حدیث کے لیے نااہل ہے۔ اس سے حدیث رسول اللہ ﷺ کی اہمیت معلوم ہوگئی کہ فاسق گناہ سے توبہ کر لے تو قاضی کے یہاں اس کی گواہی قبول ہوتی ہے۔ حدیث رسول ﷺ میں ایک مرتبہ جھوٹ بول دیا تو ساری زندگی اس نعمت سے محروم ہو گیا۔ والعیاذ باللہ

۱۱ – حُكْمُ رِوَايَةِ مَنْ أَخَذَ عَلَى التَّحْدِيْثِ أَجْراً : (أ) لَا تُقْبَلُ عِنْدَ الْبَعْضِ كَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَأَبِيْ حَاتِمٍ .(ب) تُقْبَلُ عِنْدَ الْبَعْضِ الْآخَرِ كَأَبِيْ نُعَيْمٍ الْفَضْلِ بْنِ دُكَيْنٍ . (جـ) وَأَفْتَىٰ أَبُوْ إِسْحَاقَ الشِّيْرَازِيُّ لِمَنِ امْتَنَعَ عَلَيْهِ الْكَسْبُ لِعِيَالِهِ بِسَبَبِ التَّحْدِيْثِ بِجَوَازِ أَخْذِ الْأَجْرِ . ۱۲ – حُكْمُ رِوَايَةِ مَنْ عُرِفَ بِالتَّسَاهُلِ أَوْ بِقَبُوْلِ التَّلْقِيْنِ أَوْ كَثْرَةِ السَّهْوِ :(أ) لَا

تُقْبَلُ رِوَايَةُ مَنْ عُرِفَ بِالتَّسَاهُلِ فِيْ سَمَاعِهِ أَوْ اِسْمَاعِهِ ، كَمَنْ لَا يُبَالِيْ بِالنَّوْمِ وَقْتَ السَّمَاعِ ، أَوْ يُحَدِّثُ مِنْ أَصْلٍ غَيْرِ مُقَابَلٍ .(ب) وَلَا تُقْبَلُ رِوَايَةُ مَنْ عُرِفَ بِقَبُوْلِ التَّلْقِيْنِ فِي الْحَدِيْثِ ، بِأَنْ يُلَقَّنَ الشَّيْءَ فَيُحَدِّثُ بِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّهُ مِنْ حَدِيْثِهِ . (جـ) وَلَا تُقْبَلُ رِوَايَةُ مَنْ عُرِفَ بِكَثْرَةِ السَّهْوِ فِيْ رِوَايَتِهِ .

ترجمہ: ۵ حدیث بیان کرنے پر اجرت لینے والے کی روایت کا حکم: (أ) بعض حضرات کے نزدیک اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جیسے امام احمدؒ، اسحاقؒ اور ابو حاتمؒ۔ (۲) بعض دوسرے حضرات کے نزدیک قبول کی جائے گی جیسے ابو نُعیم فضل بن دُکینؒ۔ (ج) اور ابو اسحاق شیرازیؒ نے اس شخص کے لیے جس پر حدیث بیان کرنے کی وجہ سے اپنے کنبہ کے لیے کمانا ناممکن ہو جائے، فتویٰ دیا کہ اجرت لینا جائز ہے۔

اس شخص کی روایت کا حکم جو نرمی برتنے، یا تلقین قبول کر لینے یا زیادہ سہو عارض ہونے میں مشہور ہو جائے: (أ) اُس شخص کی روایت قبول نہیں جو سننے یا سنانے میں تساہل کے ساتھ مشہور ہو جائے، جیسے وہ شخص جو سننے کے وقت نیند کی پرواہ نہ کرتا ہو یا ایسی اصل سے حدیث بیان کرتا ہو جس کا مقابلہ نہیں کیا گیا ہو۔ (ب) اس کی روایت مقبول نہیں جو حدیث میں تلقین قبول کر لینے کے ساتھ مشہور ہو اس طرح کہ اسے تلقین کی جائے تو یہ معلوم کیے بغیر کہ اسی کی حدیث ہے یا نہیں، (بس قبول کر لی)۔ (ج) اور اس کی روایت بھی قبول نہیں جو اپنی روایت میں زیادہ بھولنے کے ساتھ مشہور ہو۔

تشریح: - حدیث بیان کر کے اجرت لینے والے کی حدیث کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلے میں تین اقوال مذکور ہیں: (۱) مطلقاً قبول ہے۔ (۲) مطلقاً قبول نہیں ہے۔ (۳) ابو اسحاق شیرزائیؒ کے نزدیک اگر اشد ضرورت کی بناء پر اجرت لے تو ٹھیک ہے اور اس کی روایت بھی مقبول ہے۔

اگر محدث کے متعلق یہ پتہ چل جائے کہ وہ طالب علم سے حدیث سنتے وقت انتہائی نرمی یا غفلت برتتے ہیں مثلاً (۱) جس وقت طالب علم سنا رہا ہوتا ہے وہ نیند میں مشغول ہو جانے کی بھی پرواہ نہ کریں، اونگھ لیتے ہوں یا سو جاتے ہوں، اسی طرح جب خود سناتے ہیں تو اس وقت بھی نرمی

وسستی اختیار کرتے ہیں اور سہولت پسندی سے کام لیتے ہیں مثلاً ایسے نسخہ سے احادیث پڑھتے ہوں جس کا دوسرے صحیح نسخہ سے مقابلہ نہیں کیا گیا۔ تو ایسے شیخ کی روایت مقبول نہیں۔

(۲) یا درسِ حدیث کے دوران وہ سامع یا طالب کی تلقین قبول کر لیتے ہوں اور تحقیق کیے بغیر نقل کر دیتے ہوں تو ان کی روایت بھی مقبول نہیں۔

(۳) یا محدث اپنی روایات میں بکثرت غلطی کرتے ہوں اور کسی صحیح نسخہ سے اصلاح بھی نہ کرتے ہوں تو ان کی روایت بھی مقبول نہیں۔

۱۳ – حُكْمُ رِوَايَةِ مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ : (أ) تَعْرِيْفُ مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ : هُوَ أَنْ لَا يَذْكُرَ الشَّيْخُ رِوَايَةَ مَا حَدَّثَ بِهِ تِلْمِيْذُهُ عَنْهُ .(ب) حُكْمُ رِوَايَتِهِ : ١ ...... اَلرَّدُّ : اِنْ نَفَاهُ نَفْياً جَازِماً بِأَنْ قَالَ : مَا رَوَيْتُهُ أَوْ هُوَ يَكْذِبُ عَلَيَّ وَنَحْوَ ذٰلِكَ . ٢ ...... اَلْقَبُوْلُ : اِنْ تَرَدَّدَ فِيْ نَفْيِهِ كَأَنْ يَقُوْلَ : لَا أَعْرِفُهُ أَوْ لَا أَذْكُرُهُ وَنَحْوَ ذٰلِكَ (جـ) هَلْ يُعْتَبَرُ رَدُّ الْحَدِيْثِ قَادِحاً فِيْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ؟ لَا يُعْتَبَرُ رَدُّ الْحَدِيْثِ قَادِحاً فِيْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِأَنَّهُ لَيْسَ أَحَدُهُمَا أَوْلىٰ بِالطَّعْنِ مِنَ الْآخَرِ .

ترجمہ: ۱۳ جو شیخ حدیث بیان کرنے کے بعد بھول جائے، اس کی روایت کا حکم: (أ) اس شخص کی تعریف جو حدیث بیان کرے اور پھر بھول جائے: یہ ہے کہ شیخ کو اس حدیث کی روایت یاد نہ آئے جو اس کا شاگرد اس کے حوالے سے بیان کرے۔ (ب) اس کی روایت کا حکم: (۱) رد کر دینا، اگر اُس نے یقین کے ساتھ انکار کر دیا اس طور پر کہ اس نے کہا: میں نے اس حدیث کی روایت نہیں کی، یا وہ (شاگرد) میرے متعلق جھوٹ بول رہا ہے وغیرہ۔

(۲) قبول کر لینا، اگر اس نے تردُّد کے ساتھ انکار کیا جیسے یوں کہے کہ مجھے یہ حدیث نہیں معلوم یا مجھے یاد نہیں آ رہی وغیرہ۔ (ج) کیا حدیث کو رد کرنا ان میں سے کسی کے حق میں عیب کا سبب ہوگا؟ حدیث کو رد کرنا کسی کے حق میں عیب کا سبب نہیں ہوگا اس لیے کہ اُن میں سے کوئی بھی دوسرے سے زیادہ تنقید کا حقدار نہیں۔

شرح:- اگر شیخ حدیث روایت کرنے کے بعد بھول جائے اور صاف طور پر انکار کر دے مثلاً

یوں کہے کہ یہ حدیث میں نے فلاں سے بیان نہیں کی، یا یہ کہ وہ میرے متعلق جھوٹ بول رہا ہے وغیرہ تو بالاتفاق استاد شاگرد دونوں کی مذکورہ روایت مردود ہوگی۔ اگر شیخ صراحۃً تو انکار نہیں کرتا البتہ شبہ ظاہر کرتا ہے مثلاً یوں کہتا ہے کہ مجھے یاد نہیں آرہا ہے' یا مجھے شک ہے وغیرہ تو اس صورت میں شاگرد کے حوالے سے اس حدیث کا روایت کرنا درست اور مقبول ہے۔

اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ حدیث کا بیان کرکے بھول جانا یا انکار کردینا استاد و شاگرد کے حق میں موجبِ طعن نہیں یعنی اس وجہ سے دونوں میں سے کوئی بھی ضعیف نہیں کہلائے گا۔ مگر جو حدیث محدث بھول جائے اور شاگرد کے یاد دلانے پر یاد نہ آئے، ایسی حدیث پر عمل جائز ہے یا نہیں؟ تو احناف کے نزدیک اس طرح کی حدیث پر عمل نہیں کیا جاسکتا البتہ دیگر محدثین کے نزدیک عمل کیا جاسکتا ہے چنانچہ آگے جو مثال آرہی ہے وہ اُن حضرات کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے اور وہ مسئلہ فقہیہ مختلف فیہ ہے۔ اس کی مثال:

(د) مِثَالُهُ : مَا رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ رِوَايَةِ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ " أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَضىٰ بِالْيَمِيْنِ مَعَ الشَّاهِدِ ". قَالَ عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدِ الدَّرَاوَرْدِيُّ : حَدَّثَنِيْ بِهِ رَبِيْعَةُ بْنُ أَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلٍ، فَلَقِيْتُ سُهَيْلاً فَسَأَلْتُهُ عَنْهُ ، فَلَمْ يَعْرِفْهُ فَقُلْتُ : حَدَّثَنِي رَبِيْعَةُ عَنْكَ بِكَذَا ، فَصَارَ سُهَيْلٌ بَعْدَ ذٰلِكَ يَقُوْلُ : حَدَّثَنِيْ عَبْدُالْعَزِيْزِ عَنْ رَبِيْعَةَ عَنِّيْ أَنِّيْ حَدَّثْتُهُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعاً بِكَذَا.

(هـ) أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : كِتَابُ "أَخْبَارُ مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ " لِلْخَطِيْبِ.

ترجمہ: د اس کی مثال: وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ربیعہ ابی عبدالرحمٰن کے واسطے سے سہیل بن ابی صالح سے اور وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "جناب رسول اللہ ﷺ نے قسم اور گواہ کے ساتھ فیصلہ فرمایا"۔

عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے کہا: یہ حدیث مجھ سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے سہیل کے حوالے سے بیان کی، پھر میری ملاقات سہیل سے ہوئی تو میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا،

انہیں یہ حدیث معلوم نہیں تھی۔ میں نے کہا: مجھ سے ربیعہ نے آپ کے حوالے سے اسی طرح بیان کیا، تو اس کے بعد سہیل یہ کہتے تھے: ''مجھ سے عبدالعزیز نے ربیعہ کے حوالے سے بیان کیا کہ میں نے ربیعہ کو حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً نقل کرتے ہوئے اس طرح بیان کیا۔(ھ) اس بارے میں زیادہ مشہور تصنیف: خطیب کی کتاب ''أخبارُ من حدّث ونسی'' ہے۔

تشریح :-مذکورہ بالا حدیث میں سہیل بن ابی صالحؒ نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے ایک حدیث بیان کی جس کو وہ بھول گئے چنانچہ عبدالعزیزؒ کے یاددلانے پر بھی انہیں بذاتِ خود یاد نہیں آئی، اس لیے وہ عبدالعزیز اور ربیعہ کے واسطے سے اپنے بارے میں بیان کرتے تھے کہ میں نے اس سے یہ حدیث بیان کی تھی۔

اَلْمَبْحَثُ الثَّانِیْ : فِکْرَةٌ عَامَّةٌ عَنْ کُتُبِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِیْلِ

بِمَا أَنَّ الْحُکْمَ عَلَی الْحَدِیْثِ صِحَّةً وَضُعْفاً مَبْنِیٌّ عَلٰی أُمُوْرٍ مِنْهَا عَدَالَةُ الرُّوَاةِ وَضَبْطِهِمْ أَوِ الطَّعْنُ فِیْ عَدَالَتِهِمْ وَضَبْطِهِمْ ، لِذٰلِكَ قَامَ الْعُلَمَاءُ بِتَصْنِیْفِ الْکُتُبِ الَّتِیْ فِیْهَا بَیَانُ عَدَالَةِ الرُّوَاةِ وَضَبْطِهِمْ مَنْقُوْلَةً عَنِ الْأَئِمَّةِ الْمُعَدِّلِیْنَ الْمَوْثُوْقِیْنَ ، وَهٰذَا مَا یُسَمّٰی بِـ " التَّعْدِیْلِ " کَمَا أَنَّ فِیْ تِلْكَ الْکُتُبِ بَیَانَ الطُّعُوْنِ الْمُوَجَّهَةِ إِلٰی عَدَالَةِ بَعْضِ الرُّوَاةِ أَوْ إِلٰی ضَبْطِهِمْ وَحِفْظِهِمْ کَذٰلِكَ مَنْقُوْلَةً عَنِ الْأَئِمَّةِ غَیْرِ الْمُتَعَصِّبِیْنَ ، وَهٰذَا مَا یُسَمّٰی بِـ " الْجَرْحِ " ، وَمِنْ هُنَا أُطْلِقَ عَلٰی تِلْكَ الْکُتُبِ " کُتُبُ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِیْلِ " . وَهٰذِهِ الْکُتُبُ کَثِیْرَةٌ وَمُتَنَوِّعَةٌ ، فَمِنْهَا الْمُفْرَدَةُ لِبَیَانِ الرُّوَاةِ الثِّقَاتِ ، وَمِنْهَا الْمُفْرَدَةُ لِبَیَانِ الضُّعَفَاءِ وَالْمَجْرُوْحِیْنَ ، وَمِنْهَا کُتُبٌ لِبَیَانِ الرُّوَاةِ الثِّقَاتِ وَالضُّعَفَاءِ ، وَمِنْ جِهَةٍ أُخْرٰی فَإِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْکُتُبِ عَامٌّ لِذِکْرِ رُوَاةِ الْحَدِیْثِ بِغَضِّ النَّظَرِ عَنْ رِجَالِ کِتَابٍ أَوْ کُتُبٍ خَاصَّةٍ مِنْ کُتُبِ الْحَدِیْثِ ، وَمِنْهَا مَا هُوَ خَاصٌّ بِتَرَاجِمِ رُوَاةِ کِتَابٍ خَاصٍّ أَوْ کُتُبٍ مُعَیَّنَةٍ مِنْ کُتُبِ الْحَدِیْثِ .

ترجمہ : ۲ بحث دوم: کتب جرح وتعدیل کے بارے میں عمومی تبصرہ۔ چونکہ حدیث پر صحت

وضعف کا حکم لگانا چند امور پر مبنی ہے جن میں سے رواۃ کی عدالت اور ان کا ضبط یا ان کی عدالت وضبط میں تنقید کرنا ہے، اس لیے علماء نے وہ کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں عدل قرار دینے والے یا اعتماد محدثین سے منقول رواۃ کی عدالت وضبط کا بیان ہو، اور اس کا نام تعدیل رکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ انہی کتابوں میں اسی طرح غیر متعصب محدثین سے منقول ان تنقیدات کا بھی بیان ہے جو بعض رواۃ کی عدالت یا ان کے ضبط وحفظ کی طرف متوجہ کی جاتی ہیں، اور اس کا نام جرح رکھا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے ان کتابوں کو ''کتب الجرح والتعدیل'' بولا جاتا ہے۔

یہ کتابیں کئی ساری اور مختلف اقسام کی ہیں، چنانچہ ان میں سے بعض ثقہ رواۃ کے بیان کے ساتھ مخصوص ہیں، بعض مجروح ضعفاء کے بیان کے ساتھ مخصوص ہیں اور بعض ثقہ وضعیف رواۃ کے بیان کے ساتھ مخصوص کتابیں ہیں۔ ایک اور اعتبار سے یہ کہ ان میں سے بعض کتابیں راویانِ حدیث کے تذکرے کے لیے عام ہیں قطع نظر اس سے کہ وہ ایک کتاب کے رواۃ ہوں یا کتبِ حدیث کی کئی مخصوص کتابیں ہوں البتہ ان میں بعض وہ کتابیں ہیں جو کتبِ حدیث میں سے کسی مخصوص کتاب یا چند متعین کتابوں کے رواۃ کے حالات کے ساتھ مخصوص ہیں۔

شرح :- یہ بات مخفی نہیں کہ حدیث کی صحت وضعف کا دارومدار اس کے رُواۃ پر ہے جن کی عدالت وضبط سے بحث کی جاتی ہے اور اس سلسلے میں ائمۂ جرح وتعدیل کے بیان کو اہمیت دی جاتی ہے اسی لیے علماء نے اقوال جمع کرنے اور روایوں پر عدالت وضبط سے متعلق حکم لگانے میں آسانی کی خاطر مستقل تصانیف تحریر کی ہیں تاکہ محدثین کرام کی نظر میں جو جس درجے کا ہے اس کی مکمل وضاحت ہو جائے۔

اب کبھی تو ایک ہی کتاب میں جرح وتعدیل دونوں کا ذکر ملے گا یعنی ثقات وضعفاء دونوں مذکور ہوں گے، کبھی صرف ضعفاء سے متعلق کتاب ہوگی اور کبھی اس میں صرف ثقات کا ذکر ہوگا۔ دوسری جانب کبھی تو تصنیف ایک کتاب کے رواۃ سے متعلق ہوگی مثلاً بخاری کے رواۃ کے حالات سے متعلق تصنیف جس میں دوسری کتابوں کے رواۃ سے بحث نہیں ہوگی اور کبھی عام رواۃِ حدیث کا ذکر ہوگا چاہے وہ کسی بھی کتاب میں مذکور ہوں۔ اس اعتبار سے کتبِ جرح وتعدیل کی کئی

قسمیں بن جاتی ہیں۔

هٰذَا وَيُعْتَبَرُ عَمَلُ عُلَمَاءِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ فِيْ تَصْنِيْفِ هٰذِهِ الْكُتُبِ عَمَلاً رَائِعاً مُهِمّاً جَبَّاراً اِذْ قَامُوْا بِمَسْحٍ دَقِيْقٍ لِتَرَاجِمِ جَمِيْعِ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ وَبَيَانِ الْجَرْحِ أَوِ التَّعْدِيْلِ الْمُوَجَّهِ اِلَيْهِمْ أَوَّلاً ، ثُمَّ بَيَانِ مَنْ أَخَذُوْا عَنْهُ وَمَنْ أَخَذَ عَنْهُمْ ، وَأَيْنَ رَحَلُوْا وَمَتَى الْتَقَوْا بِبَعْضِ الشُّيُوْخِ وَمَا اِلىٰ ذٰلِكَ مِنْ تَحْدِيْدِ زَمَنِهِمُ الَّذِىْ عَاشُوْا فِيْهِ بِشَكْلٍ لَمْ يُسْبَقُوْا اِلَيْهِ ، بَلْ وَلَمْ تَصِلِ الْأُمَمُ الْمُتَحَضِّرَةُ فِيْ هٰذَا الْعَصْرِ اِلىٰ قَرِيْبٍ مِمَّا صَنَّفَهُ عُلَمَاءُ الْحَدِيْثِ مِنْ وَضْعِ هٰذِهِ الْمَوْسُوْعَاتِ الضَّخْمَةِ فِيْ تَرَاجِمِ الرِّجَالِ وَرُوَاةِ الْحَدِيْثِ فَحَفِظُوْا عَلىٰ مَدَى الْأَيَّامِ التَّعْرِيْفَ الْكَامِلَ بِرُوَاةِ الْحَدِيْثِ وَنَقَلَتِهٖ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنَّا خَيْراً .

ترجمہ: ان کتب کی تصنیف کے سلسلے میں علماءِ جرح وتعدیل کا کارنامہ بہت عمدہ، اہم اور غیر معمولی عمل سمجھا جاتا نے کیونکہ انہوں نو پہلے تمام رواۃِ حدیث کے حالات کا باریکی سے جائزہ لیا اوران کی طرف متوجہ جرح وتعدیل کو بیان کیا، اس کے بعد جس سے ان رواۃ نو حدیث حاصل کی اور جن لوگوں نوان سے حاصل کی، کب انہوں نوسفر کیا اور کب ان کی ملاقات بعض شیوخ سے ہوئی وغیرہ امور کو بیان کیا جوان کے زندگی گزار نو کے زما نو کی اس انداز سے حد بندی نے جو ان سے پہلے کسی نونہیں کیا، بلکہ اس زما نو کی متمدن اقوام بھی علماءِ حدیث کے ان کارناموں کے قریب نہیں پہنچیں جو ان علماء نو لوگوں اور حدیث کے رواۃ کے حالات کے بارے میں بڑی ضخیم کتابیں تصنیف کرکے انجام دیئے چنانچہ انہوں نو مرورِ زمانہ کے باوجود رواۃ اور ناقلین حدیث کا مکمل تعارف محفوظ کرلیا۔ پس اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے انہیں بہتر بدلہ عطا کرے۔

شرح:- محدثین کا یہ جیتا جاگتا کارنامہ ہمیشہ یادرکھا جائے گا جو کہ انہوں نواحادیث کی حفاظت کے سلسلے میں انجام دیا، چنانچہ نہ صرف احادیث کے متون محفوظ کیے بلکہ ان کے راویان کے بھی عدالت وضبط کے حوالے سے تمام حالات محفوظ کر لیے، پہلے زبانی نقل پر اکتفا کیا اور پھر مستقل تصانیف کے ذریعے اس کارنامہ کو محفوظ بھی کر دیا۔

وَإِلَيْكَ بَعْضَ الْأَسْمَاءِ لِهٰذِهِ الْكُتُبِ : ١ - اَلتَّارِيْخُ الْكَبِيْرُ لِلْبُخَارِيِّ ، وَهُوَ عَامٌّ لِلرُّوَاةِ الثِّقَاتِ وَالضُّعَفَاءِ . ٢ - اَلْجَرْحُ وَالتَّعْدِيْلُ لِابْنِ أَبِيْ حَاتِمٍ ، كَذٰلِكَ هُوَ عَامٌّ لِلرُّوَاةِ الثِّقَاتِ وَالضُّعَفَاءِ وَيُشْبِهُ الَّذِيْ قَبْلَهُ . ٣ - اَلثِّقَاتُ لِابْنِ حِبَّانَ ، كِتَابٌ خَاصٌّ بِالثِّقَاتِ . ٤ - اَلْكَامِلُ فِي الضُّعَفَاءِ لِابْنِ عَدِيٍّ ، وَهُوَ خَاصٌّ بِتَرَاجِمِ الضُّعَفَاءِ كَمَا ظَاهِرٌ مِنِ اسْمِهِ . ٥ - اَلْكَمَالُ فِيْ أَسْمَاءِ الرِّجَالِ لِعَبْدِ الْغَنِيِّ الْمَقْدِسِيِّ ، كِتَابٌ عَامٌّ ، إِلَّا أَنَّهُ خَاصٌّ بِرِجَالِ الْكُتُبِ السِّتَّةِ . ٦ - مِيْزَانُ الْإِعْتِدَالِ لِلذَّهَبِيِّ ، كِتَابٌ خَاصٌّ بِالضُّعَفَاءِ وَالْمَتْرُوْكِيْنَ (أَيْ كُلُّ مَنْ جُرِحَ وَإِنْ لَمْ يُقْبَلِ الْجَرْحُ فِيْهِ) . ٧ - تَهْذِيْبُ التَّهْذِيْبِ لِابْنِ حَجَرَ ، يُعْتَبَرُ مِنْ تَهْذِيْبَاتِ وَمُخْتَصَرَاتِ كِتَابِ "الْكَمَالُ فِيْ أَسْمَاءِ الرِّجَالِ" .

ترجمہ: ان میں سے چند کتابوں کے نام ملاحظہ کیجئے: (۱) التاریخ الکبیر، یہ امام بخاریؒ کی تصنیف ہے، اور ثقات وضعفاء رواۃ کو شامل ہے۔ (۲) الجرح والتعدیل، یہ ابن ابی حاتم کی ہے۔ اسی طرح ثقات وضعفاء راویوں کو شامل ہے اور ماقبل کتاب کی طرح ہے۔ (۳) الثقات، ابن حبان کی تصنیف ہے اور ثقات کے ساتھ خاص کتاب ہے۔ (۴) الکامل فی الضعفاء، ابن عدی کی ہے اور ضعفاء کے حالات کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ (۵) الکمال فی أسماء الرجال، عبدالغنی مقدسی کی تصنیف ہے، سب کو شامل ہے مگر یہ کہ کتبِ ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ) کے رواۃ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۶) میزان الاعتدال، علامہ ذہبی کی تصنیف ہے، ضعفاء اور متروکین (یعنی وہ شخص جس پر جرح کی گئی ہو اگرچہ اس میں جرح مقبول نہ ہو) کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۷) تہذیب التہذیب، ابن حجرؒ کی تصنیف ہے، کتاب "الکمال فی أسماء الرجال" کی تہذیبات واختصارات میں سے شمار کی جاتی ہے۔

اَلْمَبْحَثُ الثَّالِثُ : مَرَاتِبُ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ

لَقَدْ قَسَمَ ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ فِيْ مُقَدَّمَةِ كِتَابِهِ " الْجَرْحَ وَالتَّعْدِيْلَ " كُلًّا مِنْ مَرَاتِبِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ إِلٰى أَرْبَعِ مَرَاتِبَ ، وَبَيَّنَ حُكْمَ كُلِّ مَرْتَبَةٍ مِنْهَا ، ثُمَّ زَادَ

الْعُلَمَاءُ عَلیٰ کُلٍّ مِنْ مَرَاتِبِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِیْلِ مَرْتَبَتَیْنِ ، فَصَارَتْ کُلٌّ مِنْ مَرَاتِبِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِیْلِ سِتًّا ، وَاِلَیْکَ هٰذِهِ الْمَرَاتِبِ مَعَ أَلْفَاظِهَا :

ترجمہ: بحث سوم: جرح وتعدیل کے مراتب۔ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب الجرح والتعدیل کے مقدمے میں جرح وتعدیل کے مراتب کو چار درجات پر تقسیم کیا نے اوران میں سے ہر مرتبے کا حکم واضح کیا نے،اس کے بعد علماء نے جرح وتعدیل کے مراتب پر دو،دو مرتبوں کا اور اضافہ کیا تو جرح وتعدیل میں سے ہرایک کے چھ مراتب ہو گئے۔مذکورہ مراتب اوران کے الفاظ پیش ہیں:

١ - مَرَاتِبُ التَّعْدِیْلِ وَأَلْفَاظُهَا :(أ) مَا دَلَّ عَلَی الْمُبَالَغَةِ فِی التَّوْثِیْقِ أَوْ کَانَ عَلیٰ وَزْنِ أَفْعَلَ ، وَهِیَ أَرْفَعُهَا مِثْلُ : فُلَانٌ اِلَیْهِ الْمُنْتَهیٰ فِی التَّثَبُّتِ ، أَوْ فُلَانٌ أَثْبَتُ النَّاسِ (ب) ثُمَّ مَا تَأَکَّدَ بِصِفَةٍ أَوْ صِفَتَیْنِ مِنْ صِفَاتِ التَّوْثِیْقِ : کَثِقَةٍ ثِقَةٍ ، أَوْ ثِقَةٍ ثَبْتٍ . (جـ) ثُمَّ مَا عُبِّرَ عَنْهُ بِصِفَةٍ دَالَّةٍ عَلَی التَّوْثِیْقِ مِنْ غَیْرِ تَوْکِیْدٍ کَثِقَةٍ ، أَوْ حُجَّةٍ . (د) ثُمَّ مَا دَلَّ عَلَی التَّعْدِیْلِ مِنْ دُوْنِ اِشْعَارٍ بِالضَّبْطِ : کَصَدُوْقٍ ، أَوْ مَحَلُّهُ الصِّدْقُ أَوْ لَا بَأْسَ بِهِ عِنْدَ غَیْرِ ابْنِ مَعِیْنٍ ، فَاِنَّ " لَا بَأْسَ بِهِ " اِذَا قَالَهَا ابْنُ مَعِیْنٍ فِی الرَّاوِیْ فَهُوَ عِنْدَهٗ ثِقَةٌ .(هـ) ثُمَّ مَا لَیْسَ فِیْهِ دَلَالَةٌ عَلَی التَّوْثِیْقِ أَوِ التَّجْرِیْحِ ، مِثْلَ : فُلَانٌ شَیْخٌ ، أَوْ رَویٰ عَنْهُ النَّاسُ .(و) ثُمَّ مَا أَشْعَرَ بِالْقُرْبِ مِنَ التَّجْرِیْحِ ، مِثْلَ : فُلَانٌ صَالِحُ الْحَدِیْثِ ، أَوْ یُکْتَبُ حَدِیْثُهٗ .

ترجمہ: تعدیل کے مراتب اور الفاظ:(أ) جو توثیق میں مبالغہ پر دلالت کرے یا وہ اسم تفضیل کا صیغہ ہو،اور یہ ان میں سب سے بلند ہیں جیسے فُلَانٌ اِلَیْهِ الْمُنْتَهیٰ فِی التَّثَبُّتِ یا فُلَانٌ أَثْبَتُ النَّاسِ ۔(ب) اس کے بعد جو توثیق کی صفات میں سے ایک یا دو صفتوں کے ساتھ مؤکد ہو جیسے ثِقَةٌ ثِقَةٌ یا ثِقَةٌ ثَبْتٌ ۔(ج) اس کے بعد جس لفظ سے ایسی صفت کو بیان کیا جائے جو توثیق پر دلالت کرے مگر تاکید نہ ہو جیسے ثِقَةٌ یا حُجَّةٌ ۔

(د) اس کے بعد جو لفظ تعدیل پر دلالت کرے مگر ضبط کے متعلق نہ بتلائے جیسے صَدُوْقٌ یا مَحَلُّهُ الصِّدْقُ یا لَا بَأْسَ بِهٖ ابن معین کے علاوہ کے ہاں،کیونکہ جب ابن معین

راوی کے متعلق لَا بَــأْسَ بِــهٖ کہیں تو وہ ان کے نزدیک ثقہ ہے۔(ھ) اس کے بعد جس لفظ میں توثیق یا جرح پر دلالت نہ ہو جیسے فُلَانٌ شَيْخٌ یا رَوىٰ عَنْهُ النَّاسُ ۔(و) اس کے بعد جو جرح سے قریب ہو تو کو بتلائے جیسے فُلَانٌ صَالِحُ الْحَدِيْثِ یا يُكْتَبُ حَدِيْثُهٗ ۔

شرح :- تعدیل کے مراتب تشدید سے تسہیل کی طرف بڑھتے ہیں یعنی پہلے زیادہ ثقہ، پھر اس سے کم، پھر اس سے بھی کم ...... الخ۔ جبکہ جرح کے مراتب تسہیل سے تشدید کی طرف گامزن ہیں، یعنی پہلے کم متہم، پھر اس سے زیادہ، پھر اُس سے بھی زیادہ...... الخ۔ اب اوپر مذکور تیرہ ۱۳ الفاظ کے معانی نمبروار جانئے: (أ) فُلَانٌ اِلَيْهِ الْمُنْتَهىٰ فِي التَّثَبُّتِ فلاں شخص پر احتیاط و تحقیق ختم ہے یا فُلَانٌ أَثْبَتُ النَّاسِ فلاں شخص لوگوں میں سب سے پختہ ہے۔(ب) ثِقَةٌ ثِقَةٌ قابلِ اعتماد ہے قابلِ اعتماد ہے یا ثِقَةٌ ثَبْتٌ قابلِ اعتماد اور پختہ ہے۔(ج) ثِقَةٌ قابلِ اعتماد ہے یا حُجَّةٌ حجت ہے۔(د) صَدُوْقٌ بہت سچا ہے یا مَحَلُّهُ الصِّدْقُ اس کا مقام سچ بولنا ہے یا لَا بَأْسَ بِهٖ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(ھ) فُلَانٌ شَيْخٌ فلاں شخص شیخ (محدث) ہے یا رَوىٰ عَنْهُ النَّاسُ لوگوں نے اس سے روایت کی ہے۔(و) فُلَانٌ صَالِحُ الْحَدِيْثِ فلاں شخص درست حدیث والا ہے یا فُلَانٌ يُكْتَبُ حَدِيْثُهٗ اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔

۲ – حُكْمُ هٰذِهِ الْمَرَاتِبِ :(أ) أَمَّا الْمَرَاتِبُ الثَّلَاثَةُ الْأُوْلىٰ فَيُحْتَجُّ بِأَهْلِهَا ، وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَقْوىٰ مِنْ بَعْضٍ .(ب) وَأَمَّا الْمَرْتَبَةُ الرَّابِعَةُ وَالْخَامِسَةُ فَلَا يُحْتَجُّ بِأَهْلِهِمَا ، وَلٰكِنْ يُكْتَبُ حَدِيْثُهُمْ وَيُخْتَبَرُ ، وَإِنْ كَانَ أَهْلُ الْمَرْتَبَةِ الْخَامِسَةِ دُوْنَ أَهْلِ الْمَرْتَبَةِ الرَّابِعَةِ .(د) وَأَمَّا أَهْلُ الْمَرْتَبَةِ السَّادِسَةِ فَلَا يُحْتَجُّ بِأَهْلِهَا ، وَلٰكِنْ يُكْتَبُ حَدِيْثُهُمْ لِلْاِعْتِبَارِ فَقَطْ دُوْنَ الْاِخْتِبَارِ ، وَذٰلِكَ لِظُهُوْرِ أَمْرِهِمْ فِيْ عَدَمِ الضَّبْطِ.

ترجمہ : مذکورہ مراتب کا حکم: (أ) جہاں تک پہلے تین مراتب کا تعلق ہے تو ان سے متصف لوگوں سے حجت پیش کی جاسکتی ہے اگرچہ ان میں سے بعض، دوسرے بعض سے قوی ہیں۔ (ب) اور جہاں تک چوتھے اور پانچویں مرتبے کا تعلق ہے تو ان سے متصف لوگوں سے حجت نہیں پیش کی جاسکتی ہے مگر ان کی حدیث کو لکھا جائے گا اور جانچا جائے گا، اگرچہ پانچوں مرتبے والے

چوتھے والوں سے کم رُتبہ ہیں۔ (د) اور جہاں تک چھٹے مرتبے کا تعلق ہے تو اس سے متصف لوگوں سے حجت پیش نہیں کی جاسکتی مگر ان کی حدیث کو صرف اعتبار کے لیے لکھا جائے گا نہ کہ جانچنے کے لیے، اور یہ اس لیے کہ عدمِ ضبط کے متعلق ان کا معاملہ ظاہر ہے۔

شرح:- (۱) پہلے تین مرتبوں والوں کی عدالت وضبط میں طعن نہیں پایا گیا اسی لیے سب سے اونچا مرتبہ تعدیل میں انہی کا ہے اور ان کی حدیثیں بلاشبہ قابل قبول ہیں، البتہ مرتبۂ اولیٰ کو اپنے مابعد دونوں مرتبوں پر فوقیت حاصل ہے جیسا کہ مرتبۂ ثانیہ کو مرتبۂ ثالثہ پر حاصل ہے۔

(۲) مرتبۂ رابعہ اور مرتبۂ خامسہ والوں سے حجت واستدلال نہیں کیا جاسکتا البتہ ان کی حدیثوں کو لکھا جائے اور کامل الضبط ثقہ رواۃ کی احادیث سے جانچا جائے، اگر ان کے موافق روایت نقل کریں تو قبول ہیں ورنہ نہیں۔ البتہ مرتبۂ رابعہ کو مرتبۂ خامسہ پر فوقیت وترجیح حاصل ہے۔ اِختبار کے معنی جانچنا اور اندازہ لگانا ہے، یہاں پر اس سے مراد ثقات کی روایتوں سے موازنہ کرنا ہے موافقت یا مخالفت میں۔

(۳) مرتبۂ سادسہ انتہائی کمزور ہے لہذا ان سے حجت نہیں پیش کی جاسکتی، لیکن ان کی احادیث کو اعتبار کے لیے لکھا اور محفوظ کیا جائے، اختبار یہاں نہیں ہوگا۔ اعتبار کی تفصیل گزر چکی ہے۔

۳ – مَرَاتِبُ الْجَرْحِ وَأَلْفَاظِهَا :(أ) مَا دَلَّ عَلَى التَّلْيِيْنِ :(وَهِيَ أَسْهَلُهَا فِي الْجَرْحِ) مِثْلَ : فُلَانٌ لَيِّنُ الْحَدِيْثِ أَوْ فِيْهِ مَقَالٌ .(ب) ثُمَّ مَا صُرِّحَ بِعَدَمِ الْاِحْتِجَاجِ بِهٖ وَشِبْهِهٖ : مِثْلَ : فُلَانٌ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ ، أَوْ ضَعِيْفٌ ، أَوْ لَهُ مَنَاكِيْرُ .(جـ) ثُمَّ مَا صُرِّحَ بِعَدَمِ كِتَابَةِ حَدِيْثِهٖ وَنَحْوِهٖ : مِثْلَ فُلَانٌ لَا يُكْتَبُ حَدِيْثُهُ ، أَوْ لَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ أَوْ ضَعِيْفٌ جِدًّا ، أَوْ وَاهٍ بِمَرَّةٍ .(د) ثُمَّ مَا فِيْهِ اتِّهَامٌ بِالْكَذِبِ أَوْ نَحْوِهٖ مِثْلَ : فُلَانٌ مُتَّهَمٌ بِالْكَذِبِ ، أَوْ مُتَّهَمٌ بِالْوَضْعِ ، أَوْ يَسْرِقُ الْحَدِيْثَ ، أَوْ سَاقِطٌ ، أَوْ مَتْرُوْكٌ ، أَوْ لَيْسَ بِثِقَةٍ .(هـ) ثُمَّ مَا دَلَّ عَلٰى وَصْفِهٖ بِالْكَذِبِ وَنَحْوِهٖ : مِثْلَ : كَذَّابٌ أَوْ دَجَّالٌ أَوْ وَضَّاعٌ أَوْ يَكْذِبُ أَوْ يَضَعُ .(و) ثُمَّ مَا دَلَّ عَلَى الْمُبَالَغَةِ فِي الْكَذِبِ (وَهِيَ أَسْوَئُهَا) مِثْلَ : فُلَانٌ أَكْذَبُ النَّاسِ ، أَوْ اِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِي الْكَذِبِ ، أَوْ هُوَ رُكْنُ الْكَذِبِ .

ترجمہ : جرح کے مراتب والفاظ: (أ) جو کمزور قرار دینے پر دلالت کرے (اور یہ جرح میں سب سے ہلکے الفاظ ہیں) جیسے فُلَانٌ لَيِّنُ الْحَدِيْثِ یا فِيْهِ مَقَالٌ ۔(ب) اس کے بعد جس میں حجت نہ بنا نو وغیرہ کی تصریح ہو جیسے فُلَانٌ لَا يُحْتَجُّ بِهِ یا ضَعِيْفٌ یا لَهُ مَنَاكِيْرُ (ج) اس کے بعد جس میں اس کی حدیث نہ لکھے جا نو وغیرہ امر کی تصریح ہو جیسے فُلَانٌ لَا يُكْتَبُ حَدِيْثُهُ یا لَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ یا ضَعِيْفٌ جِدًّا یا وَاهٍ بِمَرَّةٍ ۔(د) اس کے بعد جس میں جھوٹ کا الزام یا اس سے ملتی جلتی بات ہو جیسے فُلَانٌ مُتَّهَمٌ بِالْكَذِبِ یا مُتَّهَمٌ بِالْوَضْعِ یا يَسْرِقُ الْحَدِيْثَ یا مَتْرُوْكٌ یا لَيْسَ بِثِقَةٍ ۔(ہ) اس کے بعد جو اس کے جھوٹ وغیرہ سے متصف ہو نو پر دلالت کرے جیسے كَذَّابٌ یا دَجَّالٌ یا وَضَّاعٌ یا يَكْذِبُ یا يَضَعُ ۔(و) اس کے بعد جو جھوٹ میں مبالغہ پر دلالت کرے (اور یہ اس کے سب سے گرے ہوئے الفاظ ہیں) جیسے فُلَانٌ أَكْذَبُ النَّاسِ یا اِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِي الْكَذِبِ یا هُوَ رُكْنُ الْكَذِبِ ۔

شرح :- اوپر معلوم ہو چکا کہ جرح کے مراتب تسہیل سے تشدید کی طرف گامزن ہیں، یعنی پہلے کم متہم، پھر اس سے زیادہ، پھر اُس سے بھی زیادہ......الخ، جبکہ تعدیل کے مراتب تشدید سے تسہیل کی طرف بڑھتے ہیں یعنی پہلے زیادہ ثقہ، پھر اس سے کم، پھر اس سے بھی کم......الخ۔ اب بالترتیب الفاظِ جرح کے معانی جانئے: (أ) فُلَانٌ لَيِّنُ الْحَدِيْثِ فلاں حدیث کا کمزور ہے یا فِيْهِ مَقَالٌ اس میں کلام نے۔(ب) فُلَانٌ لَا يُحْتَجُّ بِهِ فلاں شخص کو حجت نہیں بنایا جاسکتا یا ضَعِيْفٌ کمزور ہے یا لَهُ مَنَاكِيْرُ اس کی منکر روایتیں ہیں۔

(ج) فُلَانٌ لَا يُكْتَبُ حَدِيْثُهُ فلاں شخص کی حدیث نہیں لکھی جاتی یا لَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ اس سے روایت کرنا جائز نہیں یا ضَعِيْفٌ جِدًّا بہت کمزور ہے یا وَاهٍ بِمَرَّةٍ حد درجہ کمزور نے۔(د) فُلَانٌ مُتَّهَمٌ بِالْكَذِبِ فلاں شخص پر جھوٹ بولنے کا الزام ہے یا مُتَّهَمٌ بِالْوَضْعِ حدیث گھڑ نو کا الزام ہے یا يَسْرِقُ الْحَدِيْثَ حدیث چُراتا ہے یا سَاقِطٌ ناقابلِ اعتبار ہے یا مَتْرُوْكٌ چھوڑ دیا گیا ہے یا لَيْسَ بِثِقَةٍ اعتماد کے قابل نہیں نے۔(ہ) كَذَّابٌ بڑا جھوٹا یا دَجَّالٌ دھوکہ باز یا وَضَّاعٌ بڑا گھڑ نو والا یا يَكْذِبُ جھوٹ بولتا ہے یا يَضَعُ حدیث گھڑتا

ہے۔(و) فُلَانٌ أَكْذَبُ النَّاسِ فلاں شخص لوگوں میں سب سے جھوٹا ہے یا اِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِي الْكَذِبِ اس پر جھوٹ ختم ہے یاهُوَ رُكْنُ الْكَذِبِ وہ جھوٹ کا ستون ہے۔

٤ – حُكْمُ هٰذِهِ الْمَرَاتِبِ :(أ) أَمَّا أَهْلُ الْمَرْتَبَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ فَإِنَّهُ لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيْثِهِمْ طَبْعاً ، لٰكِنْ يُكْتَبُ حَدِيْثُهُمْ لِلْاِعْتِبَارِ فَقَطْ وَإِنْ كَانَ أَهْلُ الْمَرْتَبَةِ الثَّانِيَةِ دُوْنَ أَهْلِ الْمَرْتَبَةِ الْأُوْلٰى .(ب) وَأَمَّا أَهْلُ الْمَرَاتِبِ الْأَرْبَعِ الْأَخِيْرَةِ فَلَا يُحْتَجُّ بِحَدِيْثِهِمْ وَلَا يُكْتَبُ ، وَلَا يُعْتَبَرُ بِهِ .

ترجمہ: مذکورہ مراتب کا حکم: (أ) جہاں تک پہلے دو مرتبوں والوں کا تعلق ہے تو ان کی حدیث کو قطعاً حجت نہیں بنایا جاتا مگر صرف اعتبار کے لیے لکھی جاتی ہے اگرچہ دوسرے مرتبہ والے پہلے مرتبہ والوں سے رتبہ میں کم ہیں۔(ب) اور جہاں تک آخری چار مراتب والوں کا تعلق ہے تو ان کی حدیث سے نہ حجت قائم کی جاتی ہے، نہ اس کو لکھا جاتا ہے اور نہ ہی اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اَلْبَابُ الثَّالِثُ : الرِّوَايَةُ وَآدَابُهَا وَكَيْفِيَّةُ ضَبْطِهَا

ـ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ : كَيْفِيَّةُ ضَبْطِ الرِّوَايَةِ ، وَطُرُقُ تَحَمُّلِهَا . ـ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ : آدَابُ الرِّوَايَةِ .

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ : كَيْفِيَّةُ ضَبْطِ الرِّوَايَةِ ، وَطُرُقُ تَحَمُّلِهَا

ـ اَلْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : كَيْفِيَّةُ سَمَاعِ الْحَدِيْثِ وَتَحَمُّلِهِ وَصِفَةِ ضَبْطِهِ . ـ اَلْمَبْحَثُ الثَّانِيْ : طُرُقُ التَّحَمُّلِ وَصِيَغُ الْأَدَاءِ . ـ اَلْمَبْحَثُ الثَّالِثُ : كِتَابَةُ الْحَدِيْثِ وَضَبْطُهُ وَالتَّصْنِيْفُ فِيْهِ . ـ اَلْمَبْحَثُ الرَّابِعُ : صِفَةُ رِوَايَةِ الْحَدِيْثِ .

ترجمہ: باب سوم: روایت، اس کے آداب اور ضبط کی کیفیت کے بیان میں۔ فصل اول: ضبطِ روایت کی کیفیت اور تحمل کے طریقے۔ فصل دوم: روایت کے آداب۔ فصل اول: ضبطِ روایت کی کیفیت اور تحمل کے طریقے۔ بحث اول: حدیث کے سننے، تحمل اور ضبط کرنے کی صفت۔ بحث دوم: تحمل کے طریقے اور ادائیگی کے صیغے۔ بحث سوم: حدیث لکھنا، یاد کرنا اور اس میں تصنیف

کرنا۔ بحث چہارم: روایتِ حدیث کی صفت۔

اَلْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : كَيْفِيَّةُ سَمَاعِ الْحَدِيْثِ وَتَحَمُّلِهٖ وَصِفَةِ ضَبْطِهٖ

١ — تَمْهِيْدٌ : اَلْمُرَادُ بِـ " كَيْفِيَّةِ سَمَاعِ الْحَدِيْثِ " بَيَانُ مَا يَنْبَغِيْ وَمَا يُشْتَرَطُ فِيْمَنْ يُرِيْدُ سَمَاعَ الْحَدِيْثِ مِنَ الشُّيُوْخِ سَمَاعَ رِوَايَةٍ وَتَحَمُّلٍ لِيُؤَدِّيَهٗ فِيْمَا بَعْدُ لِغَيْرِهٖ ، وَذٰلِكَ مِثْلُ اشْتِرَاطِ سِنٍّ مُعَيَّنَةٍ وُجُوْباً أَوِ اسْتِحْبَاباً .وَالْمُرَادُ بِتَحَمُّلِهٖ بَيَانُ طُرُقِ أَخْذِهٖ وَتَلَقِّيْهِ عَنِ الشُّيُوْخِ ، وَالْمُرَادُ بِبَيَانِ ضَبْطِهٖ أَیْ كَيْفَ يَضْبِطُ الطَّالِبُ مَا تَلَقَّاهُ مِنَ الْحَدِيْثِ ضَبْطاً يُؤَهِّلُهٗ لِأَنْ يَرْوِيَهٗ لِغَيْرِهٖ عَلٰى شَكْلٍ يُطْمَأَنُّ اِلَيْهِ .

ترجمہ: بحث اول: حدیث کے سننے، تحمل اور ضبط کی صفت کا بیان۔ تمہید: حدیث کے سننے کی کیفیت سے مراد ان باتوں کا بیان ہے جو اساتذۂ حدیث سے روایت اور تحمل کے انداز سے سننے کا ارادہ رکھنے والے (طالب علم) کے لیے مناسب ہیں یا ضروری ہیں تا کہ وہ آئندہ دوسروں تک حدیث کو پہنچا سکے۔ اور یہ جیسے وجوبی یا استحبابی طور پر متعین عمر کی شرط ہے، حدیث کے تحمل سے مراد اس کے لینے اور اساتذہ سے حاصل کرنے کے طریقے ہیں، اور ضبط کے بیان سے مراد یہ بتانا ہے کہ طالب علم جو حدیث حاصل کرے اس کو کس طرح یاد رکھے کہ جس سے وہ دوسروں سے حدیث کو اطمینان بخش طریقے سے روایت کرنے کا اہل ہو جائے۔

شرح :- اس بحث کے تحت تین امور کی تحقیق کی جائے گی: (۱) طالبِ حدیث کو مشائخ سے حدیث سننے کے دوران کن کن بہتر یا ضروری باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے تا کہ اس کا سننا مقبول ہو اور وہ آگے حدیث کے پہنچانے کے اہل بن سکے، مثلاً اسے کتنی عمر میں حدیث سنی چاہیے اور کیا سننے کے وقت اس کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ وغیرہ (۲) تحمل کے طریقے کون کونسے ہیں؟ یعنی اس بات کی تحقیق کی جائے گی کہ طالبِ حدیث کتنے طریقوں سے مشائخ سے حدیث حاصل کر سکتا ہے اور ان میں سے کتنے طریقے مقبول ہیں اور کتنے مقبول نہیں؟ اور یہ کہ ان طریقوں کے درست ہونے

کے لیے کونسی مقررہ شرائط ہیں؟ یاد رہے کہ تحمّل لغوی اعتبار سے باب تفعل کا مصدر ہے بمعنی اٹھانا، برداشت کرنا جبکہ اصطلاحِ محدثین میں اس سے مراد حدیث کا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ (۳) یہ بھی تحقیق کی جائے گی کہ حدیث سننے کے بعد اسے کتنے طریقوں سے یاد رکھا جاسکتا ہے اور اس میں سے کتنے صحیح اور کتنے غلط ہیں تاکہ روایتِ حدیث میں اطمینان نصیب ہوسکے۔

وَقَدِ اعْتَنىٰ عُلَمَاءُ الْمُصْطَلَحِ بِهٰذَا النَّوْعِ مِنْ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ ، وَوَضَعُوْا لَهُ الْقَوَاعِدَ وَالضَّوَابِطَ وَالشُّرُوْطَ بِشَكْلٍ دَقِيْقٍ رَائِعٍ . وَمَيَّزُوْا بَيْنَ طُرُقِ تَحَمُّلِ الْحَدِيْثِ ، وَجَعَلُوْهَا عَلىٰ مَرَاتِبَ ، بَعْضُهَا أَقْوىٰ مِنْ بَعْضٍ ، وَذٰلِكَ تَأْكِيْداً مِنْهُمْ لِلْعِنَايَةِ بِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، وَحُسْنِ انْتِقَالِهٖ مِنْ شَخْصٍ اِلىٰ شَخْصٍ كَيْ يَطْمَئِنَّ الْمُسْلِمُ اِلىٰ طَرِيْقَةِ وُصُوْلِ الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ اِلَيْهِ ، وَيُوْقِنَ أَنَّ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةَ فِيْ مُنْتَهَى السَّلاَمَةِ وَالدِّقَّةِ .

ترجمہ: اور علماءِ مصطلح نے علومِ حدیث کی اس نوع کا اہتمام کیا ہے، اس کے لیے باریک وعمدہ طریقے سے قواعد وضوابط اور شرطیں مقرر کی ہیں، تحملِ حدیث کے طریقوں کے درمیان فرق قائم کیا اور ان کو چند مراتب پر مرتب کیا جن میں بعض دوسرے بعض سے قوی ہیں۔ یہ سب ان کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی اہمیت اور ایک دوسرے تک اچھے انداز سے منتقل ہونے کو ثابت کرنے کی خاطر ہے تاکہ مسلمان اُس تک حدیثِ رسول ﷺ کے پہنچنے کے راستے سے مطمئن رہے اور یہ یقین رکھے کہ یہ راستہ انتہائی محفوظ اور باریک ہے۔

فائدہ: - علومِ حدیث کی دیگر انواع واقسام کی طرح محدثین اور بالخصوص علماءِ مصطلح نے اس نوع کا بھی خصوصی اہتمام کیا ہے جو سماع وروایت سے متعلق ہے اور اس کا بھی گوشہ خالی نہیں چھوڑا ہے جس سے کھل کر بحث نہ کی ہو، تمام شرطیں اور قواعد واضح طور پر مرتب کر دیئے حتی کہ تحمل کے طریقوں میں سے ایک دوسرے کے درمیان درجہ بندی بھی کر دی تاکہ حدیث رسول ﷺ کی نقل احسن انداز میں ہو اور کسی مسلمان کو اپنے اس دینی سرمایہ کی منتقلی میں ذرّہ بھر شک وتردد نہ رہے بلکہ وہ پُرسکون ہو کر احادیثِ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہوسکے، اور اسی سے ان کی دقتِ نظر بھی واضح ہوتی ہے۔

٢ — هَلْ يُشْتَرَطُ لِتَحَمُّلِ الْحَدِيْثِ الْإِسْلَامُ وَالْبُلُوْغُ ؟لَا يُشْتَرَطُ لِتَحَمُّلِ الْحَدِيْثِ الْإِسْلَامُ وَالْبُلُوْغُ عَلَى الصَّحِيْحِ ، لٰكِنْ يُشْتَرَطُ ذٰلِكَ لِلْأَدَاءِ ، ـ كَمَا مَرَّ بِنَا فِيْ شُرُوْطِ الرَّاوِيْ ـ وَبِنَاءً عَلٰى ذٰلِكَ فَتُقْبَلُ رِوَايَةُ الْمُسْلِمِ الْبَالِغِ مَا تَحَمَّلَهُ مِنَ الْحَدِيْثِ قَبْلَ إِسْلَامِهِ ، أَوْ قَبْلَ بُلُوْغِهِ ، لٰكِنْ لَّا بُدَّ مِنَ التَّمْيِيْزِ بِالنِّسْبَةِ لِغَيْرِ الْبَالِغِ . وَقَدْ قِيْلَ إِنَّهُ يُشْتَرَطُ لِتَحَمُّلِ الْحَدِيْثِ الْبُلُوْغُ ، وَلٰكِنَّهُ قَوْلٌ خَطَأٌ لِأَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِلُوْا رِوَايَةَ صِغَارِ الصَّحَابَةِ كَالْحَسَنِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِمَا مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ بَيْنَ مَا تَحَمَّلُوْهُ قَبْلَ الْبُلُوْغِ أَوْ بَعْدَهُ .

ترجمہ : کیا تحمل حدیث کے لیے اسلام اور بلوغت شرط ہے؟ تحملِ حدیث کے لیے اسلام و بلوغت صحیح قول کے مطابق شرط نہیں ہے مگر ادا کے وقت یہ شرط ہے جیسا کہ راوی کی شرطوں کے ذیل میں یہ بات گزر چکی ہے، اور اسی بناء پر مسلمان بالغ کی اس حدیث کی روایت مقبول ہے جس کا تحمل اس نے اسلام لانے یا بالغ ہونے سے پہلے کیا ہو، لیکن نابالغ کے لیے تمیز کی صلاحیت کا ہونا ضروری ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تحملِ حدیث کے لیے بلوغت شرط ہے لیکن یہ قول غلط ہے اس لیے کہ مسلمانوں نے کم سن صحابہ جیسے حسنؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ کی روایت کو یہ فرق کیے بغیر قبول کرلیا ہے کہ انہوں نے اس کا تحمل بلوغت سے پہلے کیا تھا یا اس کے بعد۔

شرح :- تحمل کا مطلب حدیث حاصل کرنا اور اداء کا مطلب دوسروں تک پہنچانا ہے۔ یہاں دو مسئلے بیان ہو رہے ہیں: (۱) تحملِ حدیث کے وقت مسلمان ہونا شرط نہیں، چنانچہ اگر مسلمان ہونے سے قبل حدیث سنی، یاد کرلی اور مسلمان ہونے کے بعد اس کی روایت کی تو صحیح قول کے مطابق یہ بالکل درست ہے مثلاً حضرت جبیرؓ بن مطعم سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو مغرب میں سورۃ الطور پڑھتے سنا۔ [متفق علیہ] یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے اور جس وقت آپؓ نے یہ مشاہدہ کیا، آپ اسلام کی حالت میں نہیں تھے۔ لہذا تحمل کے وقت مسلمان ہونا شرط نہیں البتہ ادائیگی کے وقت غلط ہونا شرط ہے۔

اسی طرح تحمل کے وقت بلوغت بھی شرط نہیں، بعض حضرات اس کو بھی شرط قرار دیتے ہیں

لیکن ان کا یہ قول واضح غلط ہے کیونکہ کئی صحابہ کرامؓ نے بچپن میں حدیث کا سماع کیا اور بعد از بلوغ اس کی روایت کی تو بڑے بڑے صحابہؓ نے ان کی حدیث کو بلا کسی اعتراض کے قبول کیا۔ انہی صغار صحابہؓ میں حضرات حسن وحسین، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، سائب بن یزید اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ نیز اہلِ علم کا شروع سے یہ رواج چلا آرہا ہے کہ وہ مجلسِ حدیث میں بچوں کو لاتے ہیں اور بعد از بلوغ ان کی احادیث کو قابلِ اعتبار سمجھتے ہیں۔

۳ – مَتیٰ یُسْتَحَبُّ الْاِبْتِدَاءُ بِسَمَاعِ الْحَدِیْثِ ؟(أ) قِیْلَ یُسْتَحَبُّ أَنْ یَبْتَدِیءَ بِسَمَاعِ الْحَدِیْثِ فِیْ سِنِّ الثَّلَاثِیْنَ، وَعَلَیْهِ أَهْلُ الشَّامِ .(ب) وَقِیْلَ فِیْ سِنِّ الْعِشْرِیْنَ ، وَعَلَیْهِ أَهْلُ الْكُوْفَةِ .(جـ) وَقِیْلَ فِیْ سِنِّ الْعَاشِرَةِ ، وَعَلَیْهِ أَهْلُ الْبَصْرَةِ . (د) وَالصَّوَابُ فِی الْأَعْصَارِ الْمُتَأَخِّرَةِ التَّبْكِیْرُ بِسَمَاعِ الْحَدِیْثِ مِنْ حِیْنِ یَصِحُّ سَمَاعُهُ لِأَنَّ الْحَدِیْثَ مُنْضَبِطٌ فِی الْكُتُبِ.

ترجمہ کب سے حدیث سننے کی ابتداء مستحب ہے؟ (أ) ایک قول یہ ہے کہ تیس سال کی عمر میں حدیث سننے کی ابتداء کرنا مستحب ہے، اہل شام کا عمل اسی پر ہے۔ (ب) اور ایک قول یہ ہے کہ بیس سال کی عمر میں، اہلِ کوفہ کا عمل اسی پر ہے۔ (ج) اور ایک قول یہ ہے کہ دس سال کی عمر میں، اہلِ بصرہ کا عمل اسی پر ہے۔ (د) اور اخیر زمانوں میں درست (عمل) حدیث سننے میں اسی وقت سے جلدی کرنا ہے جب سماع صحیح ہوتا ہے کیونکہ حدیث کتابوں میں محفوظ ہے۔

شرح:- کتنی عمر سے حدیث پاک کی سماعت مستحب ہے؟ اس بارے میں چار اقوال مذکور ہیں: (۱) اہلِ شام کے نزدیک تیس برس کی عمر سے حدیث سننا چاہیے۔ (۲) اہلِ کوفہ کے نزدیک بیس برس کی عمر میں حدیث سننا شروع کرے۔

یہ واضح ہے کہ کوفہ شروع ہی سے اہل علم کا مرکز رہا ہے، بڑے بڑے محدثین وفقہاء کوفہ میں ہی رہا کرتے تھے۔ اس لیے اہلِ کوفہ کے عمل کو کتابوں میں بطور خاص ذکر کیا جاتا ہے۔ سفیان ثوریؒ کوفہ کے رہنے والے تھے، فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اگر حدیث سیکھنا چاہتا تو اس سے قبل بیس سال عبادت کرتا رہتا۔ ابوعبداللہ زبیری شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بیس سال کی عمر حدیث لکھنا شروع

کرے کیونکہ یہی وقت ہے عقل کے تام ہونے کا، اور اس سے پہلے حفظِ قرآن کریم، فقہ اور فرائض سیکھتا رہے۔ (۳) اہل بصرہ کا عمل دس سال کی عمر سے حدیث سننے کا تھا۔

(۴) صحیح قول کے مطابق بعد کے زمانوں میں جس وقت بچہ کا سماع درست ہوتا ہے اسی وقت حدیث سننا شروع کرنا چاہیے کیونکہ احادیث اب کتابوں میں محفوظ ہیں۔ بچہ کا سماع اُسی وقت صحیح ہوتا ہے جب وہ چیزوں میں فرق کرنا جان لیتا ہے۔ ایک محدث سے پوچھا گیا: بچہ کا سماع کب صحیح ہوتا ہے؟ فرمایا جب وہ گائے اور گدھے میں تمیز کرلے۔ بہر حال سنِ تمیز ہی اصل ہے لیکن جمہور کے نزدیک اس کی تحدید پانچ سال سے کی گئی ہے۔ [التدریب]

٤ – هَلْ لِصِحَّةِ سَمَاعِ الصَّغِيْرِ سِنٌّ مُعَيَّنَةٌ ؟(أ) حَدَّدَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ ذٰلِكَ بِخَمْسِ سِنِيْنَ وَعَلَيْهِ اسْتَقَرَّ الْعَمَلُ بَيْنَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ .(ب) وَقَالَ بَعْضُهُمْ : اَلصَّوَابُ اِعْتِبَارُ التَّمْيِيْزُ ، فَاِنْ فَهِمَ الْخِطَابَ وَرَدَّ الْجَوَابَ كَانَ مُمَيِّزاً صَحِيْحَ السَّمَاعِ وَاِلاَّ فَلاَ .

ترجمہ کیا چھوٹے بچے کا سماع صحیح ہونے کی کوئی متعین عمر ہے؟ (أ) بعض علماء نے پانچ سال کے ساتھ اس کی حد بیان کی ہے اور محدثین کے نزدیک اسی کے مطابق عمل ثابت ہو چکا ہے۔ (ب) اور بعض دوسروں نے کہا: صحیح، ہوش سنبھالنے کا لحاظ کرنا ہے، چنانچہ اگر خطاب سلمہ لے اور جواب دے لے تو وہ ہوشمند ہے اس کا سماع صحیح ہے ورنہ نہیں۔

شرح :- اس مسئلہ کا کچھ ذکر اوپر ہو چکا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سماعِ صبی کے لیے ہوش سنبھال لینا اصل حد ہے، لیکن جمہور کے نزدیک آسانی کی غرض سے اس کی تحدید پانچ برس سے کی گئی ہے۔ امام بخاریؒ نے ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے: "متیٰ یصح سماعُ الصغیر ؟" اس کے بعد حضرت محمود بن ربیعؓ کی حدیث نقل کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے پانچ سال کی عمر میں حضور اکرم ﷺ سے ایک بات یاد کرلی تھی۔ اس سے امامؒ کا اشارہ عمر کی تحدید کی طرف ہے۔

اَلْمَبْحَثُ الثَّانِيْ : طُرُقُ التَّحَمُّلِ وَصِيَغُ الْأَدَاءِ

طُرُقُ تَحَمُّلِ الْحَدِيْثِ ثَمَانِيَةٌ وَهِيَ : السَّمَاعُ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ ، اَلْقِرَاءَةُ عَلَى

الشَّيْخِ، اَلْاِجَازَةُ ، اَلْمُنَاوَلَةُ ، اَلْكِتَابَةُ ، اَلْاِعْلَامُ ، اَلْوَصِيَّةُ ، اَلْوِجَادَةُ . وَسَأَتَكَلَّمُ عَلىٰ كُلِّ مِنْهَا تِبَاعاً بِاخْتِصَارٍ ، مَعَ بَيَانِ أَلْفَاظِ الْأَدَاءِ لِكُلِّ مِنْهَا بِاخْتِصَارٍ أَيْضاً .

ترجمہ بحث دوم: تحمّل کے طریقے اور ادائیگی کے صیغے۔تحملِ حدیث کے طریقے آٹھ ہیں اور وہ یہ ہیں: شیخ کے الفاظ سننا، شیخ کے سامنے پڑھنا، اجازت، مناولہ، کتابت، اِعلام، وصیت اور وِجادت۔ میں اختصار کے ساتھ یکے بعد دیگرے ان سب کے متعلق گفتگو کروں گا، ساتھ ہی ان میں سے ہر ایک کے مخصوص الفاظِ ادا کی وضاحت بھی ہوگی۔

شرح :- جیسا کہ واضح ہے کہ اساتذۂ حدیث سے حدیث کے حصول کے آٹھ طریقے مقرر ہیں اور ہر ایک کی تفصیل موجود ہے، مصنف صاحب ان میں سے ہر ایک کی تعریف، مثال اور حکم وغیرہ اختصار کے ساتھ بیان فرمانا چاہتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ مذکورہ طریقوں کے ساتھ حدیث حاصل کرنے کے بعد ان کی بناء پر حدیث روایت کرنے کے الفاظ کی وضاحت بھی کریں گے۔

١ - اَلسَّمَاعُ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ

(أ) صُوْرَتُهُ : أَنْ يَقْرَأَ الشَّيْخُ وَيَسْمَعَ الطَّالِبُ ، سَوَاءٌ قَرَأَ الشَّيْخُ مِنْ حِفْظِهِ أَوْ كِتَابِهِ ، وَسَوَاءٌ سَمِعَ الطَّالِبُ وَكَتَبَ مَا سَمِعَهُ ، أَوْ سَمِعَ فَقَطْ وَلَمْ يَكْتُبْ .(ب) رُتْبَتُهُ : اَلسَّمَاعُ أَعْلىٰ أَقْسَامِ طُرُقِ التَّحَمُّلِ عِنْدَ الْجَمَاهِيْرِ .(جـ) أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ :

١ ...... قَبْلَ أَنْ يَشِيْعَ تَخْصِيْصُ بَعْضِ الْأَلْفَاظِ لِكُلِّ قِسْمٍ مِنْ طُرُقِ التَّحَمُّلِ ، كَانَ يَجُوْزُ لِلسَّامِعِ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ أَنْ يَقُوْلَ فِي الْأَدَاءِ : " سَمِعْتُ أَوْ حَدَّثَنِيْ أَوْ أَخْبَرَنِيْ أَوْ أَنْبَأَنِيْ أَوْ قَالَ لِيْ أَوْ ذَكَرَ لِيْ " . ٢ ...... وَبَعْدَ أَنْ شَاعَ تَخْصِيْصُ بَعْضِ الْأَلْفَاظِ لِكُلِّ قِسْمٍ مِنْ طُرُقِ التَّحَمُّلِ ، صَارَتْ أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ عَلَى النَّحْوِ التَّالِيْ :-

لِلسَّمَاعِ : سَمِعْتُ أَوْ حَدَّثَنِيْ .- لِلْقِرَاءَةِ : أَخْبَرَنِيْ .- لِلْاِجَازَةِ : أَنْبَأَنِيْ .- لِسَمَاعِ الْمُذَاكَرَةِ : قَالَ لِيْ أَوْ ذَكَرَ لِيْ .

ترجمہ شیخ کے الفاظ کا سننا: (أ) اس کی صورت: یہ ہے کہ شیخ پڑھتا رہے اور طالب علم سنتا

رہے، برابر ہے کہ شیخ زبانی پڑھے یا کتاب سے دیکھ کر، اور یہ بھی برابر ہے کہ طالب علم سنے اور پھر جو کچھ سنے اس کو لکھ لے یا صرف سنے اور لکھے نہیں۔ (ب) اس کا درجہ: جمہور کے نزدیک شیخ سے سننا تحمل کے طریقوں میں سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ (ج) ادائیگی کے الفاظ: (۱) طرقِ تحمل میں سے ہر قسم کے لیے بعض الفاظ کی تخصیص عام ہو جانے سے پہلے شیخ کے الفاظ سننے والے کے لیے ادائیگی کے وقت یہ کہنا جائز تھا کہ ''سَمِعْتُ یا حَدَّثَنِیْ یا أَخْبَرَنِیْ یا أَنْبَأَنِیْ یا قَالَ لِیْ یا ذَکَرَ لِیْ''۔ (۲) اور طرقِ تحمل میں سے ہر قسم کے لیے بعض الفاظ کی تخصیص شائع ہو جانے کے بعد ادائیگی کے الفاظ مندرجہ ذیل انداز سے مقرر ہو گئے: سماع کے لیے سَمِعْتُ یا حَدَّثَنِیْ۔ قرأت کے لیے أَخْبَرَنِیْ۔ اجازت کے لیے أَنْبَأَنِیْ۔ مذاکرہ کے طور پر سننے کے لیے قَالَ لِیْ یا ذَکَرَ لِیْ۔

شرح :- سماع من لفظ الشیخ کا مطلب یہ ہے کہ استاذِ حدیث خود حدیث پڑھے اور طالب علم استاذ کے الفاظ سنتا رہے لیکن اس کے لیے زبانی پڑھنا یا طالب علم کا سن کر لکھ لینا وغیرہ کوئی امر شرط نہیں بلکہ استاذ اگر کتاب سے بھی دیکھ کر پڑھتا رہے اور طالب علم بس سنتا رہے تو یہ بھی سماع من لفظ الشیخ ہی ہے۔ جب تک اصطلاح مقرر نہیں ہوئی تھی یا ہو گئی تھی مگر طرقِ تحمل کے آٹھوں طریقوں کے لیے الفاظ مخصوص نہیں کیے گئے تھے، اس وقت تک سماع من لفظ الشیخ والے راوی کے لیے حدیث کے بیان کرتے وقت مذکورہ بالا الفاظ میں سے کسی سے بھی ادائیگی درست ہوتی تھی مگر جب الفاظ کی تخصیص کر دی گئی تو اب مندرجہ ذیل طریقے سے الفاظ کہتے ہیں، مثلاً: (۱) سماع من لفظ الشیخ کے بعد روایت کے لیے: لفظ سَمِعْتُ (میں نے سنا) یا حَدَّثَنِیْ (مجھ سے بیان کیا)۔ (۲) قرأت علی الشیخ کے بعد روایت کے لیے: لفظ أَخْبَرَنِیْ (مجھے خبر دی، بتایا)۔ (۳) اجازت ملنے کے بعد روایت کے لیے: لفظ أَنْبَأَنِی (مجھے اطلاع دی)۔ (۴) آپس میں مذاکرہ کے وقت سن کر بعد میں روایت کے لیے: لفظ قَالَ لی (مجھ سے کہا) یا ذَکَرَ لی (مجھ سے ذکر کیا)۔

۲ – اَلْقِرَاءَ ةُ عَلَی الشَّیْخِ

وَیُسَمِّیْهَا أَکْثَرُ الْمُحَدِّثِیْنَ ''عَرْضاً'' (أ) صُوْرَتُهَا : أَنْ یَقْرَأَ الطَّالِبُ وَالشَّیْخُ

يَسْمَعُ ، سَوَاءٌ قَرَأَ الطَّالِبُ ، أَوْ قَرَأَ غَيْرُهُ وَهُوَ يَسْمَعُ ، وَسَوَاءٌ كَانَتِ الْقِرَاءَةُ مِنْ حِفْظٍ أَوْ مِنْ كِتَابٍ ، وَسَوَاءٌ كَانَ الشَّيْخُ يُتَبِعُ لِلْقَارِىءِ مِنْ حِفْظِهِ أَوْ أَمْسَكَ كِتَابَهُ هُوَ ، أَوْ ثِقَةٌ غَيْرُهُ .

ترجمہ قرأت علی الشیخ: اور اکثر محدثین اس کا ''عرض'' نام رکھتے ہیں۔ (أ) اس کی صورت: یہ ہے کہ طالب علم پڑھے اور شیخ سنتا رہے، برابر ہے کہ طالب علم پڑھے یا کوئی اور پڑھے اور وہ سنتا رہے، اور یہ بھی برابر ہے کہ زبانی پڑھے یا کتاب سے دیکھ کر، اور یہ بھی برابر ہے کہ شیخ اپنی یادداشت سے پڑھنے والے کی اصلاح کرے یا وہ خود یا کوئی اور قابل بھروسہ اس کی کتاب تھامے رہے۔

شرح:- قرأت علی الشیخ کے معنی ہیں استاذ حدیث کے سامنے حدیث کی عبارت پڑھنا، اس کے کئی طریقے ہیں مثلاً طالب علم خود پڑھے اور استاذ سنے یا کوئی اور پڑھے اور طالب علم سنے، ان دونوں صورتوں میں پڑھنا یا تو اپنی یادداشت سے ہو یا کتاب سے دیکھ کے، پھر استاذ بھی طالب علم کی تصحیح اپنی یادداشت کی مدد سے کرے یا کتاب سامنے رکھے اور اس میں سے دیکھ دیکھ کے اصلاح کرے، یا کسی اور قابل بھروسہ شخص کو کتاب دے دے اور وہ اصلاح کرتا رہے، یہ سب درست ہے۔ قرأت علی الشیخ کو عرض بھی کہا جاتا ہے، عرض کے معنی ہیں پیش کرنا۔ شاید اس وجہ سے کہ قاری ء حدیث اپنے شیخ پر اس کی مرویات کو پیش کرتا ہے، جس طرح قرآن کریم مقریٔ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(ب) حُكْمُ الرِّوَايَةِ بِهَا : اَلرِّوَايَةُ بِطَرِيْقِ الْقِرَاءَةِ عَلَى الشَّيْخِ رِوَايَةٌ صَحِيْحَةٌ بِلَاخِلَافٍ فِيْ جَمِيْعِ الصُّوَرِ الْمَذْكُوْرَةِ اِلَّا مَا حُكِيَ عَنْ بَعْضِ مَنْ لَا يُعْتَدُّ بِهِ مِنَ الْمُتَشَدِّدِيْنَ .

ترجمہ اس کے ذریعے روایت کا حکم: قرأت علی الشیخ کے طریقے سے روایت ایک قسم کی درست روایت ہے جس میں مذکورہ صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں اختلاف نہیں ہے مگر وہ بات جو بعض نا قابل لحاظ سخت گیروں کی جانب سے منقول ہے۔

شرح:- ابو عاصم نبیلؒ اور محمد بن سلامؒ سے منقول ہے کہ قرأت علی الشیخ کا اعتبار نہیں۔ لیکن ان کا

یہ قول جمہور کے خلاف ہے اور بے جا تشدد کا مظہر ہے۔ جمہور کے نزدیک قرأت علی الشیخ بھی اسی طرح درست ہے جس طرح سماع من الشیخ درست ہے، اور صحابہؓ میں سے حضرت انسؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ جبکہ تابعین میں سے سعید بن مسیبؒ، ابو سجھؒ، قاسم بن محمدؒ، سالم بن عبداللہؒ، خارجہ بن زیدؒ، سلیمان بن یسارؒ، ابن ہرمزؒ، عطاءؒ نافعؒ وغیرہ بہت بڑی جماعت اور ائمہ اربعہؒ کے نزدیک قرأت علی الشیخ بالکل درست ہے اور اس سے حدیث روایت کرنا بھی مقبول ہے۔ امام مالکؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قرأت علی الشیخ جب قرآن کریم میں درست ہے تو احادیث میں کیوں درست نہیں جبکہ قرآن کا رتبہ حدیث سے بڑھ کر ہے؟

(ج) رُتْبَتُهَا : اُخْتُلِفَ فِيْ رُتْبَتِهَا عَلىٰ ثَلاَ ثَةِ أَقْوَالٍ :(۱) مُسَاوِيَةٌ لِلسَّمَاعِ : رُوِیَ عَنْ مَالِكٍ وَالْبُخَارِیِّ، وَمُعْظَمِ عُلَمَاءِ الْحِجَازِ وَالْكُوْفَةِ .(۲) أَدْنىٰ مِنَ السَّمَاعِ : رُوِیَ عَنْ جُمْهُوْرِ أَهْلِ الْمَشْرِقِ وَهُوَ الصَّحِيْحُ .(۳) أَعْلىٰ مِنَ السَّمَاعِ : رُوِیَ عَنْ أَبِیْ حَنِيْفَةَ وَابْنِ أَبِیْ ذِئْبٍ، وَرِوَايَةٌ عَنْ مَالِكٍ .

ترجمہ اس کا درجہ: اس کے درجے کے متعلق تین اقوال پر اختلاف ہوا ہے: (۱) سماع کے برابر ہے: یہ امام مالک، بخاری اور اکثر علماءِ حجاز و کوفہ سے مروی ہے۔ (۲) سماع سے کم درجہ ہے: یہ اہلِ مشرق کی اکثریت سے مروی ہے اور یہی صحیح ہے۔ (۳) سماع سے افضل ہے: یہ امام ابو حنیفہ اور ابن ابی ذئب سے مروی ہے اور امام مالک کی بھی ایک روایت ہے۔

شرح :- قرأت علی الشیخ کا درجہ کیا ہے؟ اس بارے میں تین اقوال مذکور ہیں: (۱) یہ اور سماع من الشیخ برابر ہے۔ ان کہنے والوں میں امام مالک، امام بخاری اور اکثر علماء حجاز و کوفہ ہیں۔ صحابہؓ میں سے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایسا منقول ہے۔ (۲) جمہور اہل مشرق کے نزدیک قرأت علی الشیخ کا درجہ سماع سے کم ہے یعنی پہلے نمبر پر سماع ہے اس کے بعد قرأت۔ مصنف صاحب کے بقول یہی صحیح ہے۔ (۳) قرأت علی الشیخ کا درجہ سماع سے زیادہ ہے یعنی قرأت پہلے نمبر ہے اس کے بعد سماع ہے۔ اس کے قائلین میں امام ابو حنیفہؒ، ابن ابی ذئبؒ، لیث بن سعدؒ، امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہؒ، یحیی بن سعیدؒ وغیرہ بہت بڑی جماعت ہے۔ امام بخاریؒ کے شیخ مکی بن

ابراہیمؒ (جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ ابن جریجؒ، عثمان بن اسودؒ، مالکؒ، محمد بن اسحاقؒ، سفیان ثوریؒ، ابوحنیفہؒ، ہشام، سعید بن ابی عروبہؒ وغیرہ کئی حضرات یہ کہا کرتے تھے کہ تمہارا عالم کے سامنے پڑھنا عالم کے تمہارے سامنے پڑھنے سے بہتر ہے، اور اس کی وجہ یہ بتلایا کرتے تھے کہ سماع کرنے کی صورت میں اگر استاد کوئی غلطی کرے تو طالب علم اس کی اصلاح نہیں کر سکے گا جبکہ طالب علم کے پڑھنے کی صورت میں استاد اس کی اصلاح کرتا رہے گا۔ [التدریب]

(د) أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ : ۱...... اَلْأَحْوَطُ: قَرَأْتُ عَلىٰ فُلَانٍ أَوْ قُرِيءَ عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ فَأَقَرَّ بِهٖ . ۲...... وَيَجُوْزُ : بِعِبَارَاتِ السَّمَاعِ مُقَيَّدَةً بِلَفْظِ الْقِرَاءَةِ، كَـ " حَدَّثَنَا قِرَاءَةً عَلَيْهِ " . ۳...... اَلشَّائِعُ الَّذِیْ عَلَيْهِ كَثِيْرٌ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ : اِطْلَاقُ لَفْظِ " أَخْبَرَنَا " فَقَطْ دُوْنَ غَيْرِهَا .

ترجمہ ادائیگی کے الفاظ: (۱) زیادہ محتاط: میں نے فلاں کے سامنے پڑھا، یا اُن کے سامنے پڑھا گیا درانحالیکہ میں سن رہا تھا اور انہوں نے اس کا اقرار کیا (یعنی اپنی طرف نسبت کو درست قرار دیا)۔ (۲) اور سماع کے جملوں کے ساتھ بھی لفظِ قرأت کی قید لگاتے ہوئے درست ہے جیسے کہنا "ہم سے بیان کیا اُن کے سامنے پڑھنے کے طور پر"۔ (۳) وہ مقبول بات جس کے مطابق بہت سے محدثین کا عمل ہے: صرف لفظ أَخْبَرَنَا کہنا، اس کے علاوہ نہیں۔

شرح :- قرأت علی الشیخ کی بنیاد پر حدیث حاصل کرنے کے بعد آگے روایت کرنے کے لیے مخصوص الفاظ کونسے ہیں؟ اس بارے میں تین اقوال مذکور ہیں اور اکثر محدثین کے نزدیک قرأت علی الشیخ کی روایت صرف لفظ أَخْبَرَنَا کے ساتھ ہو سکتی ہے، اسی کے مطابق تعامل چلا آرہا ہے۔

۳ – اَلْاِجَازَةُ

(أ) تَعْرِيْفُهَا : اَلْاِذْنُ بِالرِّوَايَةِ ، لَفْظاً أَوْ كِتَابَةً . (ب) صُوْرَتُهَا : أَنْ يَقُوْلَ الشَّيْخُ لِأَحَدِ طُلَّابِهٖ : أَجَزْتُ لَكَ أَنْ تَرْوِيَ عَنِّیْ صَحِيْحَ الْبُخَارِيِّ . (جـ) أَنْوَاعُهَا : لِلْاِجَازَةِ أَنْوَاعٌ كَثِيْرَةٌ ، سَأَذْكُرُ مِنْهَا خَمْسَةَ أَنْوَاعٍ وَهِيَ : (۱) أَنْ يُجِيْزَ الشَّيْخُ

مُعَيَّناً لِمُعَيَّنٍ : كَأَجَزْتُكَ صَحِيْحَ الْبُخَارِيِّ ، وَهٰذَا النَّوْعُ أَعْلٰى أَنْوَاعِ الْإِجَازَةِ الْمُجَرَّدَةِ عَنِ الْمُنَاوَلَةِ .(٢) أَنْ يُجِيْزَ مُعَيَّناً بِغَيْرِ مُعَيَّنٍ : كَأَجَزْتُكَ رِوَايَةَ مَسْمُوْعَاتِيْ .(٣) أَنْ يُجِيْزَ غَيْرَ مُعَيَّنٍ بِغَيْرِ مُعَيَّنٍ : كَأَجَزْتُ أَهْلَ زَمَانِيْ رِوَايَةَ مَسْمُوْعَاتِيْ .(٤) أَنْ يُجِيْزَ بِمَجْهُوْلٍ أَوْ لِمَجْهُوْلٍ : كَأَجَزْتُكَ كِتَابَ السُّنَنِ ، وَهُوَ يَرْوِيْ عَدَداً مِنَ السُّنَنِ ، أَوْ أَجَزْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ خَالِدِ الدِّمَشْقِيِّ ، وَهُنَاكَ جَمَاعَةٌ مُشْتَرِكُوْنَ فِيْ هٰذَا الْإِسْمِ .(٥) اَلْإِجَازَةُ لِلْمَعْدُوْمِ : فَإِمَّا أَنْ تَكُوْنَ تَبَعاً لِمَوْجُوْدٍ ، كَأَجَزْتُ لِفُلَانٍ وَلِمَنْ يُوْلَدُ لَهُ ، وَإِمَّا أَنْ تَكُوْنَ لِمَعْدُوْمٍ إِسْتِقْلَالاً ، كَأَجَزْتُ لِمَنْ يُوْلَدُ لِفُلَانٍ .

ترجمہ اجازت: (أ) اس کی تعریف: زبان سے کہہ کر یا بذریعہ خط روایت کی اجازت دینا۔ (ب) اس کی صورت: یہ کہ شیخ اپنے کسی طالب علم سے کہے: ''میں نے آپ کو اس بات کی اجازت دی کہ آپ میرے حوالے سے صحیح بخاری روایت کرے''۔ (ج) اس کی قسمیں: اجازت کی بہت سی قسمیں ہیں، میں ان میں سے پانچ قسمیں ذکر کروں گا اور وہ یہ ہیں:

(ا) یہ کہ شیخ متعین شخص کو متعین چیز کی اجازت دے جیسے ''میں نے آپ کو صحیح بخاری کی اجازت دی''، اور یہ قسم اجازت کی مناولہ سے خالی اقسام میں سب سے اعلیٰ قسم ہے۔

(۲) یہ کہ متعین شخص کو غیر متعین چیز کی اجازت دے جیسے ''میں نے آپ کو اپنی مسموعات روایت کرنے کی اجازت دی''۔ (۳) یہ کہ غیر متعین شخص کو غیر متعین چیز کی اجازت دے جیسے ''میں نے اپنے اہل زمانہ کو اپنی مسموعات روایت کرنے کی اجازت دی''۔ (۴) یہ کہ مجہول چیز کی یا مجہول شخص کو اجازت دے جیسے ''میں نے آپ کو کتاب السنن کی اجازت دی'' جبکہ وہ متعدد سنن روایت کرتا ہو، یا ''میں نے محمد بن خالد دمشقی کو اجازت دی'' جبکہ وہاں اس نام میں شریک لوگوں کی ایک جماعت ہو۔ (۵) معدوم کو اجازت دینا: پھر یا تو موجود کے تابع بنا کر اجازت دی جائے جیسے ''میں نے فلاں شخص اور اس کی ہونے والی اولاد کو اجازت دی'' اور یا پھر معدوم کو مستقلاً اجازت دی جائے جیسے ''میں نے فلاں شخص کی ہونے والی اولاد کو اجازت دی''۔

شرح :- اجازت بھی طرقِ تحمل میں سے ایک طریقہ ہے جس کو محدثین نے بہت ساری جگہوں میں استعمال کیا ہے، اجازت کے لغوی معنی تو واضح ہے اور اصطلاح کے مطابق زبان سے یا تحریر وکتابت کے ذریعے اپنی روایاتِ احادیث روایت کرنے کی اجازت دینا۔

اس کی پانچ مشہور صورتیں یہ ہیں: (۱) متعین ومعلوم شخص کو متعین چیز کی اجازت دے دی جائے مثلاً یہ کہنا کہ ''میں نے آپ کو اپنی طرف سے صحیح بخاری روایت کرنے کی اجازت دی''، اس میں شخص بھی متعین پھر کتاب بھی متعین۔ (۲) شخص متعین ہو لیکن جس چیز کی اجازت دی جارہی ہے وہ متعین نہ ہو جیسے کہنا ''میں نے آپ کو اپنی مرویات روایت کرنے کی اجازت دے دی''۔ یہاں مجازلہ شخص متعین ہے مگر مجاز بہ یعنی کتاب متعین نہیں۔ (۳) غیر متعین لوگوں کو غیر متعین چیز کی اجازت دی جیسے ''میں نے اپنے اہلِ زمانہ کو میری مسموعات روایت کرنے کی اجازت دے دی''۔ اس میں اہلِ زمانہ بھی متعین نہیں اور مسموعات بھی متعین نہیں۔ (۴) مجہول چیز کی اجازت دے یا مجہول شخص کو اجازت دے مثلاً جیسے ''میں نے آپ کو کتاب السنن روایت کرنے کی اجازت دی'' جبکہ وہ بہت ساری کتاب السنن روایت کرتا ہو۔ (۵) معدوم کو اجازت دینا جیسے ''میں نے فلاں شخص کی اولاد کو جو آئندہ ہوگی اپنی مرویات روایت کرنے کی اجازت دی''۔

(د) حُكْمُهَا : أَمَّا النَّوْعُ الْأَوَّلُ مِنْهَا فَالصَّحِيْحُ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْجُمْهُوْرُ وَاسْتَقَرَّ عَلَيْهِ الْعَمَلُ جَوَازُ الرِّوَايَةِ وَالْعَمَلِ بِهَا ، وَأَبْطَلَهَا جَمَاعَاتٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ ، وَهُوَ إِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَنِ الشَّافِعِيِّ . وَأَمَّا بَقِيَّةُ الْأَنْوَاعِ فَالْخِلَافُ فِيْ جَوَازِهَا أَشَدُّ وَأَكْثَرُ ، وَعَلىٰ كُلِّ حَالٍ فَالتَّحَمُّلُ وَالرِّوَايَةُ بِهٰذَا الطَّرِيْقِ (أَيِ الْإِجَازَةِ) تَحَمُّلٌ هَزِيْلٌ مَا يَنْبَغِي التَّسَاهُلُ فِيْهِ .

ترجمہ اس کا حکم: جہاں تک ان میں سے پہلی قسم کا تعلق ہے تو صحیح قول جس پر جمہور قائم ہے اور اس پر عمل ثابت ہو چکا، اس کی روایت اور اس پر عمل کا جائز ہونا ہے، جبکہ علماء کی مختلف جماعتوں نے اس کو باطل قرار دیا اور یہ امام شافعیؒ کی ایک روایت ہے، اور جہاں تک بقیہ اقسام ہیں تو ان کے جواز میں اختلاف بہت سخت اور زیادہ ہے، بہر حال اس (اجازت) کے طریقے کے ساتھ تحمل

وروایت کمزور تحمل ہے جس میں نرمی نہیں برتنی چاہیے۔

شرح:- جمہور کے نزدیک اجازت کی پہلی قسم صحیح اور ثابت ہے اور اس پر دلیل حضور اکرم ﷺ کا سورۃ البراءۃ کی ابتدائی آیات ایک صفحہ پہ لکھوا کر حضرت علیؓ کو دینا ہے تا کہ وہ حج کے موقعہ پر لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور اس پر عمل کریں۔

امام شعبہؒ وغیرہ اس قسم کی اجازت کا بھی اعتبار نہیں کرتے لیکن جمہور کا عمل اس کے جواز پر ثابت اور پختہ ہو چکا ہے۔ باقی تمام اقسامِ اجازت میں اختلاف شدید ہے، بعض حضرات انہیں صحیح اور موجبِ عمل قرار دیتے ہیں جبکہ بعض دوسرے منع کرتے ہیں۔ البتہ کتب مرتب ہونے کے بعد بطور تبرک اجازت حاصل کرنے کا دستور چلا آ رہا ہے۔

(هـ) أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ : (١) اَلْأَوْلىٰ : أَنْ يَقُوْلَ : أَجَازَ لِيْ فُلَانٌ . (٢) وَيَجُوْزُ : بِعِبَارَاتِ السَّمَاعِ وَالْقِرَاءَةِ مُقَيَّدَةً مِثْلَ : حَدَّثَنَا اِجَازَةً أَوْ أَخْبَرَنَا اِجَازَةً .
(٣) اِصْطِلَاحُ الْمُتَأَخِّرِيْنَ : أَنْبَأَنَا ، وَاخْتَارَهُ صَاحِبُ كِتَابِ " الْوِجَازَةُ ".

ترجمہ (ھ) ادائیگی کے الفاظ: (۱) یہ کہے: مجھے فلاں نے اجازت دی ہے۔ (۲) سماع اور قرأت کے جملوں کے ساتھ درانحالیکہ اس میں کوئی قید لگی ہوئی ہو مثلاً ''ہم سے اجازت کے طور پر حدیث بیان کی'' یا ''ہمیں اجازت کے طور پر بتلایا''۔ (۳) متاخرین کی اصطلاح: أَنْبَأَنَا، کتاب الوجازۃ کے مصنف نے اس کو اختیار کیا ہے۔

شرح:- اجازت کی بنیاد پر روایت کرتے وقت الفاظ کونسے اختیار کیے جائیں؟ اس بارے میں تین اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ کتاب الوجازۃ کے مصنف سے مراد ابوالعباس ولید بن بکر المعمری ہیں، کتاب کا پورا نام ''الوجازۃ فی تجویز الاجازۃ'' ہے۔

٤ - اَلْمُنَاوَلَةُ

(أ) أَنْوَاعُهَا : اَلْمُنَاوَلَةُ نَوْعَانِ : (١) مَقْرُوْنَةٌ بِالْاِجَازَةِ : وَهِيَ أَعْلىٰ أَنْوَاعِ الْاِجَازَةِ مُطْلَقاً . وَمِنْ صُوَرِهَا أَنْ يَدْفَعَ الشَّيْخُ اِلَى الطَّالِبِ كِتَابَهُ ، وَيَقُوْلَ لَهُ : هٰذَا رِوَايَتِيْ

عَنْ فُلَانٍ فَارْوِهِ عَنِّيْ ، ثُمَّ يُبْقِيْهِ مَعَهُ تَمْلِيْكاً أَوْ اِعَارَةً لِيَنْسَخَهُ . (۲) مُجَرَّدَةٌ عَنِ الْاِجَازَةِ : وَصُوْرَتُهَا أَنْ يَدْفَعَ الشَّيْخُ اِلَى الطَّالِبِ كِتَابَهُ مُقْتَصِراً عَلٰى قَوْلِهٖ هٰذَا سَمَاعِيْ .(ب) حُكْمُ الرِّوَايَةِ بِهَا : (۱) أَمَّا الْمَقْرُوْنَةُ بِالْاِجَازَةِ : فَتَجُوْزُ الرِّوَايَةُ بِهَا ، وَهِيَ أَدْنٰى مَرْتَبَةً مِنَ السَّمَاعِ وَالْقِرَاءَةِ عَلَى الشَّيْخِ .(۲) وَأَمَّا الْمُجَرَّدَةُ عَنِ الْاِجَازَةِ : فَلَا تَجُوْزُ الرِّوَايَةُ بِهَا عَلَى الصَّحِيْحِ .

ترجمہ: مناولہ۔(أ)اس کی قسمیں: مناولہ کی دوقسمیں ہیں(ا)اجازت کے ساتھ ملا ہوا،اور یہ مطلقاً اجازت کی سب سے اعلیٰ قسم ہے۔اس کی صورتوں میں سے یہ ہے کہ شیخ طالب علم کو اپنی کتاب دے اور کہے کہ ''یہ فلاں سے میری روایت ہے لہذا تم اس کو میرے واسطے سے روایت کرو''،اس کے بعدوہ کتاب طالب علم کے پاس مالک بناکر رکھ دے یاعاریتاً رکھے تاکہ وہ اس کو نقل کرلے۔(۲)اجازت سے خالی ،اوراس کی صورت یہ ہے کہ شیخ طالب علم کو اپنی کتاب صرف اتنا کہہ کرحوالے کردے کہ یہ میری سماع ہے۔(ب)اس کے ذریعے سے روایت کا حکم:(ا) جہاں تک اجازت کے ساتھ مناولہ کا تعلق ہےتواس کے ذریعے سے روایت کرناجائز ہےاوریہ سماع اور قرأت علی الشیخ سے کم درجہ ہے۔(۲)اورجواجازت سے خالی مناولہ ہےتو صحیح قول کے مطابق اس کی وجہ سے روایت کرناجائزنہیں ہے۔

شرح:-مناولہ کے لغوی معنی ہاتھ سے ایک دوسرے کودینا،چونکہ اس میں اکثر استاد اپنی مرویات شاگرد کے حوالے کرتاہے پھروہ اُس کو اپنی کتاب یارجسٹر وغیرہ لکھ کرمحفوظ کرلیتاہےاوراصل نسخہ استادکوواپس کردیتاہے،اسی لیے اس کومناولہ کہتے ہیں۔اس کی دوقسمیں بمعہ حکم درج ذیل ہیں:
پہلی قسم: وہ مناولہ جس میں کتاب دینے کے ساتھ زبانی اجازت شامل ہو،مثلاً استادشاگرد سے بولے کہ یہ میری فلاں سے روایات ہیں تم بھی مجھ سے انہیں روایت کرلو۔اس کے بعداپنااصل نسخہ شاگردکومالک بناکردے دے یاپھرکچھ وقت کے لیے عاریت کردے تاکہ وہ اس کواپنے پاس نقل کرلے۔اس قسم کاحکم یہ ہے کہ بالاتفاق یہ معتبر ہےاوراس کے ذریعے سے روایت کرنادرست ہے۔
دوسری قسم: وہ مناولہ کہ استادشاگرکواپنااصل نسخہ دےکربولے کہ یہ سب میری مسموعات

ہیں، اسی پر اکتفاء کرے اور اجازت نہ دے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ معتبر نہیں ہے لہذا اس کے ذریعے سے روایت نہ کی جائے۔

ایک تیسری قسم بھی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ شاگرد استاد کے سامنے اپنی دوسرے شیوخ سے سنی ہوئی یا حاصل کی ہوئی روایات دکھائے درانحالیکہ استاد بیدار اور متیقظ ہو، اور پھر وہ شاگرد سے کہے کہ یہ روایات میری بھی ہیں فلاں شیخ سے، لہذا تم مجھ سے بھی انہیں روایت کرلو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ درست ہے اور سماع وقرأت علی الشیخ کے بعد اسی کا مرتبہ ہے۔

(جـ) أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ : (١) اَلْأَحْسَنُ : أَنْ يَقُوْلَ : نَاوَلَنِيْ أَوْ نَاوَلَنِيْ وَأَجَازَ لِيْ ، إِنْ كَانَتِ الْمُنَاوَلَةُ مَقْرُوْنَةً بِالْإِجَازَةِ . (٢) وَيَجُوْزُ بِعِبَارَاتِ السَّمَاعِ وَالْقِرَاءَةِ مُقَيَّدَةً مِثْلَ : حَدَّثَنَا مُنَاوَلَةً أَوْ أَخْبَرَنَا مُنَاوَلَةً وَإِجَازَةً .

ترجمہ: ادائیگی کے الفاظ: (۱) سب سے بہتر: یہ کہنا کہ شیخ نے مجھے (اپنا نسخہ) دیا، یا مجھے دیا اور اجازت دی بشرطیکہ مناولہ کے ساتھ اجازت بھی ہو۔ (۲) اور سماع وقرأت کے الفاظ کے ساتھ بھی مقید ہونے کی حالت میں جیسے "انہوں نے ہم سے مناولہ کے طور پر حدیث بیان کی، یا ہمیں مناولہ اور اجازت کے طور پر بتلایا"۔

شرح:- یہ سب مناولہ سے ادائیگی کے الفاظ ہیں۔

٥ — اَلْكِتَابَةُ

(أ) صُوْرَتُهَا : أَنْ يَكْتُبَ الشَّيْخُ مَسْمُوْعَهُ لِحَاضِرٍ أَوْ غَائِبٍ بِخَطِّهِ أَوْ أَمْرِهِ .

(ب) أَنْوَاعُهَا : وَهِيَ نَوْعَانِ : (١) مَقْرُوْنَةٌ بِالْإِجَازَةِ : كَأَجَزْتُكَ مَا كَتَبْتُ لَكَ أَوْ إِلَيْكَ وَنَحْوِ ذٰلِكَ . (٢) مُجَرَّدَةٌ عَنِ الْإِجَازَةِ : كَأَنْ يَكْتُبَ لَهُ بَعْضَ الْأَحَادِيْثِ وَيُرْسِلَهَا لَهُ وَلَا يُجِيْزُهُ بِرِوَايَتِهَا .(جـ) حُكْمُ الرِّوَايَةِ بِهَا : (١) أَمَّا الْمَقْرُوْنَةُ بِالْإِجَازَةِ : فَالرِّوَايَةُ بِهَا صَحِيْحَةٌ ، وَهِيَ فِي الصِّحَّةِ وَالْقُوَّةِ كَالْمُنَاوَلَةِ الْمَقْرُوْنَةِ . (٢) وَأَمَّا الْمُجَرَّدَةُ عَنِ الْإِجَازَةِ : فَمَنَعَ الرِّوَايَةَ بِهَا قَوْمٌ وَأَجَازَهَا

آخَرُوْنَ ، وَالصَّحِيْحُ الْجَوَازُ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ لِإِشْعَارِهَا بِمَعْنَى الْإِجَازَةِ .

ترجمہ : د کتابت۔(أ)اس کی صورت: یہ کہ شیخ حاضر یا غائب کے لیے اپنے خط سے یا کسی اور کو حکم دے کر اپنی مسموع حدیث لکھ دے۔(ب) اس کی قسمیں: اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) اجازت کے ساتھ ملی ہوئی جیسے ''میں نے اس حدیث کی اجازت دے دی جو میں نے تمہارے لیے ، یا تمہاری طرف لکھی'' وغیرہ۔(۲) اجازت سے خالی: جیسے شیخ طالب علم کے لیے چند حدیثیں لکھے اور اس کی طرف روانہ کردے لیکن ان کی روایت کرنے کی اجازت نہ دے۔(ج) اس کے ذریعے سے روایت کا حکم: جہاں تک اجازت کے ساتھ ملی ہوئی قسم ہے: تو اس کے ذریعے سے روایت کرنا صحیح ہے اور یہ صحت وقوت میں اجازت کے ساتھ متصل مناولہ کی طرح ہے۔(۲) اور جو اجازت سے خالی ہے تو اس کی بناء پر روایت کو ایک قوم نے منع کیا اور دوسرے لوگوں نے اس کی اجازت دی، اور محدثین کے نزدیک صحیح جواز ہی ہے اس لیے کہ اس سے اجازت کا پتہ چل رہا ہے۔

شرح :- کتابت کے معنی ہیں ''لکھنا''، اس کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں: (۱) یہ کہ استاد شاگرد کو اپنی مرویات لکھ کردے دے یا اس کے حکم سے کوئی اور لکھ کردے اور استاد شاگرد سے کہے کہ تمہیں ان کی روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔اس کا حکم یہ ہے کہ یہ بالکل درست طریقہ ہے اور صحت وقوت میں یہ مناولہ مقرونہ بالاجازۃ کے درجہ میں ہے۔(۲) استاد شاگرد کو مرویات لکھ کردے دے لیکن اجازت نہ دے بلکہ صرف اتنا کہے کہ یہ میری مرویات ہیں۔اس کے حکم کے بارے میں اختلاف ہے، چنانچہ ابوالحسن ماوردی شافعیؒ، آمدیؒ اور یحی بن سعید قطانؒ وغیرہ کے نزدیک اس کے ذریعے سے روایت کرنا ٹھیک نہیں۔لیکن جمہور محدثین اور متاخرین کے نزدیک یہ بھی معتبر ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی تصنیفات اور مرویات میں بکثرت یہ پایا جاتا ہے کہ'' فلاں محدث نے میری طرف لکھا کہ اُن سے فلاں نے بیان کیا......'' الخ۔

(د) هَلْ تُشْتَرَطُ الْبَيِّنَةُ لِاعْتِمَادِ الْخَطِّ ؟ (أ) اِشْتَرَطَ بَعْضُهُمُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْخَطِّ ، وَادَّعَوْا أَنَّ الْخَطَّ يُشْبِهُ الْخَطَّ ، وَهُوَ قَوْلٌ ضَعِيْفٌ .(ب) وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ : يَكْفِي مَعْرِفَةُ الْمَكْتُوْبِ إِلَيْهِ خَطَّ الْكَاتِبِ ، لِأَنَّ خَطَّ الْإِنْسَانِ لَا يَشْتَبِهُ بِغَيْرِهٖ وَهُوَ

الصَّحِيْحُ .(هـ) أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ : (١) اَلتَّصْرِيْحُ بِلَفْظِ الْكِتَابَةِ : كَقَوْلِهِ كَتَبَ اِلَيَّ فُلَانٌ . (٢) أَوِ الْاِتْيَانُ بِأَلْفَاظِ السَّمَاعِ وَالْقِرَاءَةِ مُقَيَّدَةً : كَقَوْلِهِ حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ أَوْ أَخْبَرَنِيْ كِتَابَةً .

ترجمہ : کیا تحریر پر بھروسے کے لیے بیّنہ ضروری ہے؟ (اُ) بعض محدثین نے تحریر پر بیّنہ کی شرط رکھی ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ تحریر، تحریر کے مشابہ ہوتی ہے، اور یہ ضعیف قول ہے۔ ان ہی میں سے بعض نے کہا کہ: مکتوب الیہ کا کاتب کی تحریر پہچان لینا کافی ہے، کیونکہ انسان کی تحریر کسی اور کے ساتھ نہیں ملتی ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ھ) ادائیگی کے الفاظ: (ا) لفظ کتابت کی صراحت کرنا جیسے یہ کہنا کہ فلاں نے مجھے لکھا۔ (۲) یا سماع اور قرأت کے الفاظ کو مقید کر کے لانا جیسے یہ کہنا کہ مجھ سے فلاں نے اجازت کے طور پر حدیث بیان کی یا مجھے بتلایا۔

شرح :- جب ایک شیخ کسی کے نام احادیث لکھ کر بھیجے اور اس سے روایت کرنے کو کہے تو کیا اس شخص کے لیے ضروری ہے کہ دو گواہ اس کے سامنے اس کے شیخ کی تحریر ہونے کی گواہی دیں یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں:

(ا) بعض محدثین طیکہ ہیں کہ تحریر کے ثبوت کے لیے بینہ ہونا ضروری ہے کیونکہ ایک آدمی کا خط دوسرے آدمی کے خط سے ملتا ہے لہذا ثبوت کے لیے گواہ ہونے چاہئیں۔

(۲) دوسرا قول جو کہ صحیح ہے یہ ہے کہ اگر مکتوب الیہ اس تحریر کو پہچان لے تو گواہوں کی ضرورت نہیں رہے گی کیونکہ ایک انسان کا خط دوسرے کے مشابہ بہت کم ہوتا ہے اور فرق آسان ہوتا ہے۔

٦ ــ اَلْاِعْلَامُ

(أ) صُوْرَتُهُ : أَنْ يُخبِرَ الشَّيْخُ الطَّالِبَ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ أَوْ هٰذَا الْكِتَابَ سَمَاعُهُ .

(ب) حُكْمُ الرِّوَايَةِ بِهِ : اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْ حُكْمِ الرِّوَايَةِ بِالْاِعْلَامِ عَلٰى قَوْلَيْنِ :

(١) اَلْجَوَازُ : كَثِيْرٌ مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيْثِ وَالْفِقْهِ وَالْأُصُوْلِ . (٢) عَدَمُ الْجَوَازِ :

غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَغَيْرِهِمْ ، وَهُوَ الصَّحِيْحُ ، لِأَنَّهُ قَدْ يَعْلَمُ الشَّيْخُ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ رِوَايَتُهُ لٰكِنْ لَا تَجُوْزُ رِوَايَتُهُ لِخَلَلٍ فِيْهِ ، نَعَمْ لَوْ أَجَازَهُ بِرِوَايَتِهِ جَازَتْ رِوَايَتُهُ . (جـ) أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ : يَقُوْلُ فِي الْأَدَاءِ : أَعْلَمَنِيْ شَيْخِيْ بِكَذَا .

ترجمہ: اِعلام۔ (أ) اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ طالب علم کو بتائے کہ یہ حدیث یا یہ کتاب اس کی سماع (سنی ہوئی) ہے۔ (ب) اس کے ذریعے روایت کا حکم: اِعلام کی بناء پر روایت کے حکم میں علماء کا دوقول پر اختلاف واقع ہے: (۱) جائز ہے: بہت سے محدثین، فقہاء اور اصولیین کے نزدیک۔ (۲) جائز نہیں ہے: کئی ایک محدثین و دیگر حضرات کے نزدیک، اور یہی صحیح ہے کیونکہ کبھی کبھی شیخ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث اسی کی مروی ہے مگر کسی خرابی کی بناء پر اس کی روایت جائز نہیں ہوتی، ہاں اگر اس کی روایت کی اجازت دے دے تو روایت کرنا جائز ہوگا۔ (ج) ادائیگی کے الفاظ: ادائیگی کے وقت یہ کہے کہ مجھے میرے شیخ نے یہ بتایا۔

شرح:- اِعلام، باب افعال کا مصدر ہے بمعنی بتلانا، علم میں لانا۔ اصطلاح میں اس کی صورت یہ ہے کہ استاذِ حدیث طالب علم کو یہ بتائے کہ فلاں حدیث یا فلاں کتاب میری روایت ہے یا میری سنی ہوئی ہے۔ کبھی تو اس کے ساتھ روایت کرنے کی اجازت بھی دے گا اور کبھی صرف بتانے پر اکتفاء کرے گا۔ اعلام سے روایت کرنے کے حکم میں علماء کے دوقول ہیں:

(۱) ابن جریج، ابن صباغ اور بہت سارے محدثین، فقہاء و اصولیین کے نزدیک اس کی بناء پر روایت کرنا جائز ہے۔ (۲) لیکن بہت سے دیگر محدثین کے نزدیک جب تک اجازت بھی شامل نہ ہو روایت کرنا جائز نہیں، کیونکہ بسا اوقات شیخ کا یہ قول درست ہوتا ہے کہ یہ کتاب میری سنی ہوئی ہے لیکن کسی وجہ سے اس کا روایت کرنا ٹھیک نہیں ہوتا اس لیے صرف اِعلام کا اعتبار نہیں کر سکتے، جب اِعلام کی بناء پر روایت صحیح ہوگی تو یوں کہے گا کہ مجھے میرے فلاں شیخ نے یہ بتایا۔

۷ - اَلْوَصِيَّةُ

(أ) صُوْرَتُهَا : أَنْ يُوْصِيَ الشَّيْخُ عِنْدَ مَوْتِهِ أَوْ سَفَرِهِ لِشَخْصٍ بِكِتَابٍ مِنْ كُتُبِهِ الَّتِيْ

يَرْوِيْهَا .(ب) حُكْمُ الرِّوَايَةِ : (١) اَلْجَوَازُ : لِبَعْضِ السَّلَفِ ، وَهُوَ غَلَطٌ لِأَنَّهُ أَوْصىٰ لَهُ بِالْكِتَابِ وَلَمْ يُوْصِ لَهُ بِرِوَايَتِهِ . (٢) عَدَمُ الْجَوَازِ : وَهُوَ الصَّوَابُ .(جـ) أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ : يَقُوْلُ : أَوْصىٰ اِلَيَّ فُلَانٌ بِكَذَا أَوْ حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ وَصِيَّةً .

ترجمہ : وصیت۔ (أ) اس کی صورت: یہ کہ شیخ اپنی وفات کے وقت یا سفر پر جاتے وقت کسی شخص کے لیے اپنی ان کتابوں میں سے کسی کتاب کی وصیت کردے جن کو وہ روایت کرتا ہو۔
(ب) روایت کا حکم: (۱) جائز ہے: بعض بزرگوں کے نزدیک، لیکن یہ غلط ہے اس لیے کہ اس نے طالب علم کے لیے کتاب کی وصیت کی ہے، روایت کرنے کی وصیت نہیں کی۔ (۲) جائز نہیں ہے: یہی درست ہے۔ (ج) ادائیگی کے الفاظ: یوں کہے کہ فلاں نے مجھے اس (کتاب یا حدیث) کی وصیت کی یا فلاں نے مجھ سے وصیت کے طور پر بیان کیا۔

شرح :۔ وصیت، کے لغوی معنی ہیں تاکید۔ چونکہ سفر پر جانے یا وفات کے وقت انسان دوسرے کو جو کہتا ہے وہ اس کی طرف سے کسی بات کی تاکید ہوتی ہے اس لیے اس کا نام وصیت رکھا جاتا ہے۔ اصطلاح میں وصیت کے معنی یہ ہیں کہ شیخ اپنی وفات یا سفر پر روانگی کے وقت کسی کو اپنی مرویات میں سے کسی کتاب کے دینے کی وصیت کردے۔ وصیت کی بناء پر روایت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں بھی دو قول ہیں: (۱) ابن سیرینؒ اور ابو قلابہؒ وغیرہ نے جائز قرار دیا ہے۔ (۲) جمہور محدثین کے نزدیک اس سے روایت درست نہیں ہے، کیونکہ فقط کتاب دینے کی وصیت کی گئی ہے، روایت کرنے کی نہیں کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن سیرینؒ وغیرہ کے دور میں وصیت میں خصوصی اجازت شامل سمجھی جاتی تھی، اسی لیے الگ سے اجازت دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

٨ — اَلْوِجَادَةُ

بِكَسْرِ الْوَاوِ ، مَصْدَرُ " وَجَدَ " وَهٰذَا الْمَصْدَرُ مُوَلَّدٌ غَيْرُ مَسْمُوْعٍ مِنَ الْعَرَبِ .
(أ) صُوْرَتُهَا : أَنْ يَجِدَ الطَّالِبُ أَحَادِيْثَ بِخَطِّ شَيْخٍ يَرْوِيْهَا ، يَعْرِفُهُ ذٰلِكَ الطَّالِبُ وَلَيْسَ لَهُ سَمَاعٌ مِنْهُ وَلَا اِجَازَةٌ .(ب) حُكْمُ الرِّوَايَةِ بِهَا : اَلرِّوَايَةُ بِالْوِجَادَةِ مِنْ بَابِ

الْمُنْقَطِعِ ، لٰكِنْ فِيْهَا نَوْعُ اِتِّصَالٍ .(ج) أَلْفَاظُ الْأَدَاءِ : يَقُوْلُ الْوَاجِدُ : وَجَدْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ أَوْ قَرَأْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ كَذَا، ثُمَّ يَسُوْقُ الْإِسْنَادَ وَالْمَتْنَ .

ترجمہ : وجادت۔ واؤ کے کسرے کے ساتھ وَجَدَ کا مصدر ہے، لیکن یہ مصدر ایجاد کردہ ہے، عربوں سے سنا ہوا نہیں۔ (اُ) اس کی صورت: یہ ہے کہ طالب علم کو کسی شیخ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی چند احادیث مل جائیں جنہیں وہ روایت کرتا تھا، طالب علم اس کو پہچانتا ہو اور اس کو اس سے نہ سماع حاصل ہو نہ اجازت۔ (ب) اس کے ذریعے روایت کا حکم: وجادت کی بناء پر روایت منقطع کے قبیل سے ہے مگر اس میں ایک قسم کا اتصال بھی پایا جاتا ہے۔ (ج) ادائیگی کے الفاظ: حدیث پانے والا یوں کہے ''مجھے فلاں کی تحریر میں ملا'' یا ''میں نے فلاں کی اس طرح تحریر پڑھی''، اس کے بعد اسناد اور متن ذکر کرے۔

شرح:- وجادۃ، باب ضرب کے فعل وَجَدَ کا مصدر ہے لیکن یہ مصدر عربوں سے نہیں سنا گیا، یعنی فِعَالَۃ جیسے اِمَامَۃٌ کا وزن تو سنا گیا ہے لیکن وَجَدَ یَجِدُ سے اس وزن پر مصدر نہیں سنا گیا، اس لیے یہ متاخرین کا ایجاد کردہ ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں ''پانا''۔ اصطلاح میں اس کی صورت یہ ہے کہ طالب علم کو کسی جگہ ایسے شیخ کی چند حدیثیں لکھی ہوئی مل جائیں کہ وہ خط اور تحریر سے پہچان لے کہ یہ فلاں شیخ کی لکھی ہوئی ہیں لیکن اُس سے طالب علم کو کسی قسم کی اجازت یا سماع حاصل نہ ہو۔ چونکہ باقاعدہ سماع یا اجازت حاصل نہیں ہوتی اس لیے وجادت منقطع ہی کے تحت داخل ہے البتہ شیخ کی تحریر براہِ راست پڑھنے کی وجہ سے اتصال کا شائبہ بھی موجود ہے مگر اس کا اعتبار نہیں۔ یہ تو جمہور کا قول ہے لیکن بعض حضرات نے بہت ہی تساہل سے کام لیا ہے اور انہوں نے وِجادہ کی بنیاد پر صحابہ کرامؓ تک سے روایت کر ڈالی جو درست نہیں اور بعض محدثین نے متابعات وشواہد میں اس کا اعتبار کیا ہے، مثلاً صحیح مسلم میں اس قسم کی روایات موجود ہیں جو وجادہ سے حاصل کی گئی تھیں مگر صرف متابعات وغیرہ میں۔ وجادہ کے مطابق عمل جائز ہے یا نہیں؟ بعض حضرات نے منع کیا ہے جبکہ بعض محققین عمل کو لازم قرار دیتے ہیں۔ واللہ اعلم

اَلْمَبْحَثُ الثَّالِثُ : كِتَابَةُ الْحَدِيْثِ وَضَبْطُهٗ وَالتَّصْنِيْفُ فِيْهِ

١ – حُكْمُ كِتَابَةِ الْحَدِيْثِ : اِخْتَلَفَ السَّلَفُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ فِيْ كِتَابَةِ الْحَدِيْثِ عَلٰى أَقْوَالٍ : (أ) فَكَرِهَهَا بَعْضُهُمْ : مِنْهُمُ ابْنُ عُمَرَ ، وَابْنُ مَسْعُوْدٍ ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ . (ب) وَأَبَاحَهَا بَعْضُهُمْ : مِنْهُمْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو ، وَأَنَسٌ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ وَأَكْثَرُ الصَّحَابَةِ . (جـ) ثُمَّ أَجْمَعُوْا بَعْدَ ذٰلِكَ عَلٰى جَوَازِهَا : وَزَالَ الْخِلَافُ ، وَلَوْ لَمْ يُدَوَّنِ الْحَدِيْثُ فِي الْكُتُبِ لَضَاعَ فِي الْأَعْصَارِ الْمُتَأَخِّرَةِ لَا سِيَّمَا فِيْ عَصْرِنَا . ٢ – سَبَبُ الْإِخْتِلَافِ فِيْ حُكْمِ كِتَابَتِهٖ : وَسَبَبُ الْخِلَافِ فِيْ حُكْمِ كِتَابَتِهٖ أَنَّهٗ وَرَدَتْ أَحَادِيْثُ مُتَعَارِضَةٌ فِي الْإِبَاحَةِ وَالنَّهْيِ ، فَمِنْهَا : (أ) حَدِيْثُ النَّهْيِ : مَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : " لَا تَكْتُبُوْا عَنِّيْ شَيْئاً اِلَّا الْقُرْآنَ ، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّيْ شَيْئاً غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهٗ ". (ب) حَدِيْثُ الْإِبَاحَةِ : مَا أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : " اُكْتُبُوْا لِأَبِيْ شَاهٍ "، وَهُنَاكَ أَحَادِيْثُ أُخْرٰى فِيْ اِبَاحَةِ الْكِتَابَةِ ، مِنْهَا الْإِذْنُ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو .

ترجمہ: بحث سوم: حدیث کولکھنا، یاد کرنا اور اس میں تصنیف کرنا۔ صحابہ وتابعین وغیرہ بزرگوں کا کتابتِ حدیث کے بارے میں چند اقوال پر اختلاف واقع ہوا ہے: (أ) چنانچہ بعض حضرات نے اس کو ناپسند کیا ہے، ان ہی میں ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ اور زید بن ثابتؓ ہیں۔

(ب) اور بعض دوسرے حضرات نے اس کی اجازت دی ہے، ان میں عبداللہ بن عمروؓ، انسؓ، عمر بن عبدالعزیزؒ اور اکثر صحابہؓ ہیں۔ (ج) اس کے بعد پھر ان سب کا اس کے جواز پر اجماع ہوگیا اور اختلاف زائل ہوگیا۔ کتابوں میں اگر حدیث کو جمع نہ کیا جاتا تو اخیر زمانوں میں وہ ضائع ہوچکی ہوتی بالخصوص ہمارے دور میں۔ کتابتِ حدیث میں اختلاف کا سبب: حدیث کے لکھنے میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس کی اجازت وممانعت کے بارے میں باہم متعارض احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں: (أ) ممانعت والی حدیث: وہ جس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ جناب

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو، جس نے مجھ سے قرآن کے سوا کچھ لکھا ہو وہ اس کو مٹا دے''۔ (ب) اجازت والی حدیث: جس کو شیخین نے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ابوشاہ کے لیے لکھ دو''، یہاں چند اور حدیثیں بھی ہیں جو کتابت کی اجازت کے بارے میں ہیں۔ ان ہی میں سے عبداللہ بن عمروؓ کو اجازت دینا بھی ہے۔

شرح :- ابتدائی دور میں صحابہ وتابعین کا کتابتِ حدیث کے بارے میں اختلاف رہا ہے چنانچہ اس بارے میں ان کے دو گروہ تھے: (۱) حضرت ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ اور ابوسعید خدریؓ وغیرہ اس کے عدم جواز کے قائل تھے۔ (۲) دوسری طرف بہت سے حضرات اس کو جائز سمجھتے تھے جن میں صحابہ کرام میں سے حضرت علیؓ، حسینؓ، عبداللہ بن عمروؓ، انسؓ، جابرؓ وغیرہ ہیں اور تابعین میں سے ابوقلابہؒ، ابوملیحؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ ہیں۔ حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ سے دونوں طرح روایات ہے۔

اس اختلاف کی وجہ یہ بنی کہ اس سلسلے میں احادیث متعارض تھیں یعنی بعض احادیث سے اس کی ممانعت معلوم ہوتی تھی چنانچہ اوپر مذکور ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید کے علاوہ لکھنے سے منع فرما دیا، لیکن دوسری طرف لکھنے کے متعلق بھی احادیث وارد ہوئی ہیں چنانچہ مذکورہ بالا دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ابوشاہ نامی ایک صاحب کے لیے حدیث لکھنے کا حکم ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن عمروؓ نے اپنے بھولنے کی شکایت کی اور لکھنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے انہیں بھی اجازت مرحمت فرمائی [ابوداؤد]۔ اسی طرح ایک انصاری صحابیؓ نے آپ ﷺ سے اپنے بھولنے کی شکایت کی تو آپ نے ان سے فرمایا: ''اپنے سیدھے ہاتھ سے مدد لو'' اور آپ نے لکھنے کی طرف اشارہ کیا۔ [ترمذی] اب ہر ایک نے اس حدیث کے مطابق عمل کیا جو اس کو اس سلسلے میں موصول ہوئی تھی، لیکن بعد میں جب تمام احادیث جمع ہو گئیں اور باہم تعارض دور کر دیا گیا تو کتابتِ حدیث کے جواز پر سب کا اتفاق ہو گیا، اب کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں کتابیں بھی لکھی گئیں اور ہر طرح سے اس کو محفوظ کیا گیا۔ اگر حفاظت و کتابت کا یہ سلسلہ نہ ہوتا تو شاید احادیث کا ایک بہت بڑا حصہ ضائع ہو چکا ہوتا۔ واللہ اعلم

٣ - اَلْجَمْعُ بَيْنَ أَحَادِيْثِ الْإِبَاحَةِ وَالنَّهْيِ : لَقَدْ جَمَعَ الْعُلَمَاءُ بَيْنَ أَحَادِيْثِ النَّهْيِ وَالْإِبَاحَةِ عَلىٰ وُجُوْهٍ مِنْهَا : (أ) قَالَ بَعْضُهُمْ : اَلْإِذْنُ بِالْكِتَابَةِ لِمَا خِيْفَ نِسْيَانُهُ لِلْحَدِيْثِ ، وَالنَّهْيُ لِمَنْ أَمِنَ النِّسْيَانَ وَخِيْفَ عَلَيْهِ اتِّكَالُهُ عَلَى الْخَطِّ إِذَا كَتَبَ .
(ب) وَقَالَ بَعْضُهُمْ : جَاءَ النَّهْيُ حِيْنَ خِيْفَ اخْتِلَاطُهُ بِالْقُرْآنِ ، ثُمَّ جَاءَ الْإِذْنُ بِالْكِتَابَةِ حِيْنَ أُمِنَ ذٰلِكَ ، وَعَلىٰ هٰذَا يَكُوْنُ النَّهْيُ مَنْسُوْخاً .

ترجمہ : اجازت اور ممانعت والی احادیث کے درمیان تطبیق: علماء نے ممانعت و اجازت سے متعلق احادیث کو مختلف طریقوں سے جمع کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں: (أ) بعض علماء نے فرمایا: لکھنے کی اجازت اس وقت کے لیے ہے جب حدیث کے بھولنے کا اندیشہ ہو اور ممانعت اس شخص کے لیے ہے جس کو بھولنے کا ڈر نہ ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ وہ جب لکھ لے گا تو تحریر ہی پر اعتماد کر لے گا۔
(ب) اور بعض علماء نے فرمایا: ممانعت اس وقت آئی تھی جب حدیث کے قرآن پاک کے ساتھ اختلاط کا ڈر تھا، پھر جب اس سے اطمینان ہو گیا تو لکھنے کی اجازت دے دی گئی، اس بناء پر ممانعت منسوخ ہو گی۔

شرح :- اجازت اور ممانعت والی احادیث کو مختلف طریقوں سے جمع کیا گیا ہے، مثلاً کہا گیا کہ:
(۱) لکھنے کی اجازت اس شخص کے لیے ہے جسے احادیث بھول جانے کا ڈر ہو اور ممانعت اس شخص کے لیے ہے جسے بھولنے کا ڈر نہ ہو بلکہ لکھنے کی صورت میں تحریر پر ہی اعتماد کا خوف ہو۔ (۲) جب تک قرآن مجید کے ساتھ اشتباہ کا ڈر تھا، ممانعت کی جاتی رہی پھر جب قرآن شریف نمایاں ہو گیا تو ممانعت ختم کر دی گئی، اس صورت میں ممانعت (نہی) منسوخ سمجھی جائے گی۔ (۳) بعض نے کہا کہ ممانعت نزولِ قرآن کے دور کے ساتھ خاص تھی اور جواز بعد والے زمانوں میں ہے۔ (۴) بعض نے کہا کہ ایک ہی صفحہ میں بغیر وضاحت لکھنے کی ممانعت ہے اور وضاحت کے ساتھ اجازت ہے۔

٤ - مَاذَا يَجِبُ عَلىٰ كَاتِبِ الْحَدِيْثِ ؟ يَنْبَغِيْ عَلىٰ كَاتِبِ الْحَدِيْثِ أَنْ يَصْرِفَ هِمَّتَهُ إِلىٰ ضَبْطِهِ وَتَحْقِيْقِهِ شَكْلاً وَنَقْطاً يُؤْمَنُ مَعَهُمَا اللَّبْسُ ، وَيُشَكِّلَ الْمُشْكِلَ لَا سِيَّمَا أَسْمَاءَ الْأَعْلَامِ ، لِأَنَّهَا لَا تُدْرَكُ بِمَا قَبْلَهَا وَلَا بِمَا بَعْدَهَا . وَأَنْ

يَكُوْنَ خَطُّهُ وَاضِحًا عَلىٰ قَوَاعِدِ الْخَطِّ الْمَشْهُوْرَةِ ، وَأَلَّا يَصْطَلِحَ لِنَفْسِهِ اصْطِلَاحًا خَاصًّا بِرَمْزٍ لَا يَعْرِفُهُ النَّاسُ ، وَيَنْبَغِيْ أَنْ يُحَافِظَ عَلىٰ كِتَابَةِ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ كُلَّمَا جَاءَ ذِكْرُهُ ، وَلَا يَسْأَمَ مِنْ تَكْرَارِ ذٰلِكَ ، وَلَا يَتَقَيَّدَ فِيْ ذٰلِكَ بِمَا فِي الْأَصْلِ إِنْ كَانَ نَاقِصًا ، وَكَذٰلِكَ الثَّنَاءُ عَلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالىٰ كَ " عَزَّ وَجَلَّ " وَكَذٰلِكَ التَّرَضِّيْ وَالتَّرَحُّمُ عَلَى الصَّحَابَةِ وَالْعُلَمَاءِ ، وَيُكْرَهُ الْإِقْتِصَارُ عَلَى الصَّلَاةِ وَحْدَهَا أَوِ التَّسْلِيْمِ وَحْدَهُ ، كَمَا يُكْرَهُ الرَّمْزُ إِلَيْهِمَا بِـ " ص " وَنَحْوِهِ مِثْلَ " صَلْعَم " وَعَلَيْهِ أَنْ يَكْتُبَهُمَا كَامِلَتَيْنِ .

ترجمہ : حدیث لکھنے والے پر کیا لازم ہے؟ حدیث لکھنے والے پر لازم ہے کہ وہ اپنی تمام تر توجہ الفاظِ حدیث کی شکلوں اور نقطوں کی ضبط و تحقیق پر مبذول کر دے جس کے بعد التباس کی گنجائش نہ رہے، اور مشکل لفظ پر خصوصاً ناموں پر اعراب لگائے کیونکہ ناموں کو ماقبل و مابعد کے لحاظ سے نہیں پہچانا جاتا، اور یہ کہ اس کا خط قواعدِ مشہورہ کے مطابق واضح ہو، اپنے لیے کسی خاص اشارہ کی اصطلاح مقرر نہ کرے جسے لوگ پہچانتے نہ ہوں، جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک آئے تو آپ پر درود و سلام کی پابندی کرے، بار بار ذکر سے نہ اُکتائے، اس سلسلے میں اگر اصل کتاب میں ناقص (نامکمل درود) ہو تو اس کی پابندی نہ کرے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ثناء کرے جیسے ''عزوجل'' وغیرہ کہہ لے، اسی طرح صحابہ و علماء کے لیے رضا و رحمت طلب کرے، اور صرف درود پر یا صرف سلام بھیجنے پر اکتفا مکروہ ہے جیسا کہ ان کی طرف ''ص'' یا ''صلعم'' کے ساتھ اشارہ کرنا بھی مکروہ ہے، کاتب پر لازم ہے کہ ان کو مکمل لکھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

شرح :- احادیث مبارکہ کے لکھنے سے ایک بڑی غرض اس کی حفاظت ہے اس لیے لکھنے والے شخص کی سب سے اہم ذمہ داری اپنے خط کو اس طرح واضح اور جلی کرنا ہے کہ کوئی بھی قاری بآسانی اسے پڑھ کر سمجھ سکے لہذا وہ لفظوں کی شکل اور نقاط واضح کرے تاکہ اشتباہ کا سبب نہ بنے، مشکل کلمات اور ناموں پر اعراب لگائے کیونکہ ناموں کا اعراب ماقبل و مابعد سے بھی سمجھ میں نہیں آتا، کتابت کے مقررہ عام ضابطوں پر چلے اور اپنے لیے کوئی خاص اصطلاح مقرر نہ کرے اور مختلف

نئے اشارات استعمال نہ کرے کیونکہ وہ ہر کسی کی سمجھ میں نہیں آئیں گے اور شکوک وشبہات پیدا کریں گے۔

کتابتِ حدیث ڈھیر ساری نیکیاں کمانے کا بھی ذریعہ ہے کیونکہ اس میں جتنی بار نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک آئے گا اگر اتنی ہی مرتبہ درود لکھے گا تو نہ صرف اس کو لکھنے کا ثواب ملے گا بلکہ پڑھنے والوں کے اجر میں بھی شریک رہے گا اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص درود شریف کو لکھتا ہے تو فرشتے اس کے لکھے رہنے تک اس شخص کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ [مزید دیکھیے: جواہر درود وسلام] لہذا اس سلسلے میں اصل کتاب جس سے نقل کر رہا ہو اس کی بھی پابندی ضروری نہیں بلکہ اس میں اگر کسی و ـ سے درود شریف مکمل نہیں لکھا ہوا ہو تو کاتب اپنی طرف سے درود کا اضافہ کرسکتا ہے مگر یہ کہ جب کوئی خاص عبارت بعینہٖ اتارنا مقصود ہو تو اسی کی پابندی کرے۔

درود پڑھتے وقت صرف صلاۃ پڑھنا یا صرف سلام بھیجنا جائز ہے مگر بعض علماء نے اسے بھی ناپسند کیا ہے اس لیے حتی الامکان صلاۃ وسلام دونوں کہے۔

درود شریف کے متعلق ایک قبیح رسم وہ جاری ہے جس سے دوسرے علماء کی طرح مصنف بھی منع فرما رہے ہیں، اور وہ ہے درود شریف کو پورے کلمات لکھنے کے بجائے صرف ''ص'' یا ''صلعم'' جیسا مختصر اشارہ کر دینا۔ یہ بہت ہی نامناسب حرکت ہے، علماء ومشائخ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے کیونکہ درود شریف جس طرح کہنا عبادت ہے اسی طرح لکھنا بھی عبادت ہے، اس میں بخل نہیں کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم

٥ – اَلْمُقَابَلَةُ وَكَيْفِيَّتُهَا : يَجِبُ عَلىٰ كَاتِبِ الْحَدِيْثِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ كِتَابَتِهٖ مُقَابَلَةُ كِتَابِهٖ بِـ[illegible]ـلِ شَيْخِهٖ ، وَلَوْ أَخَذَهُ عَنْهُ بِطَرِيْقِ الْاِجَازَةِ . وَكَيْفِيَّةُ الْمُقَابَلَةِ أَنْ يُمْسِكَ هُوَ وَشَيْخُهُ كِتَابَيْهِمَا حَالَ التَّسْمِيْعِ ، وَيَكْفِيْ أَنْ يُقَابِلَ لَهُ ثِقَةٌ آخَرُ فِيْ أَيِّ وَقْتٍ حَالَ الْقِرَاءَةِ أَوْ بَعْدَهَا ، كَمَا يَكْفِيْ مُقَابَلَتُهُ بِفَرْعٍ مُقَابَلٍ بِأَصْلِ الشَّيْخِ .

ترجمہ : مقابلہ اور اس کی کیفیت: کاتبِ حدیث کے ذمے لازم ہے کہ کتابت سے فراغت کے بعد اپنی کتاب (مسودہ) کا شیخ کے اصل نسخے کے ساتھ مقابلہ کرے اگرچہ وہ نسخہ شیخ سے

اجازت کے طریقے سے حاصل ہوا ہو۔ مقابلہ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ اور اس کا شیخ حدیث کی سماعت کے دوران اپنی اپنی کتاب پاس رکھیں اور یہ بھی کافی ہے کہ دوسرا قابلِ اعتماد شخص قرأت کے دوران یا اس کے بعد کسی بھی وقت اس کا شیخ کی کتاب سے مقابلہ کرلے جیسا کہ شیخ کی اصل کتاب سے مقابلہ کیے ہوئے کسی نسخے کے ساتھ مقابلہ کرلینا بھی کافی ہے۔

شرح:- مقابلہ سے مراد طالب علم کے لکھے ہوئے مسودہ کی شیخ کی کتاب یا تحریر سے تصحیح کرنا ہے یعنی ملا کر دیکھنا ہے کہ طالب علم سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی، لہذا یہ ایک اہم کام اور کتابت کی تکمیل ہے کہ اچھی طرح اطمینان نصیب ہو جائے اور شیخ کی اجازت کو کافی نہ سمجھا جائے جب وہ اجازت کے ساتھ کتاب دے چکا ہو۔

تقابل کے طریقے مختلف ہیں، مثلاً: (۱) طالب علم اپنے پاس شیخ کی اصل کتاب سے حدیثیں اتارنے کے بعد جب شیخ کے سامنے پڑھنے یا اس سے سننے کا موقعہ ہو تو اس وقت طالب علم اپنا لکھا ہوا مسودہ اور شیخ کی اصل کتاب سامنے رکھے تاکہ غلطی کی نشاندہی ہونے پر اس کی درستگی کرلے۔ (۲) دوسرا قابلِ اعتماد شخص شیخ اور طالب علم کے نسخوں کو آپس میں ملا کر دیکھ لے اور غلطیاں ٹھیک کردے۔ (۳) تصحیح کے لیے شیخ کا اصل نسخہ لینے کے بجائے کوئی ایسا نسخہ لے لیا جائے جس کی تصحیح شیخ کی کتاب سے کردی گئی ہو۔ یہ تینوں طریقے درست ہیں۔

٦ – اِصْطِلَاحَاتٌ فِيْ كِتَابَةِ أَلْفَاظِ الْأَدَاءِ وَغَيْرِهَا : غَلَبَ عَلٰى كَثِيْرٍ مِنْ كُتَّابِ الْحَدِيْثِ الْإِقْتِصَارُ عَلَى الرَّمْزِ فِيْ أَلْفَاظِ الْأَدَاءِ ، فَمِنْ ذٰلِكَ أَنَّهُمْ يَكْتُبُوْنَ : (أ) حَدَّثَنَا : " ثَنَا " أَوْ " نَا ". (ب) أَخْبَرَنَا : " أَنَا " أَوْ " نَا ". (جـ) تَحْوِيْلُ الْإِسْنَادِ إِلٰى إِسْنَادٍ آخَرَ : يَرْمُزُوْنَ لَهٗ بِـ " ح " ، وَيَنْطِقُ الْقَارِئُ بِهَا هٰكَذَا " حَا ". (د) جَرَتِ الْعَادَةُ بِحَذْفِ كَلِمَةِ " قَالَ " وَنَحْوِهَا بَيْنَ رِجَالِ الْإِسْنَادِ خَطًّا ، وَذٰلِكَ لِأَجْلِ الْإِخْتِصَارِ لٰكِنْ يَنْبَغِيْ لِلْقَارِئِ التَّلَفُّظُ بِهَا ، مِثْلَ " حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ " ، فَيَنْبَغِيْ عَلَى الْقَارِئِ أَنْ يَقُوْلَ " قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ " كَمَا جَرَتِ الْعَادَةُ بِحَذْفِ " أَنَّهٗ " فِيْ أَوَاخِرِ الْإِسْنَادِ اِخْتِصَاراً ، مِثْلَ " عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ

قَالَ "، فَيَنْبَغِيْ لِلْقَارِئِ النُّطْقُ بِـ " أَنَّهُ " فَيَقُوْلُ " أَنَّهُ قَالَ " وَذٰلِكَ تَصْحِيْحًا لِلْكَلَامِ مِنْ حَيْثُ الْإِعْرَابِ .

ترجمہ : الفاظِ اداء وغیرہ لکھنے میں اصطلاحات: اکثر کاتبینِ حدیث کا یہ غالب معمول بن چکا ہے کہ وہ الفاظِ ادا کی کتابت میں اشارات پر اکتفا کرتے ہیں، چنانچہ ان ہی میں سے ہے کہ وہ اس طرح لکھتے ہیں: (أ) حَدَّثَنَا کو ثَنَا یانَا (ب) أَخْبَرَنَا کو أَنَا یا نَا (ج) ایک سند کو دوسری سند کی طرف پھیرنا: اس کے لیے وہ "ح" کا اشارہ استعمال کرتے ہیں اور قاری اس کا تلفظ "حا" سے کرتا ہے۔ (د) سند کے رواۃ کے درمیان تحریری طور پر "قَالَ" وغیرہ کلمات کو حذف کرنے کا رواج چل پڑا ہے، اور یہ اختصار کی غرض سے ہے لیکن قاری کو ان کا تلفظ کرنا چاہیے جیسے " حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ " میں قاری کو چاہیے کہ یوں کہے: " قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ " ۔ اسی طرح سند کے آخر میں اختصار کی غرض سے أَنَّهُ حذف کرنے کا بھی رواج عام ہے جیسے " عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ "، تو قاری کو أَنَّهُ پڑھ لینا چاہیے لہذا أَنَّهُ قَالَ کہے، اور یہ کلام کو بحیثیت ترکیب درست کرنے کے لیے ہے۔

شرح :- کاتبینِ حدیث دورانِ سند اشارات کا استعمال بھی کرتے ہیں یعنی پوری بات نقل کرنے کی بجائے اس کی طرف شارہ کردیتے ہیں تا کہ قاری اس کو پورا لفظ بنا کر تلفظ کرے لیکن لکھنے میں اختصار ہو جائے، لہذا ان اشارات کو بھی سمجھ لینا ضروری ہے، مثلاً وہ حَدَّثَنَا کو ثَنَا یانَا اور اَخْبَرَنَا کو أَنَا یانَا لکھتے ہیں اور جہاں سے ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہوتے ہیں یعنی تحویل کے مقام پر صرف "ح" لکھ دیتے ہیں اور پڑھتے وقت اسے "حا" پڑھتے ہیں۔ کتاب پڑھنے والے کو چاہیے کہ وہ ان تمام جگہوں میں اصل مشار الیہ جملہ کہے یعنی ثَنَا کو حَدَّثَنَا پڑھے۔

اسی طرح ہر شیخ کے بعد ایک قَـــالَ ہونا چاہیے مگر لکھتے وقت اختصاراً اس کو بھی حذف کردیتے ہیں اس لیے پڑھنے والا اس کا خیال رکھے اور ہر شیخ کے ذکر کے بعد قَـــالَ ضرور پڑھے تا کہ عبارت درست ہو سکے مثلاً حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ کو یوں پڑھے: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ۔ نیز سند کے آخری راوی کے بعد أَنَّهُ بھی

محذوف ہوتا ہے لیکن پڑھتے وقت اس کا بھی تلفظ کریں گے مثلاً عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کو یوں پڑھے: عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّهٗ قَالَ ۔

٧ – اَلرِّحْلَةُ فِیْ طَلَبِ الْحَدِیْثِ : لَقَدِ اعْتَنیٰ سَلَفُنَا بِالْحَدِیْثِ عِنَایَةً لَیْسَ لَهَا نَظِیْرٌ ، وَصَرَفُوْا فِیْ جَمْعِهٖ وَضَبْطِهٖ مِنَ الْاِهْتِمَامِ وَالْجُهْدِ وَالْوَقْتِ مَا لَا یَکَادُ یُصَدِّقُهُ الْعَقْلُ ، فَبَعْدَ أَنْ یَجْمَعَ أَحَدُهُمُ الْحَدِیْثَ مِنْ شُیُوْخِ بَلَدِهٖ یَرْحَلُ اِلیٰ بِلَادٍ وَأَقْطَارٍ أُخْریٰ قَرِیْبَةٍ أَوْ بَعِیْدَةٍ لِیَأْخُذَ الْحَدِیْثَ مِنْ شُیُوْخِ تِلْكَ الْبِلَادِ ، وَیَتَجَشَّمُ مَشَاقَّ السَّفَرِ وَشَظَفَ الْعَیْشِ بِنَفْسٍ رَاضِیَةٍ ، وَقَدْ صَنَّفَ الْخَطِیْبُ الْبَغْدَادِیُّ کِتَاباً سَمَّاهُ " الرِّحْلَةُ فِیْ طَلَبِ الْحَدِیْثِ " ،جَمَعَ فِیْهِ مِنْ أَخْبَارِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ فِی الرِّحْلَةِ فِیْ طَلَبِ الْحَدِیْثِ مَا یُعْجِبُ الْاِنْسَانُ لِسَمَاعِهٖ ، فَمَنْ أَحَبَّ سَمَاعَ تِلْكَ الْأَخْبَارِ الشَّیِّقَةِ فَعَلَیْهِ بِذٰلِكَ الْکِتَابِ ، فَاِنَّهٗ مُنَشِّطٌ لِطُلَّابِ الْعِلْمِ شَاحِذٌ لِهِمَمِهِمْ مُقَوٍّ لِعَزَائِمِهِمْ .

ترجمہ : طلبِ حدیث کے لیے سفر: ہمارے بزرگوں نے حدیث پاک کا اتنا زیادہ اہتمام کیا ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی اور اس کو اکٹھا اور ضبط کرنے میں وہ ہمت، محنت اور وقت صرف کیا ہے کہ عقل اس کی تصدیق نہ کر سکے، ان میں سے جب کوئی اپنے شہر کے شیوخ سے حدیث اکٹھی کر لیتا تو دوسرے شہروں اور ملکوں کا سفر کرتا چاہے وہ نزدیک ہوں یا دور، مقصد یہ ہوتا کہ ان شہروں کے شیوخ سے بھی حدیث حاصل کر لے اور سفر کی مشقتیں، معاش کی تنگی کو دلی اطمینان کے ساتھ گوارا کر لیتا۔ خطیب بغدادی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام انہوں نے ''الرحلة فی طلب الحدیث'' (طلبِ حدیث کی خاطر سفر) رکھا،، اس میں انہوں نے صحابہ وتابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے طلبِ حدیث کے لیے سفر سے متعلق وہ وہ واقعات لکھے ہیں کہ انسان کو ان کے سننے سے ہی تعجب ہو، تو جس کو ان دلچسپ واقعات کے سننے کا شوق ہو وہ یہ کتاب ضرور لے کیونکہ یہ علم کے طلب گاروں میں نشاط پیدا کرنے والی، ان کی ہمتوں کو بلند اور ان کے پختہ ارادوں کو قوت بخشنے والی ہے۔

شرح :- علمی شغف رکھنے والے حضرات نے یقیناً بڑے بڑے طویل سفر حدیث طلب کرنے

کی خاطر فرمائے ہیں۔ کثیر بن قیسؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو درداءؓ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص ان خدمت میں آئے اور کہا کہ میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث کی و ہ سے آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ وہ آپ نے حضور اقدس ﷺ سے سُنی ہے۔ ابو درداءؓ نے پوچھا کوئی اور تجارتی کام نہیں تھا؟ اُنہوں نے کہا: نہیں۔ ابو درداءؓ نے پھر پوچھا کہ کوئی دوسری غرض تو نہ تھی؟ کہا: نہیں، صرف حدیث ہی معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں......الخ۔

سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر راتوں اور دِنوں پیدل چلا ہوں۔ امام بخاریؒ نے گیارہ سال کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی، اپنے شہر میں جتنی احادیث مل سکیں اُن کو حاصل کر لینے کے بعد بلخ، بغداد، مکہ مکرمہ، بصرہ، کوفہ، شام، عسقلان، حمص اور دمشق وغیرہ کئی شہروں میں گئے اور ہر جگہ جو ذخیرہ حدیث کا مل سکا' حاصل فرمایا اور ایسی نوعمری میں اُستادِ حدیث بن گئے تھے کہ منہ پر داڑھی کا ایک بال بھی نہ نکلا تھا۔ [حکایاتِ صحابہؓ]

ایک صاحب نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ عبداللہ بن مبارکؒ نے جواب دیا: (حصولِ علم کے لیے) سفر کرنے کی بدولت مغفرت فرمادی۔ [تاریخ دمشق]

امام شعبیؒ سے کسی نے پوچھا: اس قدر علم آپ نے کیسے حاصل کیا؟ فرمایا (۱) بے اعتمادی (۲) مختلف شہروں کے سفر (۳) جمادات کی طرح صبر اور (۴) کوے کی طرح سویرے سویرے نکلنے کی و ہ سے یہ علم عطا ہوا۔ [تذکرۃ الحفاظ] شعبیؒ کوفہ کے رہنے والے تھے، اپنے کسی شاگرد کو ایک مرتبہ حدیث سنائی اور فرمایا کہ لے، گھر بیٹھے مفت مل گئی ورنہ اس سے کم کے لیے بھی مدینہ منورہ کا سفر کرنا پڑتا تھا۔

امام ابوحنیفہؒ بڑی شدت کے ساتھ ناسخ اور منسوخ احادیث کی تحقیق فرماتے تھے، کوفہ جو اس زمانہ میں علم کا گھر کہلاتا تھا' اس میں جتنے محدثین تھے، سب کی احادیث کو جمع فرمایا تھا اور جب کوئی باہر سے محدث آتے تو شاگردوں کو حکم فرماتے کہ ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو جو اپنے پاس نہ ہو تو اس کی تحقیق کرو۔ [حکایاتِ صحابہؓ]

ابن جریر طبریؒ تحصیل علم کے لیے عالم اسلام کے چپہ چپہ گھومے، طالب علمی میں غربت اور مفلسی کا ایک ایسا وقت بھی آیا کہ تن کے کپڑے بیچ کر گذر اوقات کیا۔[تذکرۃ الحفاظ] حقیقت تو یہ ہے کہ علم حدیث جو آج چودہ سو برس کے بعد بھی نہایت آب وتاب سے باقی ہے وہ کس محنت اور جانفشانی سے محفوظ کیا گیا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی اور سلف کے حالات پڑھنے سے ہی اس کا کچھ ادراک کیا جا سکتا ہے۔

٨ – أَنْوَاعُ التَّصْنِيْفِ فِي الْحَدِيْثِ : يَجِبُ عَلىٰ مَنْ يَجِدُ فِيْ نَفْسِهِ الْمَقْدَرَةَ عَلىٰ التَّصْنِيْفِ فِي الْحَدِيْثِ ـ وَغَيْرِهٖ ـ أَنْ يَقُوْمَ بِالتَّصْنِيْفِ وَذٰلِكَ لِجَمْعِ الْمُتَفَرِّقِ ، وَتَوْضِيْحِ الْمُشْكِلِ ، وَتَرْتِيْبِ غَيْرِ الْمُرَتَّبِ ، وَفَهْرَسَةِ غَيْرِ الْمُفَهْرَسِ مِمَّا يُسَهِّلُ عَلىٰ طَلَبَةِ الْحَدِيْثِ الْإِسْتِفَادَةَ مِنْهُ بِأَيْسَرِ طَرِيْقٍ وَأَقْرَبِ وَقْتٍ ، وَلْيَحْذَرْ اِخْرَاجَ كِتَابِهٖ قَبْلَ تَهْذِيْبِهٖ وَتَحْرِيْرِهٖ وَضَبْطِهٖ ، وَلْيَكُنْ تَصْنِيْفُهٗ فِيْمَا يَعُمُّ نَفْعُهٗ وَتَكْثُرُ فَائِدَتُهٗ .

ترجمہ : حدیث کے متعلق تصنیف کی قسمیں: جس شخص کو بھی حدیث وغیرہ علوم میں مقدرت حاصل ہو، اس کے ذمے لازم ہے کہ وہ کتاب تصنیف کرے، اور یہ متفرق کو اکٹھا، مشکل کی وضاحت، غیر مرتب کو مرتب اور جس کی فہرست نہیں بنی اس کی فہرست تیار کرنے کی غرض سے ہو اس طرح کا کام جس سے طالبینِ حدیث کے لیے آسان ذریعے اور کم وقت کے اندر حدیث پاک سے استفادہ ممکن ہو۔ کتاب کو اس کی تصحیح، اصلاح اور درستگی سے پہلے چھاپنے سے احتیاط کرے اور اس کی تصنیف اس چیز میں ہونی چاہیے جس کا نفع عام اور فائدہ زیادہ ہو۔

شرح :- اپنی بات دوسروں تک پہونچانے کے دو طریقے ہیں: (۱) تحریر۔ (۲) تقریر۔ تقریر وقتی چیز ہوتی ہے اور تحریر مستقل اور پائیدار، تقریر کا اثر اکثر مختصر اور محدود ہوتا ہے، مخاطبین کے علاوہ دوسروں تک صحیح لب ولہجہ اور مکمل انداز کی رعایت کے ساتھ منتقل نہیں کیا جا سکتا' جبکہ تحریر اپنے پورے زور وآہنگ کے ساتھ ہر جگہ اور ہر ایک کے سامنے پہنچ سکتی ہے۔ جس شخص کو اللہ نے صلاحیت دی ہو اُسے لکھنے سے پرہیز نہیں کرنا چاہیے۔ ابن جوزیؒ نے ایک مرتبہ منبر پر فرمایا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔

ابن جریر طبریؒ چالیس سال تک ہمیشہ چالیس ورق روزانہ لکھتے تھے، ان کی تاریخ مشہور ہے جب اس کی تصنیف کا ارادہ ظاہر کیا تو لوگوں سے پوچھا کہ تمام عالم کی تاریخ سے تو تم لوگ بہت خوش ہوگے؟ لوگوں نے پوچھا کہ اندازاً کتنی بڑی ہوگی؟ کہنے لگے کہ تقریباً تیس ہزار ورق پر آئے گی۔ لوگوں نے کہا: اس کے پورا کرنے سے پہلے عمریں فنا ہو جائیں گی۔ فرمایا کہ اناللہ ہمتیں پست ہوگئیں۔ اس کے بعد مختصر کیا اور تقریباً تین ہزار ورق پر لکھی۔ اسی طرح ان کی تفسیر کا بھی قصہ ہوا۔

علم حدیث میں تصنیف سے غرض چند چیزیں ہونی چاہئیں: (۱) مختلف کتب میں متفرق ابواب میں بکھری ہوئی اور اکابر کی یادداشت میں محفوظ حدیثوں کو ان سے سن کر یکجا کرنا۔ (۲) باعثِ اشکال اور حل طلب مضامینِ حدیث کی وضاحت اور تفصیل کرنا۔ (۳) غیر مرتب احادیث کو ترتیب دینا مثلاً ایک باب سے متعلق احادیث اسی باب میں ذکر کرنا۔ (۴) جن احادیث کی اب تک فہرست نہیں بن سکی ان کی فہرست بنا دینا۔ ان جیسے اور مقاصدِ حسنہ جن سے طلبہ کو فائدہ پہنچے اور وہ کم سے کم وقت میں احادیث سے استفادہ کر سکیں اور انہیں اس سلسلے میں زیادہ مشقت نہ اٹھانی پڑے تاکہ وہ اپنے اوقات کو مزید اچھے کاموں میں صرف کر سکیں اور اسلام اور مسلمانوں کی بہتر سے بہتر خدمت سرانجام دے سکیں۔

کتاب کو ایک مرتبہ ترتیب دینے کے بعد اس کے تمام عنوانات، ابواب اور خاکہ اور الگ الگ لکھی ہوئی عبارتیں بار بار دیکھے اور سوچے کہ اس سے بہتر ترتیب کیا ہو سکتی ہے اور کتاب میں کوئی غلطی تو واقع نہیں ہوئی؟! بعض اوقات ترمیم کی ضرورت پیش آسکتی ہے مثلاً کچھ باتوں کو ختم کرنا پڑتا ہے، کچھ کا اضافہ کرنا پڑتا ہے، کچھ میں تقدیم و تاخیر کرنی پڑتی ہے۔ لہٰذا مسودہ تیار ہونے کے بعد جب اچھی طرح دیکھ نہ لے اور بغور مضامین کا جائزہ لے کر اطمینانِ قلبی نہ ہو جائے، اس وقت تک چھاپنے سے گریز کرے۔

هٰذَا وَقَدْ صَنَّفَ عُلَمَاءُ الْحَدِيْثِ عَلىٰ أَشْكَالٍ مُتَنَوِّعَةٍ ، فَمِنْ أَشْهَرِ أَنْوَاعِ التَّصْنِيْفِ فِي الْحَدِيْثِ مَا يَلِيْ :(أ) اَلْجَوَامِعُ : اَلْجَامِعُ كُلُّ كِتَابٍ يَجْمَعُ فِيْهِ مُؤَلِّفُهٗ جَمِيْعَ الْأَبْوَابِ مِنَ الْعَقَائِدِ وَالْعِبَادَاتِ وَالْمُعَامَلَاتِ وَالسِّيَرِ وَالْمَنَاقِبِ وَالرِّقَاقِ

وَالْفِتَنِ وَأَخْبَارِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مِثْلَ " الْجَامِعِ الصَّحِيْحِ لِلْبُخَارِيِّ ". (ب) اَلْمَسَانِيْدُ : اَلْمُسْنَدُ كُلُّ كِتَابٍ جُمِعَ فِيْهِ مَرْوِيَّاتُ كُلِّ صَحَابِيٍّ عَلىٰ حِدَةٍ مِنْ غَيْرِ النَّظَرِ إِلَى الْمَوْضُوْعِ الَّذِيْ يَتَعَلَّقُ فِيْهِ الْحَدِيْثُ ، مِثْلَ " مُسْنَدِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ ".
(جـ) اَلسُّنَنُ : وَهِيَ الْكُتُبُ الْمُصَنَّفَةُ عَلىٰ أَبْوَابِ الْفِقْهِ ، لِتَكُوْنَ مَصْدَراً لِلْفُقَهَاءِ فِي اسْتِنْبَاطِ الْأَحْكَامِ ، وَتَخْتَلِفُ عَنِ الْجَوَامِعِ بِأَنَّهَا لَا يُوْجَدُ فِيْهَا مَا يَتَعَلَّقُ بِالْعَقَائِدِ وَالسِّيَرِ وَالْمَنَاقِبِ وَمَا إِلىٰ ذٰلِكَ ، بَلْ هِيَ مَقْصُوْرَةٌ عَلىٰ أَبْوَابِ الْفِقْهِ وَأَحَادِيْثِ الْأَحْكَامِ ، مِثْلَ " سُنَنِ أَبِيْ دَاوُدَ ".

ترجمه : نیز علماءِ حدیث نے مختلف اقسام کی کتابیں لکھی ہیں، چنانچہ حدیث کے موضوع پر تصنیف کی مشہور قسمیں مندرجہ ذیل ہیں: (أ) جوامع: جامع ہر وہ کتاب ہے جس میں اس کا مؤلف تمام ابواب یعنی عقائد، عبادات، معاملات، سِیَر، مناقب، رقاق، فتن اور روزِ قیامت کے احوال کو اکٹھا کردے مثلاً امام بخاریؒ کی جامع صحیح ۔ (ب) مسانید: مُسند ہر وہ کتاب ہے جس میں ہر صحابی کی مرویات جمع کر لی جائیں قطع نظر اس کے موضوع کے جس سے حدیث متعلق ہو مثلاً مسند امام احمد بن حنبلؒ ۔ (ج) سُنن: یہ فقہی ابواب کی ترتیب پر تصنیف کی گئیں کتابیں ہیں تا کہ استنباطِ احکام میں فقہاء کے لیے مرجع بن سکیں، یہ کتابیں جوامع سے اس بات میں مختلف ہیں کہ ان میں عقائد، سیر اور مناقب وغیرہ سے متعلق احادیث نہیں ہوتیں بلکہ ان میں ابوابِ فقہ اور احادیثِ احکام پر اکتفا کیا جاتا ہے مثلاً سنن ابوداؤد۔

شرح :- حدیث کی کتابیں اپنی خاص ترتیب اور وضع کے اعتبار سے کئی قسموں پر ہیں، حدیث کے طالب علم کو مراجعتِ کتب حدیث اور تصنیف کے لئے ان اقسام کا جاننا بھی ضروری ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) **جامع**: وہ کتاب ہے جس میں تفسیر، عقائد، آداب، احکام، مناقب، سِیَر، فتن، علامات قیامت، فقہی احکام اور مناقب وغیرہ ہر قسم کے مسائل کی حدیثیں جمع کی گئی ہوں جیسے: جامع بخاریؒ ۔ جوامع، جامع کی جمع ہے۔ (۲) **مسند**: وہ کتاب ہے جس میں احادیث کو صحابہٴ کرامؓ کے ناموں کی ترتیب

سے جمع کیا گیا ہو یعنی ہر صحابی کی تمام مرویات ایک جگہ ذکر کر دی گئی ہوں، خواہ کسی بھی باب سے متعلق ہوں۔ یہ ترتیب کبھی صحابہ کرامؓ کے مرتبوں کے اعتبار سے رکھی جاتی ہے اور کبھی حروف ہجا کے اعتبار سے اور کبھی پہلے یا بعد میں اسلام لانے کے اعتبار سے جیسے: مسند احمد، مسند دارمی، مسند بزار اور مسند ابوداؤد طیالسی۔ مسانید، مُسند کی جمع ہے۔

(۳) سنن: وہ کتاب ہے جس میں احادیث کو فقہی ترتیب سے جمع کیا جاتا ہے۔ ایسی کتاب کا خاص مقصد فقہاء کے دلائل کو جمع کرنا ہے جیسے: سنن ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی، سنن دارقطنی، سنن بیہقی۔ سنن، سُنَّۃ کی جمع ہے۔

(د) اَلْمَعَاجِمُ : اَلْمُعْجَمُ كُلُّ كِتَابٍ جَمَعَ فِيْهِ مُؤَلِّفُهُ الْحَدِيْثَ مُرَتَّباً عَلٰى أَسْمَاءِ شُيُوْخِهِ عَلٰى تَرْتِيْبِ حُرُوْفِ الْهِجَاءِ غَالِباً ،مِثْلَ " الْمَعَاجِمِ الثَّلاَ ثَةِ " لِلطَّبَرَانِيِّ وَهِيَ الْمُعْجَمُ الْكَبِيْرُ وَالْأَوْسَطُ وَالصَّغِيْرُ .(هـ) اَلْعِلَلُ : كُتُبُ الْعِلَلِ هِيَ الْكُتُبُ الْمُشْتَمِلَةُ عَلَى الْأَحَادِيْثِ الْمَعْلُوْلَةِ مَعَ بَيَانِ عِلَلِهَا ، وَذٰلِكَ مِثْلُ " الْعِلَلِ لِابْنِ أَبِيْ حَاتِمٍ " وَ " الْعِلَلِ لِلدَّارَقُطْنِيِّ ".(و) اَلْأَجْزَاءُ : اَلْجُزْءُ كُلُّ كِتَابٍ صَغِيْرٍ جُمِعَ فِيْهِ مَرْوِيَّاتُ رَاوٍ وَاحِدٍ مِنْ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ أَوْ جُمِعَ فِيْهِ مَا يَتَعَلَّقُ بِمَوْضُوْعٍ وَاحِدٍ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِقْصَاءِ ، مِثْلَ " جُزْءِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ " لِلْبُخَارِيِّ .

ترجمہ: معاجم: معجم ہر وہ کتاب ہے میں جس میں اس کا مؤلف حدیث پاک کو اپنے اساتذہ کے ناموں پر مرتب جمع کرے جس کی ترتیب زیادہ تر ہجائی ہوتی ہے، مثلاً امام طبرانیؒ کی تینوں معاجم جو کہ معجم کبیر، اوسط اور صغیر ہے۔ (ھ) عِلَل: کتبِ علل وہ کتابیں ہیں جو علت والی احادیث پر مشتمل ہوتی ہیں، اس کے ساتھ علتوں کا بیان بھی ہوتا ہے جیسے ابن ابی حاتم اور امام دارقطنی کی کتاب العلل۔ (و) اجزاء: جزء ہر وہ چھوٹی کتاب ہے جس میں رواۃِ حدیث میں سے ایک راوی کی مرویات جمع کی جائیں یا اس میں ایک موضوع سے متعلق تمام احادیث کا احاطہ کیا جائے مثلاً امام بخاریؒ کی جزء رفع الیدین فی الصلاۃ۔

شرح:- مزید تین اقسام کی کتابوں کا تعارف کرایا جا رہا ہے: (۴) معجم: وہ کتاب ہے جس میں

محدث اپنے شیوخ اور اساتذۂ حدیث کے ناموں کی ترتیب سے حدیثوں کو جمع کرے اس طور پر کہ ہر شیخ کی مرویات یکجا مل جائیں خواہ مختلف ابواب سے متعلق ہوں۔ جیسے: معاجم ثلاثہ للطبرانی (المعجم الصغیر،المعجم الاوسط ،المعجم الکبیر) ۔مَعاجم،مُعجم کی جمع ہے۔

(۵) **عِلَل** :وہ کتاب ہے جس میں ایسی حدیثوں سے بحث کی جاتی ہے جن کی سندوں میں کلام ہوتا ہے یافقط حدیث کی پوشیدہ علتوں کاذکر ہوتا ہے جیسے العلل الکبیر والعلل الصغیر للترمذیؒ،عِلَل، عِلَّۃ کی جمع ہے۔(٦) **جزء**:وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک مسئلہ سے متعلق تمام روایات یکجا کردی گئی ہوں جیسے امام بخاریؒ کی جزء رفع الیدین،اور جزء القراءۃ،اور امام بیہقیؒ کی جزء القراءۃ۔اَجزاء،جزء کی جمع ہے۔

(ز) اَلْأَطْرَافُ : كُلُّ كِتَابٍ ذَكَرَ فِيْهِ مُصَنِّفُهُ طَرَفَ كُلِّ حَدِيْثٍ الَّذِىْ يَدُلُّ عَلىٰ بَقِيَّتِهِ ، ثُمَّ يَذْكُرُ أَسَانِيْدَ كُلِّ مَتْنٍ مِنَ الْمُتُوْنِ اِمَّا مُسْتَوْعِباً أَوْ مُقَيِّداً لَهَا بِبَعْضِ الْكُتُبِ ، مِثْلَ " تُحْفَةِ الْأَشْرَافِ بِمَعْرِفَةِ الْأَطْرَافِ " لِلْمِزِّيِّ .(ح) اَلْمُسْتَدْرَكَاتُ : اَلْمُسْتَدْرَكُ كُلُّ كِتَابٍ جَمَعَ فِيْهِ مُؤَلِّفُهُ الْأَحَادِيْثَ الَّتِى اسْتَدْرَكَهَا عَلىٰ كِتَابٍ آخَرَ مِمَّا فَاتَتْهُ عَلىٰ شَرْطِهِ ، مِثْلَ " الْمُستَدرَكِ عَلَى الصَّحِيْحَيْنِ " لِأَبِىْ عَبْدِاللّٰهِ الْحَاكِمِ .(ط) اَلْمُسْتَخْرَجَاتُ : اَلْمُسْتَخْرَجُ كُلُّ كِتَابٍ خَرَّجَ فِيْهِ مُؤَلِّفُهُ أَحَادِيْثَ كِتَابٍ لِغَيْرِهِ مِنَ الْمُؤَلِّفِيْنَ بِأَسَانِيْدَ لِنَفْسِهِ مِنْ غَيْرِ طَرِيْقِ الْمُؤَلِّفِ الْأَوَّلِ ، وَرُبَّمَا اجْتَمَعَ مَعَهُ فِيْ شَيْخِهِ أَوْ مِنْ فَوْقِهِ مِثْلَ " الْمُسْتَخْرَجِ عَلَى الصَّحِيْحَيْنِ " لِأَبِىْ نُعَيْمٍ الْأَصْبَهَانِيِّ .

ترجمہ : (ز) اطراف: ہروہ کتاب ہے جس میں مصنف ہر حدیث کا وہ طرف ذکر کرے جس سے بقیہ حصے کا پتہ چل جائے،اس کے بعد ہر متن کی اسانید ذکر کرے یا تو تمام کتابوں کا احاطہ کرتے ہوئے یاپھر بعض کتب کی تخصیص کرتے ہوئے جیسے امام مزیؒ کی کتاب تحفۃ الأشراف بمعرفۃ الأطراف۔(ح) مستدرکات: مستدرک ہروہ کتاب ہے جس میں مؤلف کسی اور کتاب کی شرط پر پوری وہ احادیث جمع کرے جو اس کتاب میں مذکور نہیں اور یہ انہیں حاصل کرلے جیسے حاکم

ابوعبداللہ کی مستدرک علی الصحیحین ۔(ط) مستخرجات: مستخرج ہر وہ کتاب ہے جس میں مؤلف کسی اور مؤلف کی کتاب کی احادیث اپنی اسانید کے ساتھ ذکر کرے جو پہلے مؤلف کے طریق پر نہ ہوں، اور کبھی اس کے ساتھ اس کے شیخ میں یا اس سے اوپر اکٹھا ہو جائے مثلاً ابونُعیم اصفہانی کی مستخرج علی الصحیحین ۔

شرح :- مزید تین اقسام کی کتابوں کا تعارف کرایا جارہا ہے: (۷) **أطراف**: وہ کتاب ہے جس میں حدیثوں کا اول حصہ ذکر کرکے اس کی تمام سندوں یا مراجع کی نشاندہی کی جائے جیسے تحفۃ الأشراف بمعرفۃ الأطراف للامام المزیؒ، اور محقق محمد سعید بیسونی آل زغول کی کتاب ''موسوعۃ أطراف الحدیث النبوی الشریف''۔ أطراف، طرف کی جمع ہے۔ (۸) **مستدرَک**: وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتابِ حدیث میں ملحوظ شرائط پر پورا اترنے والی ان احادیث کو جمع کیا گیا ہوں جو اس کے مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے امام حاکم نیشاپوریؒ کی مُسْتَدْرَكُ عَلَى الصَّحِيْحَيْنِ (یعنی صحیح بخاری و مسلم کے معیار کے مطابق دیگر احادیث کا مجموعہ)۔ مستدرک کی جمع مستدرکات ہے۔

(۹) **مستخرج**: وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتابِ حدیث کی حدیثوں کو مصنف کے واسطہ کے بغیر اس کے شیوخ و اساتذہ سے نقل کیا جائے جیسے مستخرج اسماعیلی علی صحیح البخاری و مستخرج ابوعوانہ علی صحیح مسلم۔ مستخرج کی جمع مستخرجات ہے۔

اس سلسلے میں چند اور اقسامِ کتب کا تعارف ملاحظہ کیجیے:

(۱۰) **غریب**: وہ کتاب ہے جس میں کسی محدث کی انفرادی حدیثیں جمع کی جائیں جن کو وہ مخصوص شیخ سے روایت کرے، جیسے غرائب امام مالکؒ۔

(۱۱) **مفرد یا أفراد**: وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک محدث کی کل مرویات کا احاطہ کیا جائے جیسے کتاب الأفراد للقرطبیؒ۔

(۱۲) **تجرید**: وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتابِ حدیث کی حدیثوں کو سند اور مکررات کے بغیر صرف صحابی کے واسطہ سے نقل کیا جائے جیسے تجرید صحیح البخاری للزبیدیؒ و تجرید صحیح مسلم للقرطبیؒ۔

(۱۳) **تخریج**: وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتاب کی بے حوالہ حدیثوں کے لئے سند اور حوالہ

پیش کیا جائے جیسے ہدایہ کی احادیث کی تخریج جو امام زیلعیؒ نے بنام ''نصب الرایہ'' کی، اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی ''الدرایہ'' اور التلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الیافعی الکبیر۔

(۱۴) **کتبِ جمع**: وہ کتابیں ہیں جن میں ایک سے زائد کتابوں کی حدیثوں کو سند اور مکررات کے حذف کے ساتھ جمع کیا جائے جیسے ''الترغیب والترہیب للمنذری'' اور مشکوٰۃ المصابیح۔

(۱۵) **فہارس یا مفہرس**: وہ کتاب ہے جس میں ایک یا ایک سے زیادہ کتابوں کی حدیثوں کی فہرست حروف ہجا کے اعتبار سے یکجا کردی جائے جیسے فہرس الفہارس لعبد الحی الکتانیؒ، اور معاصر محقق دکتور فواد عبد الباقی کی ''المعجم المفہرس لألفاظ الحدیث النبوی ﷺ''۔

(۱۶) **اربعین**: یعنی چہل حدیث؛ وہ کتاب ہے جس میں ایک یا ایک سے زائد موضوع سے متعلق کم وبیش چالیس حدیثیں جمع کی جائیں جیسے امام نوویؒ کی الأربعین وغیرہ۔

(۱۷) **موضوعات**: وہ کتاب ہے جس میں موضوع حدیثوں کو جمع کیا جائے جیسے امام ابن الجوزیؒ کی ''الموضوعات''، امام سیوطیؒ کی ''اللآلی المصنوعہ فی الأحادیث الموضوعہ''، ملا علی قاریؒ کی ''الموضوعات الکبریٰ'' اور علامہ عبد الحی لکھنویؒ کی ''الآثار المرفوعہ فی الأخبار الموضوعہ'' وغیرہ۔

(۱۸) **الأحادیث المشہورۃ**: وہ کتاب ہے جس میں مشہور حدیثوں کی تحقیق کی جائے کہ وہ ثابت بھی ہیں یا فقط زبان زد خلائق، جیسے ''کشف الخفاء ومزیل الالباس للعجلونی''۔

(۱۹) **غریب الحدیث**: وہ کتاب ہے جس میں احادیث مبارکہ کے مشکل یا قلیل الاستعمال الفاظ کی مراد واضح کی جائے، جیسے ''النہایہ فی غریب الحدیث والأثر للامام ابن الأثیر الجزریؒ''۔

(۲۰) **الزوائد**: وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتاب کی صرف ان حدیثوں کو علیحدہ سے ذکر کیا جائے جو ایک متعینہ کتاب میں نہ ہوں، جیسے ''مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للامام الہیثمیؒ''۔

(۲۱) **صحیح**: وہ کتاب ہے جس کا مصنف اپنی کتاب میں صحیح حدیثیں ہی ذکر کرنے کا التزام کرے جیسے صحیح بخاریؒ، صحیح مسلمؒ و صحیح ابو عوانہؒ وغیرہ۔

اَلْمَبْحَثُ الرَّابِعُ : صِفَةُ رِوَايَةِ الْحَدِيْثِ

١ - اَلْمُرَادُ بِهٰذِهِ التَّسْمِيَةِ : اَلْمُرَادُ بِهٰذَا الْعُنْوَانِ بَيَانُ الْكَيْفِيَّةِ الَّتِیْ يُرْوىٰ بِهَا الْحَدِيْثُ وَالْآدَابُ الَّتِیْ يَنْبَغِی التَّحَلِّیْ بِهَا ، وَمَا يَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ ، وَقَدْ تَقَدَّمَ شَیْءٌ مِنْ ذٰلِكَ فِی الْمَبَاحِثِ السَّابِقَةِ وَاِلَيْكَ مَا بَقِیَ : ٢ - هَلْ تَجُوْزُ رِوَايَةُ الرَّاوِیْ مِنْ كِتَابِهٖ اِذَا لَمْ يَحْفَظْ مَا فِيْهِ ؟ هٰذَا أَمْرٌ اِخْتَلَفَ فِيْهِ الْعُلَمَاءُ ، فَمِنْهُمْ مَنْ شَدَّدَ فَأَفْرَطَ ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَسَاهَلَ فَفَرَّطَ وَمِنْهُمْ اِعْتَدَلَ فَتَوَسَّطَ . (أ) فَأَمَّا الْمُتَشَدِّدُوْنَ : فَقَالُوْا : " لَا حُجَّةَ اِلَّا فِيْمَا رَوَاهُ الرَّاوِیْ مِنْ حِفْظِهٖ " رُوِیَ ذٰلِكَ عَنْ مَالِكٍ وَأَبِیْ حَنِيْفَةَ وَأَبِیْ بَكْرٍ الصَّيْدَلَانِیِّ الشَّافِعِیِّ . (ب) وَأَمَّا الْمُتَسَاهِلُوْنَ : فَقَوْمٌ رَوَوْا مِنْ نُسَخٍ غَيْرِ مُقَابَلَةٍ بِأُصُوْلِهَا ، مِنْهُمْ ابْنُ لَهِيْعَةَ . (جـ) وَأَمَّا الْمُعْتَدِلُوْنَ الْمُتَوَسِّطُوْنَ : (وَهُمُ الْجُمْهُوْرُ) فَقَالُوْا : اِذَا قَامَ الرَّاوِیْ فِی التَّحَمُّلِ وَالْمُقَابَلَةِ بِمَا تَقَدَّمَ مِنَ الشُّرُوْطِ جَازَتِ الرِّوَايَةُ مِنَ الْكِتَابِ وَاِنْ غَابَ عَنْهُ الْكِتَابُ اِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الظَّنِّ سَلَامَتَهٗ مِنَ التَّغْيِيْرِ وَالتَّبْدِيْلِ ،لَا سِيَّمَا اِنْ كَانَ مِمَّنْ لَا يَخْفیٰ عَلَيْهِ التَّغْيِيْرُ غَالِباً

ترجمہ : بحث چہارم: روایتِ حدیث کا طریقہ۔ مذکورہ عنوان سے غرض: مذکورہ عنوان سے غرض اس کیفیت کا بیان ہے جس کے مطابق حدیث پاک روایت کی جاتی ہے اور وہ آداب مراد ہیں جن سے (راوی کو) آراستہ ہونا چاہیے ،اسی طرح (مزید) جو ان ہی سے متعلق ہیں۔ان میں سے کچھ کا بیان گذشتہ مباحث میں ہو چکا ہے، بقیہ بحث ملاحظہ کیجیے:

کیا راوی کا اپنی کتاب سے روایت کرنا جبکہ اس میں موجود باتیں اسے یاد نہ ہوں، جائز ہے؟ اس معاملہ میں علماء کا اختلاف ہے،ان میں سے کچھ نے سختی کی اور تجاوز کر گئے، کچھ نے نرمی برتی اور کمی کر گئے اور کچھ نے اعتدال سے کام لیا اور درمیان میں رہے۔(أ) جہاں تک سختی برتنے والے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ’’صرف وہی حدیث حجت ہوگی جس کو راوی اپنے حفظ سے روایت کرے‘‘، یہ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور ابوبکر صیدلانی شافعیؒ سے مروی ہے۔(ب) اور جہاں تک

نرمی پسند کرنے والوں کا تعلق ہے تو یہ چند لوگ ہیں جنہوں نے ایسے نسخوں سے حدیث روایت کی جن کا اصل سے تقابل نہیں کیا گیا تھا، انہی میں سے ابن لہیعہؒ بھی ہیں۔

(ج) اور جو اعتدال پسند میانہ رَووں کا تعلق ہے (اور وہ ہی جمہور ہیں) تو انہوں نے کہا: ''جب راوی تحمل اور نسخوں کے تقابل میں ان شرطوں کا اہتمام کرے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے تو کتاب سے روایت جائز ہے اگر چہ کتاب اس سے گم ہوگئی ہو جب غالب گمان اس کا تغیر و تبدیل سے محفوظ ہونا ہو خصوصاً اگر ایسا ان لوگوں کی طرف سے پیش آئے جن سے اکثر تغیر مخفی نہیں رہتا۔

شبہ:- محدث جب اپنی کتاب میں موجود مرویات بھول جائے تو اس کے روایت کرنے کا حکم کیا ہے؟ اس بارے میں تین گروہ ہیں: پہلا گروہ سختی اپنانے والوں کا ہے، ان میں امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور ابوبکر صیدلانی شافعیؒ ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک جب تک راوی کو اپنی مرویات زبانی یاد نہ ہوں اس وقت تک کتاب سے دیکھ کر روایت کرنے کا اعتبار نہیں۔ اس لیے کہ کوئی بھروسہ نہیں مرویات میں اضافہ یا تغیر و تبدل کر دیا جائے اور اسے معلوم ہی نہ ہو۔ یہ انتہائی سخت قول ہے، اکثر کتب صحاح کے رواۃ بھی بمشکل اس شرط پر پورا اتریں گے مگر کوئی اچھنبا نہیں کیونکہ ان حضرات کا دور ہی احتیاط برتنے کا متقاضی تھا، اسی زمانہ میں ہی نئے نئے فتنے اٹھنا شروع ہو گئے تھے، اس لیے تابعین کرام اور ان کے ہم عصر محدثین روایت قبول کرنے کو ضروری سمجھتے تھے۔ امام بیہقیؒ نے امام مالکؒ اور ابوالزنادؒ سے نقل کیا ہے کہ ہم نے مدینہ منورہ میں سو ۱۰۰ ایسے لوگ دیکھے جو ہر اعتبار سے ثقہ تھے مگر اس کے باوجود ان سے حدیث نہیں لی جاتی تھی کیونکہ انہیں اپنی مرویات کا علم نہیں تھا۔

دوسرا گروہ انتہائی نرمی برتنے والوں کا ہے جنہوں نے اصل نسخہ سے تقابل کیے بغیر ہر نسخہ سے حدیثیں بیان کرنا شروع کر دیں اور ان میں سرِ فہرست ابن لہیعہؒ ہیں۔ کوئی شخص ان کے پاس ایک کتاب لے کر آتا، کہتا کہ یہ آپ کی حدیثیں ہیں۔ ابن لہیعہؒ اس کی بات پر اعتماد کر کے حدیث بیان کرنا شروع کر دیتے اور تقابل کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے۔

تیسرا گروہ معتدلین کا ہے اور یہ جمہور ہیں، ان کے نزدیک راوی جب تحمل و تقابل کی مقررہ شرائط کا لحاظ رکھے تو اس کا روایت کرنا جائز ہے۔ اگر کتاب میں موجود مرویات تغیر و تبدل

سے محفوظ ہوں تو زبانی یاد رکھنا شرط نہیں۔ ہاں اگر اس میں تبدیلی کا خطرہ ہو تو روایت صحیح نہیں۔ اسی طرح اگر کچھ عرصے تک کتاب محدث کے پاس سے غائب رہے مگر اُسے ہر چیز اپنی جگہ درست معلوم ہو اور کوئی ردوبدل بھی نظر نہ آئے تو اس پر اعتماد کر کے روایت کر سکتا ہے۔

٣ – حُكْمُ رِوَايَةِ الضَّرِيْرِ الَّذِيْ لَا يَحْفَظُ مَا سَمِعَهُ : إِذَا اسْتَعَانَ الضَّرِيْرُ الَّذِيْ لَا يَحْفَظُ مَا سَمِعَهُ بِثِقَةٍ فِيْ كِتَابَةِ الْحَدِيْثِ الَّذِيْ سَمِعَهُ وَضَبْطِهٖ وَالْمُحَافَظَةِ عَلَى الْكِتَابِ ، وَاحْتَاطَ عِنْدَ الْقِرَاءَةِ عَلَيْهِ بِحَيْثُ يَغْلِبُ عَلٰى ظَنِّهٖ سَلَامَتُهُ مِنَ التَّغْيِيْرِ ، صَحَّتْ رِوَايَتُهُ عِنْدَ الْأَكْثَرِ ، وَيَكُوْنُ كَالْبَصِيْرِ الْأُمِّيِّ الَّذِيْ لَا يَحْفَظُ.

ترجمہ : اس نابینا کی روایت کا حکم جس کو اپنی سنی ہوئی روایات یاد نہ ہوں: وہ نابینا جس کو اپنی سنی ہوئی روایات یاد نہ ہو، جب اپنی سنی ہوئی حدیث کے لکھنے، ضبط کرنے اور کتاب کی حفاظت کرنے میں کسی قابلِ اعتماد شخص سے مدد حاصل کرے اور وہ اس کے سامنے پڑھتے وقت اس طرح احتیاط کرے کہ اس کے غالب گمان کے وقت حدیث تغیر سے محفوظ رہی ہو تو اکثر کے نزدیک اس کا روایت کرنا ٹھیک ہے اور وہ اس ان پڑھ بینا شخص کی طرح ہوگا جس کو یاد نہ ہو۔

تشریح :- نابینا (اندھا) جب اپنی مسموعات بھول جائے لیکن سنی ہوئی حدیث کسی قابل اعتماد شخص کے ذریعے سے لکھ کر محفوظ کر لی ہو اور اس کے غالب گمان کے مطابق اس میں کسی قسم کی تبدیلی بھی واقع نہ ہوئی ہو تو اکثر علماء کے نزدیک ایسے نابینا شخص کا روایت کرنا ٹھیک ہے اور یہ بالکل اسی بینا شخص کی طرح ہوگا جو بینائی رکھنے کے باوجود ان پڑھ ہو اور اپنی سنی ہوئی حدیثیں اُسے بھی یاد نہ ہوں تو اکثر کے نزدیک اس کا روایت کرنا ٹھیک ہے۔ اسی طرح ایسے اندھے کا روایت کرنا بھی ٹھیک ہے۔ یہ واضح رہے کہ بہت سے محدثین نابینا ہونے کے باوجود عجیب حافظہ کے مالک تھے اور ان کے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں۔

٤ – رِوَايَةُ الْحَدِيْثِ بِالْمَعْنٰى وَشُرُوْطِهَا : اِخْتَلَفَ السَّلَفُ فِيْ رِوَايَةِ الْحَدِيْثِ بِالْمَعْنٰى ، فَمِنْهُمْ مَنْ مَنَعَهَا ، وَمِنْهُمْ مَنْ جَوَّزَهَا .(أ) فَمَنَعَهَا طَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيْثِ وَالْفِقْهِ وَالْأُصُوْلِ ، مِنْهُمُ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَأَبُوْ بَكْرٍ الرَّازِيُّ .(ب) وَأَجَازَهَا

جُمْهُوْرُ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَأَصْحَابِ الْفِقْهِ وَالْأُصُوْلِ ، مِنْهُمُ الْأَئِمَّةُ الْأَرْبَعَةُ لٰكِنْ اِذَا قَطَعَ بِأَدَاءِ الْمَعْنىٰ . ثُمَّ اِنَّ مَنْ أَجَازَ الرِّوَايَةَ بِالْمَعْنىٰ اِشْتَرَطَ لَهَا شُرُوْطاً وَهِيَ : (۱) أَنْ يَكُوْنَ الرَّاوِىْ عَالِماً بِالْأَلْفَاظِ وَمَقَاصِدِهَا . (۲) أَنْ يَكُوْنَ خَبِيْراً بِمَا يُحِيْلُ مَعَانِيْهَا .هٰذَا كُلُّهُ فِيْ غَيْرِ الْمُصَنَّفَاتِ ، أَمَّا الْكُتُبُ الْمُصَنَّفَةُ فَلَا يَجُوْزُ رِوَايَةُ شَيْءٍ مِنْهَا بِالْمَعْنىٰ ، وَتَغْيِيْرُ الْأَلْفَاظِ الَّتِيْ فِيْهَا وَاِنْ كَانَ بِمَعْنَاهَا ، لِأَنَّ جَوَازَ الرِّوَايَةِ بِالْمَعْنىٰ كَانَ لِلضُّرُوْرَةِ اِذَا غَابَتْ عَنِ الرَّاوِىْ كَلِمَةٌ مِنَ الْكَلِمَاتِ ، أَمَّا بَعْدَ تَثْبِيْتِ الْأَحَادِيْثِ فِي الْكُتُبِ فَلَيْسَ هُنَاكَ ضُرُوْرَةٌ لِرِوَايَةِ مَا فِيْهَا بِالْمَعْنىٰ، هٰذَا وَيَنْبَغِيْ لِلرَّاوِىْ بِالْمَعْنىٰ أَنْ يَقُوْلَ بَعْدَ رِوَايَتِهِ الْحَدِيْثَ :
" أَوْ كَمَا قَالَ " أَوْ " أَوْ نَحْوَهُ " أَوْ " أَوْ شِبْهَهُ ".

ترجمہ : حدیث کی روایت بالمعنی اوراس کی شرطیں :سلف کا حدیث کی روایت بالمعنی کے بارے میں اختلاف ہوا ہے چنانچہ ان میں سے بعض نے اس کو ممنوع کہا اور بعض نے اس کو جائز قرار دیا۔اس بناء پر (أ) محدثین ،فقہاء اور اصولیین کی ایک جماعت نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے، ان میں سے ابن سیرین اور ابوبکر رازی بھی ہیں۔(ب) جمہور سلف وخلف محدثین ،فقہاء اور اصولیین نے اس کو جائز قرار دیا ہے،ان ہی میں ائمہ اربعہ بھی ہیں البتہ یہ اس وقت ہے جب معنی کی ادائیگی کا یقین ہو۔پھر جنھوں نے روایت بالمعنی کی اجازت دی ہے انہوں نے اس کے لیے چند شرطیں مقرر کی ہیں:

(ا) راوی الفاظ اوران کے مقاصد کو جانتا ہوں۔(۲) وہ الفاظ بھی جانتا ہو جن سے ان کے معانی ادا ہوتے ہوں۔یہ تمام تفصیل غیر مصنفات میں ہے، جہاں تک تصنیف شدہ کتابوں کا تعلق ہے تو ان کے کسی حصے کی بھی روایت بالمعنی یا ان میں موجود الفاظ کو ان کے ہم معنی الفاظ کے ساتھ بھی بدلنا درست نہیں کیونکہ روایت بالمعنی کا جواز ضرورت کی بناء پر تھا جبکہ راوی سے کوئی لفظ چھوٹ رہا ہو لیکن احادیث کے کتابوں میں محفوظ کر لیے جانے کے بعد ان میں موجود الفاظ کو معناً روایت کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔روایت بالمعنی کرنے والے شخص کو حدیث کی روایت نقل

کرنے کے بعد یوں کہہ دینا چاہیے کہ ''یا جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا ہو'' یا ''یا اسی طرح فرمایا'' یا ''یا اس کے مشابہ''۔

شدید:۔ بعض محدثین، فقہاء اور اصولیین کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہیں، ان میں مشہور ابن سیرینؒ، امام ثعلبہؒ اور ابوبکر رازی حنفیؒ ہیں، یہی ایک روایت حضرت ابن عمرؓ سے بھی ہے۔ اس کے برعکس جمہور کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ روایت بالمعنی درست ہے۔ بہت سے صحابہؓ، تابعینؒ ومن بعدہم اسی طریقہ پر عمل پیرا تھے۔

حضرت واثلہ بن اسقعؓ کے پاس چند لوگ آئے، انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ کوئی حدیث ہمیں بعینہ سنا دیجئے۔ آپؓ نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی نے قرآن کریم میں سے کچھ پڑھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، ہم نے قرآن شریف پڑھا ہے لیکن اچھی طرح اب بھی نہیں پڑھ سکتے زبر زیر کی غلطی ہوتی ہے۔ حضرت واثلہؓ نے فرمایا: قرآن شریف تمہارے پاس لکھا ہوا موجود ہے، تم اُسے زبانی یاد کرنے کی کوشش بھی کرتے ہو، اس کے باوجود تمہارے خیال کے مطابق تم سے اُس کے پڑھنے میں غلطی ہوتی ہے تو پھر ان احادیث کے متعلق تمہارا کیا خیال ہوگا جو ہم نے رسول اللہ ﷺ نے صرف سنی ہیں، بہت ممکن ہے کہ ہم نے آپ ﷺ سے وہ حدیثیں ایک ہی بار سنی ہوں (اور اس کے بعد دوبارہ ان کا تذکرہ بھی نہ ہوا ہو، پھر کیا بعینہ حدیثیں سنا سکتے ہیں؟!) لہٰذا تمہیں اتنا کافی ہے کہ ہم حدیث کے معنی تم سے بیان کر دیا کریں۔

جریر بن حازمؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصریؒ کو چند حدیثیں بیان کرتے ہوئے سنا، ان سب کا مقصود ایک تھا لیکن الفاظ مختلف۔

روایت بالمعنی کا جواز چونکہ ایک ضرورت کی بناء پر تھا اور وہ یہ کہ راوی کو جب حدیث کا کوئی لفظ یاد نہ ہو تو وہ اس کی جگہ ہم معنی لفظ ذکر کر دے لیکن اب جبکہ کتابیں لکھی جا چکیں اور احادیث مبارکہ مکمل طور پر کتابوں میں محفوظ ہوگئیں، اس لیے روایت بالمعنی کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔ لہٰذا اگر کوئی تصنیف شدہ کتاب سے احادیث نقل کر رہا ہو تو اس کے لیے الفاظ کا نقل کرنا ہی ضروری ہے۔

روایت بالمعنیٰ میں چونکہ کمی بیشی کا امکان ہے اس لیے ایسے راوی کو چاہیے کہ جب حدیث بیان کرے تو آخر میں احتیاطاً یہ بھی کہے کہ ''یا جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا''۔ اسی طرح دوسرے وہ الفاظ بھی کہے جاسکتے ہیں جن سے احتیاط ظاہر ہو رہا ہو۔

٥ – اَللَّحْنُ فِي الْحَدِيْثِ وَسَبَبُهُ : اَللَّحْنُ فِي الْحَدِيْثِ ، أَيِ الْخَطأُ فِيْ قِرَاءَ تِهِ ، وَأَبْرَزُ أَسْبَابِ اللَّحْنِ :(أ) عَدَمُ تَعَلُّمِ النَّحْوِ وَاللُّغَةِ : فَعَلىٰ طَالِبِ الْحَدِيْثِ أَنْ يَتَعَلَّمَ مِنَ النَّحْوِ وَاللُّغَةِ مَا يَسْلَمُ بِهِ مِنَ اللَّحْنِ وَالتَّصْحِيْفِ ، فَقَدْ رَوَى الْخَطِيْبُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ : " مَثَلُ الَّذِيْ يَطْلُبُ الْحَدِيْثَ وَلَا يَعْرِفُ النَّحْوَ مِثْلَ الْحِمَارِ عَلَيْهِ مِخْلاَ ةٌ لاَ شَعِيْرَ فِيْهَا ".(ب) اَلْأَخْذُ مِنَ الْكُتُبِ وَالصُّحُفِ وَعَدَمُ التَّلَقِّيْ عَنِ الشُّيُوْخِ : مَرَّبِنَا أَنَّ لِتَلَقِّي الْحَدِيْثِ وَتَحَمُّلِهِ عَنِ الشُّيُوْخِ طُرُقاً بَعْضُهَا أَقْوىٰ مِنْ بَعْضٍ ، وَأَنَّ أَقْوىٰ تِلْكَ الطُّرُقِ السَّمَاعُ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ أَوِ الْقِرَاءَ ةُ عَلَيْهِ ، فَعَلىَ الْمُشْتَغِلِ بِالْحَدِيْثِ أَنْ يَتَلَقّىٰ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أَفْوَاهِ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ وَالتَّحْقِيْقِ حَتىٰ يَسْلَمَ مِنَ التَّصْحِيْفِ وَالْخَطأِ ، وَلَا يَلِيْقُ بِطَالِبِ الْحَدِيْثِ أَنْ يَعْمِدَ اِلَى الْكُتُبِ وَالصُّحُفِ فَيَأْخُذَ مِنْهَا وَيَرْوِيَ عَنْهَا وَيَجْعَلَهَا شُيُوْخَهُ ، فَإِنَّهُ تَكْثُرُ أَخْطَاؤُهُ وَتَصْحِيْفَاتُهُ ، لِذَا قَالَ الْعُلَمَاءُ قَدِيْماً :" لَا تَأْخُذِ الْقُرْآنَ مِنْ مُصْحَفِيٍّ وَلَا الْحَدِيْثَ مِنْ صَحَفِيٍّ .

ترجمہ : حدیث پڑھنے میں غلطی اور اس کا سبب: حدیث میں غلطی یعنی حدیث پڑھنے میں غلطی کرنا، اور غلطی کے نمایاں اسباب یہ ہیں: (أ) علمِ نحو ولغت کا نہ سیکھنا: لہذا طالب حدیث کے ذمے لازم ہے کہ اتنا نحو ولغت کا علم حاصل کرے جس سے غلطی اور تحریف سے محفوظ رہے، چنانچہ خطیب بغدادی نے حماد بن سلمہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ''جو شخص حدیث طلب کرے لیکن نحو نہ جانتا ہو، اس کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر بورا لدا ہو مگر اس میں جَو نہ ہو''۔

(ب) کتابوں، لٹریچروں سے لینا اور اساتذہ سے نہ حاصل کرنا: ہماری یہ بات گذر چکی ہے کہ اساتذہ سے حدیث کے حاصل کرنے اور سیکھنے کے کئی طریقے ہیں جو ایک دوسرے سے قوی

ہیں اوران سب میں قوی شیخ کے الفاظ کا سننا یا اس کے سامنے پڑھنا ہے تو حدیث میں مشغول شخص کو چاہیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو علماء اور محققین کی زبان سے سن کر حاصل کرے تا کہ تحریف سے بچ جائے، طالبِ حدیث کو زیب نہیں دیتا کہ وہ کتابوں اور لٹریچروں کا قصد کرے اور ان سے حاصل کر کے ان ہی سے روایت کرے اور ان کو اپنا استاذ بنالے کیونکہ پھر اس کی غلطیاں اور تحریفات زیادہ ہوں گی۔ اسی بناء پر بہت پہلے ہی علماء نے کہہ دیا ''مصحفی (بغیر کسی سے سیکھے قرآن پڑھنے والا) سے قرآن نہ سیکھو اور صحفی (لٹریچر پڑھنے والا) سے حدیث نہ لو''۔

تشبیہ:- احادیث مبارکہ میں تلفظ کی یا اعراب کی غلطی انتہائی بُری ہے۔ جس کے دو بنیادی سبب ہیں: (۱) نحو ولغت نہ سیکھنا۔ امام اصمعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے طالب علم کے بارے میں جب اس نے نحو حاصل نہ کی ہو، سب سے زیادہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں وہ اس وعید میں نہ داخل ہو جائے جو حدیث گھڑنے والے راوی سے متعلق آئی ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت ﷺ تو غلط نہیں فرمایا کرتے تھے اور جب آپ نحو نہ جاننے کی وجہ سے غلط پڑھیں گے تو گویا آپ نے اپنی طرف سے حدیث بنائی اور اس کی نسبت حضور اکرم ﷺ کی طرف کر دی۔

شعبہؒ فرماتے ہیں: جو شخص علم عربیت سیکھے بغیر حدیث طلب کرے وہ اس آدمی کی طرح جس پر برنس (لمبی ٹوپی) رکھی ہو حالانکہ اس کا تو سر ہی نہیں۔

(۲) محض کتابوں اور رسالوں سے لینا اور مشائخ سے حدیث حاصل نہ کرنا۔ گذشتہ صفحات میں تحملِ حدیث کے متعدد طریقے تفصیلاً بیان ہو چکے ہیں جن میں سب سے قوی طریقہ سماع کا ہے یعنی مشائخ سے براہِ راست سننا یا ان کے سامنے حدیث پڑھنا۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ کتابوں اور رسالوں کے بجائے مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرے، یہی محفوظ اور سالم راستہ ہے۔ کتابوں اور رسالوں میں بسا اوقات کتابت کی غلطیاں واقع ہوتی ہیں جن کی نشاندہی اہلِ تحقیق ہی کر سکتے ہیں۔ اس لیے کبھی بھی اخبارات و رسائل کی حدیث احادیث پر جبکہ ان پر کسی کی تحقیق نہ ہو، اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ راستہ نہایت پُر خطر ہے۔

غَرِيْبُ الْحَدِيْثِ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اَلْغَرِيْبُ فِي اللُّغَةِ ، هُوَ الْبَعِيْدُ عَنْ أَقَارِبِهٖ ، وَالْمُرَادُ بِهٖ هُنَا الْأَلْفَاظُ الَّتِيْ خَفِيَ مَعْنَاهَا . قَالَ صَاحِبُ الْقَامُوْسِ : " غَرُبَ كـ كَرُمَ ، غَمُضَ وَ خَفِيَ " . (ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ مَا وَقَعَ فِيْ مَتْنِ الْحَدِيْثِ مِنْ لَفْظَةٍ غَامِضَةٍ بَعِيْدَةٍ مِنَ الْفَهْمِ لِقِلَّةِ اسْتِعْمَالِهَا . ٢ – أَهَمِّيَّتُهُ وَصُعُوْبَتُهُ : وَهُوَ فَنٌّ مُهِمٌّ جِدًّا يَقْبُحُ جَهْلُهُ بِأَهْلِ الْحَدِيْثِ ، لٰكِنَّ الْخَوْضَ فِيْهِ صَعْبٌ ، فَلْيَتَحَرَّ خَائِضُهُ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ أَنْ يُقْدِمَ عَلٰى تَفْسِيْرِ كَلَامِ نَبِيِّهٖ ﷺ بِمُجَرَّدِ الظُّنُوْنِ ، وَكَانَ السَّلَفُ يَتَثَبَّتُوْنَ فِيْهِ أَشَدَّ التَّثَبُّتِ . ٣ – أَجْوَدُ تَفْسِيْرِهٖ : وَأَجْوَدُ تَفْسِيْرِهٖ مَا جَاءَ مُفَسَّرًا فِيْ رِوَايَةٍ أُخْرىٰ ، مِثْلَ حَدِيْثِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍؓ فِيْ صَلَاةِ الْمَرِيْضِ " صَلِّ قَائِماً فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِداً ، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ ". [البخاری] وَقَدْ فَسَّرَ قَوْلَهُ " عَلٰى جَنْبٍ " حَدِيْثُ عَلِيٍّؓ ، وَلَفْظُهُ " عَلٰى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ بِوَجْهِهٖ ". [سنن الدارقطنی]

ترجمہ : غریب الحدیث۔اس کی تعریف: (أ) لغت میں غریب اپنے رشتہ داروں سے دور شخص کو کہتے ہیں، یہاں پر اس سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے معنی پوشیدہ ہوں۔صاحبِ قاموس نے کہا ہے: "غَرُبَ کالفظ کَرُمَ کی طرح ہے بمعنی پوشیدہ و مخفی ہوا"۔(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: متنِ حدیث میں واقع کوئی پوشیدہ لفظ جو قلیل الاستعمال ہونے کی وجہ سے سمجھ میں نہ آئے۔اس کی اہمیت ودشواری: یہ بہت ہی اہم فن ہے جس سے ناواقفیت محدثین کے لیے باعثِ عیب ہے مگر اس میں بحث نہایت مشکل ہے لہذا اس میں بحث کرنے والا اچھی طرح سوچے اور محض گمان کی بناپر نبی کریم ﷺ کے کلام کی تفسیر کرنے سے اللہ سے ڈرے۔سلف اس میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لیتے تھے۔غریب الحدیث کی سب سے عمدہ تفسیر: اس کی سب سے عمدہ تفسیر وہ ہے جو کسی اور روایت میں وارد ہو جیسے مریض کی نماز کے متعلق حضرت عمران بن حُصینؓ کی حدیث کہ " کھڑے کھڑے نماز ادا کرو، اگر ایسا نہ کرسکو تو بیٹھ کر ادا کرو، اگر ایسا بھی نہ کرسکو تو پھر پہلو کے بل نماز پڑھ لو"۔آپ

کے قول ''پہلو کے بل'' کی تفسیر حضرت علیؓ کی حدیث نے کر دی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: ''تو پھر وہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹے ہوئے چہرہ کا رُخ قبلہ کی طرف کر کے نماز پڑھے''۔

شرح :- غریب، لغت میں مسافر اور اجنبی شخص کو کہتے ہیں جو اپنے عزیز و اقارب سے دور ہو، پھر یہ ہر نامانوس چیز کے لیے استعمال ہونے لگا چنانچہ غریب الحدیث سے مراد حدیث پاک کے وہ کلمات ہیں جو قلیل الاستعمال ہونے کی بناء پر عام فہم سے دور ہوں، ان کے سمجھنے یا ان کی تشریح کرنے کے لیے بڑی محنت کرنی پڑتی ہے کیونکہ کئی احتمالات میں سے ایک کو ترجیح دینا گویا اللہ کے رسول ﷺ کے کلام کی تشریح کرنا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ان کی مراد کے خلاف تشریح کر رہا ہو، لہذا یہ فن انتہائی اہم ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مشکل بھی ہے ہر کسی کو اس میں قدم رکھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ جس حدیث مبارک سے مثال پیش کی گئی ہے اس میں آپ کا قول '' عَلٰی جَنْبٍ '' غریب ہے کیونکہ اس کے معانی میں احتمال ہے: (۱) دائیں یا بائیں کروٹ پر لیٹنا۔ (۲) چت لیٹنا۔

مریض کے لیے اگر بیٹھ کر نماز پڑھنا مشکل ہو جائے تو لیٹ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے مگر لیٹنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) اپنی گدی کے بل لیٹ جائے اور پاؤں کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔ (۲) دائیں پہلو کے بل اس طرح لیٹ جائے کہ ناک کا رُخ قبلہ کی طرف ہو۔ امام ابو حنیفہؒ پہلی صورت کو ترجیح دیتے ہیں اور امام شافعیؒ دوسری صورت کو پسند کرتے ہیں۔ حضرت عمران بن حُصینؓ کی مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ '' فَعَلٰی جَنْبٍ '' کی تشریح نسائی شریف کی صحیح حدیث میں انہی کی روایت میں اس طرح آئی ہے ''فَاِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَمُسْتَلْقِیاً '' (اگر تم میں کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہ ہو تو چت لیٹ کر نماز پڑھو)۔ اس تشریح سے امام ابو حنیفہؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ مصنف نے حدیث علیؓ سے اس کی تشریح '' عَلٰی جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ بِوَجْهِهِ '' (اگر نہ ہو سکے تو دائیں پہلو پر قبلہ رو ہو کر نماز پڑھے) نقل کی ہے اور یہ امام شافعیؒ کی تائید میں ہے۔ بہر حال دونوں صورتیں جائز ہیں البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔

٤ -أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيهِ : (أ) غَرِيْبُ الْحَدِيْثِ ، لِأَبِيْ عُبَيْدِ الْقَاسِمِ بْنِ سَلَّامٍ .
(ب) اَلنِّهَايَةُ فِيْ غَرِيْبِ الْحَدِيْثِ وَالْأَثَرِ ، لِابْنِ الْأَثِيْرِ وَهُوَ أَجْوَدُ كُتُبِ الغريب .

(جـ) اَلدُّرُّ النَّثِيْرُ ، لِلسَّيُوْطِيِّ وَهُوَ تَلْخِيْصٌ لِلنِّهَايَةِ . (د) اَلْفَائِقُ ، لِلزَّمَخْشَرِيِّ .

ترجمہ : اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: (أ) غریب الحدیث جو ابو عبید قاسم بن سلاّم کی ہے۔ (ب) النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر، جو ابن الأثیرؒ کی ہے اور یہ کتبِ غریب میں سب سے عمدہ ہے۔ (ج) الدُّرالنثیر ، جو امام سیوطیؒ کی ہے اور یہ نہایہ کی ہی تلخیص ہے۔ (د) الفائق ، جو علامہ زمخشری کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ : آدَابُ الرِّوَايَةِ

اَلْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : آدَابُ الْمُحَدِّثِ ☆ اَلْمَبْحَثُ الثَّانِيْ : آدَابُ طَالِبِ الْحَدِيْثِ

اَلْمَبْحَثُ الْأَوَّلُ : آدَابُ الْمُحَدِّثِ

١ - مُقَدِّمَةٌ : بِمَا أَنَّ الْإِشْتِغَالَ بِالْحَدِيْثِ مِنْ أَفْضَلِ الْقُرُبَاتِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالىٰ وَأَشْرَفُ الصِّنَاعَاتِ ، فَيَنْبَغِيْ عَلىٰ مَنْ يَشْتَغِلُ بِهٖ وَيَنْشُرُهُ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ يَتَحَلّىٰ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وَمَحَاسِنِ الشِّيَمِ ، وَيَكُوْنَ مِثَالاً صَادِقاً لِمَا يُعَلِّمُهُ النَّاسَ ، مُطَبِّقاً لَهُ عَلىٰ نَفْسِهٖ قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَ بِهٖ غَيْرَهُ .

ترجمہ : فصل دوم: روایت کے آداب۔ بحث اول: محدّث کے آداب۔ بحث دوم: طالبِ حدیث کے آداب۔ بحث اول: محدّث کے آداب۔ ابتدائیہ: چونکہ حدیث میں مشغولیت اللہ تعالیٰ کے تقرب کے افضل اعمال اور بہترین علوم میں سے ہے اس لیے اس میں مشغول اور لوگوں کے درمیان اس کو پھیلانے والے شخص پر لازم ہے کہ وہ مکارمِ اخلاق اور حُسنِ عادات سے آراستہ ہو اور جو کچھ لوگوں کو سکھا رہا ہو، اس کی سچی مثال (عملی تصویر) بنے اور دوسرے کو حکم دینے سے پہلے اس کو اپنے اوپر نافذ کرے۔

شــرح :- فصل دوم میں روایت سے متعلقہ آداب کا بیان ہے۔ سب سے پہلے محدث کے آداب ہیں، پھر طالبِ حدیث کے آداب۔

علم حدیث کی اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیث

نقل کرنے والوں کو ہمیشہ تر و تازہ رہنے کی دُعا دی ہے۔ سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ "دعائے نبوی کی بدولت ہر محدث کے چہرہ پر بشاشت رہتی ہے"۔ تمام علومِ شرعیہ میں حدیث کی ضرورت پیش آتی ہے، اگر تفسیر کو دیکھیں تو سب سے مستند تفسیر وہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کے ارشادات سے ثابت ہو، فقہ کو دیکھیں تو اس کے دو بنیادی مآخذ ہیں ایک قرآن شریف اور دوسرا حدیث شریف۔ اسی طرح دیگر علوم بھی اس سے مستغنی نہیں ہے۔

اسی بنا پر جتنا اہتمام محدث کو علم پر عمل کا کرنا چاہیے اتنا کسی اور کو نہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے عادات شریفہ نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا عملی نمونہ بھی پیش کرنا چاہیے۔ جب محدث حدیث پاک کی عملی تصویر بن کر لوگوں کو حدیث پاک کا درس دے گا تو لوگ اس سے اثر لیں گے لہذا اسے چاہیے کہ دوسروں تک بات پہنچانے سے قبل اپنی عملی زندگی میں احادیث کو زندہ کرے۔

٢ - أَبْرَزُ مَا يَنْبَغِي أَنْ يَتَحَلّٰى بِهِ الْمُحَدِّثُ : (أ) تَصْحِيْحُ النِّيَّةِ وَإِخْلَاصُهَا ، وَتَطْهِيْرُ الْقَلْبِ مِنْ أَغْرَاضِ الدُّنْيَا كَحُبِّ الرِّئَاسَةِ أَوِ الشُّهْرَةِ . (ب) أَنْ يَكُوْنَ أَكْبَرَ هَمِّهِ نَشْرُ الْحَدِيْثِ ، وَالتَّبْلِيْغُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُبْتَغِياً جَزِيْلَ الْأَجْرِ . (جـ) أَلَّا يُحَدِّثَ بِحَضْرَةِ مَنْ هُوَ أَوْلٰى مِنْهُ ، لِسِنِّهِ أَوْ عِلْمِهِ . (د) أَنْ يُرْشِدَ مَنْ سَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْحَدِيْثِ ــ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ مَوْجُوْدٌ عِنْدَ غَيْرِهِ ــ إِلٰى ذٰلِكَ الْغَيْرِ . (هـ) أَلَّا يَمْتَنِعَ مِنْ تَحْدِيْثِ أَحَدٍ لِكَوْنِهِ غَيْرَ صَحِيْحِ النِّيَّةِ ، فَإِنَّهُ يُرْجٰى لَهُ صِحَّتُهَا . (و) أَنْ يَعْقِدَ مَجْلِساً لِإِمْلَاءِ الْحَدِيْثِ وَتَعْلِيْمِهِ إِذَا كَانَ أَهْلاً لِذٰلِكَ ، فَإِنَّ ذٰلِكَ أَعْلٰى مَرَاتِبِ الرِّوَايَةِ .

ترجمہ : وہ نمایاں امور جن سے محدّث کو مزیّن ہونا چاہیے: (أ) تصحیح نیت اور اخلاص اور سرداری یا شہرت کی خواہش جیسی دنیاوی اغراض سے دل کو پاک رکھنا۔ (ب) سب سے بڑا مقصد اجرِ عظیم کے ارادے سے حدیث کو پھیلانا اور رسول اللہ ﷺ کی جانب سے تبلیغ کرنا ہو۔ (ج) عمر یا علم کے لحاظ سے اپنے سے بہتر شخص کی موجودگی میں حدیث نہ سنائے۔ (د) جو کوئی کسی حدیث کے متعلق سوال کرے تو جب یہ معلوم ہو کہ حدیث دوسرے کے پاس موجود ہے تو اس دوسرے کی

طرف رہنمائی کردے۔(ھ) کسی کو اس وجہ سے حدیث بیان کرنے سے نہ رُکے کہ اس کی نیت خالص نہیں، کیونکہ امید ہے کہ اس کی نیت بھی خالص ہوجائے گی۔(و) جب حدیث پڑھانے کے اہل ہوجائے تو حدیث کی املاء وتعلیم کے لیے مجلس قائم کرے کیونکہ یہ روایت کا سب سے اونچا مرتبہ ہے۔

شرح:- ایک محدث کو جن باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے، ان میں سے چند اہم آداب یہ ہیں:

(۱) اپنی نیت کو خالص رکھنا اور کسی قسم کی بڑائی یا شہرت کی خواہش نہ رکھنا۔ نہ ہی ہم عصروں پر فوقیت کی کوشش کرنا کیونکہ حدیث پاک کی تعلیم وتعلم اخروی چیز ہے اس کو حبِ دنیا کے ساتھ ملوث نہ کرے۔ اکابر سلف جب تک نیت کا استحضار نہیں کر لیتے اس وقت تک حدیث بیان نہیں کرتے تھے، چنانچہ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حبیب بن ابی ثابتؒ سے عرض کی کہ ہم سے حدیث پاک بیان کیجیے تو انہوں نے عذر کرتے ہوئے کہا: ابھی نہیں، پہلے نیت حاضر ہولینے دو۔

(۲) سب سے بڑی غرض اور ہمیشہ کی دُھن یہ ہونی چاہیے کہ حدیث پاک کی اشاعت ہوجائے اور رسول اللہ ﷺ کی ساری باتیں امت کے سامنے پیش کردوں اور سنت کا احیاء ہوجائے، اس میں اللہ تعالیٰ سے اجروثواب کی کامل امید رکھے کہ اچھی امید رکھنا بھی ایمان کا تقاضہ ہے۔

(۳) اگر مجلس میں کوئی درجہ میں بڑا موجود ہو مثلاً عمر کے اعتبار سے یا علم کے اعتبار سے جس کی ایک صورت یہ ہے کہ دوسرے کی سند عالی ہو اور اس کی نازل، یا دوسرے محدث کی سند متصل ہو اور اس کی منقطع وغیرہ تو مناسب یہ ہے کہ اُس کی موجودگی میں خود حدیث بیان نہ کرے۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ باوجود خود بڑے عالم ہونے کے حضرت شعبیؒ کی موجودگی میں حدیث بیان نہیں فرماتے تھے۔ اس سے وہ صورت مستثنیٰ ہے جب بڑے اپنے چھوٹے کو حدیث بیان کرنے کا حکم کریں چنانچہ اس وقت حکم کی تعمیل بہتر ہے۔

(۴) خیرخواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر کوئی حدیث طلب کرنے کے لیے آئے تو پہلے اپنے سے افضل محدث کی طرف اُس کی رہنمائی کرے اور اس سلسلہ میں ہرگز کسر نفسی محسوس نہ کرے۔

(۵) اگر کسی طالب علم کی نیت پر اعتماد نہ ہو مثلاً یہ سمجھے کہ وہ کسی دنیاوی غرض سے حدیث سیکھ رہا ہے تو

محض اس وجہ سے اُسے حدیث کی سماعت سے محروم نہ کرے کیونکہ بعد ازاں تصحیح نیت کا امکان ہے۔ بعض اوقات شروع میں نیت ٹھیک نہیں ہوتی ہے لیکن بعد میں حدیث پاک کی برکت سے نیت میں درستگی آجاتی ہے۔

(٦) جب محدث حدیث بیان کرنے کی اہلیت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ حدیث پاک لکھوانے اور اس کی تعلیم دینے کی غرض سے اپنی مجلس منعقد کرے۔ حدیث املاء کرانے کو بزرگوں نے بنظر تحسین دیکھا ہے کیونکہ سماعِ حدیث کا یہ بڑا امر تبہ سمجھا جاتا ہے کہ محدث بیان کرے اور طالب علم لکھتا رہے۔

٣ – مَا يُسْتَحَبُّ فِعْلُهُ إِذَا أَرَادَ حُضُوْرَ مَجْلِسِ الْإِمْلَاءِ :(أ) أَنْ يَتَطَهَّرَ وَيَتَطَيَّبَ وَيُسَرِّحَ لِحْيَتَهُ . (ب) أَنْ يَجْلِسَ مُتَمَكِّناً بِوَقَارٍ وَهَيْبَةٍ تَعْظِيْماً لِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ . (جـ) أَنْ يُقْبِلَ عَلَى الْحَاضِرِيْنَ كُلِّهِمْ ، وَلَا يَخُصَّ بِعِنَايَتِهِ أَحَداً دُوْنَ أَحَدٍ . (د) أَنْ يَفْتَتِحَ مَجْلِسَهُ وَيَخْتِمَهُ بِتَحْمِيْدِ اللّٰهِ تَعَالىٰ وَالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَدُعَاءٍ يَلِيْقُ بِالْحَالِ. (هـ) أَنْ يَجْتَنِبَ مَا لَا تَحْتَمِلُهُ عُقُوْلُ الْحَاضِرِيْنَ أَوْ مَا لَا يَفْهَمُوْنَهُ مِنَ الْحَدِيْثِ . (و) أَنْ يَخْتِمَ الْإِمْلَاءَ بِحِكَايَاتٍ وَنَوَادِرَ ، لِتَرْوِيْحِ الْقُلُوْبِ وَطَرْدِ السَّأَمِ

ترجمہ : مجلسِ املاء میں حاضری کے وقت مستحب امور: (أ) پاک ہو جائے، خوشبو لگائے اور اپنی داڑھی سنوارے۔ (ب) رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا احترام کرتے ہوئے سنجیدگی اور عظمت کے ساتھ بیٹھے۔ (ج) تمام حاضرین کی طرف توجہ رکھے اور ایک کو چھوڑ کر دوسرے کے ساتھ خصوصی برتاؤ نہ کرے۔ (د) مجلس اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ ﷺ پر درود اور مناسب حال دعا کے ساتھ شروع اور ختم کرے۔ (ھ) ایسی حدیث (بیان کرنے) سے اجتناب کرے جو حاضرین کی سطح (فہم) سے اونچی ہو یا وہ اسے سمجھ نہ سکیں۔ (و) دِلوں کو خوش کرنے اور اکتاہٹ دور کرنے کے لیے مختلف قصوں اور پُر لطف باتوں کے ساتھ املاء ختم کرائے۔

شرح:- حدیث بیان کرنے کے وقت جب املاء کرانے آئے تو مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھے (۱) اچھی طرح پاک ہو، میسر شدہ خوشبو استعمال کرے اور داڑھی میں کنگھی کرے تاکہ تیاری اور اہتمام نظر آئے بالخصوص اگر بے وضو ہو تو وضو کر کے حدیث بیان کرے۔ بزرگان دین نے بغیر

وضو حدیث بیان کرنے کو ناپسند کیا ہے۔

(۲) مسند پر بیٹھے تو پورے وقار اور سنجیدگی کے ساتھ اس طرح بیٹھے کہ حدیث پاک کی عظمت کا حق ادا ہو۔ امام مالکؒ جب حدیث بیان کرتے تو خوب اہتمام کرتے اور مجلس میں مکمل ہیبت و وقار اور سنجیدگی اختیار فرماتے، ایک دفعہ کسی نے اس بارے پوچھا تو فرمایا: ''مجھے حدیث رسول ﷺ کی عظمت کا خیال رکھنا پسند ہے اس لیے میں باوضو ہو کر پورے وقار کے ساتھ ہی بیان کیا کرتا ہوں''۔ محدث کو یہ زیب نہیں دیتا کہ راہ چلتے یا کھڑے کھڑے حدیث بیان کردے۔ اکابر کے ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ ان میں سے بعض حضرات نے شدت مرض کے وقت بھی لیٹ کر حدیث بیان کرنا گوارا نہیں کیا بلکہ پہلے اس کے لیے اٹھ کر بیٹھے اور پھر حدیث بیان کی اور فرماتے کہ لیٹے لیٹے حدیث رسول ﷺ بیان کرنا پسند نہیں۔

(۳) تمام سامعین کی طرف یکساں توجہ رکھے، کسی پر زیادہ کسی پر کم توجہ نہ رکھے بلکہ سبھی کو اچھی طرح پڑھائے۔

(۴) مجلس کے شروع میں اور اختتام میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے اور ایسی کوئی دعا کردے جو اس وقت کے مناسب ہو۔ بعض حضرات سے منقول ہے کہ حمد کے الفاظ میں ''الحمد للہ رب العالمین'' کہنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اسی سے قرآن پاک کی بھی ابتداء ہے اور یہی اہلِ جنت کی بھی دعا ہے۔ جہاں تک مجلسِ حدیث میں درود شریف پڑھنے کا تعلق ہے تو سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ''اگر حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کے لیے یہی ایک فضیلت ہوتی کہ بار بار حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کا موقعہ ملتا ہے تو بھی کافی تھا''۔

یقیناً درود پڑھنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اعمال میں سے ہے لہذا ابتدا اور انتہا میں درود پڑھے تاکہ اس کی برکت محسوس ہو۔ کوشش کرے کہ اس موقعہ پر درود ابراہیمی اختیار کرے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ جب صحابہ کرام میں سے کسی کا ذکر آئے تو ''رضی اللہ عنہ'' بھی کہے اور بزرگوں کے ذکر ''رحمہ اللہ'' کہہ دے۔ حدیث پاک کی مجلس میں قبولیتِ دعا کی قوی امید ہے اس لیے محدث اس مجلس سے فائدہ اٹھائے اور مناسب حال دعا بھی کرے۔

(۵) سامعین کی سطحِ علمی کا ضرور خیال رکھے اور ان سے کوئی ایسی بات بیان نہ کرے جسے وہ سمجھ نہ سکیں کیونکہ اس صورت میں غلط اثر پھیلنے کا اندیشہ ہے مثلاً اگر اُن میں صفاتِ باری ومتشابہات کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہو تو ان کے سامنے ان سے متعلق احادیث بھی بیان نہ کرے۔

(٦) مجلس کے اختتام پر کچھ نادر کہانیاں اور واقعات ذکر کرے تاکہ سامعین کا جی نہ اُکتائے اور مجلس میں ان کی دلچسپی برقرار رہے اور دوبارہ حاضری کا شوق پیدا ہو۔ امام زہریؒ اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے کہ اب تم بھی کچھ اشعار سناؤ یا کچھ اپنی باتیں ہم سے بیان کرو۔

تدریس کے وقت چند آداب یہ بھی ہیں: (۱) اپنے طالب علموں کو علم کی ترغیب دے اور ان کے دلوں کی اصلاح کرے۔ (۲) سب کی خیر خواہی کرے اور سب کا فائدہ مدنظر رکھے۔ (۳) انہیں نرمی سے سمجھائے۔ (۴) سمجھانے کی بھرپور کوشش کرے۔ (۵) ان کا امتحان لیتا رہے۔ (٦) ان کی حوصلہ افزائی کرے۔ (۷) ان کی ذہنی سطح کا خیال رکھے اور طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔ (۸) ان کے درمیان برابری کا خیال رکھے۔ (۸) ان کی تربیت کا اہتمام کرے۔ (۹) ان کی اعانت کرتا رہے۔ (۱۰) ان سے خندہ پیشانی اور انکساری سے پیش آئے۔

٤ – مَا هِيَ السِّنُّ الَّتِيْ يَنْبَغِيْ لِلْمُحَدِّثِ أَنْ يَتَصَدّٰى لِلتَّحْدِيْثِ فِيْهَا ؟ اُخْتُلِفَ فِيْ ذٰلِكَ : (أ) فَقِيْلَ خَمْسُوْنَ ، وَقِيْلَ أَرْبَعُوْنَ ، وَقِيْلَ غَيْرُ ذٰلِكَ . (ب) وَالصَّحِيْحُ أَنَّهُ مَتىٰ تَأَهَّلَ وَاحْتِيْجَ اِلىٰ مَا عِنْدَهُ جَلَسَ لِلتَّحْدِيْثِ فِيْ أَيِّ سِنٍّ كَانَ .

ترجمہ: وہ کونسی عمر ہے جس میں محدّث کو حدیث بیان کرنے کے درپے ہونا چاہیے؟ اس بارے میں اختلاف ہے: (أ) چنانچہ ایک قول کے مطابق پچاس سال، اور ایک قول کے مطابق چالیس سال، اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔ (ب) صحیح یہ ہے کہ جب اس میں اہلیت پیدا ہو جائے اور اس کے علم کی ضرورت پیش آجائے تو کسی بھی عمر میں حدیث بیان کرنے بیٹھ جائے۔

شرح:- اس عمر کے بارے میں جس میں محدث کو درسِ حدیث شروع کرنا چاہیے، چند اقوال ہیں: (۱) ابن خلادؒ فرماتے ہیں: پچاس برس کی عمر میں حدیث بیان کرے لیکن اگر چالیس برس کی عمر میں بھی بیان کر دے تو بھی کوئی حرج نہیں اس لیے کہ اس وقت تک عقل کامل ہو جاتی ہے اور رائے

اچھی ہو جاتی ہے۔(۲) صحیح اور راجح یہ ہے کہ جب محدث میں حدیث بیان کرنے کی اہلیت پیدا ہو جائے اور لوگوں کو اس کی طرف ضرورت پڑے تو حدیث بیان کرنے کا اہتمام کرے چاہے کسی بھی عمر میں ہو، چنانچہ منقول ہے کہ امام مالکؒ نے تقریباً بیس سال میں حدیث بیان کرنا شروع کی، محدث بندارؒ نے اٹھارہ برس میں شروع کی اور امام بخاریؒ نے اس وقت حدیث بیان کرنا شروع کردی تھی جب ان کے داڑھی کے بال بھی نہیں اُگے تھے۔

٥ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ :(أ) اَلْجَامِعُ لِأَخْلَاقِ الرَّاوِيْ وَآدَابِ السَّامِعِ لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ . (ب) جَامِعُ بَيَانِ الْعِلْمِ وَفَضْلِهِ وَمَا يَنْبَغِيْ فِيْ رِوَايَتِهِ وَحَمْلِهِ لِابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ .

ترجمہ : اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف:(أ) الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع جو خطیب بغدادیؒ کی ہے۔(ب) جامع بیان العلم وفضلہ وماینبغی فی روایتہ وحملہ جو ابن عبد البرؒ کی ہے۔

اَلْمَبْحَثُ الثَّانِيْ : آدَابُ طَالِبِ الْحَدِيْثِ

١ – مُقَدِّمَةٌ : اَلْمُرَادُ بِآدَابِ طَالِبِ الْحَدِيْثِ ، مَا يَنْبَغِيْ أَنْ يَتَّصِفَ بِهِ الطَّالِبُ مِنَ الْآدَابِ الْعَالِيَةِ وَالْأَخْلَاقِ الْكَرِيْمَةِ الَّتِيْ تُنَاسِبُ شَرَفَ الْعِلْمِ الَّذِيْ يَطْلُبُهُ ، وَهُوَ حَدِيْثُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَمِنْ هٰذِهِ الْآدَابِ مَا يَشْتَرِكُ فِيْهَا مَعَ الْمُحَدِّثِ ، وَمِنْهَا مَا يَنْفَرِدُ بِهَا عَنْهُ . ٢ – اَلْآدَابُ الَّتِيْ يَشْتَرِكُ فِيْهَا مَعَ الْمُحَدِّثِ :(أ) تَصْحِيْحُ النِّيَّةِ وَالْإِخْلَاصِ لِلّٰهِ تَعَالىٰ فِيْ طَلَبِهِ . (ب) اَلْحَذَرُ مِنْ أَنْ تَكُوْنَ الْغَايَةُ مِنْ طَلَبِهِ التَّوَصُّلَ إِلىٰ أَغْرَاضِ الدُّنْيَا ، فَقَدْ أَخْرَجَ أَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :" مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً مِمَّا يُبْتَغىٰ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ تَعَالىٰ ، لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيْبَ بِهِ غَرَضاً مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " .

(جـ) اَلْعَمَلُ بِمَا يَسْمَعُهُ مِنَ الْأَحَادِيْثِ .

ترجمہ : بحث دوم: طالبِ حدیث کے آداب۔ ابتدائیہ: طالبِ حدیث کے آداب سے وہ بلند آداب اور کریمانہ اخلاق مراد ہیں جن سے طالب علم کو آراستہ ہونا چاہیے جو اُس علم کے مرتبہ کے لائق ہیں جس کا وہ طالب ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی حدیث۔ چنانچہ ان میں بعض تو وہ آداب ہیں جو طالب علم اور محدث کے درمیان مشترک ہیں اور کچھ وہ ہیں جو صرف طالب علم کے لیے ہیں۔ وہ آداب جو طالب علم اور محدّث کے درمیان مشترک ہیں:

(اُ) تصحیح نیت اور طلبِ حدیث میں اللہ کے لیے نیت کو خالص رکھنا۔ (ب) اس بات سے ڈرتے رہنا کہ کہیں طلبِ حدیث سے غرض دنیاوی مقاصد کا حصول نہ ہو، چنانچہ ابوداؤد وابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایسا علم سیکھا جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات مقصود ہوتی ہے، وہ اس کو صرف اس لیے سیکھتا ہے کہ اس کے ذریعے دنیا کا کوئی مقصد پالے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہ پائے گا''۔ (ج) جو احادیث سنے، ان پر عمل کرنا۔

شرح :- علم ایک عبادت ہے لہذا دوسری عبادات کی طرح اس کا نفع بھی تب مرتب ہوگا جب اس میں نیت کو خالص رکھا جائے گا۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ''میں نے نیت کو درست کرنے میں جتنی مشقت اٹھائی ہے' اتنی اور کسی چیز کے حصول میں نہیں اٹھائی''۔ علم سے دنیاوی اغراض مقصود نہ ہوں ورنہ حدیث پاک میں مذکور وعید سے دوچار ہونا پڑے گا اور دنیا تو نہیں معلوم کتنی ہاتھ آئے؟ آخرت کی راحت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا اور اس کی ناکامی کا توٹھکانہ ہی کیا۔

یحیٰی بن معاذؒ بہت اکابر اولیاء میں سے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا سونے کا ناپائیدار ڈلا اور آخرت مٹی کا پائیدار ٹھیکرا ہوتا تو عقلمند آدمی کے مناسب یہ تھا کہ وہ پائیدار مٹی کو فانی سونے پر ترجیح دیتا لیکن جب دنیا مٹی کا ناپائیدار ٹھیکرا اور آخرت سونے کا پائیدار ڈلا ہے تو پھر تو آخرت کو ہی دنیا پر ترجیح دینا ہی عقلمند کا کام ہوگا۔ [تذکرۃ السامع والمتکلم] یہ بھی دنیاوی غرض میں شامل ہے کہ حصولِ علم سے مقصود اپنے اہلِ زمانہ پر فوقیت لے جانا، ہم عصر علماء پر برتری، بادشاہ یا اہلِ حکومت کے ہاں اعلیٰ مقام پانا وغیرہ ہو۔ علم تو چیز ہی ایسی ہے کہ اس کی برکت سے پست اور بے قدر انسان بھی

باعزت اور باوجاہت ہوجاتا ہے، علم تو غلام کو بادشاہ کے مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ نیز جس طرح ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے جس سے وہ چیز پاک اور بارونق ہوتی ہے اسی طرح علم کی بھی زکوٰۃ اس پر عمل کرنا ہے۔ امام وکیع ؒ فرماتے تھے اگر تم حدیث یاد کرنا چاہو تو اس پر عمل کرلو۔

٣ - اَلآدَابُ الَّتِیْ یَنفَرِدُ بِھَا عَنِ الْمُحَدِّثِ :(أ) أَنْ یَسْأَلَ اللّٰہَ تَعَالیٰ التَّوْفِیْقَ وَالتَّسْدِیْدَ وَالتَّیْسِیْرَ وَالْاِعَانَۃَ عَلیٰ ضَبْطِہِ الْحَدِیْثَ وَفَھْمِہٖ . (ب) أَنْ یَنْصَرِفَ اِلَیْہِ بِکُلِّیَّتِہٖ ، وَیُفْرِغَ جُھْدَہٗ فِیْ تَحْصِیْلِہٖ . (جـ) أَنْ یَبْدَأَ بِالسَّمَاعِ مِنْ أَرْجَحِ شُیُوْخِ بَلَدِہٖ اِسْنَاداً وَعِلْماً وَدِیْناً . (د) أَنْ یُعَظِّمَ شَیْخَہٗ ، وَمَنْ یَسْمَعُ مِنْہُ وَیُوَقِّرَہٗ ، فَذٰلِکَ مِنْ اِجْلاَلِ الْعِلْمِ وَأَسْبَابِ الْاِنْتِفَاعِ ، وَأَنْ یَتَحَرّٰی رِضَاہُ ، وَیَصْبِرَ عَلیٰ جَفَائِہٖ لَوْ حَصَلَ . (ھـ) أَنْ یُرْشِدَ زُمَلاَءَہٗ وَاِخْوَانَہٗ فِی الطَّلَبِ اِلیٰ مَا ظَفِرَ بِہٖ مِنْ فَوَائِدَ ، وَلَا یَکْتُمَھَا عَنْھُمْ ، فَاِنَّ کِتْمَانَ الْفَوَائِدِ الْعِلْمِیَّۃِ عَلَی الطَّلَبَۃِ لُؤْمٌ یَقَعُ فِیْہِ جَھَلَۃُ الطَّلَبَۃِ الْوُضَعَاءُ لِأَنَّ الْغَایَۃَ مِنْ طَلَبِ الْعِلْمِ نَشْرُہٗ .

ترجمہ : وہ آداب جن میں طالبِ حدیث محدّث سے ممتاز ہے: (أ) حدیث پاک کے یاد رکھنے اور اس کے سمجھنے میں اللہ تعالیٰ سے توفیق، رہنمائی، سہولت اور مدد طلب کرے۔ (ب) حدیث پاک کی طرف بالکلیہ متوجہ ہوجائے اور اس کے حصول میں اپنی پوری کوشش صرف کردے۔ (ج) اپنے شہر میں اِسناد، علم اور دینداری میں سب سے غالب اساتذہ سے آغاز کرے۔

(د) اپنے استاذ کا اور جس جس سے حدیث کا سماع کرے، سب کا احترام اور ادب کرے، کیونکہ یہ بھی علم کی بڑائی اور فائدہ اٹھانے کے ذرائع میں سے ہے، استاذ کی رضا ڈھونڈے اور اس کی سختی پر اگر کبھی ہوجائے تو صبر کرے۔ (ھ) طلبِ حدیث میں اپنے ساتھی اور بھائیوں کو ان فوائد کی رہنمائی کرے جو اسے حاصل ہوئے ہیں، ان سے انہیں نہ چھپائے کیونکہ طلبہ سے علمی فوائد کا چھپانا تنگ ظرفی ہے جس میں جاہل اور پست خیال طلبہ واقع ہوتے ہیں اس لیے کہ علم کے حصول سے غرض اس کا پھیلانا ہے۔

شرح :- محدث کے ذیل میں جو آداب بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے بعض آداب (مثلاً تصحیح

نیت وغیرہ) طالب علم کے بھی ہیں البتہ چند خاص آداب بھی ہیں جن کا طالب علم کو خیال رکھنا چاہیے، وہ یہ ہیں:

(۱) طلبِ حدیث کے سلسلہ میں اللہ رب العزت سے خاص طور پر مدد اور توفیق مانگے۔ (۲) حصولِ علم کے لیے مکمل فارغ ہو جائے اور پوری کوشش صرف کرے۔ امام ابوحنیفہؒ نے تحصیلِ علم کے لیے یکسوئی کو لازمی قرار دیا ہے اور کئی بزرگوں سے یہ منقول ہے کہ جسمانی راحت کے حصول کے ساتھ علم کا حصول ممکن نہیں۔ علم حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ طالب علم زندگی کی سختی بھی برداشت کرے۔ (۳) سب سے پہلے اپنے شہر کے مشائخِ حدیث سے جو سند میں، علم میں اور دینداری میں بڑے ہوں اُن سے حدیث سنے۔ جب تک اپنے شہر کے شیوخ سے مکمل استفادہ نہ کرلے اُس وقت تک سفر نہ کرے کیونکہ سفر سے دو باتیں مقصود ہوتی ہیں. ایک علوِ اسناد، دوسرے حفاظِ حدیث سے ملاقات اور مذاکرۂ علم اور استفادہ۔ جب یہ دونوں باتیں اپنے شہر میں پائی جائیں تو مناسب یہ ہے کہ پہلے اپنے شہر والوں سے علم حاصل کرے پھر سفر اختیار کرے۔

(۴) علم کی عظمت کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ اپنے شیخ کا اور ہر اُس محدث کا بے حد اکرام کرے جس سے کوئی حدیث سنے، استاد کی رضا جوئی کرے اور اگر اس دوران اُس سے کوئی تکلیف پہنچے تو خندہ پیشانی کے ساتھ اس پر صبر کرے، اس طرح وہ اپنے شیوخ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے گا۔ مغیرہؒ کہتے ہیں: ''ہم حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اس طرح ڈرتے تھے جس طرح ہم حاکم سے ڈرتے ہیں''۔ حضرت عمرؓ کا مقولہ ہے: ''جس سے علم حاصل کرتے ہو اس کے آگے جھک جاؤ''۔ غریب الحدیث کے ماہر امام ابوعبید قاسم بن سلامؒ فرماتے ہیں: ''میں نے کبھی کسی محدث کے دروازہ پر دستک نہیں دی'' (بلکہ ان کے نکلنے کا انتظار کرتا رہا)۔ ع بے ادب محروم ماند ز فضلِ رب

نیز طالب علم کو چاہیے کہ اپنے استاد کی قدردانی کرے اور اُسے سب سے افضل سمجھے۔

(۵) جب کسی شیخ کے پاس فائدہ کی بات ملے یا حدیث کا سماع کرے تو اپنے دیگر ساتھیوں کو بھی اس کا پتہ بتائے تاکہ وہ بھی اس سے استفادہ کریں اور اس سلسلہ میں سخاوت سے کام لے، فائدہ کی بات کو چھپانا بدخصلتی کی علامت ہے، لہذا اس سے بچنا چاہیے۔ جو علم کو چھپاتا ہے اس بات کا

ڈرہے کہ وہ علم کو بھول جائے گا یا اس کی برکت سے محروم رہے گا بالخصوص حدیث کو نہیں چھپانا چاہیے۔

(و) أَلَّا يَمْنَعَهُ الْحَيَاءُ أَوِ الْكِبْرُ مِنَ السَّعْيِ فِي السَّمَاعِ وَالتَّحْصِيْلِ وَأَخْذِ الْعِلْمِ وَلَوْ مِمَّنْ هُوَ دُوْنَهُ فِي السِّنِّ أَوِ الْمَنْزِلَةِ. (ز) عَدَمُ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى سَمَاعِ الْحَدِيْثِ وَكِتَابَتِهِ دُوْنَ مَعْرِفَتِهِ وَفَهْمِهِ، فَيَكُوْنُ قَدْ أَتْعَبَ نَفْسَهُ دُوْنَ أَنْ يَظْفَرَ بِطَائِلٍ. (ح) أَنْ يُقَدِّمَ فِي السَّمَاعِ وَالضَّبْطِ وَالتَّفَهُّمِ الصَّحِيْحَيْنِ ثُمَّ سُنَنَ أَبِيْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ، ثُمَّ السُّنَنَ الْكُبْرٰى لِلْبَيْهَقِيِّ ثُمَّ مَا تَمَسُّ الْحَاجَةُ اِلَيْهِ مِنَ الْمَسَانِيْدِ وَالْجَوَامِعِ كَمُسْنَدِ أَحْمَدَ وَمُوَطَّأِ مَالِكٍ، وَمِنْ كُتُبِ الْعِلَلِ: عِلَلَ الدَّارَقُطْنِيِّ، وَمِنَ الْأَسْمَاءِ: التَّارِيْخَ الْكَبِيْرَ لِلْبُخَارِيِّ وَالْجَرْحَ وَالتَّعْدِيْلَ لِابْنِ أَبِيْ حَاتِمٍ، وَمِنْ ضَبْطِ الْأَسْمَاءِ كِتَابَ ابْنِ مَاكُوْلَا، وَمِنْ غَرِيْبِ الْحَدِيْثِ: النِّهَايَةَ لِابْنِ الْأَثِيْرِ.

ترجمہ : (و) حیا اور بڑائی حدیث سننے اور حاصل کرنے اور علم سیکھنے میں رکاوٹ نہ بنے خواہ عمر یا رُتبے میں اپنے کم درجے والے ہی سے کیوں نہ ہو۔ (ز) حدیث کو اچھی طرح جاننے اور سمجھنے کے بغیر اس کے سن لینے اور لکھ لینے پر اکتفا نہ کرے، کیونکہ پھر وہ کسی فائدے کو پائے بغیر خود کو تھکاتا رہے گا۔ (ح) سننے، یاد کرنے اور سمجھنے میں صحیحین کو مقدم رکھے، پھر سنن ابوداؤد، ترمذی اور نسائی کو، پھر بیہقی کی سنن کبریٰ کو، پھر مسانید اور جوامع میں سے جس کی ضرورت محسوس ہو جیسے مسندِ احمدؒ اور مؤطا مالکؒ، کتبِ علل میں سے دارقطنی کی کتاب العلل کو، اسماء رجال میں سے امام بخاری کی التاریخ الکبیر اور ابن ابی حاتم کی کتاب الجرح والتعدیل کو، اسماء کو محفوظ کرنے میں ابن ماکولا کی کتاب اور غریب الحدیث میں ابن اثیر کی النہایہ کو مقدم رکھے۔

شرح :- (۶) تحصیلِ علم میں ہرگز شرم وحیاء نہ کرے، اگر کوئی قدر و منزلت میں یا عمر میں چھوٹا ہو لیکن اُس سے حدیث حاصل کرنا مفید ہو تو اُس سے بھی حاصل کرے اور اس کو اپنی سبکی نہ خیال کرے۔ امام مجاہدؒ فرماتے ہیں: ''شرم محسوس کرنے والا یا متکبر شخص علم حاصل نہیں کرسکتا''۔ (۷) حدیث کے سننے اور لکھنے پر ہی اکتفاء نہ کرے بلکہ اچھی طرح سمجھے، غور کرے، صحت وضعف کو یاد

کرے، اپنے اندر فقاہت پیدا کرے، لغت اور اعراب کا خیال رکھے، اسماءِ رجال پر توجہ دے۔ مشکل احادیث کو اہمیت کے ساتھ ضبط کرے اور لکھ کر محفوظ کرے۔ ان سب کے بعد آپس میں مذاکرہ ومباحثہ بھی کرے۔ اگر ان باتوں کا خیال نہ رکھا گیا تو سوائے خود کو تھکانے کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

(۸) سننے، محفوظ کرنے اور سمجھنے میں صحیحین (بخاری ومسلم) سے ابتدا کرے، اس کے بعد سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ وغیرہ حاصل کرے۔ پھر امام بیہقیؒ کی سنن کبریٰ کی تحصیل میں کوشش کرے اور اس کتاب میں رغبت رکھے اس لیے کہ یہ کتاب اپنے موضوع میں بے نظیر ہے۔ جب یہ کتابیں حاصل کرلے تو پھر جس کی ضرورت پہلے ہو، تحصیل میں اسی کو مقدم رکھے مثلاً مسانید میں مسند امام احمد بن حنبلؒ کو حاصل کرے، اور جوامع میں مؤطا امام مالکؒ بہتر ہے۔

فقہی احکام کے اعتبار سے مسند امام اعظمؒ، مؤطا امام محمدؒ، مصنف عبدالرزاقؒ، مصنف سعید بن منصورؒ اور مصنف ابن ابی شیبہؒ وغیرہ پڑھے۔ عللِ حدیث کے موضوع کے پر امام احمد بن حنبلؒ اور امام دارقطنیؒ کی کتابیں بہتر ہیں۔ اسماءِ رجال میں امام بخاریؒ کی تاریخ کبیر، تاریخ ابن ابی خیثمہؒ اور ابن ابی حاتمؒ کی کتاب الجرح والتعدیل۔ ناموں کا اعراب یاد کرنے میں ابن ماکولاؒ کی کتاب دیکھے اور غریب الحدیث کے لیے ابن اثیر جزریؒ کی نہایہ کو مقدم رکھے۔

مطالعہ اور درس ومذاکرہ کے اعتبار سے بہتر ہوگا کہ طالب علم اپنے شیوخِ حدیث سے مشورہ طلب کرے اور ان کی رہنمائی میں تحصیلِ علم کرے۔

اَلْبَابُ الرَّابِعُ : اَلْاِسْنَادُ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ

ــ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ : لَطَائِفُ الْاِسْنَادِ . ــ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ : مَعْرِفَةُ الرُّوَاةِ .

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ : لَطَائِفُ الْاِسْنَادِ

۱ـ اَلْاِسْنَادُ الْعَالِیْ وَالنَّازِلُ . ۲ـ اَلْمُسَلْسَلُ . ۳ـ رِوَايَةُ الْاَكَابِرِ عَنِ الْاَصَاغِرِ .

٤ ـ رِوَايَةُ الْآبَاءِ عَنِ الْأَبْنَاءِ . ٥ ـ رِوَايَةُ الْأَبْنَاءِ عَنِ الْآبَاءِ . ٦ ـ اَلْمُدَبَّجُ وَرِوَايَةُ الْأَقْرَان . ٧ ـ اَلسَّابِقُ وَاللَّاحِقُ .

ترجمہ : باب چہارم: اسناد اور اس کے متعلقات۔ فصل اول: اسناد کی باریکیاں۔ فصل دوم: رواۃ کی پہچان۔

فصل اول: اسناد کی باریکیاں۔ (۱) سندِ عالی اور نازل (۲) مسلسل (۳) اکابر کی اصاغر سے روایت (۴) باپ کی بیٹوں سے روایت (۵) بیٹوں کی باپ سے رویت (۶) مدبج اور روایت الأقران (۷) سابق ولاحق۔

شرح:- یہ تمام وہ امور ہیں جو سند کی باریک اور پُر لطف باتیں قرار پاتی ہیں مگران کا حدیث کی صحت یا ضعف سے کوئی تعلق نہیں، بس ایک خوبی ہے جس کا محدث کو اہتمام کرنا چاہیے۔

(۱) اَلْاِسْنَادُ الْعَالِيْ وَالنَّازِلُ

١ – تَمْهِيْدٌ : اَلْإِسْنَادُ خَصِيْصَةٌ فَاضِلَةٌ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ ، وَلَيْسَتْ لِغَيْرِهَا مِنَ الْأُمَمِ السَّابِقَةِ ، وَهُوَ سُنَّةٌ بَالِغَةٌ مُؤَكَّدَةٌ ،فَعَلَى الْمُسْلِمِ أَنْ يَعْتَمِدَ عَلَيْهِ فِيْ نَقْلِ الْحَدِيْثِ وَالْأَخْبَارِ . قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ : " اَلْإِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ ، وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ "، وَقَالَ الثَّوْرِيُّ : " اَلْإِسْنَادُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ " كَمَا أَنَّ طَلَبَ الْعُلُوِّ فِيْهِ سُنَّةٌ أَيْضاً ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ : " طَلَبُ الْإِسْنَادِ الْعَالِيْ سُنَّةٌ عَمَّنْ سَلَفَ لِأَنَّ أَصْحَابَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ كَانُوْا يَرْحَلُوْنَ مِنَ الْكُوْفَةِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْ عُمَرَ وَيَسْمَعُوْنَ مِنْهُ "، وَلِذٰلِكَ اسْتُحِبَّتِ الرِّحْلَةُ فِيْ طَلَبِ الْحَدِيْثِ . وَلَقَدْ رَحَلَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فِيْ طَلَبِ عُلُوِّ الْإِسْنَادِ ، مِنْهُمْ أَبُوْ أَيُّوْبَ وَجَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا .

ترجمہ : تمہید۔ اسناد، اس امت کی ایک بڑی خصوصیت ہے جو سابقہ اقوام میں کسی کو حاصل نہیں اور یہ بہت ہی اہم طریقہ ہے لہٰذا مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حدیث وروایات کے دوسروں تک نقل کرنے میں اس پر اعتماد کرے۔ ابن مبارکؒ نے فرمایا: ''اسناد دین کا حصہ ہے، اگر اسناد نہ

ہوتا تو جس کی جو مرضی کہہ دیتا''۔ ثوریؒ نے فرمایا: ''اسناد یں من کا ہتھیار ہے'' جیسا کہ سند میں بلندی حاصل کرنا بھی سنت ہے۔ احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے: ''سندِ عالی حاصل کرنا بھی سلف کی سنت (طریقہ) ہے کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد کوفہ سے مدینہ سفر کرتے اور حضرت عمرؓ سے علم حاصل کرتے اور حدیث سنتے''۔ اسی لیے طلبِ حدیث کے لیے سفر کرنا مستحب ہے اور کئی صحابہ کرامؓ نے سندِ عالی کے حصول کے لیے سفر کیا ہے، ان میں سے ابوایوب انصاری اور جابر رضی اللہ عنہما ہیں۔

شرح:- نبی پاک ﷺ یا آپ کے کسی صحابی تک پوری سند کے ساتھ حدیث یا اثر نقل کرنا بلاشبہ اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، دوسری امتیں اس شرف سے محروم ہیں حتی کہ یہود و نصاریٰ بھی اس قدر اہتمام نہ کر سکے۔ ابوعلی جیانیؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے تین باتیں اُمتِ محمدیہ کے لیے مخصوص کر دی ہیں: (۱) اسناد (۲) علم الانساب (۳) اعراب''۔

اسناد ایک لازمی اور اہم ترین طریقہ ہے، حدیث نقل کرنے میں اس پر اعتماد ضروری ہے، جس طرح بغیر سیڑھی کے چھت پر نہیں چڑھ سکتے اسی طرح بغیر اسناد کے حدیث بھی قبول نہیں کی جاسکتی۔ عبداللہ بن مبارکؒ مشہور محدث ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اسناد، دین کا حصہ ہے اگر اسناد نہ ہوتا تو جو شخص جو مرضی کہہ دیتا''۔ ایک محدث فرماتے ہیں کہ جب راویوں نے گڑ بڑ شروع کی تو ہم نے اسناد کے ذریعے ان کا مقابلہ کیا اور راستہ روکا۔

جس طرح اسناد سنت ہے اور نقلِ حدیث کا مستند طریقہ ہے اسی طرح اسناد میں علو حاصل کرنا اور کم سے کم واسطہ سے حدیث معلوم کرنا بھی سنت ہے۔ صحابہ و تابعین علوِ اسناد کی خاطر سفر کیا کرتے تھے۔ دراصل علمِ حدیث کی خاطر سفر کی ایک بڑی وجہ سند میں واسطے کم کرنا بھی ہے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ سفر کر کے حضرت عقبہؓ کے پاس تشریف لے گئے صرف اس مقصد کے لیے کہ جو حدیث انہوں نے براہِ راست حضور اکرم ﷺ سے سنی ہے وہ آپ بھی اُن سے سن لیں حالانکہ آپ کو بالواسطہ اُس حدیث کا علم ہو چکا تھا۔ اسی طرح حضرت جابرؓ ایک حدیث کے بلا واسطہ سماعت کے لیے مدینہ منورہ سے سفر کر کے شام تشریف لے گئے تا کہ حضرت عبداللہ بن اُنیسؓ سے وہ حدیث بلا واسطہ سن لیں۔ اسی وجہ سے ہر دور میں علمِ حدیث کے لیے سفر کیا گیا۔ البتہ یہاں سنت

سے اصطلاحی سنت مراد نہیں جس کا درجہ فرض اور واجب کے بعد ہے بلکہ ایک درست طریقہ۔

۲ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اَلْعَالِيْ اِسْمُ فَاعِلٍ مِنَ " الْعُلُوِّ "ضِدِّ النُّزُوْلِ ، وَالنَّازِلُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنَ " النُّزُوْلِ " . (ب) اِصْطِلَاحاً : (١) اَلْإِسْنَادُ الْعَالِيْ : هُوَ الَّذِيْ قَلَّ عَدَدُ رِجَالِهِ بِالنِّسْبَةِ اِلىٰ سَنَدٍ آخَرَ يَرِدُ بِهِ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ بِعَدَدٍ أَكْثَرَ . (٢) اَلْإِسْنَادُ النَّازِلُ : هُوَ الَّذِيْ كَثُرَ عَدَدُ رِجَالِهِ بِالنِّسْبَةِ اِلىٰ سَنَدٍ آخَرَ يَرِدُ بِهِ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ بِعَدَدٍ أَقَلَّ . ٣ – أَقْسَامُ الْعُلُوِّ : يُقْسَمُ الْعُلُوُّ اِلىٰ خَمْسَةِ أَقْسَامٍ ، وَاحِدٌ مِنْهَا عُلُوٌّ مُطْلَقٌ وَالْبَاقِيْ عُلُوٌّ نِسْبِيٌّ وَهِيَ : (أ) الْقُرْبُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ نَظِيْفٍ : وَهٰذَا هُوَ الْعُلُوُّ الْمُطْلَقُ ، وَهُوَ أَجَلُّ أَقْسَامِ الْعُلُوِّ . (ب) اَلْقُرْبُ مِنْ اِمَامٍ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ : وَاِنْ كَثُرَ بَعْدَهُ الْعَدَدُ اِلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِثْلَ الْقُرْبِ مِنَ الْأَعْمَشِ أَوِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَوْ مَالِكٍ أَوْ غَيْرِهِمْ ، مَعَ الصِّحَّةِ وَنَظَافَةِ الْإِسْنَادِ أَيْضاً .

ترجمہ : اس قسم کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے عالی عُلُو (بلندی) سے اسم فاعل ہے جو کہ نزول (اُترائی) کا ضد ہے، اور نازل نزول سے اسم فاعل ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے (۱) اسنادِ عالی: وہ سند جس کے رواۃ کی تعداد دوسری اس سند سے کم ہو جس میں وہی حدیث زیادہ رواۃ کے ساتھ وارد ہو۔ (۲) اسنادِ نازل: وہ سند جس کے رواۃ کی تعداد دوسری اس سند کی بہ نسبت زیادہ ہو جس میں مذکورہ حدیث کم رواۃ کے ساتھ وارد ہو۔ عُلُو کی اقسام: علو کی پانچ قسمیں مقرر کی گئی ہیں، ان میں سے ایک تو عُلُوِّ مطلق ہے اور باقی عُلُوِّ نسبی، وہ یہ ہیں: (أ) صحیح اور واضح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے قریب ہونا: یہی عُلُوِّ مطلق ہے اور یہ علو کی سب سے بڑی قسم ہے۔

(ب) ائمۂ حدیث میں سے کسی امام کے قریب ہونا: اگر چہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تک تعداد زیادہ ہو جیسے اعمش یا ابن جریج یا مالک وغیرہ سے قریب ہونا، اسناد بھی صحیح اور واضح ہو۔

شرح :- عالی، علو کا اسم فاعل ہے بمعنی اونچا، بلند۔ سند کو عالی اس وقت کہتے ہیں جب وہ بھی کم واسطوں کے ساتھ بلند ہو جائے اور نازل، نزول کا اسم فاعل ہے بمعنی نیچا، اترا ہوا۔ سند کو نازل اس وقت کہتے ہیں جب وہ بھی زیادہ واسطوں کے ساتھ نیچے ہو جائے۔ یہ تو لغت کی بات تھی۔ اصطلاح

کے اعتبار سے جب ایک حدیث دو مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہو جن میں سے ایک سند کے رواۃ دوسری سند کے رواۃ سے کم ہوں اور دوسری سند کے رواۃ پہلی سند کے رواۃ سے زیادہ ہوں تو زیادہ رواۃ والی سند نازل اور کم رواۃ والی سند عالی کہہ لائے گی۔ شرط یہ ہے کہ عالی اور نازل ایک ہی حدیث سے متعلق ہوں، دو مختلف حدیثوں کی سندیں ایک دوسرے سے عالی یا نازل نہیں کہلاتیں۔

عُلُو یعنی سند کے عالی ہونے کی پانچ صورتیں ہیں جن میں سے ایک تو علوِ مطلق ہے یعنی کامل اور بلا کسی نسبت کی قید کے بلندی حاصل ہو جانا اور باقی سب علوِ نسبی ہیں یعنی کسی خاص راوی کی بہ نسبت علو حاصل ہو جانا۔ سب سے پہلی قسم جو کہ علوِ مطلق ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ صحیح اور واضح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ہو جانا۔ اس کو مطلق اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ جب عالی کہا جاتا ہے تو اس سے یہی قسم مراد ہوتی ہے کیونکہ اس میں کسی خاص راوی کی بہ نسبت بلندی نہیں بلکہ رسول پاک ﷺ کی ذات عالی تک سند میں واسطے کم ہو گئے ہیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ کسی خاص امام تک واسطے کم ہو جائیں اور اس میں یہ نہ دیکھا جائے کہ اس امام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک بھی واسطے کم ہیں یا زیادہ جیسے امام اعمشؒ، امام ابن جریجؒ یا امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ وغیرہ تک واسطے کم ہونا چاہیے ان کے بعد کم ہوں یا زیادہ۔ البتہ یہاں بھی سند کا صحیح اور صاف ہونا ضروری ہے۔

(جـ) اَلْقُرْبُ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى رِوَايَةِ أَحَدِ الْكُتُبِ السِّتَّةِ أَوْ غَيْرِهَا مِنَ الْكُتُبِ الْمُعْتَمَدَةِ وَهُوَ مَا كَثُرَ اعْتِنَاءُ الْمُتَأَخِّرِيْنَ بِهِ مِنَ الْمُوَافَقَةِ وَالْإِبْدَالِ وَالْمُسَاوَاةِ وَالْمُصَافَحَةِ.
۱ ...... فَالْمُوَافَقَةُ : هِيَ الْوُصُوْلُ اِلٰى شَيْخِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِيْنَ مِنْ غَيْرِ طَرِيْقِهٖ بِعَدَدٍ أَقَلَّ مِمَّا لَوْ رَوىٰ مِنْ طَرِيْقِهٖ عَنْهُ. مِثَالُهُ : مَا قَالَهُ ابْنُ حَجَرَ فِيْ شَرْحِ النُّخْبَةِ " رَوَى الْبُخَارِيُّ عَنْ قُتَيْبَةَ عَنْ مَالِكٍ حَدِيْثاً ، فَلَوْ رَوَيْنَاهُ مِنْ طَرِيْقِهٖ كَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قُتَيْبَةَ ثَمَانِيَةٌ ، وَلَوْ رَوَيْنَا ذٰلِكَ الْحَدِيْثَ بِعَيْنِهٖ مِنْ طَرِيْقِ أَبِي الْعَبَّاسِ السَّرَّاجِ عَنْ قُتَيْبَةَ مَثَلاً لَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قُتَيْبَةَ فِيْهِ سَبْعَةٌ ، فَقَدْ حَصَلَتْ لَنَا الْمُوَافَقَةُ مَعَ الْبُخَارِيِّ فِيْ شَيْخِهٖ بِعَيْنِهٖ مَعَ عُلُوِّ الْإِسْنَادِ عَلَى الْإِسْنَادِ اِلَيْهِ ". ۲ ...... اَلْبَدَلُ : هُوَ الْوُصُوْلُ اِلٰى شَيْخِ شَيْخِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِيْنَ مِنْ غَيْرِ طَرِيْقِهٖ بِعَدَدٍ أَقَلَّ مِمَّا رَوىٰ مِنْ طَرِيْقِهٖ عَنْهُ.

مِثَالُهُ : مَا قَالَهُ ابْنُ حَجَرَ : " كَأَنْ يَقَعَ لَنَا ذٰلِكَ الْإِسْنَادُ بِعَيْنِهِ ، مِنْ طَرِيْقٍ أُخْرىٰ إِلَى الْقَعْنَبِيِّ عَنْ مَالِكٍ فَيَكُوْنُ الْقَعْنَبِيُّ فِيْهِ بَدَلاً مِنْ قُتَيْبَةَ ".

ترجمه : (ج) کتب ستہ وغیرہ معتمد کتابوں میں سے کسی کی روایت کی بہ نسبت قریب ہونا: یہ وہی موافقت، اِبدال، مساوات اور مصافحہ ہے جس کا متاخرین میں اہتمام زیادہ ہے۔ چنانچہ (۱) موافقت: مصنفین میں سے کسی کے شیخ تک اس کے طریق کے بغیر اس کے طریق سے کم واسطوں کے ساتھ پہنچنا، اس کی مثال ابن حجرؒ نے شرح النخبہ میں بیان فرمائی ہے: ''امام بخاری نے قتیبہ عن مالک سے ایک حدیث روایت کی ہے، اگر ہم مذکورہ حدیث امام بخاری کے طریق سے روایت کریں ہمارے اور قتیبہ کے درمیان آٹھ واسطے ہوجائیں گے اور اگر اسی حدیث کو ابوالعباس سَرّاج کے عن قتیبہ والے طریق سے روایت کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان سات واسطے ہوں گے تو ہمیں امام بخاری کے ساتھ ان کے متعین شیخ میں موافقت حاصل ہوگئی، ساتھ ہی ان کی سند سے عالی سند بھی۔ (۲) بدل: مصنفین میں سے کسی کے شیخ کے شیخ تک اس کے طریق کے بغیر اس کے طریق سے کم واسطوں کے ساتھ پہنچنا، اس کی مثال ابن حجرؒ نے بیان کی ہے کہ جیسے یہی سند ہمیں دوسرے راستے ملے جو قعنبی عن مالک تک پہنچے تو اس میں قعنبی قتیبہ سے بدل ہوں گے۔

شرح :- علوِ اسناد کی تیسری قسم وہ ہے جس میں مصنفین میں سے کسی کی بہ نسبت شیخ سے قرب حاصل ہوجائے، اس کی چار مشہور ‌ مؤیہ ہیں: (۱) موافقت (۲) بدل (۳) مساوات (۴) مصافحہ۔

موافقت کے لغوی معنی یکساں اور موافق ہونا، اصطلاحی تعریف یہ ہے: ''کوئی شخص کسی مصنفِ کتاب کے سلسلۂ سند کے علاوہ دوسرے سلسلۂ سند سے اُس مصنف کے شیخ تک پہنچ جائے جبکہ اُس سند میں رواۃ کی تعداد بھی کم ہو جیسے ایک حدیث جو ابن حجرؒ کو امام بخاری اور ابوالعباس دو سلسلوں کے ذریعے قتیبہ عن مالک کے واسطے سے موصول ہے اگر وہ اس کو امام بخاری کے سلسلے سے نقل کریں تو ان کے اور قتیبہ کے درمیان رواۃ آٹھ ہوجاتے ہیں اور اگر ابوالعباس کا سلسلہ اختیار کریں تو واسطے سات ہوجائیں گے تو اس طرح ابن حجرؒ، امام بخاریؒ کے ساتھ کم واسطوں کے ذریعے ان کے شیخ میں مل گئے۔

بدل کے لغوی معنی جانشین اور بدلے کے ہیں، اصطلاح میں بدل کہتے ہیں کسی مصنف کے شیخ الشیخ تک اس کے بغیر دوسرے سلسلۂ سند کے ذریعے پہنچنا جبکہ اس میں واسطے پہلے سے کم ہوں جیسے اسی حدیث کو ابن حجرؒ اگر ایک اور سلسلۂ سند سے روایت کریں تو قعنبی عن مالک تک جا کر پہنچتی ہے تو یہ بخاری عن قتیبہ کا بدل ہو جائے گا۔

۳...... اَلْمُسَاوَاةُ : هِيَ اسْتِوَاءُ عَدَدِ الْإِسْنَادِ مِنَ الرَّاوِيْ اِلیٰ آخِرِهٖ مَعَ اِسْنَادِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِیْنَ . مِثَالُهٗ : مَا قَالَهُ ابْنُ حَجَرَ : " كَأَنْ يَرْوِیَ النَّسَائِیُّ مَثَلاً حَدِيْثاً يَقَعُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْهِ أَحَدَ عَشَرَ نَفْساً فَيَقَعُ لَنَا ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ بِعَيْنِهٖ بِاِسْنَادٍ آخَرَ ، بَيْنَنَا وَبَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْهِ أَحَدَ عَشَرَ نَفْساً ، فَنُسَاوِی النَّسَائِیَّ مِنْ حَيْثُ الْعَدَدِ" .
٤ – اَلْمُصَافَحَةُ : هِيَ اسْتِوَاءُ عَدَدِ الْإِسْنَادِ مِنَ الرَّاوِیْ اِلیٰ آخِرِهٖ مَعَ اِسْنَادِ تِلْمِيْذِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِيْنَ ، وَسُمِّيَتْ مُصَافَحَةً لِأَنَّ الْعَادَةَ جَرَتْ فِی الْغَالِبِ بِالْمُصَافَحَةِ بَيْنَ مَنْ تَلاَقِيَا .

ترجمہ : (۳) مساواۃ: راوی کی سند کے تمام رواۃ کی تعداد کا آخر تک کسی مصنف کی سند کے برابر ہونا ہے، اس کی مثال ابن حجرؒ نے بیان فرمائی ہے کہ جیسے امام نسائی ایک حدیث روایت کریں جس میں ان کے اور نبی کریم ﷺ تک گیارہ نفوس ہوں پھر وہی حدیث ہمیں ایک اور سند سے حاصل ہو جس میں ہمارے اور نبی کریم ﷺ تک بھی گیارہ نفوس ہوں تو ہم عدد کے لحاظ سے امام نسائی کے برابر ہو جائیں گے۔ (۴) مصافحہ: وہ راوی کی سند کے رواۃ کا آخر تک کسی مصنف کے شاگرد کی سند کے برابر ہونا، اس کا نام مصافحہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اکثر دو ملنے والوں کے درمیان مصافحہ کرنے کا رواج ہے۔

شرح :- مساوات کے لغوی معنی برابری کے ہیں اور اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے "راوی کی سند کے آخر تک تمام رواۃ کی تعداد کسی مصنف کی سند کے آخر تک تمام رواۃ کے برابر ہو جائے" جیسے امام نسائیؒ ایک حدیث روایت کریں جس میں ان سے لے کر آنحضرت ﷺ تک مثلاً گیارہ رواۃ ہوں پھر وہی حدیث ابن حجرؒ کو ایک ایسی سند سے ملے جس میں ان کے اور آنحضرت ﷺ کے

درمیان بھی گیارہ رواۃ ہوں تو اس طرح وہ اور امام نسائی بلحاظِ تعدادِ رواۃ برابر اور مساوی ہو جائیں گے۔

مصافحہ کے لغوی معنی ہاتھ ملانے کے ہیں اور اصطلاح میں کہتے ہیں "راوی کی سند کے تمام رواۃ کی تعداد کا کسی مصنف کے شاگرد کی سند کے رواۃ کے برابر ہو جانا" جیسے اسی طرح کی بات امام نسائی کے کسی شاگرد اور ہمارے درمیان پیش آ جائے تو اس کو مصافحہ کہیں گے کیونکہ گویا اس شاگرد کی طرح ہماری ملاقات بھی امام نسائی سے ہو گئی اور ہم نے ان سے مصافحہ کر لیا۔

(د) اَلْعُلُوُّ بِتَقَدُّمِ وَفَاةِ الرَّاوِیْ : وَمِثَالُهُ مَا قَالَهُ النَّوَوِيُّ : " فَمَا اَرْوِیْهِ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْبَيْهَقِيِّ عَنِ الْحَاكِمِ اَعْلٰى مِنْ اَنْ اَرْوِيَهُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ خَلَفٍ عَنِ الْحَاكِمِ ، لِتَقَدُّمِ وَفَاةِ الْبَيْهَقِيِّ عَنِ ابْنِ خَلَفٍ ". (هـ) اَلْعُلُوُّ بِتَقَدُّمِ السَّمَاعِ : اَیْ بِتَقَدُّمِ السَّمَاعِ مِنَ الشَّيْخِ فَمَنْ سَمِعَ مِنْهُ مُتَقَدِّماً كَانَ اَعْلٰى مِمَّنْ سَمِعَ مِنْهُ بَعْدَهُ . مِثَالُهُ : اَنْ يَسْمَعَ شَخْصَانِ مِنْ شَيْخٍ ، وَسَمَاعُ اَحَدِهِمَا مُنْذُ سِتِّيْنَ سَنَةً مَثَلاً ، وَالْآخَرِ مُنْذُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ، وَتَسَاوَی الْعَدَدُ اِلَيْهِمَا ، فَالْاَوَّلُ اَعْلٰى مِنَ الثَّانِیْ ، وَيَتَاَكَّدُ ذٰلِكَ فِیْ حَقِّ مَنِ اخْتَلَطَ شَيْخُهُ اَوْ خَرِفَ .

ترجمہ : راوی کی وفات پہلے ہونے کی وجہ سے علوِ سند: اس کی مثال جو امام نوویؒ نے بیان فرمائی کہ جس حدیث کو میں تین واسطوں کے ساتھ بیہقی سے اور وہ حاکم سے روایت کرتے ہیں وہ زیادہ اونچی ہے اس سے کہ میں اسی حدیث کو تین واسطوں کے ساتھ ابوبکر بن خلف سے اور وہ حاکم سے روایت کریں اس لیے کہ بیہقی کی وفات ابن خلف سے پہلے ہوئی ہے۔(ھ) سماع کے پہلے ہونے کی وجہ سے تقدم: یعنی شیخ سے پہلے سن لینے کی وجہ سے تقدم، چنانچہ جس نے شیخ سے پہلے سنا ہوگا وہ بعد میں سننے والے سے مقدم ہوگا۔ مثلاً دو شخص ایک شیخ سے سنیں اور ان میں سے ایک کے سماع کو ساٹھ سال ہوئے ہوں اور دوسرے کے سماع کو چالیس سال اور دونوں تک رواۃ کی تعداد برابر ہو تو پہلی سند دوسری سے اونچی ہوگی اور یہ ان لوگوں کے حق میں اہم ہو جائے گا جن کے شیخ دماغی توازن کھو بیٹھے ہوں یا بڑھاپے کی وجہ سے بھول گئے ہوں۔

شرح :- علوِ سند کی چوتھی صورت یہ ہے کہ محدث دو اشخاص کے واسطے سے کسی متعین امام سے روایت کرے اور ان میں سے ایک کی وفات دوسرے سے پہلے ہوئی ہو تو جس کی وفات پہلے ہوگی اس کی سند دوسرے کی سند سے عالی کہلائے گی خواہ رواۃ کی تعداد دونوں میں برابر کیوں نہ ہو جیسے امام نووی حاکمؒ سے امام بیہقی کے واسطے سے بھی نقل کرتے ہیں اور ابن خلفؒ کے واسطے سے بھی لیکن امام بیہقی کی وفات ابن خلفؒ سے پہلے ہوئی اب اگر چہ دونوں سندوں میں رواۃ کی تعداد تین ہی ہے لیکن پھر بھی وفات کے تقدم کی وجہ سے ان کی بیہقیؒ والی سند دوسری سے عالی کہلائے گی۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ محدث دو اشخاص کے ذریعے کسی متعین امام سے روایت کرے لیکن ان میں سے ایک نے دوسرے سے پہلے سنا ہو اور دوسرے نے اُس کے بعد اور رواۃ دونوں سندوں کے برابر ہوں تو جس نے پہلے سنا ہے اس کی سند دوسرے سے عالی کہلائے گی جیسے ایک نے شیخ سے ساٹھ سال پہلے سنا اور دوسرے نے چالیس سال پہلے تو دونوں کے درمیان بیس سال کا فرق ہوگا تو جو سماع میں قدیم ہے اس کی سند عالی کہلائے گی۔ اس کی اہمیت اس شیخ کے شاگردوں میں بڑھ جائے گی جو کسی زمانے میں دماغی توازن کھو بیٹھا ہو یا بڑھاپے کی وجہ سے اس کی یادداشت پر اثر ہوا ہو تو جس نے قدیماً (دماغی کمزوری سے پہلے) سنا ہو اسی کو ترجیح ہوگی۔

> ٤ – اَقْسَامُ النُّزُوْلِ : اَقْسَامُ النُّزُوْلِ خَمْسَةٌ ، وَتُعْرَفُ مِنْ ضِدِّهَا ، فَكُلُّ قِسْمٍ مِنْ اَقْسَامِ الْعُلُوِّ ضِدُّهٗ قِسْمٌ مِنْ اَقْسَامِ النُّزُوْلِ . ٥ – هَلِ الْعُلُوُّ اَفْضَلُ اَوِ النُّزُوْلِ ؟(أ) اَلْعُلُوُّ اَفْضَلُ مِنَ النُّزُوْلِ عَلَى الصَّحِيْحِ الَّذِىْ قَالَهُ الْجُمْهُوْرِ ، لِاَنَّهٗ يُبْعِدُ كَثْرَةَ احْتِمَالِ الْخَلَلِ عَنِ الْحَدِيْثِ ، وَالنُّزُوْلُ مَرْغُوْبٌ عَنْهُ . قَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِيُّ " اَلنُّزُوْلُ شُوْمٌ " وَهٰذَا اِذَا تَسَاوَى الْاِسْنَادُ فِي الْقُوَّةِ .(ب) وَيَكُوْنُ النُّزُوْلُ اَفْضَلَ اِذَا تَمَيَّزَ الْاِسْنَادُ النَّازِلُ بِفَائِدَةٍ .

ترجمہ : نزول کی قسمیں: نزول کی قسمیں پانچ ہیں اور وہ اپنے ضد سے پہچانے جاسکتے ہیں چنانچہ علو کی ہر قسم کے مقابلے میں اس کا ضد نزول کی ایک قسم ہوگی۔

سوال: علو افضل ہے یا نزول؟ (أ) صحیح قول جسے جمہور نے اختیار کیا ہے اس کے مطابق

نزول سے علو افضل ہے اس لیے کہ وہ حدیث پاک میں خلل کے وقوع کے امکان کو دور کرتا ہے اور نزول سے اعراض کیا جاتا ہے۔ ابن مدینیؒ نے کہا ہے ''نزول بدشگونی ہے''، یہ اس وقت ہے جب اسناد قوت میں برابر ہو۔ (ب) اور اس وقت نزول افضل ہوگا جب سندِ نازل کسی فائدے کے ساتھ نمایاں ہو جائے۔

شرح :-- جس طرح علو کی پانچ قسمیں مقرر ہیں، نزول کی بھی پانچ ہی قسمیں ہیں لیکن انہیں بیان کرنے کی اس لیے ضرورت نہیں کہ نزول، علو کا ضد ہے تو جتنی صورتیں علو کے تحت بیان ہوئیں ان میں علو کے متقابل صورت جو ہوگی وہ نزول ہوگی۔

عموی طور پر علو بہتر ہے اور نزول صرف اسی صورت میں بہتر ہے جب اس میں کوئی فائدہ کی بات ہو مثلاً سندِ نازل کے رواۃ، سندِ عالی کے رواۃ سے زیادہ ثقہ یا حافظ یا فقیہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جب رفع یدین کے مسئلہ پر امام اوزاعیؒ نے زہریؒ عن نافعؒ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے حدیث پیش کی تو اس کے جواب میں امام ابوحنیفہؒ نے حمادؒ عن ابراہیم النخعیؒ عن الاسودؒ وعلقمہؒ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے ترکِ رفع یدین کی حدیث پیش کی اور پھر فرمایا: حمادؒ، زہریؒ سے افقہ تھے، ابراہیم نخعیؒ، نافعؒ سے افقہ تھے اور اگر صحابیت کا رتبہ نہ ہوتا تو کہتا کہ اسودؒ وعلقمہؒ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ فقیہ تھے اور عبداللہ (بن مسعودؓ) تو عبداللہ ہیں۔ یعنی صحابہؓ میں بلند رتبہ فقیہ اور مجتہد تھے، نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر سفر وحضر میں خادم ہوتے تھے۔

بظاہر امام صاحبؒ کی سند نازل ہے مگر اس کی خصوصیات زیادہ ہیں۔

٦ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : لَا تُوْجَدُ مُصَنَّفَاتٌ خَاصَّةٌ فِي الْأَسَانِيْدِ الْعَالِيَةِ أَوِ النَّازِلَةِ بِشَكْلٍ عَامٍّ ، لٰكِنْ أَفْرَدَ الْعُلَمَاءُ بِالتَّصْنِيْفِ أَجْزَاءً أَطْلَقُوْا عَلَيْهَا اسْمَ " الثُّلَاثِيَّاتِ " وَيَعْنُوْنَ بِهَا الْأَحَادِيْثَ الَّتِيْ فِيْهَا بَيْنَ الْمُصَنِّفِ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةُ أَشْخَاصٍ فَقَطْ ، وَفِيْ ذٰلِكَ إِشَارَةٌ إِلَى اهْتِمَامِ الْعُلَمَاءِ بِالْأَسَانِيْدِ الْعَوَالِيْ ، فَمِنْ تِلْكَ الثُّلَاثِيَّاتِ : (أ) ثُلَاثِيَّاتُ الْبُخَارِيِّ ، لِابْنِ حَجَرَ. (ب) ثُلَاثِيَّاتُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ ، لِلسَّفَّارِيْنِيْ .

ترجمہ : اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: اسانید عالیہ اور اسانید نازلہ کے متعلق جامع انداز میں مخصوص تصانیف دستیاب نہیں البتہ علماء نے کچھ اجزاء علیحدہ سے تصنیف کر کے انہیں ثلاثیات کا نام دیا ہے اور اس سے ان کی مراد وہ احادیث ہیں جن میں مصنف کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صرف تین اشخاص ہیں، اسی میں علماء کرام کے اسانید عالیہ کے اہتمام کا اشارہ بھی ملتا ہے، ان ثلاثیات میں سے یہ ہیں: (أ) ثلاثیات البخاری جو ابن حجرؒ کی ہے۔ (ب) ثلاثیات احمد بن حنبلؒ جو سفارینیؒ کی ہے۔

اَلْمُسَلْسَلُ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنَ " السَّلْسَلَةِ " وَهِيَ اتِّصَالُ الشَّيْءِ بِالشَّيْءِ وَمِنْهُ سِلْسِلَةُ الْحَدِيْثِ ، وَكَأَنَّهُ سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِشِبْهِهٖ بِالسِّلْسِلَةِ مِنْ نَاحِيَةِ الْاِتِّصَالِ وَالتَّمَاثُلِ بَيْنَ الْاَجْزَاءِ . (ب) اصطلاحاً : هُوَ تَتَابُعُ رِجَالِ اِسْنَادِهٖ عَلٰى صِفَةٍ اَوْ حَالَةٍ لِلرُّوَاةِ تَارَةً ، وَلِلرِّوَايَةِ تَارَةً أُخْرٰى . ٢ – شَرْحُ التَّعْرِيْفِ : اَيْ اِنَّ الْمُسَلْسَلَ هُوَ مَا تَوَالٰى رُوَاةُ اِسْنَادِهٖ عَلٰى : (أ) اَلْاِشْتِرَاكِ فِيْ صِفَةٍ وَاحِدَةٍ لَهُمْ . (ب) اَوِ الْاِشْتِرَاكِ فِيْ حَالَةٍ وَاحِدَةٍ لَهُمْ اَيْضاً . (جـ) اَوِ الْاِشْتِرَاكِ فِيْ صِفَةٍ وَاحِدَةٍ لِلرِّوَايَةِ .

ترجمہ : مسلسل۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے السلسلة سے اسم مفعول ہے اور وہ ایک چیز کا دوسری چیز سے ملنا ہے، اسی سے حدیث کا سلسلہ بھی ماخوذ ہے، گویا یہ نام اس لیے پڑا کہ وہ اجزاء کے درمیان اتصال اور مماثلت میں زنجیر کے مشابہ ہوتی ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے وہ سند کے رواۃ کا کبھی تو رواۃ کی ایک ہی صفت یا حالت پر اور کبھی روایت کی کسی صفت یا حالت پر لگاتار قائم رہنا ہے۔ تعریف کی وضاحت: یعنی مسلسل وہ سند ہے جس کے راوی پے در پے قائم رہے ہوں: (أ) ان کی ایک ہی صفت میں اشتراک پر (ب) یا ان کی ایک ہی حالت میں اشتراک پر (ج) یا پھر روایت کی ایک ہی صفت میں اشتراک پر۔

شرح :- مسلسل کا لفظ باب فعللہ کے مصدر سَلْسَلَة سے نکلا ہے جس کے معنی دو چیزوں کے

سروں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملا ہوا ہونا ہے، جس طرح زنجیر کی کڑیاں ایک دوسرے میں داخل ہوتی ہے اوران میں اتصال اور یکسانیت پائی جاتی ہے اسی طرح حدیثِ مسلسل میں بھی رواۃ کے درمیان یکسانیت اور کسی عمل میں اتصال پایا جاتا ہے۔ اصطلاح میں مسلسل اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے تمام رواۃ اپنی کسی حالت یا صفت پر مسلسل قائم ہوں یا روایت کے کسی خاص انداز کو اپنائے ہوئے ہوں۔ اس طرح ابتدائی طور پر مسلسل کی تین قسمیں بنیں گی: (۱) رواۃ کی حالت کے ساتھ مسلسل۔ (۲) رواۃ کی صفت کے ساتھ مسلسل۔ (۳) روایت کے انداز کے ساتھ مسلسل۔

۳ – أَنْوَاعُهُ : يَتَبَيَّنُ مِنْ شَرْحِ التَّعْرِيْفِ أَنَّ أَنْوَاعَ الْمُسَلْسَلِ ثَلاَثَةٌ وَهِيَ : الْمُسَلْسَلُ بِأَحْوَالِ الرُّوَاةِ ، وَالْمُسَلْسَلُ بِصِفَاتِ الرُّوَاةِ ، وَالْمُسَلْسَلُ بِصِفَاتِ الرِّوَايَةِ ، وَإِلَيْكَ فِيْمَا يَلِي بَيَانَ هٰذِهِ الْأَنْوَاعِ . (أ) اَلْمُسَلْسَلُ بِأَحْوَالِ الرُّوَاةِ : وَأَحْوَالُ الرُّوَاةِ ، إِمَّا أَقْوَالٌ أَوْ أَفْعَالٌ ، أَوْ أَقْوَالٌ وَأَفْعَالٌ مَعاً : ١ ...... اَلْمُسَلْسَلُ بِأَحْوَالِ الرُّوَاةِ الْقَوْلِيَّةِ : مِثْلُ حَدِيْثِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ : " يَا مُعَاذُ إِنِّيْ أُحِبُّكَ فَقُلْ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلاَةٍ : اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلَىٰ ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ " فَقَدْ تَسَلْسَلَ بِقَوْلِ كُلٍّ مِنْ رُوَاتِهِ " وَأَنَا أُحِبُّكَ ، فَقُلْ ". ٢ ...... اَلْمُسَلْسَلُ بِأَحْوَالِ الرُّوَاةِ الْفِعْلِيَّةِ : مِثْلُ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ : " شَبَّكَ بِيَدِيْ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ وَقَالَ : " خَلَقَ اللّٰهُ الْأَرْضَ يَوْمَ السَّبْتِ " فَقَدْ تَسَلْسَلَ بِتَشْبِيْكِ كُلٍّ مِنْ رُوَاتِهِ بِيَدِ مَنْ رَوَاهُ عَنْهُ ". ٣ ...... اَلْمُسَلْسَلُ بِأَحْوَالِ الرُّوَاةِ الْقَوْلِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ مَعاً : مِثْلُ حَدِيْثِ أَنَسٍؓ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " لَا يَجِدُ الْعَبْدُ حَلاَوَةَ الْإِيْمَانِ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ حُلْوِهٖ وَمُرِّهٖ ، وَقَبَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَىٰ لِحْيَتِهٖ وَقَالَ : آمَنْتُ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ حُلْوِهٖ وَمُرِّهٖ " تَسَلْسَلَ بِقَبْضِ كُلِّ رَاوٍ مِنْ رُوَاتِهٖ عَلَىٰ لِحْيَتِهٖ ، وَقَوْلِهٖ : آمَنْتُ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ حُلْوِهٖ وَمُرِّهٖ .

ترجمہ: اس کی قسمیں: تعریف کی تشریح سے واضح ہے کہ مسلسل کی قسمیں تین ہیں جو کہ یہ ہیں: مسلسل باحوال الرواۃ، مسلسل بصفات الرواۃ اور مسلسل بصفات الروایۃ۔ ان تمام اقسام کا بیان

ملاحظہ ہو: (اُ) مسلسل باحوال الرواۃ: رواۃ کے حالات یا تو اقوال ہوں گے یا افعال ہوں گے یا اقوال اور افعال دونوں۔ (۱) رواۃ کے قولی حالات کے ساتھ مسلسل: مثلاً حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث کہ ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! بے شک مجھے تم سے محبت ہے، تو تم ہر نماز کے بعد یہ کہا کرو'' اَللّٰهُمَّ أَعِنِّىْ عَلىٰ ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ '' (اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور اچھی طرح عبادت کرنے پر میری مدد کرنا)۔ یہ حدیث تمام رواۃ کے قول'' مجھے تم سے محبت ہے تو تم یہ کہا کرو'' کے ساتھ مسلسل ہے۔

(۲) رواۃ کے فعلی حالات کے ساتھ مسلسل: مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کہ ابوالقاسم ﷺ نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر فرمایا'' خَلَقَ اللّٰهُ الْأَرْضَ يَوْمَ السَّبْتِ '' (اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہفتہ کے دن بنایا)۔ یہ حدیث تمام رواۃ کے اپنے راوی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے کے ساتھ مسلسل ہے۔ (۳) رواۃ کے قولی و فعلی حالات دونوں کے ساتھ مسلسل: مثلاً حضرت انسؓ نے کہا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' لَا يَجِدُ الْعَبْدُ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ حُلْوِهٖ وَمُرِّهٖ '' (بندہ ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک تقدیر پر یعنی اس کے اچھے برے پر اور میٹھے کڑوے پر ایمان نہ لائے) اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی داڑھی مبارک کو مٹھی سے پکڑا اور فرمایا:'' میں تقدیر پر ایمان لایا اس کے اچھے برے پر بھی اور میٹھے کڑوے پر بھی ''۔ یہ حدیث ہر ہر راوی کے داڑھی پکڑنے اور یہ کہنے کے ساتھ مسلسل ہے کہ میں تقدیر پر ایمان لایا، اس کے اچھے برے اور اس کے میٹھے کڑوے پر۔

شرح:- مسلسل کی ابتداءً تین اقسام کا ذکر ہو چکا، اب ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔ راویوں کے حالات تین طرح کے ہیں: یا تو ان کا کوئی قول ہوگا جسے ہر راوی نقل کرتا ہوگا یا ان کا کوئی فعل ہوگا جسے ہر راوی نے کیا ہوگا یا پھر قول و فعل کا مجموعہ ہوگا جسے ہر راوی نے اپنایا ہوگا۔ اس طرح مسلسل باَحوال الرواۃ کی بھی تین قسمیں ہوگئیں: (۱) پہلی قسم جس میں حالت قولی ہو، اس کی مثال حضرت معاذ بن جبلؓ کی مذکورہ بالا حدیث جس میں آنحضرت ﷺ کے کلمات'' وَاَنَا اُحِبُّكَ، فَقُلْ '' تمام راوۃ نے اپنے اپنے شاگردوں سے کہا، اس طرح ان میں ایک حالت یعنی قول میں اشتراک ہوا۔

(۲) دوسری قسم جس میں راویوں کی حالت فعلی ہوگی، اس کی مثال حضرت ابو ہریرہؓ کی مذکورہ بالا حدیث ہے جس کے شروع میں آنحضرت ﷺ نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر مذکورہ حدیث ارشاد فرمائی۔ تمام رواۃ نے بھی اپنے شاگردوں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اس حدیث کو اسی طرح بیان کیا۔ اس طرح ایک فعلی حالت میں اشتراک پایا گیا۔

(۳) تیسری قسم جس میں راویوں کی قولی و فعلی حالت کا مجموعہ پایا جائے، اس کی مثال حضرت انسؓ والی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے اپنی مبارک داڑھی پکڑی اور پھر فرمایا: ''آمَنْتُ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ حُلْوِهٖ وَمُرِّهٖ''۔ اس کے بعد تمام رواۃ نے حدیث بیان کرتے وقت داڑھی پکڑی اور اس جملے کو دہرایا۔ اس طرح قول و فعل میں اشتراک پایا گیا۔

(ب) اَلْمُسَلْسَلُ بِصِفَاتِ الرُّوَاةِ : وَصِفَاتُ الرُّوَاةِ : إِمَّا قَوْلِيَّةٌ أَوْ فِعْلِيَّةٌ .

۱ ...... اَلْمُسَلْسَلُ بِصِفَاتِ الرُّوَاةِ الْقَوْلِيَّةِ : مِثْلُ الْحَدِيْثِ الْمُسَلْسَلِ بِقِرَاءَةِ سُوْرَةِ الصَّفِّ ، فَقَدْ تَسَلْسَلَ بِقَوْلِ كُلِّ رَاوٍ : " فَقَرَأَهَا فُلَانٌ هٰكَذَا ". هٰذَا وَقَدْ قَالَ الْعِرَاقِيُّ : " وَصِفَاتُ الرُّوَاةِ الْقَوْلِيَّةِ وَأَحْوَالُهُمُ الْقَوْلِيَّةُ مُتَقَارِبَةٌ بَلْ مُتَمَاثِلَةٌ ".

۲ ...... اَلْمُسَلْسَلُ بِصِفَاتِ الرُّوَاةِ الْفِعْلِيَّةِ : كَاتِّفَاقِ أَسْمَاءِ الرُّوَاةِ ، كَالْمُسَلْسَلِ بِـ "الْمُحَمَّدِيْنَ" أَوِ اتِّفَاقِ صِفَاتِهِمْ ، كَالْمُسَلْسَلِ بِالْفُقَهَاءِ أَوِ الْحُفَّاظِ أَوِ اتِّفَاقِ نِسْبَتِهِمْ كَالدِّمَشْقِيِّيْنَ أَوِ الْمِصْرِيِّيْنَ .

ترجمہ : رواۃ کی صفات کے ساتھ مسلسل: رواۃ کی صفات قولی ہوں گی یا فعلی۔ (۱) رواۃ کی صفاتِ قولی کے ساتھ مسلسل: جیسے وہ حدیث جو سورۃ الصف پڑھنے کے ساتھ مسلسل ہے۔ یہ حدیث ہر راوی کے یہ کہنے کے ساتھ مسلسل ہے کہ ''فلاںؒ نے اسی طرح اس سورت کو پڑھا''۔ علامہ عراقی نے کہا ہے: ''رواۃ کی صفاتِ قولی اور ان کے احوالِ قولی ایک دوسرے سے قریب ہی نہیں بلکہ ایک ہی جیسے ہیں۔ (۲) رواۃ کی صفاتِ فعلی کے ساتھ مسلسل: جیسے رواۃ کے ناموں کا اتفاق مثلاً محمد نام والے رواۃ کے ساتھ مسلسل یا ان کی صفات کا ایک ہونا جیسے فقہاء یا حفاظ کے ساتھ مسلسل یا ان کی نسبت کا ایک ہونا جیسے دمشقیین یا مصریین۔

شرح :- راویوں کی صفت دو طرح کی ہے: (۱) صفتِ قولی جس میں کوئی قول موجود ہو۔ (۲) صفتِ فعلی جس میں کوئی فعل موجود ہو۔ (۱) صفتِ قولی کے ساتھ مسلسل حدیث کی مثال وہ روایت ہے جس کے ہر راوی نے سورۃ الصّف کی تلاوت کر کے کہا کہ فلاں شیخ نے اس کی اسی طرح تلاوت کی۔ چونکہ صفتِ قولی اور حالِ قولی میں فرق بالکل محسوس نہیں ہوتا اس لیے علامہ عراقی نے دونوں کے متماثل کا حکم فرمایا۔ (۲) صفتِ فعلی کے ساتھ مسلسل کی مثال وہ روایت ہوگی جس میں راویوں کے نام ایک ہوں جیسے سب کے نام محمد ہوں تو اس کو مسلسل بالمحمدین کہیں گے۔ اسی طرح ان کی ذاتی صفت کا ایک ہونا مثلاً سب فقہاء ہوں تو اس کو مسلسل بالفقہاء کہیں گے یا ان سب کی نسبت ایک جگہ کی طرف ہو جیسے سب کا مصری یا دمشقی ہونا وغیرہ۔

(جـ) اَلْمُسَلْسَلُ بِصِفَاتِ الرِّوَايَةِ : وَصِفَاتُ الرِّوَايَةِ إِمَّا أَنْ تَتَعَلَّقَ بِصِيَغِ الْأَدَاءِ، أَوْبِزَمَنِ الرِّوَايَةِ ، أَوْ مَكَانِهَا : (١) اَلْمُسَلْسَلُ بِصِيَغِ الْأَدَاءِ : مِثْلَ حَدِيْثٍ مُسَلْسَلٍ بِقَوْلِ كُلٍّ مِنْ رُوَاتِهِ " سَمِعْتُ " أَوْ " أَخْبَرَنَا ". (٢) اَلْمُسَلْسَلُ بِزَمَانِ الرِّوَايَةِ : كَالْحَدِيْثِ الْمُسَلْسَلِ بِرِوَايَتِهِ يَوْمَ الْعِيْدِ . (٣) اَلْمُسَلْسَلُ بِمَكَانِ الرِّوَايَةِ : كَالْحَدِيْثِ الْمُسَلْسَلِ بِإِجَابَةِ الدُّعَاءِ فِي الْمُلْتَزَمِ . ٤ – أَفْضَلُهُ : وَأَفْضَلُهُ مَا دَلَّ عَلَى الْإِتِّصَالِ فِي السَّمَاعِ وَعَدَمِ التَّدْلِيْسِ . ٥ – مِنْ فَوَائِدِهِ : اِشْتِمَالُهُ عَلَىٰ زِيَادَةِ الضَّبْطِ مِنَ الرُّوَاةِ .

ترجمہ : (ج) روایت کی صفات کے ساتھ مسلسل: روایت کی صفات ادائیگی کے صیغوں یا روایت کے وقت یا جگہ کے ساتھ متعلق ہوں گی۔ (۱) ادائیگی کے صیغوں کے ساتھ مسلسل: جیسے ایک حدیث جو اس کے تمام رواۃ کے "سَمِعْتُ" یا "أَخْبَرَنا" کہنے کے ساتھ مسلسل ہو۔ (۲) روایت کے وقت کے ساتھ مسلسل: جیسے وہ حدیث جو عید کے دن روایت کرنے کے ساتھ مسلسل ہے۔ (۳) روایت کی جگہ کے ساتھ: جیسے ملتزم میں قبولیتِ دعا کے ساتھ مسلسل حدیث۔ افضل مسلسل: مسلسلات میں افضل قسم وہ ہے جو سماع میں اتصال اور عدمِ تدلیس پر دلالت کرے۔ مسلسل کے فوائد میں سے اس کے رواۃ کا زیادتی ضبط پر مشتمل ہونا ہے۔

شرح :- روایت کی صفات کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ جو ادائیگی کے مخصوص صیغوں کی و ۔ سے مسلسل ہو جیسے سب کا ''سَمِعْتُ '' یا ''أَخْبَرَنا '' کہنا۔ دوسری وہ جو روایت کے مخصوص وقت کی و ۔ سے مسلسل ہو جیسے بعض احادیث جو عید کے دن یا عاشوراء کے دن روایت کرنے کے ساتھ مخصوص ہے کہ سب نے اسی دن اس کی روایت کی۔ تیسری قسم وہ جو مخصوص جگہ روایت کرنے کی و ۔ سے مسلسل ہو جیسے بعض روایات جو ملتزم میں قبولیتِ دعا کے ساتھ مسلسل ہے۔

چونکہ مسلسلات میں اکثر انقطاع ہوتا ہے اس لیے سب سے بہتر وہ مسلسل ہے جس میں سندِ متصل کے ساتھ سماع موجود ہو اور تدلیس بھی نہ ہو۔ حدیثِ مسلسل اس بات کی بھی نشاندہی کرتی ہے کہ اس کے تمام رواۃ نے اچھی طرح سند اور متن کو یاد رکھا ہے کیونکہ وہ ان تمام احوال وصفات کا اہتمام کرنے والے ہیں جو ان کے شیوخ سے منقول تھے، اور کوئی بات وہ بھولے نہیں ہیں، اسی لیے جب سند میں کہیں انقطاع نہیں ہوگا تو یہ کامل ضبط کی قوی علامت ہوگی۔

٦ – هَلْ يُشْتَرَطُ وُجُوْدُ التَّسَلْسُلِ فِيْ جَمِيْعِ الْإِسْنَادِ ؟ لَا يُشْتَرَطُ ذٰلِكَ ، فَقَدْ يَنْقَطِعُ التَّسَلْسُلُ فِيْ وَسَطِهٖ اَوْ آخِرِهٖ ، لٰكِنْ يَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ : " هٰذَا مُسَلْسَلٌ اِلىٰ فُلَانٍ ". ٧ – لَا ارْتِبَاطَ بَيْنَ التَّسَلْسُلِ وَالصِّحَّةِ : فَقَلَّمَا يَسْلَمُ الْمُسَلْسَلُ مِنْ خَلَلٍ فِي التَّسَلْسُلِ اَوْ ضُعْفٍ وَاِنْ كَانَ اَصْلُ الْحَدِيْثِ صَحِيْحاً مِنْ غَيْرِ طَرِيْقِ التَّسَلْسُلِ. ٨ – اَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : (أ) اَلْمُسَلْسَلَاتُ الْكُبْرىٰ ، لِلسُّيُوْطِيْ ، وَقَدِ اشْتَمَلَتْ عَلىٰ ٨٥ حَدِيْثاً . (ب) اَلْمَنَاهِلُ السَّلْسَلَةُ فِي الْأَحَادِيْثِ الْمُسَلْسَلَةِ ، لِمُحَمَّدْ عَبْدِالْبَاقِي الْأَيُّوْبِيِّ ، وَقَدِ اشْتَمَلَتْ عَلىٰ ٢١٢ حَدِيْثاً .

ترجمہ : کیا پوری سند میں تسلسل کا وجود شرط ہے؟ یہ شرط نہیں چنانچہ کبھی سند کے درمیان یا اس کے آخر میں تسلسل ٹوٹ بھی جاتا ہے مگر ایسے موقع پر وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ''یہ حدیث فلاں راوی تک مسلسل ہے''۔ تسلسل اور صحت کے درمیان کوئی ربط نہیں کیونکہ کم ہی کوئی مسلسل تسلسل کے دوران کسی خرابی یا کمزوری سے محفوظ رہتی ہے اگرچہ اصل حدیث تسلسل کے بغیر طریق سے صحیح ہوگی۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: (أ) المسلسلات الکبریٰ جو امام سیوطیؒ کی تصنیف

ہے اور ۸۵ حدیثوں پر مشتمل ہے۔ (ب) المناہل السلسلۃ فی الأحادیث المسلسلۃ جو محمد عبد الباقی ایوبی کی تصنیف ہے اور ۲۱۲ حدیثوں پر مشتمل ہے۔

شرح :- یہ ضروری نہیں کہ مسلسل حدیث کے تمام رواۃ اس صفت یا حالت پر قائم رہے ہوں چنانچہ اکثر کسی راوی پر پہنچ کر ان کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور ایسے موقعہ پر محدثین یہ کہہ کر وضاحت کر دیا کرتے ہیں کہ یہ حدیث فلاں راوی تک ہی مسلسل ہے۔ ایک اور اہم مسئلہ وہ یہ ہے کہ حدیث کے مسلسل ہونے اور صحیح ہونے کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جو حدیث مسلسل ہو وہ صحیح بھی ہوگی کیونکہ سند میں کبھی کوئی ضعف یا خلل واقع ہو جاتا ہے جس کی و[illegible] سے سندِ مسلسل کے ساتھ تو وہ حدیث صحیح نہیں کہلاتی مگر دوسری سند سے وہی حدیث صحیح ہو کر وارد ہوتی ہے، اس طرح حدیث فی نفسہ صحیح ہوتی ہے کیونکہ کسی سندِ صحیح کے ساتھ بھی مروی ہے مگر اس کی تسلسل والی سند ضعیف ہوتی ہے۔

رِوَايَةُ الْاَكَابِرِ عَنِ الْاَصَاغِرِ

١ – تَعْرِيْفُهٗ: (أ) لُغَةً : اَلْاَكَابِرُ جَمْعُ " أَكْبَر " وَالْاَصَاغِرُ جَمْعُ " أَصْغَر " وَالْمَعْنىٰ: رِوَايَةُ الْكِبَارِ عَنِ الصِّغَارِ . (ب) اِصْطِلَاحاً : رِوَايَةُ الشَّخْصِ عَمَّنْ هُوَ دُوْنَهٗ فِي السِّنِّ وَالطَّبَقَةِ ، أَوْ فِي الْعِلْمِ وَالْحِفْظِ . ٢ – شَرْحُ التَّعْرِيْفِ : أَىْ أَنْ يَرْوِىَ الرَّاوِىْ عَنْ شَخْصٍ هُوَ أَصْغَرُ مِنْهُ سِنًّا وَأَدْنىٰ طَبَقَةً ، وَالدُّنُوُّ فِي الطَّبَقَةِ كَرِوَايَةِ الصَّحَابَةِ عَنِ التَّابِعِيْنَ وَنَحْوِ ذٰلِكَ. أَوْ يَرْوِىَ عَمَّنْ هُوَ أَقَلُّ مِنْهُ عِلْماً وَحِفْظاً ، كَرِوَايَةِ عَالِمٍ حَافِظٍ عَنْ شَيْخٍ وَلَوْ كَانَ ذَاكَ الشَّيْخُ كَبِيْراً فِي السِّنِّ ، هٰذَا وَيَنْبَغِي التَّنَبُّهُ إِلىٰ أَنَّ الْكِبَرَ فِي السِّنِّ أَوِ الْقِدَمَ فِي الطَّبَقَةِ وَحْدَهٗ ، أَىْ بِدُوْنِ الْمُسَاوَاةِ فِي الْعِلْمِ عَمَّنْ يَرْوِىْ عَنْهُ لَا يَكْفِىْ لِأَنْ يُسَمّٰى رِوَايَةَ أَكَابِرَ عَنْ أَصَاغِرَ .

ترجمہ : بڑوں کا چھوٹوں سے روایت کرنا۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے اکابر، اکبر کی جمع ہے اور اصاغر، اصغر کی جمع ہے اور مطلب بڑوں کا چھوٹوں سے روایت نقل کرنا ہے۔

(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: ایک شخص کا اپنے سے عمر اور طبقہ میں یا علم اور حفظ میں کم درجہ شخص سے روایت کرنا۔ تعریف کی تشریح: یعنی راوی ایک ایسے شخص سے روایت کرے جو اس سے عمر میں چھوٹا اور طبقہ میں نیچے ہو۔ طبقہ میں نیچے ہونا جیسے صحابہ کرامؓ کا تابعینؒ سے روایت کرنا وغیرہ، یا راوی اس سے روایت کرے جو علم اور حفظ میں اس سے کم ہو جیسے ایک عالم وحافظ کا کسی (عام) شیخ سے روایت کرنا اگرچہ وہ شیخ عمر میں بڑا ہو۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اپنے مروی عنہ (شیخ) سے صرف عمر میں بڑا ہونا یا طبقہ میں پہلے ہونا یعنی علم میں برابری کے بغیر، یہ کہلانے کے لیے کافی نہیں کہ وہ اکابر کی اصاغر سے روایت ہے، آگے آنے والی مثالوں سے اس کی وضاحت ہو جائے گی۔

شرح:- اکابر جمع ہے جس کا واحد اکبر ہے بمعنی بڑا اور اصاغر بھی جمع ہے جس کا واحد اصغر ہے بمعنی چھوٹا یعنی بڑے لوگ اپنے سے چھوٹے لوگوں سے روایت کریں۔ اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے سے کم عمر یا نیچے طبقہ والے سے روایت کرے یا کوئی عالم وحافظ غیر عالم وحافظ سے روایت کرے۔ مصنف نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ اگر راوی اپنے سے کم عمر سے روایت کرے تو فقط اس وجہ سے اس کا اصطلاحی نام روایت الاکابر عن الاصاغر نہیں ہوگا بلکہ یہ ضروری ہے کہ عمر میں بڑے چھوٹے ہونے کے باوجود علم اور حفظ میں برابری ہونی چاہیے یعنی جیسے راوی عالم وحافظ ہے اسی طرح مروی عنہ بھی عالم وحافظ ہو، آگے اس کی مثالیں پیش ہیں۔

٣ – أَقْسَامُهُ وَأَمْثِلَتُهَا : يُمْكِنُ أَنْ نَقْسِمَ رِوَايَةَ الْأَكَابِرِ عَنِ الْأَصَاغِرِ اِلىٰ ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ وَهِيَ : (أ) أَنْ يَكُوْنَ الرَّاوِيْ أَكْبَرَ سِنًّا وَأَقْدَمَ طَبَقَةً مِنَ الْمَرْوِيِّ عَنْهُ (أَيْ مَعَ الْعِلْمِ وَالْحِفْظِ أَيْضاً) . (ب) أَنْ يَكُوْنَ الرَّاوِيْ أَكْبَرَ قَدْراً – لَا سِنًّا – مِنَ الْمَرْوِيِّ عَنْهُ ، كَحَافِظٍ عَالِمٍ عَنْ شَيْخٍ كَبِيْرٍ غَيْرِ حَافِظٍ ، مِثْلَ : رِوَايَةِ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ . (جـ) أَنْ يَكُوْنَ الرَّاوِيْ أَكْبَرَ سِنًّا وَقَدْراً مِنَ الْمَرْوِيِّ عَنْهُ أَيْ أَكْبَرَ وَأَعْلَمَ مِنْهُ . مِثْلَ : رِوَايَةِ الْبَرْقَانِيِّ عَنِ الْخَطِيْبِ .

ترجمہ: اس کی قسمیں اور مثالیں: یہ ممکن ہے کہ ہم روایت الاکابر عن الاصاغر کو تین قسموں میں تقسیم کر دیں اور وہ یہ ہیں: (أ) راوی اپنے مروی عنہ سے عمر میں بڑا اور طبقہ میں مقدم ہو (یعنی علم

اور حفظ کے ساتھ)۔(ب) راوی اپنے مروی عنہ سے قدر و منزلت میں بڑا ہو، عمر میں نہیں جیسے ایک حافظ و عالم کسی غیر حافظ عمر دراز شیخ سے روایت کرے مثلاً امام مالکؒ کی عبداللہ بن دینارؒ سے روایت۔(ج) راوی عمر اور قدر و منزلت میں مروی عنہ سے بڑا ہو یعنی عمر میں بڑا اور علم میں زیادہ ہو جیسے برقانی کی خطیب سے روایت۔

تشریح :- امام مالکؒ حافظ اور فقیہ ہیں اور عبداللہ بن دینارؒ، امام مالکؒ سے عمر میں بڑے ہیں لیکن امام و حافظ نہیں۔ اسی طرح برقانیؒ اپنے شاگرد خطیب بغدادیؒ سے زیادہ عالم اور عمر میں بڑے ہیں۔

٤ – مِنْ رِوَايَةِ الْأَكَابِرِ عَنِ الْأَصَاغِرِ : (أ) رِوَايَةُ الصَّحَابَةِ عَنِ التَّابِعِيْنَ : كَرِوَايَةِ الْعَبَادِلَة وَغَيْرِهِمْ عَنْ كَعْبِ الْأَحْبَارِ . (ب) رِوَايَةُ التَّابِعِيِّ عَنْ تَابِعِيْهِ : كَرِوَايَةِ يَحْيىَ بْنِ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ مَالِكٍ .

ترجمہ : روایت الاکابر عن الاصاغر میں سے (أ) صحابہ کرامؓ کا تابعین سے روایت کرنا جیسے عبادلہ وغیرہ کا کعب احبارؒ سے روایت کرنا۔(ب) اور تابعی کا اپنے تابعی سے روایت کرنا جیسے یحیٰ بن سعید انصاریؒ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا۔

تشریح :- (۱) عبادلہ، عبداللہ کی خلافِ قیاس مگر کثیر الاستعمال جمع ہے۔ صحابہ کرامؓ میں عبداللہ بن عمروؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عباسؓ کو عبادلہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ عبادلہ میں شامل نہیں بلکہ ان سے بلند ہیں۔ عبادلہ اور ان کے علاوہ انسؓ، ابو ہریرہؓ، معاویہؓ وغیرہ کئی صحابہؓ نے کعب احبارؒ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں، ان میں سے اکثر کا تعلق سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کی حکایات سے ہے۔ کعب احبارؒ تابعی ہیں اور تورات کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔(۲) بعض اوقات تابعین اپنے ہی شاگرد یعنی تبع تابعین سے روایت کرلیا کرتے تھے جیسے یحیی بن سعید انصاریؒ اور امام زہریؒ وغیرہ امام مالکؒ سے بعض حدیثوں کے راوی ہیں۔ امام مالکؒ کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے۔ ائمہ اربعہؒ میں صرف امام ابوحنیفہؒ کو تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے، اس لیے کہ آپ نے حضرت انسؓ وغیرہ چند صحابہ کرامؓ کی زیارت کی ہے۔

۵ – مِنْ فَوَائِدِهٖ : (أ) أَلَّا يُتَوَهَّمَ أَنَّ الْمَرْوِيَّ عَنْهُ أَفْضَلُ وَأَكْبَرُ مِنَ الرَّاوِيْ لِكَوْنِهِ الْأَغْلَبَ . (ب) أَلَّا يُظَنَّ أَنَّ فِي السَّنَدِ انْقِلَاباً ، لِأَنَّ الْعَادَةَ جَرَتْ بِرِوَايَةِ الْأَصَاغِرِ عَنِ الْأَكَابِرِ . ٦ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : كِتَابُ " مَا رَوَاهُ الْكِبَارُ عَنِ الصِّغَارِ وَالْآبَاءُ عَنِ الْأَبْنَاءِ " لِلْحَافِظِ أَبِيْ يَعْقُوْبَ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ الْوَرَّاقِ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ٤٠٣ هـ .

ترجمہ: اس کے چند فوائد: (أ) مروی عنہ کے راوی سے افضل وا کبر ہونے کا وہم نہ ہونا کیونکہ اکثر ایسا ہی ہے۔ (ب) سند میں اُلٹ پھیر ہونے کا گمان نہ ہونا اس لیے کہ چھوٹوں کے بڑوں سے روایت کرنے کا رواج عام ہے۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصنیف: کتاب " ماروا ہ الکبار عن الصغار والآباء عن الابناء" جو حافظ ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم ورّاق" متوفی سنہ۴۰۳ھ کی ہے۔

تشریح:- روایت الاکابر عن الاصاغر کے دو فائدے مذکور ہیں: (۱) عموماً کم درجے کا شخص اپنے سے بلند رُتبہ شخص سے روایت کرتا ہے اس لیے جس کو روایت الاکابر کا پتہ نہیں ہوگا وہ یہی سمجھے گا کہ شاید راوی اپنے مروی عنہ سے رُتبہ میں کم ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا، اور جس کو روایت الاکابر کا علم ہوگا وہ اس طرح کے وہم کا شکار نہیں ہوگا۔ (۲) چونکہ عادتاً چھوٹے ہی بڑے سے روایت کرتے ہیں تو کوئی یہ گمان بھی کرسکتا ہے کہ شاید سند میں قلب واقع ہوا ہے اسی لیے بڑا شخص راوی اور چھوٹا مروی عنہ بن گیا لیکن روایت الاکابر کے علم ہونے سے یہ گمان واقع نہیں ہوگا۔

رِوَايَةُ الْآبَاءِ عَنِ الْأَبْنَاءِ

١ – تَعْرِيْفُهُ : أَنْ يُوْجَدَ فِيْ سَنَدِ الْحَدِيْثِ أَبٌ يَرْوِي الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِهٖ . ٢ – مِثَالُهُ حَدِيْثٌ رَوَاهُ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ عَنِ ابْنِهِ الْفَضْلِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ . ٣ – مِنْ فَوَائِدِهٖ : أَلَّا يُظَنَّ أَنَّ فِي السَّنَدِ انْقِلَاباً أَوْ خَطَأً لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنْ يَرْوِيَ الْإِبْنُ عَنْ أَبِيْهِ وَهٰذَا النَّوْعُ مَعَ الَّذِيْ قَبْلَهُ يَدُلُّ عَلٰى تَوَاضُعِ الْعُلَمَاءِ ، وَأَخْذِهِمُ الْعِلْمَ مِنْ أَيِّ شَخْصٍ ، وَإِنْ كَانَ دُوْنَهُمْ فِي الْقَدْرِ وَالسِّنِّ .

٤ -أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : كِتَابُ " رِوَايَةِ الْآبَاءِ عَنِ الْأَبْنَاءِ " لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ.

ترجمہ : آباء کی بیٹوں سے روایت۔اس کی تعریف: یہ کہ حدیث کی سند میں ایک باپ ہو جو اپنے بیٹے سے روایت کرر ہا ہو۔اس کی مثال: ایک حدیث جسے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اپنے فرزند فضلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ کے مقام پر دونمازیں اکٹھی ادا فرمائیں۔اس کے فوائد میں سے یہ ہے کہ سند میں اُلٹ پھیر یا غلطی کا خیال نہ کیا جائے کیونکہ اصل بیٹے کا اپنے والد سے روایت کرنا ہے،اور یہ قسم بمعہ اس سے پہلی قسم کے علماء کے انکساری اختیار کرنے اور کسی بھی شخص سے اگر چہ وہ قدر ومنزلت اور عمر میں ان سے کم کیوں نہ ہو،علم حاصل پر دلالت کرتا ہے ۔اس بارے میں زیادہ مشہور تصنیف: ''روایۃ الآباء عن الابناء'' ہے جو خطیب بغدادیؒ کی ہے۔

تشریح :- عنوان باعتبارِ لغت واضح ہے اور اصطلاحی تعریف کی رُو سے روایۃ الآباء کا مطلب یہ ہے کہ سند میں کبھی کسی والد کا ذکر ہوتا ہے جو اپنے ہی بیٹے سے روایت کرر ہا ہوتا ہے تو اس کا نام روایت الآباء عن الأ بناء رکھا جاتا ہے ۔اس کی مثال مذکورہ بالا حدیث ہے جس میں حضرت عباسؓ اپنے ہی بیٹے یعنی فضلؓ سے روایت کرر ہے ہیں۔

اس فن کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ سند میں کوئی قلب یا غلطی واقع نہیں ہوئی بلکہ سند اپنی اصل پر ہے، چونکہ عادت کے مطابق بیٹا، باپ سے روایت کرتا ہے مگر اس قسم میں باپ، بیٹے سے روایت کرتا ہے تو یہ خیال پیدا ہونے کا غالب گمان ہے کہ باپ کو مروی عنہ اور بیٹے کو راوی سمجھ کر سند میں قلب یا راوی سے غلطی ہونے کا خیال کرلیا جائے، لیکن جب روایۃ الآباء کا علم ہوگا تو اس خیال سے حفاظت نصیب ہو جائے گی۔اسی سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ علماء کرام علم کے حصول میں کس قدر منکسر المزاج اور متواضع تھے کہ وہ اپنے سے چھوٹے سے یا بیٹوں سے بھی حصول میں عار محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ ہر طرح ہر شخص سے علم حاصل کرلیا کرتے تھے۔

☆☆☆☆

☆☆

رِوَايَةُ الْأَبْنَاءِ عَنِ الْآبَاءِ

١ - تَعْرِيْفُهُ : أَنْ يُوْجَدَ فِيْ سَنَدِ الْحَدِيْثِ ابْنٌ يَرْوِى الْحَدِيْثَ عَنْ أَبِيْهِ فَقَطْ ، أَوْ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ . ٢ - أَهَمُّهُ : وَأَهَمُّ هٰذَا النَّوْعِ مَا لَمْ يُسَمَّ فِيْهِ الْأَبُ أَوِ الْجَدُّ ، لِأَنَّهُ يَحْتَاجُ إِلَى الْبَحْثِ لِمَعْرِفَةِ اسْمِهِ . ٣ - أَنْوَاعُهُ : هُوَ نَوْعَانِ : (أ) رِوَايَةُ الرَّاوِىْ عَنْ أَبِيْهِ فَحَسْبُ (أَىْ بِدُوْنِ الرِّوَايَةِ عَنِ الْجَدِّ) وَهُوَ كَثِيْرٌ . مِثَالُهُ : رِوَايَةُ أَبِى الْعُشَرَاءِ عَنْ أَبِيْهِ . (ب) رِوَايَةُ الرَّاوِىْ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ ، أَوْ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ فَمَا فَوْقَهُ . مِثَالُهُ : رِوَايَةُ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ .

ترجمہ : بیٹوں کا آباء سے روایت کرنا۔اس کی تعریف:سندِ حدیث میں ایسے بیٹے کا پایا جانا جو صرف اپنے باپ سے یا باپ کے واسطے سے دادا سے روایت کرتا ہو۔اس کی اہم صورت:اس قسم کی اہم صورت وہ ہے جس میں باپ یا دادا کا نام نہ لیا جائے کیونکہ اس کے نام کی معرفت کے لیے بحث کرنی پڑتی ہے۔اس کی قسمیں:یہ دو قسمیں ہیں۔

(أ) راوی کا اپنے باپ سے روایت کرنا اور بس (یعنی دادا سے روایت نہ کرے) اور ایسا بہت ہے۔اس کی مثال:ابوالعشراء کی اپنے والد سے روایت۔(ب) راوی کی اپنے والد سے روایت جو وہ اس کے دادا سے یا اس سے بھی اوپر سے روایت کرے۔اس کی مثال:عمرو بن شعیب کا اپنے والد سے اور ان کا اپنے دادا سے روایت کرنا۔

تشریح :- روایت الابناء عن الآباء کی اہم صورت وہ جس میں راوی کے والد یا دادا کا نام مذکور نہ ہو،اس لیے کہ پھر اس کا نام تلاش کرنے کے لیے تحقیق کرنی پڑتی ہے۔روایت الأبناء کی دو قسمیں ہیں:
(۱) پہلی قسم:راوی صرف اپنے والد سے روایت کرے مثلاً ابوالعشراء عن ابیہ عن رسول اللہ ﷺ۔
ابوالعشراءؒ ایک تابعی ہیں اور ان کے والد صحابی ہیں لیکن دونوں کے نام میں مختلف اقوال ہیں:بعض حضرات اسامہ بن قہطمؓ بتاتے ہیں،بعض دوسرے یسار بن برزؓ،ایک قول کے مطابق والد کا نام بلز ہے اور ایک قول کے مطابق عطارد ہے۔راجح قول کے مطابق آپ کا نام اسامہؓ بن مالکؓ ہے۔

(۲) دوسری قسم: راوی اپنے والد سے اور وہ راوی کے دادا سے یا اپنے دادا سے روایت کرے، کبھی تو یہ سلسلہ مختصر ہوتا ہے اور کبھی اوپر تک چلا جاتا ہے۔ اس کی مثال جیسے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن رسول اللہ ﷺ۔ ان کا سلسلہ نسب یوں ہے: عمروؒ بن شعیبؒ بن محمدؒ بن عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص۔ عبداللہؓ بن عمروؓ، مشہور صحابی ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عمروؒ تو اپنے والد شعیبؒ سے نقل کررہے ہیں لیکن ان کے والد کس سے نقل کررہے ہیں؟ سند میں ''عن جدہ'' (وہ اس کے دادا سے یا اپنے دادا سے) میں دونوں احتمال موجود ہیں۔ اگر جدہ کی مضاف الیہ ضمیر کا مرجع خود عمروؒ ہیں تو جد سے مراد محمدؒ بن عبداللہؓ ہیں، چونکہ محمد تابعی ہیں۔ اس صورت میں یہ حدیث مرسل ہوجائے گی کیونکہ صحابیؓ کا ذکر نہیں ہے۔ اگر جدہ کی ضمیر شعیبؒ کی طرف لوٹے تو مطلب ہوگا: شعیبؒ اپنے دادا سے جو کہ عبداللہؓ ہیں، روایت کرتے ہیں، اس طرح حدیث متصل ہوجائے گی اس لیے کہ عبداللہؓ تو صحابی ہیں اور ان کا موجود ہے۔ محدثین نے تتبع اور تلاش کے بعد یہ فیصلہ دیا ہے کہ شعیبؒ اپنے دادا سے ہی روایت کرتے ہیں لہذا عمروؒ بن شعیبؒ کی روایات متصل ہیں، مرسل نہیں۔

٤ – مِنْ فَوَائِدِهٖ : (أ) اَلْبَحْثُ لِمَعْرِفَةِ اسْمِ الْأَبِ أَوِ الْجَدِّ إِذَا لَمْ يُصَرَّحْ بِاسْمِهٖ. (ب) بَيَانُ الْمُرَادِ مِنَ الْجَدِّ ، هَلْ جَدُّ الْإِبْنِ أَوْ جَدُّ الْأَبِ . ٥ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ :(أ) رِوَايَةُ الْأَبْنَاءِ عَنْ آبَائِهِمْ ، لِأَبِيْ نَصْرٍ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ الْوَائِلِيِّ . (ب) جُزْءُ مَنْ رَوىٰ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ ، لِابْنِ أَبِيْ خَيْثَمَةَ . (جـ) كِتَابُ الْوَشْيُ الْمُعْلَمُ فِيْ مَنْ رَوىٰ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، لِلْحَافِظِ الْعَلَائِيِّ .

ترجمہ : اس کے چند فوائد: (أ) باپ یا دادا کا نام معلوم کرنے کے لیے تحقیق کرنا جب اس کے نام کی صراحت نہ کی گئی ہو۔ (ب) دادا سے مراد شخص کی وضاحت ہوجانا کہ وہ بیٹے کا دادا ہے یا باپ کا دادا۔ اس سلسلے میں زیادہ مشہور تصانیف: (أ) روایۃ الأبناء عن آبائہم' جو ابونصر عبیداللہ بن سعید وائلی کی ہے۔ (ب) جزء من روىٰ عن أبیہ عن جدہ' جو ابن ابی خیثمہ کی ہے۔ (ج) کتاب ''الوشی المعلم فی من روىٰ عن أبیہ عن جدہ عن النبی ﷺ' جو حافظ علائی کی ہے۔

تشریح :- اس قسم سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں: (ا) جب باپ یا دادا کا نام مذکور نہ ہو تو ناموں کے تعین کے لیے تحقیق کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جس سے مزید علم حاصل ہوتا ہے۔ (۲) یہ واضح ہو جاتا ہے کہ راوی کی مراد ''عن جدہ'' سے دادا ہے یا پر دادا یعنی راوی کے دادا مراد ہیں یا باپ کے دادا، کیونکہ جدہٖ میں ضمیر کا مرجع دونوں میں سے کوئی بھی ہو سکتا ہے۔

اَلْمُدَبَّجُ وَرِوَايَةُ الْأَقْرَانِ

١ – تَعْرِيْفُ الْأَقْرَانِ : (أ) لُغَةً : اَلْأَقْرَانُ جَمْعُ " قَرِيْنٍ " بِمَعْنَى الْمُصَاحِبِ ، كَمَا فِي الْقَامُوْسِ . (ب) اِصْطِلَاحاً : اَلْمُتَقَارِبُوْنَ فِي السِّنِّ وَالْإِسْنَادِ . ٢ – تَعْرِيْفُ رِوَايَةِ الْأَقْرَانِ : أَنْ يَرْوِيَ أَحَدُ الْقَرِيْنَيْنِ عَنِ الْآخَرِ . مِثْلَ : رِوَايَةِ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ مِسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ ، فَهُمَا قَرِيْنَانِ ، لٰكِنْ لَا نَعْلَمُ لِمِسْعَرٍ رِوَايَةً عَنِ التَّيْمِيِّ .

ترجمہ : مدبج اور روایت الأ قران۔ اقران کی تعریف: (أ) أقران، قرین کی جمع ہے بمعنی ساتھی، جیسا کہ قاموس میں ہے۔ (ب) اصطلاحی اعتبار سے: عمر اور اسناد میں باہم قریب لوگ۔ روایت الأ قران کی تعریف: ایک ساتھی کا دوسرے سے روایت کرنا۔ جیسے سلیمان تیمی کا مسعر بن کدام سے روایت کرنا کیونکہ دونوں ساتھی ہیں مگر ہمیں تیمی کی مسعر سے روایت کا علم نہیں۔

تشریح:- اقران، قرین کی جمع ہے جس کے معنی ساتھی کے آتے ہیں۔ روایت الاقران کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی زمانہ یا طبقہ کا ایک شخص، اسی زمانہ یا طبقہ کے دوسرے شخص سے روایت کرے۔ اس کی مثال جیسے سلیمان تیمیؒ اپنے ہم عصر مسعرؒ سے روایت کرے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ ہمیں مسعرؒ کا سلیمان تیمیؒ سے روایت کرنا معلوم نہیں لیکن امام دارقطنیؒ نے ان کی تیمیؒ سے روایت ذکر کی ہے۔ نیز روایت الأ قران میں دونوں راویوں کا ایک دوسرے سے روایت کرنا ضروری نہیں ہوتا، بلکہ ایک قرین کا دوسرے قرین سے روایت کر لینا ہی ''روایت الاقران'' کے لیے کافی ہے جیسا کہ اس کی تعریف سے ظاہر ہے، اور دونوں کا روایت کرنا ''مدبج'' کہلاتا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ لہذا اگر صرف تیمیؒ ہی اپنے ہم عصر مسعرؒ سے روایت نقل کرے تو یہ بھی ''روایت الأ قران'' کی مثال

بن سکتی ہے پھر اشکال کی حاجت نہیں۔

٣ - تَعْرِيْفُ الْمُدَبَّجِ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنَ " التَّدْبِيْجِ " بِمَعْنَى التَّزْيِيْنِ ، وَالتَّدْبِيْجُ مُشْتَقٌّ مِنْ دِيْبَاجَتَيِ الْوَجْهِ أَيِ الْخَدَّيْنِ ، وَكَأَنَّ الْمُدَبَّجَ سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِتَسَاوِي الرَّاوِيْ وَالْمَرْوِيِّ عَنْهُ ، كَمَا يَتَسَاوَى الْخَدَّانِ . (ب) اِصْطِلَاحاً : أَنْ يَرْوِيَ الْقَرِيْنَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنِ الْآخَرِ . ٤ - أَمْثِلَةُ الْمُدَبَّجِ : (١) فِي الصَّحَابَةِ : رِوَايَةُ عَائِشَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ، وَرِوَايَةُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ . (٢) فِي التَّابِعِيْنَ : رِوَايَةُ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ ، وَرِوَايَةُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنِ الزُّهْرِيِّ . (٣) فِيْ أَتْبَاعِ التَّابِعِيْنَ : رِوَايَةُ مَالِكٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ، وَرِوَايَةُ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ مَالِكٍ . ٥ - مِنْ فَوَائِدِهٖ : (أ) أَلَّا يُظَنَّ الزِّيَادَةُ فِي الْإِسْنَادِ . (ب) أَلَّا يُظَنَّ اِبْدَالُ " عَن " بِ " الْوَاوِ " . ٦ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : (١) اَلْمُدَبَّجُ ، لِلدَّارَقُطْنِيْ . (٢) رِوَايَةُ الْأَقْرَانِ ، لِأَبِي الشَّيْخِ الْأَصْبَهَانِيْ .

ترجمہ : مدبج کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے یہ تدبیج بمعنی مزین کرنا، سے اسم مفعول ہے اور تدبیج، چہرے کے دیباج یعنی رُخساروں سے مشتق ہے، گویا مدبج کا یہ نام اس لیے پڑا کہ راوی اور مروی عنہ اُسی طرح برابر ہو جاتے ہیں جس طرح دونوں رُخسار برابر ہوتے ہیں۔

(ب) اصطلاحی اعتبار سے: دو ساتھیوں کا ایک دوسرے سے روایت کرنا۔ مدبج کی مثالیں: (ا) صحابہ کرامؓ میں حضرت عائشہؓ کا حضرت ابو ہریرہؓ سے اور حضرت ابو ہریرہؓ کا حضرت عائشہؓ سے روایت کرنا۔ (۲) تابعین میں زہری کا عمر بن عبدالعزیز سے اور عمر بن عبدالعزیز کا زہریؒ سے روایت کرنا۔ (۳) تبع تابعین میں: امام مالک کا اوزاعی سے اور اوزاعی کا امام مالک سے روایت کرنا۔ اس کے چند فوائد: (أ) سند میں زیادتی نہ خیال کی جائے۔ (۲) ''عن'' کے ''واو'' سے بدلنے کا گمان نہ ہونا۔ اس بارے میں مشہور تصانیف: (ا) المدبج جو امام دارقطنی کی ہے (۲) روایۃ الأقران جو ابوالشیخ اصفہانی کی ہے۔

تشریح :- چہرے کے دونوں اطراف رُخسار کو عربی میں دیباج کہتے ہیں، اسی دیباج سے تدبیج

ماخوذ ہے کیونکہ جس طرح دونوں رُخسار برابر ہیں، اسی طرح مدبج کے راوی بھی عمر اور طبقہ میں برابر ہوتے ہیں۔ اصطلاح کے اعتبار سے ایک ہی زمانے کے دو رواۃ کا ایک دوسرے سے روایت کرنا۔

روایت الأقران اور مدبج کو پہچاننے کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ کوئی یہ گمان نہیں کر سکے گا کہ شاید ایک راوی کا ذکر سند میں کسی طرف سے زیادتی ہے یعنی اصل تو یہ ہے کہ شاگرد اپنے استاد سے روایت کرے لیکن مذکورہ قسم میں ایک ساتھی دوسرے ساتھی سے روایت کر رہا ہے تو شاید بعد کے رواۃ میں سے کسی نے اس سند میں اضافہ کر دیا ہے لیکن جب یہ پتہ ہوگا کہ یہاں واقعۃً ایک ساتھی نے دوسرے ساتھی سے روایت کی ہے تو اس طرح گمان کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ کوئی سند کے ''عن'' کو ''واؤ'' بدلنے کا خیال نہیں کرے گا یعنی کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ چونکہ یہ دونوں ساتھی ہیں اس لیے انہوں نے مل کر یہ حدیث سنی ہوگی پس وہ سند میں موجود ''عن'' کو ''واؤ'' سے بدلنا چاہے گا کیونکہ ''عن'' راوی اور مروی عنہ کو ظاہر کرتا ہے اور ''واؤ'' دونوں کے اشتراک فی الروایۃ کا پتہ دیتی ہے مثلاً ''ابو ہریرہؓ عن عائشہؓ'' میں جس کو روایت الاقران کا علم نہیں ہوگا وہ یہ سمجھے گا کہ ابو ہریرہؓ اور عائشہؓ دونوں نے یہ حدیث آنحضرت ﷺ سے سنی ہوگی، اس طرح وہ ''عن'' کو ''واؤ'' سے بدل سکتا ہے لیکن جب مذکورہ قسم کا علم ہوگا تو وہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا۔

اَلسَّابِقُ وَاللَّاحِقُ

١ – تَعْرِيْفُهُ: (أ) لُغَةً : اَلسَّابِقُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنَ " السَّبْقِ " بِمَعْنَى الْمُتَقَدِّمِ ، وَاللَّاحِقُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنَ " اللَّحَاقِ " بِمَعْنَى الْمُتَأَخِّرِ ، وَالْمُرَادُ بِذٰلِكَ : الرَّاوِي الْمُتَقَدِّمُ مَوْتاً ، وَالرَّاوِي الْمُتَأَخِّرُ مَوْتاً . (ب) اِصْطِلَاحاً : أَنْ يَشْتَرِكَ فِي الرِّوَايَةِ عَنْ شَيْخٍ اِثْنَانِ تَبَاعَدَ مَا بَيْنَ وَفَاتَيْهِمَا . ٢ – مِثَالُهُ : (أ) مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ السَّرَّاجُ ، اِشْتَرَكَ فِي الرِّوَايَةِ عَنْهُ الْبُخَارِيّ وَالْخَفَّافُ ، وَبَيْنَ وَفَاتَيْهِمَا مِائَةٌ وَسَبْعٌ وَثَلَاثُوْنَ سَنَةً أَوْ أَكْثَرُ .

ترجمہ : سابق ولاحق۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: سابق، السبق سے اسم فاعل ہے بمعنی آگے ہونے والا اور لاحق، لحاق سے اسم فاعل ہے بمعنی پیچھے آنے والا۔ اس سے مراد وہ

راوی ہے جو وفات میں پہلے ہو اور وہ راوی ہے جو وفات میں پیچھے ہو۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: دو ایسے راویوں کا جن کی وفات کے درمیان بہت فاصلہ ہو، کسی شیخ سے روایت کرنے میں شریک ہو جانا۔ اس کی مثال: (أ) محمد بن اسحاق سَرَّاج، ان سے روایت کرنے میں بخاری وخفاف شریک ہیں اور ان کی وفات کے درمیان ایک سو سینتیس سال یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہے۔

شرح:- سابق کے معنی آگے ہونے والا یعنی جس کی وفات پہلے ہوئی اور لاحق پیچھے آنے والا یعنی جس کی وفات دیر سے ہوئی۔ اصطلاح کے اعتبار سے ایک ہی شیخ کے دو شاگردوں کی سنِ وفات کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ پایا جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال تو محمد بن اسحاق سراجؒ ہیں جن کی پیدائش ۲۱۶ھ کی ہے اور وفات ۳۱۳ھ میں ہوئی، اس طرح آپ ۹۷ برس زندہ رہے۔

امام بخاریؒ اور امام ابوالحسین خفافؒ دونوں نے محمد بن اسحاق سراجؒ سے روایت لی ہے لیکن ان دونوں کی وفات کے درمیان تقریباً ۱۳۷ سال کا فرق ہے، اس لیے کہ امام بخاریؒ کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی اور امام خفافؒ کی وفات ۳۹۳ھ میں، تو امام بخاریؒ یہاں پر سابق ہیں اور خفافؒ لاحق ہیں اور انہیں ایک ہی استاذ اس وجہ سے نصیب ہوا کہ اس کی عمر طویل تھی۔

(ب) اَلْإِمَامُ مَالِكٌ : اِشْتَرَكَ فِي الرِّوَايَةِ عَنْهُ الزُّهْرِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ السَّهْمِيُّ ، وَبَيْنَ وَفَاتَيْهِمَا مِائَةٌ وَخَمْسٌ وَثَلَاثُوْنَ سَنَةً ، لِأَنَّ الزُّهْرِيَّ تُوُفِّيَ سَنَةَ ١٢٤ وَتُوُفِّيَ السَّهْمِيُّ سَنَةَ ٢٥٩ .وَتَوْضِيْحُ ذٰلِكَ أَنَّ الزُّهْرِيَّ أَكْبَرُ سِنًّا مِنْ مَالِكٍ لِأَنَّهُ مِنَ التَّابِعِيْنَ ، وَمَالِكٌ مِنْ أَتْبَاعِ التَّابِعِيْنَ ، فَرِوَايَةُ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكٍ تُعْتَبَرُ مِنْ بَابِ رِوَايَةِ الْأَكَابِرِ عَنِ الْأَصَاغِرِ كَمَا مَرَّ ، عَلٰى حِيْنِ أَنَّ السَّهْمِيَّ أَصْغَرُ سِنًّا مِنْ مَالِكٍ ، هٰذَا بِالْإِضَافَةِ إِلٰى أَنَّ السَّهْمِيَّ عُمِّرَ طَوِيْلًا إِذْ بَلَغَ عُمُرُهُ نَحْوَ مِائَةِ سَنَةٍ ، لِذٰلِكَ كَانَ هٰذَا الْفَرْقُ الْكَبِيْرُ بَيْنَ وَفَاتِهِ وَوَفَاةِ الزُّهْرِيِّ . وَبِتَعْبِيْرٍ أَوْضَح فَإِنَّ الرَّاوِيَ السَّابِقَ يَكُوْنُ شَيْخاً لِهٰذَا الْمَرْوِيِّ عَنْهُ ، وَالرَّاوِي اللَّاحِقُ يَكُوْنُ تِلْمِيْذاً لَهُ ، وَيَعِيْشُ هٰذَا التِّلْمِيْذُ طَوِيْلاً . ٣ – مِنْ فَوَائِدِهِ : (أ) تَقْرِيْرُ حَلَاوَةِ عُلُوِّ الْإِسْنَادِ فِي الْقُلُوْبِ . (ب) أَلَّا يُظَنَّ انْقِطَاعُ سَنَدِ اللَّاحِقِ .

٤ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : كِتَابُ السَّابِقُ وَاللَّاحِقُ ، لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ .

ترجمہ : امام مالکؒ: ان سے روایت لینے میں زہری اور احمد بن اسماعیل سہمی شریک ہیں جبکہ ان کی وفات کے درمیان ایک ۱۳۵ سال کا فاصلہ ہے کیونکہ زہری نے سنہ ۱۲۴ھ میں وفات پائی ہے اور سہمی نے سنہ ۲۵۹ھ میں وفات پائی۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ امام زہریؒ عمر میں امام مالکؒ سے بڑے ہیں اس لیے کہ وہ تابعین میں سے ہیں اور امام مالک تبع تابعین میں سے، تو زہریؒ کا امام مالکؒ سے روایت لینا روایت الأ کابرعن الأ صاغر میں سے ہے جیسا کہ گذرا جبکہ سہمیؒ عمر میں امام مالکؒ سے چھوٹے ہیں۔ یہ اس اعتبار سے کہ سہمیؒ نے طویل عمر پائی کیونکہ ان کی عمر سو سال کو پہنچی ہے، اسی لیے ان کی اور زہری کی وفات کے درمیان اتنا زیادہ فرق ہو گیا۔

اس سے واضح تعبیر یہ کہ سابق راوی، اس مروی عنہ کا شیخ اور لاحق راوی اس کا شاگرد ہوتا ہے اور شاگرد طویل زمانہ زندہ رہتا ہے۔ اس کے چند فوائد: (أ) دلوں میں علوِ اسناد کی حلاوت بٹھانا۔ (ب) لاحق کی سند منقطع ہونے کا گمان نہ ہونا۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصنیف: خطیب بغدادی کی کتاب ''السابق واللاحق''۔

شرح:- مذکورہ بالا مثال میں امام زہریؒ عمر کے لحاظ سے امام مالکؒ سے قدیم ہیں، وفات بھی بہت پہلے یعنی سنہ ۱۲۴ھ میں ہوئی ہے اور علم میں ان کے استاذ شمار ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود چند روایتیں انہوں نے امام مالکؒ سے لی ہیں اس لیے ایسی روایتوں میں امام مالکؒ بمنزلہ شیخ اور وہ بمنزلہ راوی کے ہوئے۔ اب امام مالکؒ کے ایک اور راوی بھی ہیں اور وہ احمد بن اسماعیل سہمیؒ ہیں جن کی وفات ۲۵۹ھ میں ہوئی۔ اس طرح امام مالکؒ کے دو شاگردوں کی وفات کے درمیان ۱۳۵ سال کا فاصلہ ہو گیا، لہٰذا امام مالکؒ کی روایات میں زہریؒ سابق اور احمد سہمیؒ لاحق ہوئے۔

سابق ولاحق کے پہچاننے کے دو فائدے ہیں: (۱) علوِ اسناد کی اہمیت پیدا ہونا کیونکہ بعض اوقات سابق کی سند لاحق کی بنسبت نازل ہوگی اور لاحق کی سند عالی۔ (۲) دو شاگردوں کی وفات کا بُعد دیکھ کر کوئی سند میں انقطاع کا گمان کر سکتا ہے مگر جب سابق ولاحق کا علم ہوگا تو امرِ حقیقی کو تسلیم کرے گا اور سند کو متصل سمجھے گا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ : مَعْرِفَةُ الرُّوَاةِ

(١) مَعْرِفَةُ الصَّحَابَةِ .(٢) مَعْرِفَةُ التَّابِعِيْنَ .(٣) مَعْرِفَةُ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ . (٤) اَلْمُتَّفِقُ وَالْمُفْتَرِقُ .(٥) اَلْمُؤْتَلِفُ وَالْمُخْتَلِفُ .(٦) اَلْمُتَشَابِهُ.(٧) اَلْمُهْمَلُ . (٨) مَعْرِفَةُ الْمُبْهَمَاتِ .(٩) مَعْرِفَةُ الْوُحْدَانِ .(١٠) مَعْرِفَةُ مَنْ ذُكِرَ بِأَسْمَاءٍ أَوْ صِفَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ .(١١) مَعْرِفَةُ الْمُفْرَدَاتِ مِنَ الْأَسْمَاءِ وَالْكُنىٰ وَالْأَلْقَابِ . (١٢) مَعْرِفَةُ أَسْمَاءِ مَنِ اشْتَهَرُوْا بِكُنَاهُمْ .(١٣) مَعْرِفَةُ الْأَلْقَابِ .(١٤) مَعْرِفَةُ الْمَنْسُوْبِيْنَ اِلىٰ غَيْرِ آبَائِهِمْ .(١٥) مَعْرِفَةُ النِّسَبِ الَّتِیْ عَلىٰ خِلَافِ ظَاهِرِهَا . (١٦) مَعْرِفَةُ تَوَارِيْخِ الرُّوَاةِ .(١٧) مَعْرِفَةُ مَنِ اخْتُلِطَ مِنَ الثِّقَاتِ .(١٨) مَعْرِفَةُ طَبَقَاتِ الْعُلَمَاءِ وَالرُّوَاةِ (١٩) مَعْرِفَةُ الْمَوَالِیْ مِنَ الرُّوَاةِ وَالْعُلَمَاءِ .(٢٠) مَعْرِفَةُ الثِّقَاتِ وَالضُّعَفَاءِ مِنَ الرُّوَاةِ .(٢١) مَعْرِفَةُ أَوْطَانِ الرُّوَاةِ وَبُلْدَانِهِمْ .

ترجمہ : فصل دوم: رواۃ کی پہچان۔(۱) صحابہ کرامؓ کی پہچان (۲) تابعینؒ کی پہچان (۳) بھائیوں اور بہنوں کی پہچان (۴) متفق ومفترق (۵) مؤتلف ومختلف (۶) متشابہ (۷) مہمل (۸) مبہمات کی پہچان (۹) وحدان کی پہچان (۱۰) ان لوگوں کی پہچان جن کا ذکر مختلف ناموں اور صفات کے ساتھ ہوا (۱۱) مفرد اسماء، کنیٰ اور القاب کی پہچان (۱۲) جو لوگ اپنی کنیتوں سے مشہور ہوئے ان کی پہچان (۱۳) القابات کی پہچان (۱۴) غیر آباء کی طرف منسوب لوگوں کی پہچان (۱۵) خلافِ ظاہر پر محمول نسبتوں کی پہچان (۱۶) رواۃ کی تاریخوں کی پہچان (۱۷) ثقہ راویوں میں سے جو دماغی کمزوری کے شکار ہوئے ان کی پہچان (۱۸) علماء اور رواۃ کے طبقوں کی پہچان (۱۹) رواۃ اور علماء میں سے موالی کی پہچان (۲۰) ثقہ اور ضعیف راویوں کی پہچان (۲۱) رواۃ کے وطنوں اور شہروں کی پہچان۔

(۱) مَعْرِفَةُ الصَّحَابَةِ

۱ - تَعْرِيْفُ الصَّحَابِيِّ : (أ) لُغَةً : اَلصَّحَابَةُ لُغَةً مَصْدَرٌ بِمَعْنَى " الصُّحْبَةِ " وَمِنْهُ "الصَّحَابِيُّ " وَ " الصَّاحِبُ " وَيُجْمَعُ عَلىٰ أَصْحَابٍ وَصَحْبٌ ، وَكَثُرَ اسْتِعْمَالُ "الصَّحَابَةِ " بِمَعْنَى " الْأَصْحَابِ" . (ب) اِصْطِلَاحاً : مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ مُسْلِماً وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ ، وَلَوْ تَخَلَّلَتْ ذٰلِكَ رِدَّةٌ عَلَى الْأَصَحِّ .

ترجمہ : صحابہ کرامؓ کی پہچان۔صحابی کی تعریف:(أ)لغت کے اعتبار سے:صحابۃ باعتبارِلغت مصدر بمعنی صحبت ہےاوراسی سے صحابی اورصاحب نکلا ہے،اس کی جمع اَصحاب اورصَحْبٌ آتی ہے،صحابہ کا اَصحاب کے معنی میں استعمال زیادہ ہے۔(ب) اصطلاحی اعتبار سے:وہ شخص جس نے مسلمان ہونے کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی ہواوراسلام ہی پراسے موت آئی ہو، راجح قول کے مطابق اگر چہ اس دوران ارتداد بھی ہوا ہو۔

شرح :- صحابی اورصحابہ کے الفاظ عرف عام میں نبی ﷺ کے ساتھیوں کے لیے خاص ہیں اور بغیرنسبت کسی اور کے لیے نہیں بولا جاتا جبکہ اصحاب کا استعمال عام ہے،سب کے لیے بولا جاتا ہے، صحابی کی اصطلاحی تعریف میں بعض حضرات نے طول صحبت یا آنکھ سے دیکھنے کا ذکر کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں،اس لیے کہ جریر بن عبداللہ بجلیؓ طویل الصحبۃ نہیں،اسی طرح بعض صحابہؓ نابینا بھی تھے۔اسلام کی حالت میں مرنا ضروری ہے ورنہ صحابی نہیں مثلاً ئے گا جیسے ابن خطل۔نیز پہلے مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کرلی،اس کے بعد مرتد ہوااور پھر مسلمان ہو گیا تو راجح قول کے مطابق وہ بھی صحابہؓ میں داخل ہے جیسے اشعث بن قیسؓ اور عبداللہ بن ابی سرحؓ۔

۲ - أَهَمِّيَّتُهُ وَفَائِدَتُهُ : مَعْرِفَةُ الصَّحَابَةِ عِلْمٌ كَبِيْرٌ مُهِمٌّ عَظِيْمُ الْفَائِدَةِ ، وَمِنْ فَوَائِدِهِ مَعْرِفَةُ الْمُتَّصِلِ مِنَ الْمُرْسَلِ . ۳ - بِمَ تُعْرَفُ صُحْبَةُ الصَّحَابِيِّ ؟ تُعْرَفُ الصُّحْبَةُ بِأَحَدِ أُمُوْرٍ خَمْسَةٍ وَهِيَ : (أ) اَلتَّوَاتُرُ : كَأَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ وَعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، وَبَقِيَّةِ الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرِيْنَ بِالْجَنَّةِ . (ب) اَلشُّهْرَةُ : كَضِمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ ، وَعُكَّاشَةَ بْنِ

مِحْصَنٍ . (ج) اِخْبَارُ صَحَابِيٍّ . (د) اِخْبَارُ ثِقَةٍ مِنَ التَّابِعِيْنَ . (ھ) اِخْبَارُهُ عَنْ نَفْسِهٖ اِنْ كَانَ عَدْلاً ، وَكَانَتْ دَعْوَاهُ مُمْكِنَةً .

ترجمہ : اس کی اہمیت وفائدہ: صحابہ کی پہچان ایک بڑا اہم اور عظیم فائدوں والا علم ہے،اس کے فوائد میں متصل اور مرسَل میں فرق کرنا ہے۔صحابی کی صحبت کس طرح پہچانی جاتی ہے؟صحبت کی پہچان پانچ چیزوں سے ہوتی ہے،وہ یہ ہیں:(أ) تواتر: جیسے ابوبکر صدیق ؓ،عمر بن خطاب ؓ اور دس میں سے بقیہ جنت کی خوشخبری پانے والے صحابہ ؓ۔(ب) شہرت جیسے ضمام بن ثعلبہ ؓ اور عکاشہ بن محصن ؓ۔(ج) دوسرے صحابی کے بتانے سے۔(د) تابعین میں سے کسی ثقہ کے خبر دینے سے۔(ھ) اس کا خود اپنے متعلق بتانے سے بشرطیکہ وہ عدل ہو اور اس کا دعویٰ ممکن ہو۔

شرح:- صحابیت کس طرح ثابت ہوتی ہے؟اس کے پانچ طریقے مذکور ہیں:

(۱) تواتر سے معلوم ہونا جیسے حضرت ابوبکر صدیق ؓ،عمر فاروق ؓ،عشرہ مبشرہ ؓ اور حضرت ابوہریرہ ؓ وغیرہ کہ نسل درنسل ان کا صحابی ہونا خبر متواتر کی طرح منقول ہے۔(۲) صحابی ہونا لوگوں میں مشہور ہوجائے جیسے حضرت ضمام بن ثعلبہ ؓ اور عکاشہ بن محصن ؓ وغیرہ۔ان حضرات کا صحابی ہونا متواتر تو نہیں ہے لیکن مشہور ضرور ہے۔(۳) دوسرے صحابی کے بتانے سے پتہ چلنا جیسے حضرت حممہ بن ابی حممہ دوسی ؓ جن کا انتقال اصفہان میں پیٹ کے مرض میں مبتلا ہوکر ہوا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حممہ ؓ کی شہادت کی پیش گوئی فرمائی تھی،اس طرح ان کا صحابی ہونا ثابت ہوا۔(۴) ثقہ تابعی کے بتانے سے صحابیت کا معلوم ہونا جیسے بہت سے غیر معروف صحابہ کرام ؓ۔

(۵) کسی معتبر شخص کا اپنے صحابی ہونے کی خبر دینا،لیکن کسی کا دعویٰ اسی صورت معتبر اور قابل قبول ہے جب وہ خود عدل ہو اور ایسے زمانہ میں اس کی خبر دے جس میں کسی صحابی کا زندہ ہونا ممکن ہو۔علماء کرام نے اس کی تحدید ۱۱۰ھ سے کی ہے۔اس عرصہ کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ قبول نہیں۔یہی و ہے کہ کئی لوگ مدعی ہوئے لیکن انہیں صحابی تسلیم نہیں کیا گیا کیونکہ ان کا زمانہ بعید تھا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ ساتویں ہجری میں ہندوستان میں ایک شخص ''رتن بابا'' کے نام سے ظاہر ہوا اور اس نے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ بتایا کہ میں جس وقت جوان تھا اُس وقت میری ملاقات مکہ

مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہوئی تھی، ان کی شہرت ہوئی تو مختلف اطراف سے لوگ زیارت کے لیے آئے، محدثین اور نقاد بھی آئے، چنانچہ محققین نے تحقیق کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔

٤ - تَعْدِيْلُ جَمِيْعِ الصَّحَابَةِ : وَالصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ ، سَوَاءٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتَنَ مِنْهُمْ أَوْ لَا ، وَهٰذَا بِاِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ ، وَمَعْنىٰ عَدَالَتِهِمْ : أَيْ تَجَنُّبُهُمْ عَنْ تَعَمُّدِ الْكَذِبِ فِي الرِّوَايَةِ ، وَالْاِنْحِرَافِ فِيْهَا بِارْتِكَابِ مَا يُوْجِبُ عَدَمَ قَبُوْلِهَا ، فَيُنْتِجُ عَنْ قَبُوْلِ جَمِيْعِ رِوَايَاتِهِمْ مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفِ الْبَحْثِ عَنْ عَدَالَتِهِمْ ، وَمَنْ لَابَسَ الْفِتَنَ مِنْهُمْ يُحْمَلُ أَمْرُهُ عَلَى الْاِجْتِهَادِ الْمَأْجُوْرِ فِيْهِ لِكُلٍّ مِنْهُمْ تَحْسِيْناً لِلظَّنِّ بِهِمْ لِأَنَّهُمْ حَمَلَةُ الشَّرِيْعَةِ وَخَيْرُ الْقُرُوْنِ .

ترجمہ : تمام صحابہؓ کی تعدیل: صحابہ کرامؓ سب کے سب عدول ہیں، ان میں جو فتنوں (خانہ جنگیوں) میں شریک رہے یا نہیں رہے برابر ہیں، یہ قابل اعتبار لوگوں کے اجماع سے ثابت ہے۔ ان کی عدالت کا مطلب ان کا روایت میں قصداً جھوٹ کہنے اور اس میں روایات کی عدمِ قبولیت کے موجب افعال کا ارتکاب کر کے راہِ حق سے انحراف سے دور رہنا ہے، نتیجتاً ان کی تمام روایات ان کی عدالت سے بحث کرنے کی تکلیف اٹھائے بغیر قبول کر لی جائیں گی۔ جو ان میں سے فتنوں میں شریک رہے ہیں ان کا معاملہ اجتہاد پر محمول ہوگا جس میں ان میں سے ہر ایک ماجور ہے، ایسا ان کے متعلق اچھا گمان رکھنے کی خاطر ہے کیونکہ وہ حاملینِ شریعت اور بہترین اہلِ زمانہ ہیں۔

شرح :- اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب عدول اور معتبر ہیں، چاہے وہ آپس کی جنگوں میں شریک رہے یا اس سے دور رہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تمام روایات ہر اعتبار سے مقبول اور شک وشبہے سے بالاتر ہیں، قصداً وہ جھوٹ نہیں بول سکتے اور نہ ہی راہِ راست سے ہٹ سکتے ہیں۔ ان میں سے بعض کا جنگوں میں حصہ لینا ان کے اجتہاد پر محمول ہے اور اجتہاد ہر صورت باعثِ اجر ہے۔

٥ - أَكْثَرُهُمْ حَدِيْثاً : سِتَّةٌ مِنَ الْمُكْثِرِيْنَ ، وَهُمْ عَلَى التَّوَالِيْ : (أ) أَبُوْهُرَيْرَةَ : رَوىٰ

٥٣٧٤ حَدِيْثاً ، وَرَوىٰ عَنْهُ أَكْثَرُ مِنْ ثَلاَ ثِمِائَةِ رَجُلٍ . (ب) اِبْنُ عُمَرَ : رَوىٰ ٢٦٣٠ حَدِيْثاً . (جـ) أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ : رَوىٰ ٢٢٨٦ حَدِيْثاً . (د) عَائِشَةُ أُمّ الْمُؤْمِنِيْنَ : رَوَتْ ٢٢١٠ أَحَادِيْثَ . (هـ) اِبْنُ عَبَّاسٍ : رَوىٰ ١٦٦٠ حَدِيْثاً . (و) جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ : رَوىٰ ١٥٤٠ حَدِيْثاً .

ترجمہ : زیادہ حدیثوں والے صحابہ: چھ صحابہ زیادہ روایت کرنے والے ہیں اور وہ بالترتیب یہ ہیں: (أ) حضرت ابو ہریرہؓ: آپ نے ۵۳۷۴ حدیثیں روایت کیں، اور آپ سے تین سو زائد لوگوں نے روایت کی۔ (ب) ابن عمرؓ: آپ نے ۲۶۳۰ حدیثیں روایت کیں۔ (ج) انس بن مالکؓ: آپ نے ۲۲۸۶ حدیثیں روایت کیں۔ (د) ام المؤمنین عائشہؓ: آپ نے ۲۲۱۰ حدیثیں روایت کیں۔ (ھ) ابن عباسؓ: آپ ۱۶۶۰ حدیثیں روایت کیں۔ (و) جابر بن عبداللہؓ: آپ نے ۱۵۴۰ حدیثیں روایت کیں۔

شرح:- ان چھ کے بعد زیادہ حدیثیں ابو سعید خدریؓ سے مروی ہیں یعنی ۱۱۷۰ حدیثیں۔

٦ – أَكْثَرُهُمْ فُتْيَا : وَأَكْثَرُهُمْ فُتْيَا تُرْوىٰ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ ، ثُمَّ كِبَارُ عُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ ، وَهُمْ سِتَّةٌ كَمَا قَالَ مَسْرُوْقٌ : " اِنْتَهىٰ عِلْمُ الصَّحَابَةِ اِلىٰ سِتَّةٍ : عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ ، ثُمَّ انْتَهىٰ عِلْمُ السِّتَّةِ اِلىٰ عَلِيٍّ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ".

ترجمہ : سب سے زیادہ فتویٰ دینے والے صحابہ: ان میں سب سے زیادہ فتویٰ دینے والے جو منقول بھی ہے ابن عباسؓ ہیں، اس کے بعد بڑے علماءِ صحابہ ہیں اور وہ چھ ہیں جس طرح مسروقؒ نے فرمایا کہ: ''صحابہ کرامؓ کا علم چھ آدمیوں پر ختم ہوا: عمرؓ، علیؓ، اُبی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، ابودرداءؓ اور ابن مسعودؓ، پھر ان چھ کا علم علیؓ اور ابن مسعودؓ پر پہنچ کر ختم ہوا''۔

شرح :- امام احمد بن حنبلؒ کے بقول سب سے زیادہ فتویٰ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے، یعنی آپ سے بھی بڑے صحابہ موجود تھے جو فقیہ و مجتہد اور مفتی تھے لیکن کتابوں میں مذکور فتاویٰ ابن عباسؓ کے زیادہ ہیں۔ مسروقؒ کے قول کے مطابق صحابہ کرامؓ میں چھ بڑے علماء تھے: حضرت

عمرؓ، علیؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، ابودرداءؓ، ابن مسعودؓ۔

امام شعبیؒ نے ابودرداءؓ کے بجائے ابوموسیٰ اشعریؓ کا نام ذکر کیا ہے۔البتہ تدوین فقہ کا سہرا ابن مسعودؓ اور ان کے جلیل القدر اصحاب کے سر ہے۔

٦ – مَنْ هُمُ الْعَبَادِلَةُ ؟ اَلْمُرَادُ بِالْعَبَادِلَةِ بِالْاَصْلِ مَنِ اسْمُهٗ " عَبْدُاللّٰهِ " مِنَ الصَّحَابَةِ ، وَيَبْلُغ عَدَدِهِمْ نَحْوُ ثَلَاثِمِائَةِ صَحَابِيٍّ ، لٰكِنَّ الْمُرَادَ بِهِمْ هُنَا اَرْبَعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ كُلٌّ مِنْهُمْ اسْمُهٗ عَبْدُاللّٰهِ ، وَهُمْ : (أ) عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ . (ب) عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ . (جـ) عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ . (د) عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ . وَالْمِيْزَةُ لِهٰؤُلَاءِ اَنَّهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ تَاَخَّرَتْ وَفَاتُهُمْ حَتَّىٰ احْتِيْجَ اِلىٰ عِلْمِهِمْ ، فَكَانَتْ لَهُمْ هٰذِهِ الْمِزْيَةُ وَالشُّهْرَةُ ، فَاِذَا اجْتَمَعُوْا عَلىٰ شَيْءٍ مِنَ الْفَتْوىٰ قِيْلَ هٰذَا قَوْلُ الْعَبَادِلَةِ .

ترجمہ : عبادلہ کون ہیں؟ عبادلہ سے مراد دراصل وہ صحابہ ہیں جن کا نام عبداللہ ہے، ان کی تعداد تقریباً تین سو ہے لیکن یہاں پر ان سے مراد چار صحابہ کرامؓ ہیں جن میں سے ہرایک کا نام عبداللہ ہے، وہ یہ ہیں: (۱) عبداللہ بن عمرؓ (۲) عبداللہ بن عباسؓ (۳) عبداللہ بن زبیرؓ (۴) عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ وہ علماءِ صحابہ ہیں جن کی وفات اتنی دیر سے ہوئی کہ لوگوں کو ان کے علم کی ضرورت پیش آئی، چنانچہ یہی ان کی خصوصیت اور شہرت کی وجہ تھی، پھر جب یہ سب کسی فتوے پر متفق ہوجاتے تو کہہ دیا جاتا کہ یہ عبادلہ کا قول ہے۔

تشریح :- عبادِلہ، عبداللہ کی جمع سمجھی جاتی ہے اور اس لحاظ سے یہ لفظ عام ہے، جتنے عبداللہ نام کے لوگ ہیں سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے مگر جب صحابہ کرامؓ کے معاشرہ میں یا ان کے تذکرہ میں عبادِلہ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد عبداللہ نام کے چار مخصوص صحابی ہوتے ہیں یعنی عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ۔

ان حضرات کے اس نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان سب کا زمانہ قریب قریب ہے، اور ان میں سے ہرایک کی نسبت بھی اونچی ہے نیز کبار صحابہؓ کے بعد کافی عرصہ تک یہ حضرات

فتوی دیتے رہے۔ اس لیے جب کسی مسئلہ پر چاروں حضرات متفق ہوتے تو یوں کہہ دیا جاتا کہ یہی عبادلہ کا قول ہے، اس طرح اختصار بھی ہو جاتا اور فتوی کی اہمیت بھی معلوم ہو جاتی۔

البتہ جب صرف عبداللہؓ بولا جاتا ہے تو اس سے علی الاطلاق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی مراد ہوتے ہیں، دوسرے صحابی کے لیے ولدیت کا ذکر ضروری سمجھا جاتا ہے کہلا عبداللہ بن عباسؓ۔

٨ – عَدَدُ الصَّحَابَةِ : لَيْسَ هُنَاكَ اِحْصَاءٌ دَقِيْقٌ لِعَدَدِ الصَّحَابَةِ ، لٰكِنْ هُنَاكَ اَقْوَالٌ لِاَهْلِ الْعِلْمِ يُسْتَفَادُ مِنْهَا اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ عَلٰى مِائَةِ اَلْفِ صَحَابِيٍّ ، وَاَشْهَرُ هٰذِهِ الْاَقْوَالِ قَوْلُ اَبِيْ زُرْعَةَ الرَّازِيِّ : " قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ مِائَةِ اَلْفٍ وَاَرْبَعَةَ عَشَرَ اَلْفاً مِنَ الصَّحَابَةِ مِمَّنْ رَوٰى عَنْهُ وَسَمِعَ مِنْهُ".

ترجمہ : صحابہ کرامؓ کی تعداد: صحابہ کرامؓ کی تعداد کا کوئی مکمل شمار نہیں البتہ اہلِ علم کے چند اقوال موجود ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک لاکھ سے زیادہ صحابی تھے، ان میں سب سے مشہور قول ابوزرعہ رازیؒ کا ہے کہ "اللہ کے رسول ﷺ ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کی موجودگی میں دنیا سے رخصت ہوئے جنہوں نے آپ سے روایت کی اور حدیث سنی"۔

تشریح :- صحابہ کرامؓ کی صحیح تعداد کتنی ہے؟ شمار کرنا انتہائی مشکل اور تقریباً ناممکن ہے، اس لیے کہ وہ کسی ایک شہر میں نہیں تھے بلکہ مختلف اطراف میں بڑی تعداد میں موجود تھے، بہت سے ان میں سپاہی بھی تھے جو جہاد میں مشغول رہتے تھے، نیز مرد حضرات تو دیکھنے میں آتے ہیں لیکن خواتین صحابہؓ کا اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے؟ البتہ اس پر اتفاق ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ تھے۔

ابوزرعہؒ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار وہ صحابہ موجود تھے جنہوں نے آپ سے سنا اور روایت کی۔ اس قول کے مطابق راویانِ حدیث وسامعین کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار ہے جو استقراء ہے، حتمی نہیں۔ نیز جو حضرات عہد نبوی میں شہید یا وفات پا چکے ان کا ذکر نہیں اور ان کا بھی ذکر نہیں جنہوں نے حدیث روایت نہیں کی۔

بعض حضرات نے صرف حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زائد صحابہؓ کی حاضری بتائی ہے جبکہ اس کے بعد بھی وفود آتے رہے اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے رہے اور

صحبتِ نبوی سے فیض یاب ہوتے رہے نیز تمام صحابہؓ حجۃ الوداع میں شریک بھی نہیں تھے، اب جو شریک نہیں ہوئے اُن کی تعداد کتنی ہوگی؟ اس لیے تحدید تقریباً ناممکن ہے واللہ اعلم

٩ - عَدَدُ طَبقَاتِهِمْ : اُخْتُلِفَ فِيْ عَدَدِ طَبقَاتِهِمْ ، فَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهَا بِاعْتِبَارِ السَّبْقِ اِلَى الْإِسْلَامِ ، أَوِ الْهِجْرَةِ أَوْ شُهُوْدِ الْمَشَاهِدِ الْفَاضِلَةِ ، وَمِنْهُمْ مَنْ قَسَمَهُمْ بِاعْتِبَارِ آخَرَ ، فَكُلٌّ قَسَمَهُمْ حَسْبَ اجْتِهَادِهِ . (أ) فَقَسَمَهُمُ ابْنُ سَعْدٍ خَمْسَ طَبَقَاتٍ . (ب) وَقَسَمَهُمُ الْحَاكِمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ طَبَقَةً .

١٠ - أَفْضَلُهُمْ : أَفْضَلُهُم عَلَى الْإِطْلَاقِ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِإِجْمَاعِ أَهْلِ السُّنَّةِ ، ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ ، عَلَى قَوْلِ جُمْهُوْرِ أَهْلِ السُّنَّةِ ، ثُمَّ تَمَامُ الْعَشَرَةِ ، ثُمَّ أَهْلُ بَدْرٍ ، ثُمَّ أَهْلُ أُحُدٍ ثُمَّ أَهْلُ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ .

ترجمہ : صحابہ کرامؓ کے طبقات کی تعداد: ان کے طبقات کی تعداد میں اختلاف ہے چنانچہ بعض حضرات نے اسلام لانے میں سبقت یا ہجرت یا بڑے معرکوں میں موجودگی کے اعتبار سے ان کے طبقات بنائے ہیں اور بعض دوسروں نے کسی اور اعتبار سے ان کی تقسیم کی ہے، اس طرح ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے موافق ان کی موبنائیں: (أ) ابن سعد نے صحابہ کرامؓ کے پانچ طبقات مقرر کیے۔ (ب) اور حاکم نے بارہ طبقات بنائے۔ سب سے افضل صحابی: اہل سنت کا اجماع ہے کہ کامل طور پر افضل صحابی حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہیں، پھر حضرت عمرؓ، اس کے بعد جمہور اہلِ سنت کے قول کے مطابق افضل حضرت عثمانؓ ہیں پھر حضرت علیؓ، اس کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ، پھر اہلِ بدر، پھر اہلِ اُحد اور پھر بیعتِ رضوان والے صحابہ افضل ہیں۔

شرح :- مختلف محدثین نے متنوع اعتبارات سے صحابہ کرامؓ کے طبقات بنائے مگر ان میں حاکم شہیدؒ کے بارہ طبقات بہت مشہور ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مکہ مکرمہ کے ابتدائی مسلمان جیسے خلفاء اربعہ۔ (۲) دار الندوہ کے بعد اسلام لانے والے۔ (۳) مہاجرینِ حبشہ۔ (۴) عقبہ اولیٰ میں شریک ہونے والے۔ (۵) عقبہ ثانیہ میں شریک ہونے والے۔ (٦) وہ مہاجرین جو نبی کریم ﷺ سے مدینہ منورہ پہنچنے سے قبل قباء میں آکر

ملے۔(۷) اہل بدر۔(۸) غزوۂ بدر اور صلح حدیبیہ کے درمیان مسلمان ہونے والے۔(۹) بیعتِ رضوان میں شریک حضرات۔(۱۰) صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان مسلمان ہونے والے۔ (۱۱) فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے۔(۱۲) وہ چھوٹے بچے جنہوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع وغیرہ مواقع پر آنحضرت ﷺ کی زیارت کی۔

> ۱۱ – أَوَّلُهُمْ إِسْلَاماً : (أ) مِنَ الرِّجَالِ الْأَحْرَارِ : أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ . (ب) مِنَ الصِّبْيَانِ :عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ . (جـ) مِنَ النِّسَاءِ : خَدِيْجَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا (د) مِنَ الْمَوَالِيْ : زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ . (هـ) مِنَ الْعَبِيْدِ : بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ . ۱۲ – آخِرُهُمْ مَوْتاً : أَبُو الطُّفَيْلِ عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ اللَّيْثِيُّ ، مَاتَ سَنَةَ مِائَةٍ بِمَكَّةَ الْمُكَرَّمَةِ ، وَقِيْلَ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ . ثُمَّ آخِرُهُمْ مَوْتاً قَبْلَهُ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ تُوُفِّيَ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَتِسْعِيْنَ بِالْبَصْرَةِ .

ترجمہ : پہلے اسلام لانے والے:(أ) آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ۔(ب) بچوں میں حضرت علیؓ۔(ج) عورتوں میں ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ۔(د) آزاد کردہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہؓ۔(ھ) غلاموں میں حضرت بلال بن رباحؓ۔آخر میں وفات پانے والے: ابوطفیل عامر بن واثلہ لیثیؓ، آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں سنہ ۱۰۰ھ میں ہوئی اور ایک قول کے مطابق اس کے بعد ہوئی۔ پھر ان سے پہلے آخر میں وفات پانے والے حضرت انس بن مالکؓ ہیں، آپ کی وفات بصرہ میں سنہ ۹۳ھ میں ہوئی۔

شرح :- مکہ مکرمہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ابوطفیل عامر بن واثلہ لیثیؓ ہیں، آپ کی تاریخ وفات میں چند اقوال ہیں:(۱) ۱۰۰ھ جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے۔ (۲) ۱۰۲ھ۔(۳) ۱۰۷ھ۔(۴) ۱۱۰ھ۔علامہ ذہبیؒ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ آخری صحابی ہیں۔

مدینہ منورہ میں وفات پانے والے آخری صحابی سہل بن سعد ساعدیؓ ہیں ۸۸ھ میں، بصرہ میں حضرت انسؓ ۹۳ھ میں، ایک روایت کے مطابق محمود بن ربیعؓ ہیں جن کی وفات ۹۹ھ میں ہوئی۔کوفہ میں عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ ۸۶ھ میں۔شام میں عبداللہ بن بسر مازنیؓ ۹۶ھ

میں۔مصر میں عبداللہ بن حارث زبیدیؒ ۸۹ھ میں۔یمن میں ہرماس بن زیاد باہلیؒ ۱۰۲ھ میں۔

١٣ – أُشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : (أ) اَلْإِصَابَةُ فِيْ تَمْيِيْزِ الصَّحَابَةِ ، لِابْنِ حَجَرِ الْعَسْقَلَانِيِّ . (ب) أَسْدُ الْغَابَةِ فِيْ مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ ، لِعَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ الْجَزَرِيِّ الْمَشْهُوْرِ بِابْنِ الْأَثِيْرِ . (جـ) اَلْإِسْتِيْعَابُ فِيْ أَسْمَاءِ الْأَصْحَابِ ، لِابْنِ عَبْدِالْبَرِّ .

ترجمہ : اس بارے میں مشہورترین تصانیف: (اَ) الاصابہ فی تمییز الصحابہ: جوابن حجر عسقلانی ؒ کی ہے۔(ب) اُسُد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ: جوعلی بن محمد جزری المعروف بہ ابن اثیرؒ کی ہے۔ (ج) الاستیعاب فی اَسماءالاَصحاب: جوابن عبدالبرؒ کی ہے۔

فائدہ :- یہ واضح رہے کہ مذکورہ کتب میں فی الواقع تمام صحابہ وصحابیات کا احاطہ نہیں ہے بلکہ مصنفین نے اپنی کوشش بھر جتنے صحابہ وصحابیات کا تعارف پیش کرسکتے تھے،اتنا ہی کیا۔

(٢) مَعْرِفَةُ التَّابِعِيْنَ

١ – تَعْرِيْفُ التَّابِعِيِّ : (أ) لُغَةً : اَلتَّابِعُوْنَ جَمْعُ تَابِعِيِّ أَوْ تَابِعٍ ، وَالتَّابِعُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنْ "تَبِعَهُ" بِمَعْنَىٰ مَشَىٰ خَلْفَهُ . (ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ مَنْ لَقِيَ صَحَابِيًّا مُسْلِماً وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ ، وَقِيْلَ هُوَ مَنْ صَحِبَ الصَّحَابِيَّ . ٢ – مِنْ فَوَائِدِهِ : تَمْيِيْزُ الْمُرْسَلِ مِنَ الْمُتَّصِلِ . ٣ – طَبَقَاتُ التَّابِعِيْنَ : اُخْتُلِفَ فِيْ عَدَدِ طَبَقَاتِهِمْ ، فَقَسَمَهُمُ الْعُلَمَاءُ كُلٌّ حَسْبَ وِجْهَتِهِ : (أ) فَجَعَلَهُمْ مُسْلِمٌ ثَلَاثَ طَبَقَاتٍ . (ب) وَجَعَلَهُمُ ابْنُ سَعْدٍ أَرْبَعَ طَبَقَاتٍ . (جـ) وَجَعَلَهُمُ الْحَاكِمُ خَمْسَ عَشْرَةَ طَبَقَةً ، اَلْأُوْلَىٰ مِنْهَا مَنْ أَدْرَكَ الْعَشَرَةَ مِنَ الصَّحَابَةِ .

ترجمہ : تابعین کی پہچان۔(اَ) لغت کے اعتبار سے: تابعون، تابعی یا تابع کی جمع ہے اور تابع "تَبِعَہ" سے اسم فاعل ہے بمعنی اس کے پیچھے چلا۔(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ شخص جس نے مسلمان ہونے کی حالت میں صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی اور اسلام کی ہی حالت میں وفات پائی۔ایک قول کے مطابق وہ شخص جو صحابہ کے ساتھ رہا ہو۔اس کے فوائد میں مرسل کو متصل سے جدا

کرنا ہے۔تابعین کے طبقات: ان کے طبقات کی تعداد میں اختلاف ہے، علماء نے اپنی اپنی رائے کے موافق تقسیم کی ہے: (اُ) امام مسلمؒ نے ان کے تین طبقات بنائے۔(ب) ابن سعد نے چار طبقات بنائے۔(ج) حاکم نے پندرہ طبقات بنائے جن میں سے پہلا طبقہ وہ ہے جس نے صحابہؓ میں سے عشرہ مبشرہؓ کو پایا۔

تشریح:- امام حاکمؒ کے مطابق تابعین کے ۱۵ طبقات ہیں، پہلا طبقہ جس نے عشرہ مبشرہؓ کو پایا جیسے قیس بن ابی حازمؒ اور آخری طبقہ جس نے حضرت انسؓ کو پایا جیسے امام ابوحنیفہؒ۔

٤ - اَلْمُخَضْرَمُوْنَ : وَاحِدُهُمْ " مُخَضْرَمٌ " وَالْمُخَضْرَمُ : هُوَ الَّذِیْ أُدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَزَمَنَ النَّبِيِّ ﷺ وَأُسْلَمَ وَلَمْ يَرَهُ . وَالْمُخَضْرَمُوْنَ مِنَ التَّابِعِيْنَ عَلَى الصَّحِيْحِ . وَعَدَدُ الْمُخَضْرَمِيْنَ نَحْوُ عِشْرِيْنَ شَخْصاً ، كَمَا عَدَّهُمُ الْإِمَامُ مُسْلِمٌ ، وَالصَّحِيْحُ أَنَّهُمْ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ ، وَمِنْهُمْ أَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ ، وَالْأَسْوَدُ بْنُ يَزِيْدَ النَّخْعِيُّ .

ترجمہ: مخضرمین: اس کا واحد "مخضرم" ہے اور مخضرم وہ شخص ہے جس نے زمانۂ جاہلیت اور نبی کریم ﷺ کا عہد مبارک پایا، مسلمان ہوا لیکن آپ کی زیارت نہیں کرسکا۔صحیح قول کے مطابق مخضرمین، تابعین میں سے ہیں۔مخضرمین کی تعداد بیس ہے جیسا کہ امام مسلمؒ نے انہیں شمار کرایا۔صحیح یہ ہے کہ وہ اس سے زیادہ ہیں، ان ہی میں سے ابوعثمان نہدی اور اسود بن یزید نخعی بھی ہیں۔

تشریح:- "مخضرم" زیادہ تر راء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور بعض اہل لغت سے اس کا کسرہ بھی منقول ہے۔لغوی اعتبار سے مخضرم ہر وہ چیز جس کے بارے میں تردد ہو مثلاً "لَحْمٌ مُخَضْرَمٌ" وہ گوشت جس کے متعلق پتہ نہ چلے نر جانور کا ہے یا مادہ کا۔اسی طرح مخضرمین کا زمانہ عہد نبوی سے شروع ہو کر عہد صحابہ و تابعین پہ ختم ہوتا ہے لہذا من حیث الزمانہ وہ صحابہ میں داخل ہیں اور من حیث الحکم وہ تابعی ہیں۔

امام مسلمؒ کے ذکر کردہ بیس افراد کے نام یہ ہیں: ابوعمرو، سعد بن ایاس شیبانی، سوید بن غفلہ، شریح بن ہانی، یُسَیر بن عمرو بن جابر، عمرو بن میمون اودی، اسود بن یزید نخعی، اسود بن ہلال

محاربی، معرور بن سوید، عبد خیر بن یزید خیوانی، شبیل بن عوف احمسی، مسعود بن حراش (ربعی بن حراشؒ کے بھائی)، مالک بن عمیر، ابوعثمان نہدی، ابورجاء عطاردی، غنیم بن قیس، ابورافع الصائغ، ابوحلال ربیعہ بن زرارہ، خالد بن عمیر عدوی، ثمامہ بن حزن قشیری، جبیر بن نفیر حضرمی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

امام مسلمؒ نے مخضرمین کی تعداد بیس بتائی ہے مگر صحیح قول یہ ہے کہ وہ اس سے زیادہ ہیں، چنانچہ ابومسلم خولانیؒ اور احنفؒ بن قیس وغیرہ بھی مخضرم ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اپنی کتاب ''الاصابہ'' میں ان سب کے نام وحالات ذکر کیے ہیں۔

٥ – اَلْفُقَهَاءُ السَّبْعَةُ : وَمِنْ أَكَابِرِ التَّابِعِيْنَ الْفُقَهَاءُ السَّبْعَةُ ، وَهُمْ كِبَارُ عُلَمَاءِ التَّابِعِيْنَ وَكُلُّهُمْ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَهُمْ : " سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ، وَالْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ ، وَخَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ ، وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ، وَعُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ ".

ترجمہ : سات فقہاء: اکابر تابعین میں فقہاءِ سبعہ بھی ہیں اور وہ بڑے درجے کے علماءِ تابعین ہیں اور سب اہلِ مدینہ میں سے ہیں وہ یہ ہیں: سعید بن میسّب، قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر، خارجہ بن زید، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، سلیمان بن یسار رحمہم اللہ۔

فائدہ:- مذکورہ بالا حضرات مدینہ منورہ میں انتہائی مشہور تھے اور کسی مسئلے میں اگر ان کا اتفاق ہوجاتا تو اس کی بڑی اہمیت ہوتی اور کہا جاتا کہ یہ فقہاء سبعہ کا قول ہے۔ ان کے ناموں میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے سالمؒ بن عبداللہؓ بن عمرؓ اور ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ کو فقہاء سبعہ میں شمار کیا ہے۔ ان میں سے اکثر صحابہ کرامؓ کی اولاد ہیں۔

٦ – أَفْضَلُ التَّابِعِيْنَ : هُنَاكَ أَقْوَالٌ لِلْعُلَمَاءِ فِيْ أَفْضَلِهِمْ ، وَالْمَشْهُوْرُ أَنَّ أَفْضَلَهُمْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ . وَقَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ خَفِيْفِ الشِّيْرَازِيُّ : (أ) أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَقُوْلُوْنَ : أَفْضَلُ التَّابِعِيْنَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ . (ب) وَأَهْلُ الْكُوْفَةِ يَقُوْلُوْنَ : أُوَيْسٌ الْقَرْنِيُّ . (جـ) وَأَهْلُ الْبَصْرَةِ يَقُوْلُوْنَ : الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ .

ترجمہ : تابعین میں افضل: ان میں سے افضل شخص کے متعلق علماء کے کئی اقوال ہیں، مشہور یہ ہے کہ سب سے افضل سعید بن مسیّبؒ ہیں۔ ابوعبداللہ محمد بن خفیف شیرازیؒ نے کہا: (اُ) اہلِ مدینہ کہتے ہیں: افضل تابعی سعید بن مسیّبؒ ہیں۔ (ب) اہلِ کوفہ کہتے ہیں: اویس قرنیؒ۔ (ج) اور اہلِ بصرہ کہتے ہیں: حسن بصریؒ۔

تشریح :- افضل تابعی کا تعین بہت مشکل ہے۔ اس بارے میں امام احمد بن حنبلؒ سے متعدد اقوال منقول ہیں: (۱) صرف سعید بن مسیّبؒ۔ (۲) تین اشخاص: سعید بن مسیّبؒ، اسودؒ، علقمہؒ۔ (۳) قیس بن ابی حازمؒ، ابوعثمان نہدیؒ۔ ابوعبداللہ شیرازیؒ نے اچھی تشریح فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کے نزدیک سعید بن مسیّبؒ افضل ہیں، اہل کوفہ کے نزدیک اویس قرنیؒ افضل ہیں جبکہ اہل بصرہ کے نزدیک حسن بصریؒ افضل ہیں۔ اکثر حضرات اویس قرنیؒ کو باعتبار ورع وتقویٰ افضل قرار دیتے ہیں اور سعید بن مسیّبؒ کو باعتبار روایتِ حدیث افضل قرار دیتے ہیں۔

٧ - أُفْضَلُ التَّابِعِيَّاتِ : قَالَ أُبُوْ بَكْرِ بْنُ أُبِيْ دَاوُدَ : " سَيِّدَتَا التَّابِعِيَّاتِ حَفْصَةُ بْنَتُ سِيْرِيْنَ ، وَعَمْرَةُ بْنَتُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ، وَتَلِيْهِمَا أُمُّ الدَّرْدَاءِ . ٨ - أُشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : كِتَابُ " مَعْرِفَةُ التَّابِعِيْنَ " لِأُبِي الْمُطَرِّفِ بْنِ فُطَيْسٍ الْأَنْدُلُسِيِّ .

ترجمہ : تابعی خواتین میں سب سے افضل: ابوبکر بن ابوداوٗدؒ نے کہا: تابعیات کی دو سردار حفصہ بنت سیرینؒ اور عمرہ بنت عبدالرحمٰنؒ ہیں، ان کے بعدام درداءؒ ہیں۔ تابعین کے متعلق سب سے مشہور تصنیف کتاب معرفۃ التابعین ہے جو ابومطرف بن فُطَیس اندلسیؒ کی ہے۔

تشریح :- ایاس بن معاویہؒ بہت بڑے تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں: میری نظر میں حسن بصری اور ابن سیرین سے بھی افضل حفصہ بنت سیرین ہیں۔ حضرت ابودرداءؓ کی دو اہلیہ ''ام الدرداء'' کی کنیت سے مشہور ہیں: ایک ام الدرداء کبریٰ جن کا نام خیرہ تھا اور وہ صحابیہ ہیں۔ دوسری ام الدرداء صغریٰ جن کا نام ہجیمہ تھا اور وہ تابعیہ ہیں۔

(۳) مَعْرِفَةُ الْاِخْوَةِ وَالْاُخْوَاتِ

۱ – تَوْطِئَةٌ : هٰذَا الْعِلْمُ هُوَ اِحْدىٰ مَعَارِفِ أُهْلِ الْحَدِيْثِ الَّتِي اعْتَنَوْا بِهَا وَأُفْرَدُوْهَا بِالتَّصْنِيْفِ ، وَهُوَ مَعْرِفَةُ الْاِخْوَةِ وَالْأُخْوَاتِ مِنَ الرُّوَاةِ فِيْ كُلِّ طَبَقَةٍ ، وَاِفْرَادُ هٰذَا النَّوْعِ بِالْبَحْثِ وَالتَّصْنِيْفِ يَدُلُّ عَلىٰ مَدَى اهْتِمَامِ عُلَمَاءِ الْحَدِيْثِ بِالرُّوَاةِ ، وَمَعْرِفَةِ أُنْسَابِهِمْ وَاِخْوَتِهِمْ ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ ، كَمَا سَيَأْتِيْ مِنَ الْأَنْوَاعِ بَعْدَهُ .

۲ – مِنْ فَوَائِدِهٖ : مِنْ فَوَائِدِهٖ أَلَّا يُظَنَّ مَنْ لَيْسَ بِأَخٍ أَخاً عِنْدَ الْاِشْتِرَاكِ فِي اسْمِ الْأَبِ . مِثْلَ " عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ " وَ " عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ " فَالَّذِيْ لَا يَدْرِيْ يَظُنُّ أَنَّهُمَا أُخَوَانِ مَعَ أَنَّهُمَا لَيْسَا بِأُخَوَيْنِ ، وَاِنْ كَانَ اسْمُ أَبِيْهِمَا وَاحِداً .

ترجمہ : بھائیوں بہنوں کی پہچان ۔تمہید: یہ علم بھی محدثین کی ان تحقیقات میں سے ہے جن کا انہوں نے اہتمام کیا اور اس پر لکھی تصنیف مستقل، اور یہ رواۃ کے ہر طبقہ میں بھائیوں بہنوں کی پہچان ہے، اس قسم سے لکھی بحث اور اس میں تصنیف علمائے حدیث کے رواۃ، ان کے نسب اور بھائیوں کی پہچان وغیرہ امور کے سلسلے میں حد درجہ اہتمام پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کے بعد مختلف اقسام آرہی ہیں۔ اس کے فوائد میں سے یہ ہے کہ والد کے نام میں اشتراک کے وقت جو بھائی نہ ہو اس کو بھی بھائی نہ سمجھا جائے جیسے عبداللہ بن دینار اور عمرو بن دینار، چنانچہ جس کو علم نہیں ہوگا انہیں بھائی ہی خیال کرے گا حالانکہ وہ بھائی نہیں ہیں اگرچہ دونوں کے والد کا نام ایک ہی ہے۔

۳ – أَمْثِلَةٌ : (أ) مِثَالٌ لِلْاِثْنَيْنِ : فِي الصَّحَابَةِ ، عُمَرُ وَزَيْدٌ ابْنَا الْخَطَّابِ .

(ب) مِثَالٌ لِلثَّلَاثَةِ : فِي الصَّحَابَةِ ، عَلِيٌّ وَجَعْفَرُ وَعَقِيْلٌ بَنُوْ أَبِيْ طَالِبٍ .

(جـ) مِثَالٌ لِلْأَرْبَعَةِ : فِيْ أَتْبَاعِ التَّابِعِيْنَ ، سُهَيْلٌ وَعَبْدُاللّٰهِ وَمُحَمَّدٌ وَصَالِحٌ بَنُوْ أَبِيْ صَالِحٍ . (د) مِثَالٌ لِلْخَمْسَةِ : فِيْ أَتْبَاعِ التَّابِعِيْنَ ، سُفْيَانُ وَآدَمُ وَعِمْرَانُ وَمُحَمَّدٌ وَاِبْرَاهِيْمُ بَنُوْ عُيَيْنَةَ . (هـ) مِثَالُ السِّتَّةِ : فِي التَّابِعِيْنَ ، مُحَمَّدٌ وَأَنَسٌ وَيَحْيىٰ وَمَعْبَدٌ وَحَفْصَةُ وَكَرِيْمَةُ بَنُوْ سِيْرِيْنَ . (و) مِثَالُ السَّبْعَةِ : فِي الصَّحَابَةِ ، النُّعْمَانُ وَمَعْقِلٌ

وَعَقِيْلٌ وَسُوَيْدٌ وَسِنَانٌ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ وَعَبْدُاللّٰهِ بَنُوْ مُقَرِّنٍ . وَهٰؤُلَاءِ السَّبْعَةُ كُلُّهُمْ صَحَابَةٌ مُهَاجِرُوْنَ لَمْ يُشَارِكْهُمْ فِيْ هٰذِهِ الْمَكْرُمَةِ أُحَدٌ ، وَقِيْلَ إِنَّهُمْ حَضَرُوْا غَزْوَةَ الْخَنْدَقِ كُلُّهُمْ . ٤ – أُشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : (أ) كِتَابُ الْإِخْوَةِ ، لِأُبِي الْمُطَرِّفِ بْنِ فُطَيْسٍ الْاَنْدُلُسِيِّ . (ب) كِتَابُ الْإِخْوَةِ ، لِأُبِي الْعَبَّاسِ السَّرَّاجِ .

ترجمہ : چند مثالیں: (أ) دو بھائیوں کی مثال: صحابہ میں خطاب کے دو بیٹے عمرؓ اور زیدؓ۔ (ب) تین بھائیوں کی مثال: صحابہ میں ابوطالب کے تین بیٹے علیؓ، جعفرؓ اور عقیلؓ۔ (ج) چار بھائیوں کی مثال: تبع تابعین میں ابوصالح کے بیٹے سہیلؒ، عبداللہ، محمدؒ اور صالح ؒ۔ (د) پانچ بھائیوں کی مثال: تبعِ تابعین میں عُیینہ کے بیٹے سفیانؒ، آدمؒ، عمرانؒ، محمدؒ اور ابراہیمؒ۔ (ھ) چھ بھائیوں بہنوں کی مثال: تابعین میں سیرین کی اولاد محمدؒ، انسؒ، یحیٰؒ، معبدؒ، حفصہؒ اور کریمہؒ۔ (و) سات بھائیوں کی مثال: صحابہ میں مقرنؓ کے بیٹے نعمانؓ، معقلؓ، عقیلؓ، سویدؓ، سنانؓ، عبدالرحمٰنؓ اور عبداللہؓ۔ یہ سب مہاجرین صحابہ ہیں، اس فضیلت میں کوئی اور شریک نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سب غزوۂ خندق کے موقعہ پر حاضر ہوئے تھے۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: (أ) کتاب الاخوۃ، جو ابومطرف بن فُطیس اندلسی کی ہے۔ (ب) کتاب الاخوۃ، جو ابوالعباس سَرّاج کی ہے۔

تشریح:- (ا) تابعین میں دو بھائیوں کی مثال: حضرت شرحبیلؓ کے دو بیٹے عمروؒ اور ارقمؒ۔ (ب) تابعین میں تین بھائیوں کی مثال: عمروؒ، عمرؒ اور شعیبؒ جن کے والد شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمروؓ ہیں۔ (ج) صحابہ میں چار بھائی بہن کی مثال: حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد عبدالرحمٰن، محمد، عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہم۔ (و) حضرت مقرنؓ کے ساتوں صاحبزادے صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں، اس طرح کی عزت وشرف کسی اور نصیب نہیں۔ جنہوں نے انہیں تابعین میں شمار کیا ہے اُن سے غلطی ہوئی ہے کیونکہ یہ سب صحابہ ہیں۔ تابعین میں سات بھائیوں کی مثال حضرت ابن عمرؓ کے بیٹے ہیں: سالم، عبداللہ، عبیداللہ، حمزہ، ورش، واقد اور عبدالرحمٰن رحمہم اللہ۔ سات سے زیادہ چودہ صحابی بھائی بہن کی مثال حضرت عباسؓ کی اولاد ہیں جن میں چار یا تین بیٹیاں اور باقی بیٹے ہیں۔

(٤) اَلْمُتَّفِقُ وَالْمُفْتَرِقُ

١ – تَعْرِيْفُهٗ : (أ) لُغَةً : اَلْمُتَّفِقُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنَ " الْاِتِّفَاقِ " وَالْمُفْتَرِقُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنَ " الْاِفْتِرَاقِ " ضِدِّ الْاِتِّفَاقِ . (ب) اِصْطِلَاحاً : أَنْ تَتَّفِقَ أَسْمَاءُ الرُّوَاةِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ فَصَاعِداً خَطّاً وَلَفْظاً ، وَتَخْتَلِفُ أَشْخَاصُهُمْ ، وَمِنْ ذٰلِكَ أَنْ تَتَّفِقَ أَسْمَاؤُهُمْ وَكُنَاهُمْ ، أَوْ أَسْمَاؤُهُمْ وَنِسْبَتُهُمْ ، وَنَحْوُ ذٰلِكَ .

ترجمہ : متفق ومفترق۔اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: متفق،اتفاق سے اسم فاعل ہے اور مفترق ،افتراق سے اسم فاعل ہے جو اتفاق کا ضد ہے۔(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: رواۃ کے اور ان کے آباء یا ان سے اوپر لوگوں کے ناموں کا لکھنے اور بولنے میں ایک جیسا ہونا جبکہ شخصیت مختلف ہو۔اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے نام اور کنیت یا نام اور نسبت وغیرہ ایک ہوں۔

تشریح :- متفق لغت میں ایک جیسے کو کہتے ہیں جبکہ مفترق جدا اور علیحدہ کو۔متفق ومفترق وہ رواۃ ہیں جن کے نام مع ولدیت ایک دوسرے کے ساتھ ملتے ہوں یا نام وکنیت ایک جیسی ہو یا نام ونسبت یکساں ہو وغیرہ۔تو یہ راوی اپنے نام وغیرہ کے لحاظ سے متفق ہیں اور شخصیت کے لحاظ سے مفترق۔

یہ واضح رہے کہ صرف راویوں کے نام ایک جیسے ہونے کی وجہ سے انہیں متفق ومفترق نہیں کہا جاتا جب تک کہ نام کے ساتھ مذکورہ چیزوں میں سے کسی اور چیز میں مشترک نہ ہوں کیونکہ اکثر لوگوں کے نام ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن ولدیت اور نسبت وغیرہ عموماً مختلف ہوتی ہے اور راوی کا ذکر اشتباہ کے وقت ولدیت یا نسبت وغیرہ کے ساتھ کیا جاتا ہے لیکن جب وہ اس میں بھی متحد ہوں تو پھر اشکال پیدا ہوگا،اسی لیے اس قسم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

٢ – أَمْثِلَةٌ : (أ) اَلْخَلِيْلُ بْنُ أَحْمَدَ : سِتَّةُ أَشْخَاصٍ اِشْتَرَكُوْا فِيْ هٰذَا الْاِسْمِ ، أَوَّلُهُمْ شَيْخُ سِيْبَوَيْهِ . (ب) أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرَ بْنِ حَمْدَانَ : أَرْبَعَةُ أَشْخَاصٍ فِيْ عَصْرٍ وَاحِدٍ (جـ) عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ : سِتَّةُ أَشْخَاصٍ .

ترجمہ : چند مثالیں: (أ) خلیل بن احمد، چھ اشخاص ہیں جو اس نام میں مشترک ہیں،ان میں

سب سے پہلے سیبویہ ؒ کے شیخ ہیں۔(ب) احمد بن جعفر بن حمدان: ایک ہی زمانے میں چار اشخاص ہیں۔(ج) عمر بن خطاب: چھ اشخاص ہیں۔

تشریح :- (۱) خلیل بن احمد: اس نام کے چھ اشخاص ہیں (الف) خلیل بن احمد فراہیدی، مشہور امام لغت، تجوید و علم العروض والقوافی۔ یہ سیبویہ کے استاذ بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد سب سے پہلے احمد نام انہی خلیل فراہیدیؒ کے والد کا تھا۔(ب) ابو بشر خلیل بن احمد مزنی بصریؒ۔(ج) خلیل بن احمد اصفہانی۔(د) قاضی ابو سعید خلیل بن احمد سجزی حنفیؒ۔(ہ) قاضی ابو سعید خلیل بن احمد بستی مہلبیؒ۔(و) ابو سعید خلیل بن احمد بستی شافعیؒ۔

(۲) احمد بن جعفر بن حمدان: اس کے چار اشخاص ایک ہی زمانہ میں ہوئے ہیں: (الف) ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدا القطیعیؒ۔(ب) ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدا السقطیؒ۔(ج) احمد بن جعفر بن حمدان دینوریؒ۔(د) احمد بن جعفر بن حمدان طرسوسیؒ۔

۳ - أَهَمِّيَّتُهُ وَفَائِدَتُهُ : وَمَعْرِفَةُ هٰذَا النَّوْعِ مُهِمٌّ جِدًّا فَقَدْ زَلِقَ بِسَبَبِ الْجَهْلِ بِهِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَكَابِرِ الْعُلَمَاءِ . وَمِنْ فَوَائِدِهِ : (أ) عَدَمُ ظَنِّ الْمُشْتَرِكِيْنَ فِي الْاِسْمِ وَاحِداً ، مَعَ أَنَّهُمْ جَمَاعَةٌ . وَهُوَ عَكْسُ " الْمُهْمَلِ " الَّذِيْ يُخْشىٰ مِنْهُ أَنْ يُظَنَّ الْوَاحِدُ اثْنَيْنِ . (ب) اَلتَّمْيِيْزُ بَيْنَ الْمُشْتَرِكِيْنَ فِي الْاِسْمِ ، فَرُبَّمَا يَكُوْنُ أَحَدُهُمَا ثِقَةً وَالْآخَرُ ضَعِيْفاً ، فَيُضَعَّفُ مَا هُوَ صَحِيْحٌ أَوْ بِالْعَكْسِ .

ترجمہ : اس کی اہمیت وافادیت: اس قسم کی پہچان بہت ہی اہم ہے، چنانچہ اس سے لاعلمی کی بناء پر بہت سے اکابر علماء سے لغزش واقع ہوگئی ہے۔ اس کے چند فوائد: (اَ) نام میں مشترک لوگوں کو ان کے ایک جماعت ہونے کے باوجود ایک نہ سمجھنا، اور یہ مہمل کے برعکس ہے جس میں ایک کو دو خیال کرنے کا ڈر ہوتا ہے۔(ب) ناموں میں مشترک لوگوں کے درمیان فرق کرنا کیونکہ بسا اوقات ان میں ایک ثقہ اور دوسرا ضعیف ہوتا ہے چنانچہ (علم نہ ہونے کے وقت) صحیح کو ضعیف یا اس کے برعکس (ضعیف کو صحیح) قرار دے دیا جاتا ہے۔

تشریح :- متفق ومفترق کی پہچان از حد ضروری ہے، اور اس کے دو بڑے فائدے ہیں: (اَ) ایک

نام کے کئی لوگوں کو ایک سمجھ لیا جاتا ہے لیکن اس فن کا علم ہوگا تو یہ غلطی نہیں ہوگی۔ (ب) مشترک نام والے رواۃ میں کوئی صحیح اور کوئی ضعیف ہوتا ہے اگر علم نہیں ہوگا تو ضعیف کو صحیح اور صحیح کو ضعیف سمجھا جائے گا جس سے حدیث بھی صحیح کے بجائے ضعیف اور ضعیف کے بجائے صحیح کہلائے گی۔

٤ – متی یَحْسُن اِیْرَادُهُ ؟ وَیَحْسُنُ اِیْرَادُ الْمِثَالِ فِیْمَا اِذَا اشْتَرَكَ الرَّاوِیَانِ اُوِ الرُّوَاةُ فِی الْاِسْمِ ، وَكَانُوْا فِیْ عَصْرٍ وَاحِدٍ ، وَاشْتَرَكُوْا فِیْ بَعْضِ الشُّیُوْخِ اُوِ الرُّوَاةِ عَنْهُمْ ، اُمَّا اِذَا كَانُوْا فِیْ عُصُوْرٍ مُتَبَاعِدَةٍ فَلَا اِشْكَالَ فِیْ اُسْمَائِهِمْ . ٥ – اُشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِیْهِ : (أ) كِتَابُ " الْمُتَّفِقُ وَالْمُفْتَرِقُ " لِلْخَطِیْبِ الْبَغْدَادِیِّ، وَهُوَ كِتَابٌ حَافِلٌ نَفِیْسٌ . (ب) كِتَابُ " الْاَنْسَابُ الْمُتَّفِقَةُ " لِلْحَافِظِ مُحَمَّدِ بْنِ طَاهِرٍ ، الْمُتَوَفِّیْ سَنَةَ ٥٠٧ هـ ، وَهُوَ لِنَوْعٍ خَاصٍّ مِنَ الْمُتَّفِقِ .

ترجمہ : کب اس کا پیش کرنا اچھا ہوتا ہے؟ اس صورت میں مثال پیش کرنا اچھا ہوتا ہے جب دو یا کئی رواۃ نام میں مشترک ہوں اور وہ ایک ہی زمانے میں ہوں اور بعض شیوخ میں یا اپنے رواۃ (شاگردوں) میں بھی مشترک ہوں۔ البتہ جب الگ الگ زمانوں میں ہوں تو پھر ان کے ناموں میں اشکال نہیں ہوتا۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: (أ) کتاب ''المتفق والمفترق'' جو خطیب بغدادی کی ہے۔ اور یہ بڑی جامع اور عمدہ ہے۔ (ب) کتاب ''الأنساب المتفقة'' جو حافظ محمد بن طاہر متوفی سنہ ۵۰۷ھ کی ہے اور متفق کی ایک خاص قسم میں ہے۔

فائدہ :- متفق ومفترق کا فائدہ اس وقت بہت واضح ہوتا ہے جب ایک ہی زمانے کے چند مشترک ناموں والے رواۃ ہوں جن کے بعض شیوخ یا تلامذہ بھی مشترک ہوں کیونکہ اس وقت ان میں تمیز کی ضرورت پیش آتی ہے البتہ اگر ان کے زمانے دور، دور ہوں تو پھر اس کی ضرورت اس لیے پیش نہیں آتی کہ تمیز مشکل نہیں ہوتی۔

(٥) اَلْمُؤْتَلِفُ وَالْمُخْتَلِفُ

١ – تَعْرِیْفُهُ : (أ) لُغَةً : اَلْمُؤْتَلِفُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنَ " الْاِئْتِلَافِ " بِمَعْنَی " الْاِجْتِمَاعِ

وَالتَّلَاقِیْ" وَهُوَ ضِدُّ النَّفْرَةِ ، وَالْمُخْتَلِفُ اسْمُ فَاعِلٍ مِنَ "الْاِخْتِلَافِ" ضِدِّ الْاِتِّفَاقِ . (ب) اِصْطِلَاحاً : أَنْ تَتَّفِقَ الْأَسْمَاءُ أَوِ الْأَلْقَابُ أَوِ الْكُنىٰ أَوِ الْأَنْسَابُ

ترجمہ قسمیں تلف ومختلف۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے قسمیں تلف، ائتلاف سے اسم فاعل ہے جس کے معنی اکٹھا ہونا اور ملاقات کرنا ہیں اور وہ نفرت کا ضد ہے۔ مختلف، اختلاف سے اسم فاعل ہے جو اتفاق کا ضد ہے۔

(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: ناموں یا القابات یا کنیتوں یا نسبتوں کا لکھنے میں ایک اور پڑھنے میں مختلف ہونا۔ اس کی مثالیں: سَلام اور سَلّام، پہلا لام کی تخفیف کے ساتھ ہے اور دوسرا لام کی تشدید کے ساتھ۔ (ب) مِسْوَر اور مُسَوَّر، پہلا میم کے کسرے، سین کے سکون اور واو کی تخفیف کے ساتھ ہے اور دوسرا میم کے ضمے، سین کے فتحے اور واو کی تشدید کے ساتھ۔ (ج) بَزّاز اور بَزّار، پہلے کے آخر میں زاء ہے اور دوسرے کے آخر میں راء۔ (د) ثوری اور تَوَّزی، پہلا ثاء اور راء کے ساتھ ہے جبکہ دوسرا تاء اور زاء کے ساتھ۔

٣ - هَلْ لَهُ ضَابِطٌ ؟(أ) أَكْثَرُهُ لَا ضَابِطَ لَهُ ، لِكَثْرَةِ انْتِشَارِهِ ، وَاِنَّمَا يُضْبَطُ بِالْحِفْظِ ، كُلُّ اسْمٍ بِمُفْرَدِهِ . (ب) وَمِنْهُ مَا لَهُ ضَابِطٌ ، وَهُوَ قِسْمَانِ : (١) مَا لَهُ ضَابِطٌ بِالنِّسْبَةِ لِكِتَابٍ خَاصٍّ أَوْ كُتُبٍ خَاصَّةٍ ، مِثْلَ أَنْ نَقُوْلَ : اِنَّ كُلَّ مَا وَقَعَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَالْمُوَطَّأِ "يَسَارٌ" فَهُوَ بِالْمُثَنَّاةِ ثُمَّ الْمُهْمَلَةِ اِلَّا مُحَمَّدَ بْنَ "بَشَّارٍ" فَهُوَ بِالْمُوَحَّدَةِ ثُمَّ الْمُعْجَمَةِ .(٢) مَا لَهُ ضَابِطٌ عَلَى الْعُمُوْمِ : أَيْ لَا بِالنِّسْبَةِ لِكِتَابٍ أَوْ كُتُبٍ خَاصَّةٍ ، مِثْلَ أَنْ نَقُوْلَ : "سَلَّامٌ" كُلُّهُ مُشَدَّدُ اللَّامِ اِلَّا خَمْسَةً ، ثُمَّ نَذْكُرُ تِلْكَ الْخَمْسَةَ .

ترجمہ : کیا ان کے لیے کوئی ضابطہ مقرر ہے؟ (أ) ان میں سے اکثر کا کوئی ضابطہ نہیں کیونکہ یہ بہت ہیں اور صرف یاد رکھنے کے ساتھ ہی ہر نام کو الگ الگ محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ (ب) اور بعض ناموں کا ضابطہ مقرر ہے، اور وہ دو قسمیں ہیں: (ا) جس کا کوئی ضابطہ کسی ایک یا متعدد مخصوص کتابوں کی بہ نسبت مقرر ہے مثلاً ہم یہ کہیں کہ صحیحین اور موطا میں جو بھی "یسار" آئے تو وہ دو نقطوں والی یاء

اور اس کے بعد بغیر نقطے کے سین کے ساتھ ہے سوائے محمد بن بَشَّار کے کہ وہ ایک نقطے والی باء اور اس کے بعد نقطے والے شین کے ساتھ ہے۔ (۲) جس کا عمومی ضابطہ مقرر ہے یعنی کسی ایک یا متعدد مفرحں کتابوں کی بہ نسبت نہیں (بلکہ سب کے لیے) مثلاً ہم کہیں کہ ''سَلاَّ م'' ہر جگہ لام مشدد کے ساتھ ہے مگر پانچ نام نہیں، پھر ہم وہ پانچ نام ذکر کر دیں۔

شرح :- مؤتلف ومختلف اتنے اسماء ہیں کہ ان کے درمیان فرق قائم رکھنا، یاد رکھنے سے ہی ممکن ہے، پھر بھی چند اسماء ایسے ہیں جنہیں کسی ضابطہ کے تحت سمجھا جا سکتا ہے، اور ان کی دو قسمیں ہیں: (ا) وہ اسماء جنہیں مفرحں کتابوں کی بنسبت ضبط کیا جا سکتا ہے مثلاً ''یسار'' لفظ صحیحین اور موطا میں جتنی جگہ بھی آئے وہ یاء اور سین کے ساتھ ہوگا سوائے محمد بن بشار کے کہ اس میں ''بشار'' باء اور شین کے ساتھ ہے۔

(۲) ایسے اسماء جنہیں کسی خاص کتاب کے بغیر عمومی طور پر سمجھا جا سکتا ہے مثلاً ''سلام'' یہ پانچ ناموں کے علاوہ تمام جگہوں میں ''سَلاَّم'' تشدید کے ساتھ ہے، وہ پانچ نام یہ ہیں: عبداللہ بن سلام، امام بخاری کے شیخ محمد بن سلام، سلام بن محمد بن ناہض، محمد بن عبدالوہاب بن سلام معتزلی، سلام بن ابی الحقیق۔ اِن ناموں میں ''سَلام'' تخفیف کے ساتھ ہے۔

٤ – أُهَمِيَّتُهُ وَفَائِدَتُهُ : مَعْرِفَةُ هٰذَا النَّوْعِ مِنْ مُهِمَّاتِ عِلْمِ الرِّجَالِ ، حَتىَّ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ " أَشَدُّ التَّصْحِيْفِ مَا يَقَعُ فِي الْأُسْمَاءِ " لِأَنَّهُ شَيْءٌ لَا يَدْخُلُهُ الْقِيَاسُ ، وَلَا قَبْلَهُ شَيْءٌ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَلَا بَعْدَهُ . وَفَائِدَتُهُ تَكْمُنُ فِيْ تَجَنُّبِ الْخَطَأِ وَعَدَمِ الْوُقُوْعِ فِيْهِ . ٥ – أُشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : (أ) اَلْمُؤْتَلِفُ وَالْمُخْتَلِفُ لِعَبْدِالْغَنِيِّ بْنِ سَعِيْدٍ . (ب) اَلْإِكْمَالُ لِابْنِ مَاكُوْلَا ، وَذَيْلِهِ ، لِأَبِيْ بَكْرِ بْنِ نُقْطَةَ .

ترجمہ : اس کی اہمیت وافادیت: اس قسم کی پہچان بھی علم الرجال کی مہمات میں سے ہے حتی کہ علی بن مدینی نے کہا کہ سب سے بڑی تصحیف ناموں میں ہوتی ہے، اس لیے کہ یہ ایسی چیز ہے جس میں قیاس کا دخل نہیں اور نہ اس سے پہلے یا اس کے بعد کوئی چیز اس پر دلالت کرتی ہے اور اس کا فائدہ غلطی سے بچنے اور اس میں عدمِ وقوع کی صورت میں مخفی ہے۔ اس بارے میں مشہور ترین

تصانیف: (أ) المؤتلف والمختلف، جو عبدالغنی بن سعید کی ہے۔ (ب) الاکمال، جو ابن ماکولا کی ہے اور اس کا اضافہ جو ابو بکر بن نقطہ کا ہے۔

(٦) اَلْمُتَشَابِهُ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ فَاعِلٍ مِنَ " التَّشَابُهِ " بِمَعْنَى " التَّمَاثُلِ " وَيُرَادُ بِالْمُتَشَابِهِ هُنَا " الْمُلْتَبِسُ " وَمِنْهُ الْمُتَشَابِهُ مِنَ الْقُرْآنِ أَيِ الَّذِيْ يَلْتَبِسُ مَعْنَاهُ.
(ب) اِصْطِلَاحاً : أَنْ تَتَّفِقَ أَسْمَاءُ الرُّوَاةِ لَفْظاً وَخَطًّا وَتَخْتَلِفَ أَسْمَاءُ الْآبَاءِ لَفْظاً لَا خَطًّا أَوْ بِالْعَكْسِ. ٢ – أَمْثِلَتُهُ : (أ) مُحَمَّدُ بْنُ عُقَيْلٍ بِضَمِّ الْعَيْنِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَقِيْلٍ بِفَتْحِ الْعَيْنِ. اِتَّفَقَتْ اَسْمَاءُ الرُّوَاةِ، وَاخْتَلَفَتْ أَسْمَاءُ الْآبَاءِ. (ب) شُرَيْحُ بْنُ النُّعْمَانِ وَ سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، اِخْتَلَفَتْ أَسْمَاءُ الرُّوَاةِ، وَاتَّفَقَتْ أَسْمَاءُ الْآبَاءِ.
٣ – فَائِدَتُهُ : وَتَكْمُنُ فَائِدَتُهُ فِيْ ضَبْطِ أَسْمَاءِ الرُّوَاةِ، وَعَدَمِ الْإِلْتِبَاسِ فِي النُّطْقِ بِهَا، وَعَدَمِ الْوُقُوْعِ فِي التَّصْحِيْفِ وَالْوَهْمِ.

ترجمه : متشابہ۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: تشابہ سے اسم فاعل ہے جو تماثل (ایک جیسا ہونا) کے معنی میں ہے اور یہاں پر متشابہ سے مراد ملتبس (جو دوسرے کے ساتھ مشتبہ) ہے، اسی سے قرآن پاک کے متشابہات بھی ہیں یعنی وہ لفظ جس کا معنی ملتبس ہو۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: رواۃ کے ناموں کا تلفظ اور لکھائی میں ایک جیسا ہونا اور ان کے آباء کے ناموں کا لکھائی کے بغیر صرف تلفظ میں مختلف ہونا یا اس کے برعکس (یعنی تلفظ میں ایک جیسا اور لکھائی میں مختلف) ہونا۔ اس کی مثالیں: (أ) محمد بن عُقَیل جو عین کے ضمے کے ساتھ ہے اور محمد بن عَقیل جو عین کے فتحے کے ساتھ ہے۔ یہاں راویوں کے نام ایک ہیں اور باپ کے نام مختلف۔ (ب) شُریح بن نعمان اور سُریج بن نعمان، یہاں راویوں کے نام مختلف ہیں اور باپ کے نام ایک ہیں۔ اس کا فائدہ: راویوں کے ناموں کے ضبط کرنے اور ان کے بولنے میں التباس نہ ہونے اور تصحیف و وہم میں عدمِ وقوع کی صورت میں مخفی ہے۔

شرح :- (یہ قسم سابقہ دو قسموں ''متفق ومخصوق'' اور ''موتلف ومختلف'' سے مرکب ہے)۔اس کے تین فائدے مذکور ہیں: (۱) راویوں کے نام اچھی طرح محفوظ ہو جاتے ہیں۔ (۲) ان کے تلفظ میں شک وشبہ اور خلط ملط نہیں ہوتا۔ (۳) تصحیف اور وہم سے حفاظت رہتی ہے۔

٤ – أُنْوَاعٌ أُخْرىٰ مِنَ الْمُتَشَابِهِ : هُنَاكَ أُنْوَاعٌ أُخْرىٰ مِنَ الْمُتَشَابِهِ ، أُذْكُرُ أَهَمَّهَا فَمِنْهَا :(أ) أَنْ يَحْصُلَ الْإِتِّفَاقُ فِي الْإِسْمِ وَاسْمِ الْأَبِ إِلَّا فِيْ حَرْفٍ أَوْ حَرْفَيْنِ مِثْلَ: مُحَمَّدِ بْنِ حُنَيْنٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ .(ب) أَوْ يَحْصُلَ الْإِتِّفَاقُ فِي الْإِسْمِ وَاسْمِ الْأَبِ خَطاً وَلَفْظاً ، لٰكِنْ يَحْصُلُ الْإِخْتِلَافُ فِي التَّقْدِيْمِ وَالتَّأْخِيْرِ ، إِمَّا فِي الْإِسْمَيْنِ جُمْلَةً مِثْلَ : الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ وَ يَزِيْدَ بْنِ الْأَسْوَدِ ، أَوْ فِيْ بَعْضِ الْحُرُوْفِ مِثْلَ : أَيُّوْبَ بْنِ سَيَّارٍ وَ أَيُّوْبَ بْنِ يَسَارٍ .

ترجمہ : متشابہ کی چند اور قسمیں: متشابہ کی چند اور قسمیں ہیں جن میں سے اہم ذکر کرتا ہوں، چنانچہ ان میں سے یہ ہیں: (أ) نام اور ولدیت میں ایک یا دو حرفوں کے علاوہ اتفاق ہونا جیسے محمد بن حُنین اور محمد بن جُبیر۔ (ب) یا نام اور ولدیت کا لکھنے اور تلفظ میں ایک ہونا مگر تقدیم وتاخیر میں مختلف ہونا، یا تو دونوں ناموں میں مکمل طور پر ایسا ہو جیسے اسود بن یزید اور یزید بن اسود، یا بعض حرفوں میں ایسا ہو جیسے ایوب بن سیار اور ایوب بن یسار۔

شرح :- متشابہ کی اہم قسمیں یہ ہیں: (ا) راوی اور راوی کے باپ کے نام میں ایک یا دو حرفوں میں اتحاد ہونا جیسے محمد بن حُنین اور محمد بن جُبیر، ان میں حنین اور جبیر ایک حرف یعنی یاء میں متحد ہیں۔ (ب) راوی اور ان کے باپ کے نام لکھنے اور بولنے میں ایک جیسے ہوں لیکن تقدیم وتاخیر میں مختلف ہوں یا تو مکمل طور پر دو اسموں میں جیسے اسود بن یزید اور یزید بن اسود، کہ نام بعینہ ایک ہیں لیکن پہلے راوی کا جو نام ہے وہ دوسرے راوی کے باپ کا نام ہے اور جو پہلے راوی کے باپ کا نام ہے وہ دوسرے راوی کا اپنا نام ہے۔ بعض حضرات اس قسم کا نام ''المشتبہ المقلوب'' رکھتے ہیں۔ یا پھر بعض حروف میں مشابہت ہوگی جیسے ایوب بن سیار اور ایوب بن یسار، کہ راوی کے نام ایک ہی ہیں اور ان کے باپ کے ناموں کے حروف بھی ایک ہیں لیکن ان حرفوں میں تقدیم وتاخیر کا فرق ہے

''سیار'' میں پہلے سین پھر یاء ہے جبکہ ''یسار'' میں پہلے یاء پھر سین ہے۔

٥ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : (أ) '' تَلْخِيْصُ الْمُتَشَابِهِ فِي الرَّسْمِ ، وَحِمَايَةُ مَا أُشْكَلَ مِنْهُ عَنْ بَوَادِرِ التَّصْحِيْفِ وَالْوَهْمِ '' لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ . (ب) '' تَالِي التَّلْخِيْصِ '' لِلْخَطِيْبِ أَيْضاً ، وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ تَتِمَّةٍ أَوْ ذَيْلٍ لِلْكِتَابِ السَّابِقِ ، وَهُمَا كِتَابَانِ نَفِيْسَانِ لَمْ يُصَنَّفْ مِثْلُهُمَا فِي هٰذَا الْبَابِ .

ترجمه : اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: (أ) تلخیص المتشابہ فی الرسم وحمایۃ ما أشکل منہ عن بوادر التصحیف والوہم، جو خطیب بغدادی کی ہے۔ (ب) تالی التلخیص ، یہ بھی خطیب کی ہے اور یہ گذشتہ کتاب کی تکمیل یا اس پر اضافہ ہے اور دونوں عمدہ کتابیں ہیں، اس باب میں ایسی کتابیں نہیں لکھی گئیں۔

(٧) اَلْمُهْمَلُ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اِسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنَ '' الْإِهْمَالِ '' بِمَعْنَى '' التَّرْكِ '' كَأَنَّ الرَّاوِيَ تَرَكَ الْإِسْمَ بِدُوْنِ ذِكْرِ مَا يُمَيِّزُهُ عَنْ غَيْرِهِ . (ب) اِصْطِلَاحاً : أَنْ يَرْوِيَ الرَّاوِيْ عَنْ شَخْصَيْنِ مُتَّفِقَيْنِ فِي الْإِسْمَيْنِ فَقَطْ أَوْ مَعَ اسْمِ الْأَبِ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ ، وَلَمْ يَتَمَيَّزَا بِمَا يَخُصُّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا . ٢ – مَتَىٰ يَضُرُّ الْإِهْمَالُ ؟ إِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا ثِقَةً وَالْآخَرُ ضَعِيْفاً ، لِأَنَّهُ لَا نَدْرِيْ مَنِ الشَّخْصُ الْمَرْوِيُّ عَنْهُ هُنَا فَرُبَّمَا كَانَ الضَّعِيْفُ مِنْهُمَا فَيُضَعَّفُ الْحَدِيْثُ . أَمَّا إِذَا كَانَا ثِقَتَيْنِ فَلَا يَضُرُّ الْإِهْمَالُ بِصِحَّةِ الْحَدِيْثِ ، لِأَنَّ أَيًّا مِنْهُمَا كَانَ الْمَرْوِيَّ عَنْهُ فَالْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ .

ترجمه : مہمل۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: اہمال سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں ''چھوڑنا'' گویا راوی نے نام کو دوسرے ناموں سے ممتاز کیے بغیر چھوڑ دیا۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: راوی کا دو ایسے شخصوں سے روایت کرنا جو صرف نام میں ایک جیسے ہوں یا ولدیت میں بھی ایک جیسے ہوں یا اس جیسی دوسری بات میں، اور دونوں میں کسی مفترص بات کے

ساتھ امتیاز نہ ہوا ہو۔اہمال کب نقصان دہ ہے؟ اگران میں سے ایک ثقہ اور دوسرا ضعف ہو (تو نقصان دہ ہوگا) کیونکہ ہمیں نہیں پتہ کہ یہاں پر مروی عنہ کون شخص ہے، کبھی وہ ان میں سے ضعف ہوگا جس کی وجہ سے حدیث کو ضعف قرار دیا جائے گا، البتہ جب دونوں ثقہ ہوں تو اہمال کی وجہ سے حدیث کی صحت پر اثر نہیں پڑے گا کیونکہ ان میں سے جو بھی مروی عنہ ہو تو حدیث صحیح ہوگی۔

شرح :- مہمل باب افعال کے مصدر الاہمال سے اسم مفعول ہے، اہمال کے معنی خالی چھوڑ دینے کے ہیں تو مہمل اس راوی کو کہتے ہیں جس کو ممتاز کیے بغیر چھوڑ دیا گیا ہو اور کوئی قید وغیرہ نہ لگائی گئی ہو۔اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ دوراویوں کے صرف نام یا نام مع ولدیت ایک ہوں مگر ان میں تمیز قائم نہ کی گئی ہو۔اس کا اثر وہاں ظاہر ہوتا ہے جہاں ایک نام کے دوراویوں میں سے ایک ثقہ اور دوسرا ضعف ہو کیونکہ اگر مروی عنہ ان میں سے ضعف ہو تو حدیث کو ضعف ہونا چاہیے اور اگر ثقہ ہو تو اس کے مطابق صحیح ہونا چاہیے مگر ہمیں پتہ نہیں کہ کون مراد ہے، ثقہ یا ضعف؟ اور اگر دونوں ہی ثقہ ہوں تو جو بھی مراد ہو اس سے حدیث کی صحت پر اثر نہیں پڑے گا اور اہمال مضر نہیں ہوگا۔

٣ – مِثَالُهُ : (أ) إِذَا كَانَا ثِقَتَيْنِ : مَا وَقَعَ لِلْبُخَارِيِّ مِنْ رِوَايَتِهِ عَنْ " أَحْمَدَ " ـ غَيْرِ مَنْسُوْبٍ ـ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ فَإِنَّهُ إِمَّا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ أَوْ أَحْمَدُ بْنُ عِيْسىٰ ، وَكِلَاهُمَا ثِقَةٌ . (ب) إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا ثِقَةً وَالآخَرُ ضَعِيْفاً : " سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ " وَ " سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ " ، فَإِنْ كَانَ " الْخَوْلَانِيَّ " فَهُوَ ثِقَةٌ ، وَإِنْ كَانَ " الْيَمَامِيَّ " فَهُوَ ضَعِيْفٌ . ٤ – اَلْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُبْهَمِ : وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا أَنَّ الْمُهْمَلَ ذُكِرَ اسْمُهُ وَالْتَبَسَ تَعْيِيْنُهُ ، وَالْمُبْهَمُ لَمْ يُذْكَرِ اسْمُهُ . ٥ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : كِتَابُ " الْمُكْمَلُ فِيْ بَيَانِ الْمُهْمَلِ " لِلْخَطِيْبِ .

ترجمه : اس کی مثال: (ا) جب دونوں ثقہ ہوں: جو بخاری کی غیر منسوب احمد نامی شخص سے روایت آئی ہے جسے وہ ابن وہب سے روایت کرتے ہیں کیونکہ وہ یا تو احمد بن صالح ہیں یا احمد بن عیسیٰ اور دونوں ثقہ ہیں۔(ب) جب ان میں سے ایک ثقہ اور دوسرا ضعف ہو: ''سلیمان بن داوٗد'' اور ''سلیمان بن داوٗد''، اگر مراد خولانی ہوں تو وہ ثقہ ہیں اور اگر یمامی ہوں تو وہ ضعف ہیں۔

اس کے اور مبہم کے درمیان فرق: ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ مہمل کا نام مذکور ہوتا ہے اور تعیین میں التباس ہوتا ہے جبکہ مبہم کا نام مذکور نہیں ہوتا۔ اس بارے میں مشہور ترین تصنیف: کتاب ''المکمل فی بیان المهمل'' جو خطیب کی ہے۔

شرح: - امام بخاریؒ کی ایک روایت میں احمد عن ابن وہب آیا ہے اور احمد کے ساتھ کوئی وضاحت نہیں کہ کونسے احمد ہیں؟ احمد بن صالح یا احمد بن عیسیٰ مگر دونوں ثقہ ہیں اس لیے باعثِ ضرر نہیں۔ اس کے برعکس بعض کتابوں میں سلیمان بن داؤد کا ذکر ہے اور وہ بھی دو ہیں: سلیمان بن داؤد خولانی جو کہ ثقہ ہیں اور سلیمان بن داؤد یمامی جو کہ ضعف ہیں۔

(۸) مَعْرِفَةُ الْمُبْهَمَاتِ

١ - تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اَلْمُبْهَمَاتُ جَمْعُ '' مُبْهَمٍ '' وَهُوَ اسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنَ '' الْإِبْهَامِ '' ضِدِّ الْإِيْضَاحِ . (ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ مَنْ أُبْهِمَ اسْمُهُ فِي الْمَتْنِ أَوِ الْإِسْنَادِ مِنَ الرُّوَاةِ أَوْ مِمَّنْ لَهُ عَلَاقَةٌ بِالرِّوَايَةِ . ٢ - مِنْ فَوَائِدِ بَحْثِهِ : (أ) اِنْ كَانَ الْإِبْهَامُ فِي السَّنَدِ : مَعْرِفَةُ الرَّاوِيْ اِنْ كَانَ ثِقَةً أَوْ ضَعِيْفاً لِلْحُكْمِ عَلَى الْحَدِيْثِ بِالصِّحَّةِ أَوِ الضَّعْفِ . (ب) وَاِنْ كَانَ فِي الْمَتْنِ : فَلَهُ فَوَائِدُ كَثِيْرَةٌ أَبْرَزُهَا مَعْرِفَةُ صَاحِبِ الْقِصَّةِ أَوِ السَّائِلِ حَتَّى إِذَا كَانَ فِي الْحَدِيْثِ مَنْقَبَةٌ لَهُ عَرَفْنَا فَضْلَهُ ، وَاِنْ كَانَ عَكْسُ ذٰلِكَ فَيَحْصُلُ بِمَعْرِفَتِهِ السَّلَامَةُ مِنَ الظَّنِّ بِغَيْرِهِ مِنْ أَفَاضِلِ الصَّحَابَةِ .

٣ - كَيْفَ يُعْرَفُ الْمُبْهَمُ ؟ يُعْرَفُ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ : (أ) بِوُرُوْدِهِ مُسَمًّى فِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ الْأُخْرىٰ . (ب) بِتَنْصِيْصِ أَهْلِ السِّيَرِ عَلىٰ كَثِيْرٍ مِنْهُ .

ترجمہ: مبہمات کی پہچان۔ اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: مبہمات، مبہم کی جمع ہے اور وہ ابہام سے اسم مفعول ہے جو کہ ایضاح کا ضد ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: راویوں میں سے یا روایت سے متعلق لوگوں میں سے وہ شخص جس کا نام متن یا سند میں مبہم رکھا گیا ہو۔ اس کی بحث کے چند فوائد: (أ) اگر ابہام سند میں ہو تو راوی کی پہچان ہو جانا، اگر وہ ثقہ یا ضعف ہوگا

تاکہ حدیث پر صحت یا ضعیف کا حکم لگایا جا سکے۔

(ب) اور اگر متن میں واقع ہو تو اس کے بہت سے فائدے ہیں، جن میں سے نمایاں فائدہ صاحبِ قصہ یا سائل کی پہچان ہے یہاں تک کہ جب حدیث میں اس کی کوئی فضیلت مذکور ہو تو ہمیں اس کی فضیلت معلوم ہو جائے گی اور اگر اس کے برعکس ہو تو اس کو پہچاننے سے دوسرے افضل صحابہ کے متعلق بدگمانی سے حفاظت نصیب ہو جائے گی۔ مبہم کی پہچان کس طرح سے ہوتی ہے؟ دو چیزوں سے پہچانا جاتا ہے: (أ) دوسری بعض روایات میں نام کے ساتھ وارد ہونا۔ (ب) اہلِ سیر کا ان میں سے بہت سے لوگوں کے نام کی صراحت کر دینا۔

شرح :- ابہام کے معنی وضاحت نہ کرنا اور مجہول چھوڑ دینا ہے اور اس کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ متن میں یا سند میں کسی شخص کا ذکر اس کے نام کے بغیر ہو جس سے ابہام پیدا ہو جائے۔ سند میں ابہام ہو تو جب تک مبہم کی پہچان نہیں ہوگی حدیث پر صحت یا ضعیف کا حکم لگانا مشکل ہوگا اور جب اس کی وضاحت ہوگی تو حکم آسان ہو جائے گا، اور اگر حدیث پاک کے متن میں کسی شخص کا مبہم ذکر ہو تو اس کی وضاحت سے یہ سمجھنا آسان ہوگا کہ مذکورہ قصہ میں کس کی فضیلت یا مذمت وارد ہے جس سے دوسرے لوگوں کے متعلق بے جا کسی قسم کا گمان پیدا ہونے سے محفوظ رہیں گے۔ مبہم کی پہچان اس طرح سے ہوتی ہے کہ دوسری روایات میں نام کا ذکر ہو جائے یا اہلِ سیر محدثین وغیرہ نام کی وضاحت کر دیں۔

٤ – أَقْسَامُهُ : يُقْسَمُ الْمُبْهَمُ بِحَسْبِ شِدَّةِ الْاِبْهَامِ أَوْ عَدَمِ شِدَّتِهِ اِلىٰ أَرْبَعَةِ أَقْسَامٍ ، وَأَبْدَأُ بِأَشَدِّهَا اِبْهَاماً . (أ) رَجُلٌ أَوِ امْرَأَةٌ : كَحَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ " رَجُلاً " قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، اَلْحَجُّ كُلَّ عَامٍ ؟ هٰذَا الرَّجُلُ هُوَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ .(ب) اَلْاِبْنُ وَالْبِنْتُ : وَيُلْحَقُ بِهِ الْأُخُ وَالْأُخْتُ وَابْنُ الْأُخِ وَابْنُ الْأُخْتِ وَبِنْتُ الْأُخِ وَبِنْتُ الْأُخْتِ كَحَدِيْثِ أُمِّ عَطِيَّةَ فِيْ غُسْلِ " بِنْتِ " النَّبِيِّ ﷺ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ ، هِيَ زَيْنَبُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا .(جـ) اَلْعَمُّ وَالْعَمَّةُ : وَيُلْحَقُ بِهِ الْخَالُ وَالْخَالَةُ وَابْنُ أَوْ بِنْتُ الْعَمِّ وَالْعَمَّةِ وَابْنُ أَوْ بِنْتُ الْخَالِ وَالْخَالَةِ كَحَدِيْثِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنْ " عَمِّهِ " فِيْ

النَّهْيِ عَنِ الْمُخَابَرَةِ ، اِسْمُ عَمِّهِ ظُهَيْرُ بْنُ رَافِعٍ ، وَكَحَدِيْثِ " عَمَّةِ " جَابِرٍ الَّتِيْ بَكَتْ أُبَاهُ لَمَّا قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ ، اِسْمُ عَمَّتِهِ فَاطِمَةُ بِنْتُ عَمْرٍو .(د) اَلزَّوْجُ وَالزَّوْجَةُ : كَحَدِيْثِ الصَّحِيْحَيْنِ فِيْ وَفَاةِ " زَوْجِ " سُبَيْعَةَ ، اِسْمُ زَوْجِهَا سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ وَ كَحَدِيْثِ " زَوْجَةِ " عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الزَّبِيْرِ الَّتِيْ كَانَتْ تَحْتَ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ ، فَطَلَّقَهَا ، اِسْمُهَا تَمِيْمَةُ بِنْتُ وَهْبٍ .

ترجمہ : اس کی قسمیں: ابہام کی شدت یا عدمِ شدت کے اعتبار سے مبہم کی چار قسمیں کی جاتی ہیں، میں سخت ابہام والی اقسام پہلے ذکر کروں گا: (أ) ایک شخص یا ایک عورت: جیسے ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال ہے؟ یہ شخص اقرع بن حابسؓ ہیں۔ (ب) بیٹا یا بیٹی: اور اس کے ساتھ ہی بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا اور بھانجی ملحق ہے، جیسے ام عطیہؓ کی حدیث جو نبی کریم ﷺ کی بیٹی کو بیری کے پانی کے ساتھ نہلانے کے متعلق ہے وہ صاحبزادی حضرت زینبؓ ہیں۔

(ج) چچا اور پھوپھی: اس کے ساتھ ہی ماموں، خالہ، چچازاد اور پھوپھی زاد بھائی بہن یا ماموں زاد اور خالہ زاد بھائی بہن جیسے رافع بن خدیجؓ کی اپنے چچا سے مروی حدیث جو مخابرہ سے ممانعت کے بارے میں ہے، ان کے چچا کا نام ظُہیر بن رافع ہے، اور حضرت جابرؓ کی پھوپھی کی حدیث جو ان کے والد پر جب وہ غزوۂ احد والے دن شہید ہو گئے تھے، روئی تھیں۔ ان کی پھوپھی کا نام فاطمہ بنت عمرو ہے۔ (د) شوہر یا بیوی: جیسے صحیحین کی حدیث جو سُبیعہؓ کی وفات کے متعلق ہے، ان کے شوہر کا نام سعد بن خولہ ہے اور جیسے عبدالرحمٰن بن زَبیرؓ کی بیوی کے متعلق حدیث جو رفاعہ قرظیؓ کے نکاح میں تھیں تو انہوں نے اس کو طلاق دے دی تھی، اس (بیوی) کا نام تمیمہ بنت وہب ہے۔

شرح :- حضرت جابرؓ کی پھوپھی غزوۂ اُحد والے دن اپنے والد عمرو بن حرامؓ کی شہادت پر روئی تھیں، ان کا نام فاطمہ یا ہند ہے۔

۵ - أُشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : صَنَّفَ فِيْ هٰذَا النَّوْعِ عَدَدٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ ، مِنْهُمْ عَبْدُالْغَنِيِّ بْنُ سَعِيْدٍ وَالْخَطِيْبُ وَالنَّوَوِيُّ ، وَأُحْسَنُهَا وَأُجْمَعُهَا كِتَابُ " الْمُسْتَفَادُ

مِنْ مُبْهَمَاتِ الْمَتْنِ وَالْإِسْنَادِ'' لِوَلِيِّ الدِّيْنِ الْعِرَاقِيِّ .

ترجمہ : اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: اس قسم کے متعلق کئی علماء نے کتاب لکھی ہے، ان میں سے عبدالغنی بن سعیدؒ، خطیبؒ اور نوویؒ ہیں۔ان میں سب سے اچھی اور جامع کتاب ''المستفاد من مبهمات المتن والاسناد'' ہے جو ولی الدین عراقی کی ہے۔

(۹) مَعْرِفَةُ الْوُحْدَان

١ - تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : اَلْوُحْدَانُ بِضَمِّ الْوَاوِ جَمْعُ وَاحِدٍ . (ب) اِصْطِلَاحاً : هُمُ الرُّوَاةُ الَّذِيْنَ لَمْ يَرْوِ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ اِلَّا رَاوٍ وَاحِدٌ . ٢ - فَائِدَتُهُ : مَعْرِفَةُ مَجْهُوْلِ الْعَيْنِ ، وَرَدُّ رِوَايَتِهٖ اِذَا لَمْ يَكُنْ صَحَابِيًا . ٣ - أَمْثِلَتُهُ : (أ) مِنَ الصَّحَابَةِ : عُرْوَةُ بْنُ مُضَرِّسٍ لَمْ يَرْوِ عَنْهُ غَيْرُ الشَّعْبِيِّ ، وَالْمُسَيَّبُ بْنُ حَزْنٍ لَمْ يَرْوِ عَنْهُ غَيْرُ ابْنِهٖ سَعِيْدٍ . (ب) مِنَ التَّابِعِيْنَ : أَبُو الْعُشَرَاءِ لَمْ يَرْوِ عَنْهُ غَيْرُ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ .

ترجمہ : وحدان کی پہچان۔اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: وُحدان واؤ کے ضمہ کے ساتھ واحد کی جمع ہے۔(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ رواۃ ہیں جن سے صرف ایک راوی روایت کرے۔اس کا فائدہ: مجہول العین کی پہچان اور جب وہ صحابی نہ ہو تو اس کی روایت کو رد کر دینا ہے۔اس کی مثالیں: (أ) صحابہ کرامؓ میں سے: عروہ بن مضرسؓ، ان سے شعبیؒ کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کی، اور مسیب بن حزنؓ، ان سے ان کے بیٹے سعیدؒ کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کیا۔ (ب) تابعین میں سے: ابوالعشراءؒ، ان سے حماد بن سلمہؒ کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کی۔

شرح :- وُحْدَان بروزن فُعْلان صیغہ جمع مذکر مکسر اسم فاعل ہے اور اس کا مفرد وَاحِدٌ بمعنی ایک ہے، چونکہ مروی عنہ سے ایک شخص روایت کرتا ہے اس لیے یہ نام رکھا گیا۔اصطلاح میں ان راویوں کو وُحدان کہتے ہیں جن سے روایت کرنے والا ایک ایک فرد ہو یعنی ہر ایک کا ایک ہی شاگرد ہو۔ اس قسم کا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح کا مروی عنہ مجہول العین ہوگا اور اس کے صحابی نہ ہونے کی

صورت میں اس کی روایت کو رد کر دیا جائے گا۔

صحابہ کرامؓ میں وحدان کی مثال کئی ایک حضرات ہیں جیسے عروہ بن مضرسؓ کہ ان سے صرف شعبیؒ نے روایت کی ہے تو وہ مجہول العین ہوئے لیکن اس وجہ سے مقبول ہیں کہ صحابی ہیں، اسی طرح مسیّب بن حزنؓ بھی کہ صحابی ہیں اور صرف ان کے صاحبزادے سعید بن مسیبؒ ہی ان کے راوی ہیں۔ تابعین میں ابوالعشراءؒ دارمی ہیں جن سے روایت کرنے والے صرف حماد بن سلمہؒ ہیں مگر یہ بات درست نہیں کیونکہ یزید بن ابی زیادؒ اور عبداللہ بن محررؒ نے بھی ان سے روایت کی ہے اس لیے وہ مجہول العین نہیں ہوئے۔ ابوالعشراءؒ سے متعلق کچھ باتیں گذشتہ اوراق میں ''روایۃ الأبناء عن الآباء'' کے عنوان کے تحت گذر چکی ہیں۔

٤ – هَلْ أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ فِيْ صَحِيْحَيْهِمَا عَنِ الْوُحْدَانِ ؟ (أ) ذَكَرَ الْحَاكِمُ فِي "الْمَدْخَلِ" أَنَّ الشَّيْخَيْنِ لَمْ يُخَرِّجَا مِنْ رِوَايَةِ هٰذَا النَّوْعِ شَيْئاً . (ب) لٰكِنَّ جُمْهُوْرَ الْمُحَدِّثِيْنَ قَالُوْا اِنَّ فِي الصَّحِيْحَيْنِ أَحَادِيْثَ كَثِيْرَةً عَنِ الْوُحْدَانِ مِنَ الصَّحَابَةِ ، مِنْهَا: (١) حَدِيْثُ "الْمُسَيَّبِ" فِيْ وَفَاةِ أَبِيْ طَالِبٍ ، أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ . (٢) حَدِيْثُ "قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ" عَنْ "مِرْدَاسٍ الْأَسْلَمِيِّ" : يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ . وَلَا رَاوِيَ لِمِرْدَاسٍ غَيْرُ قَيْسٍ . وَالْحَدِيْثُ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ .

٥ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : كِتَابُ "الْمُنْفَرِدَاتُ وَالْوُحْدَانُ" لِلْإِمَامِ مُسْلِمٍ .

ترجمہ: کیا شیخین نے اپنی صحیح میں وحدان سے روایت نقل کی ہے؟ (أ) حاکم نے المدخل میں ذکر کیا ہے کہ شیخین نے اس قسم سے متعلق کوئی روایت نقل نہیں کی ہے۔ (ب) لیکن جمہور محدثین نے کہا: بے شک صحیحین میں وحدان صحابہ سے بہت سی احادیث مروی ہیں، ان میں سے (۱) ابوطالب کی وفات کے بارے میں مسیبؓ کی حدیث ہے، شیخین نے اس کو نقل کیا ہے۔ (۲) قیس بن ابی حازمؒ کی مرداس اسلمیؓ سے روایت کردہ حدیث '' یَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ '' (نیک لوگ یکے بعد دیگرے چلے جائیں گے) جبکہ قیس کے علاوہ مرداسؓ کا کوئی راوی نہیں، اور حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ اس بارے میں مشہور تصنیف: کتاب ''المنفر دات

والوحدان'' جو امام مسلمؒ کی ہے۔

شرح:- امام حاکم شہیدؒ اور بیہقیؒ نے یہ کہا ہے کہ بخاری و مسلم نے وحدان سے کسی قسم کی روایت نہیں لی ہے، مگر یہ بات جمہور محدثین کے نزدیک درست نہیں کیونکہ بخاری و مسلم نے مسیبؓ کی حدیث روایت کی ہے جن سے صرف ان کے بیٹے سعید بن مسیبؒ راوی ہیں، اسی طرح بخاری نے مرداس اسلمیؓ کی حدیث روایت کی ہے جن سے صرف قیس بن ابی حازمؒ راوی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیخین نے وحدان سے روایت لی ہے اور یہ ان کی شرط کے منافی بھی نہیں ہے۔ امام مسلمؒ نے اس سلسلے میں بڑی زبردست کتاب لکھی ہے جس کا نام ''المنفردات والوحدان'' ہے اور متعدد صحابہ وتابعین وحدان کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

(١٠) مَعْرِفَةُ مَنْ ذُكِرَ بِأَسْمَاءٍ أَوْ صِفَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ

١ – تَعْرِيْفُهُ : هُوَ رَاوٍ وُصِفَ بِأَسْمَاءٍ أَوْ أَلْقَابٍ أَوْ كُنًى مُخْتَلِفَةٍ ، مِنْ شَخْصٍ وَاحِدٍ أَوْ مِنْ جَمَاعَةٍ . ٢ – مِثَالُهُ : " مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ الْكَلْبِيُّ " سَمَّاهُ بَعْضُهُمْ " أَبَا النَّضْرِ " وَسَمَّاهُ بَعْضُهُمْ " حَمَّادُ بْنُ السَّائِبِ " وَسَمَّاهُ بَعْضُهُمْ " أَبَا سَعِيْدٍ ".

٣ – مِنْ فَوَائِدِهِ : (أ) عَدَمُ الْإِلْتِبَاسِ فِيْ أَسْمَاءِ الشَّخْصِ الْوَاحِدِ ، وَعَدَمُ الظَّنِّ بِأَنَّهُ أَشْخَاصٌ مُتَعَدِّدُوْنَ . (ب) كَشْفُ تَدْلِيْسِ الشُّيُوْخِ .

ترجمہ : جن کا ذکر کئی ناموں یا مختلف صفات کے ساتھ کیا گیا ہو، ان کی پہچان۔ اس کی تعریف: وہ راوی جس کو مختلف ناموں یا القابات یا کنیتوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہو چاہے وہ ایک ہو یا پوری جماعت۔ اس کی مثال: محمد بن سائب کلبی کہ بعض محدثین نے ان کا نام ابوالنضر ذکر کیا اور بعض نے حماد بن سائب جبکہ بعض نے ابوسعید سے ذکر کیا۔

اس کے چند فوائد: (أ) ایک ہی شخص کے ناموں میں التباس نہ ہونا اور یہ گمان بھی نہ ہونا کہ وہ متعدد اشخاص ہیں۔ (ب) تدلیس الشیوخ کی تحقیق۔

شرح:- ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے کئی نام یا کئی القابات یا کئی کنیتیں ہیں، چنانچہ محمد بن سائب

کلبی مشہور مفسر ہیں لیکن احادیث کے باب میں ضعفاء میں شمار کیے جاتے ہیں، ان کی متعدد کنیتیں منقول ہیں: ابونضر، ابوسعید، ابوہشام وغیرہ اور متعدد نام بھی ہیں: محمد بن سائب کلبی، محمد بن سائب بن بشر، حماد بن سائب۔ اس قسم کے دو اہم فائدے ہیں: (۱) متعدد ناموں اور القابات وغیرہ سے ایک شخص کو پوری جماعت سمجھنے کا گمان ہوتا ہے لیکن معرفت ہونے سے یہ گمان اور التباس پیدا نہیں ہوگا۔ (۲) تدلیس الشیوخ کی تحقیق آسانی سے ہوسکے گی جس میں ضعیف رواۃ پر متعدد ناموں کے ذریعے پردہ ڈالا جاتا ہے۔

٤ - اِسْتِعْمَالُ الْخَطِيْبِ كَثِيْراً مِنْ ذٰلِكَ فِيْ شُيُوْخِهِ : فَيَرْوِيْ فِيْ كُتُبِهِ مَثَلاً عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ الْأَزْهَرِيِّ ، وَعَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي الْفَتْحِ الْفَارِسِيِّ ، وَعَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ عُثْمَانَ الصَّيْرَفِيِّ ، وَالْكُلُّ وَاحِدٌ .

٥ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : (أ) إِيْضَاحُ الْإِشْكَالِ ، لِلْحَافِظِ عَبْدِالْغَنِيِّ بْنِ سَعِيْدٍ .
(ب) مُوْضِحُ أَوْهَامِ الْجَمْعِ وَالتَّفْرِيْقِ ، لِلْخَطِيْبِ الْبَغْدَادِيِّ .

ترجمہ : خطیب کا اپنے شیوخ کے سلسلے میں اس کا استعمال کرنا: چنانچہ مثلاً وہ اپنی کتابوں میں ابوالقاسم ازہری سے، عبیداللہ بن ابوالفتح فارسی سے اور عبیداللہ بن احمد بن عثمان صیرفی سے روایت کرتے ہیں حالانکہ سب ایک ہی ہیں۔ اس بارے میں مشہورترین تصانیف: (اُ) ایضاح الاشکال، جو حافظ عبدالغنی بن سعیدؒ کی ہے۔ (ب) موضح أوہام الجمع والتفریق، جو خطیب بغدادیؒ کی ہے۔

شرح :- خطیب بغدادیؒ کی اپنی کتابوں میں یہ عادت ہے کہ وہ اکثر ایک ہی استاذ کو متعدد ناموں، القابات اور کنیتوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں چنانچہ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ وہ کبھی ابو القاسم ازہری سے روایت کرتے ہیں، کبھی عبیداللہ بن ابوالفتح فارسی سے اور کبھی عبیداللہ بن احمد بن عثمان صیرفی سے روایت لیتے ہیں، بظاہر یہ متعدد اشخاص ہیں لیکن درحقیقت وہ ایک ہی شخص ہے جس کا اس طرح متعدد طریقوں سے ذکر کیا گیا۔

☆☆☆☆

☆☆☆

(۱۱) مَعْرِفَةُ الْمُفْرَدَاتِ مِنَ الْأَسْمَاءِ وَالْكُنىٰ وَالْأَلْقَابِ

۱ – اَلْمُرَادُ بِالْمُفْرَدَاتِ : أَنْ يَكُوْنَ لِشَخْصٍ مِنَ الصَّحَابَةِ أَوِ الرُّوَاةِ عَامَّةً أَوْ أَحَدِ الْعُلَمَاءِ اسْمٌ أَوْ كُنْيَةٌ أَوْ لَقَبٌ لَا يُشَارِكُهُ فِيْهِ غَيْرُهُ مِنَ الرُّوَاةِ وَالْعُلَمَاءِ ، وَغَالِباً مَا تَكُوْنُ تِلْكَ الْمُفْرَدَاتُ أَسْمَاءً غَرِيْبَةً يَصْعُبُ النُّطْقُ بِهَا . ۲ – فَائِدَةُ مَعْرِفَتِهِ : عَدَمُ الْوُقُوْعِ فِي التَّصْحِيْفِ وَالتَّحْرِيْفِ فِيْ تِلْكَ الْأَسْمَاءِ الْمُفْرَدَةِ الْغَرِيْبَةِ .
۳ – أَمْثِلَتُهُ : (أ) اَلْأَسْمَاءُ : (۱) مِنَ الصَّحَابَةِ : " أَجْمَدُ بْنُ عُجْيَانَ " كَسُفْيَانَ أَوْ كَعُلَيَّانَ ، وَ سَنْدَرُ بِوَزْنِ جَعْفَرَ . (۲) مِنْ غَيْرِ الصَّحَابَةِ : " أَوْسَطُ " بن عَمْرٍو ، " ضُرَيْبُ " بْنُ نُقَيْرِ بْنِ سُمَيْرٍ .

ترجمہ : مفرد ناموں، کنیتوں اور القابات کی پہچان۔ مفردات سے مراد یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ یا تمام رواۃ میں سے یا علماء میں سے کسی ایک کا کوئی ایسا نام یا کنیت یا لقب ہو کہ جس میں کوئی اور راوی یا عالم اس کے ساتھ شریک نہ ہو، یہ مفردات اکثر و بیشتر انوکھے نام ہوتے ہیں جن کا تلفظ بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس کی پہچان کا فائدہ: ان مفرد و عجیب ناموں میں تصحیف یا تحریف سے بچنا۔ اس کی مثالیں: (ا) نام ،صحابہ میں سے احمد بن عُجْیان جو سُفیان یا عُلَیّان کی طرح ہے ،اور سَندر بروزن جعفر۔ (۲) صحابہ کے علاوہ میں سے ''اَوسَط'' بن عمرو، اور ''ضُرَیب'' بن نُقَیر بن سُمیر۔

شرح :- مفرد باب افعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی ایک۔ اس سے مراد صحابہ کرامؓ، دیگر رواۃ یا علماء میں سے کسی کا ایسا نام ہونا کہ وہ نام کسی اور کا نہ ہو، اور یہ عموماً غیر معروف اور انوکھے ناموں میں سے ہوتا ہے جو عام طور پر مشکل ہونے کی وجہ سے لوگ نہیں رکھتے۔ اس قسم سے بحث کا فائدہ یہ ہے کہ ناموں کا صحیح تلفظ معلوم ہو جائے گا اور تصحیف و تحریف کی غلطی سے حفاظت نصیب ہو جائے گی۔ مثالیں واضح ہیں۔

(ب) اَلْكُنىٰ : (۱) مِنَ الصَّحَابَةِ :" أَبُو الْحَمْرَاءِ " مَوْلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، وَاسْمُهُ هِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ . (۲) مِنْ غَيْرِ الصَّحَابَةِ : " أَبُو الْعُبَيْدَيْنِ " وَاسْمُهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ سَبْرَةَ .(جـ) اَلْأَلْقَابُ : (۱) مِنَ الصَّحَابَةِ : " سَفِيْنَةُ " مَوْلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ،

وَاسْمُهُ مِهْرَانُ . (٢) مِنْ غَيْرِ الصَّحَابَةِ : " مَنْدَلٌ " وَاسْمُهُ عَمْرُو بْنُ عَلِيِّ الْعَنْزِيُّ الْكُوْفِيُّ . ٤ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : أَفْرَدَهُ بِالتَّصْنِيْفِ الْحَافِظُ أَحْمَدُ بْنُ هَارُوْنَ الْبَرْدِيْجِيُّ فِيْ كِتَابٍ سَمَّاهُ " الْأَسْمَاءُ الْمُفْرَدَةُ "، وَيُوْجَدُ فِيْ أَوَاخِرِ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِيْ تَرَاجِمِ الرُّوَاةِ كَثِيْرٌ مِنْهُ ، كَكِتَابِ " تَقْرِيْبُ التَّهْذِيْبِ " لِابْنِ حَجَرٍ .

ترجمہ : (ب) کنیتیں۔(۱) صحابہ کرامؓ میں سے ''ابو الحمراءؓ'' جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں اوران کا نام ہلال بن حارث ہے۔(۲) غیر صحابہ میں سے ''ابو العُبَید ین''، ان کا نام معاویہ بن سبرہ ہے۔

(ج) القابات۔(۱) صحابہ کرامؓ میں سے: ''سفینہؓ '' جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور نام مہران ہے۔(۲) غیر صحابہ میں سے ''مَندَل''، ان کا نام عمرو بن علی عَنزی کوفی ہے۔اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: اس قسم میں حافظ احمد بن ہارون بردیجی نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ''الأسماء المفردة'' رکھا، نیز رواۃ کے حالات میں لکھی گئیں کتابوں کے آخر میں بھی اس قسم سے متعلق بہت مواد ہے جیسے ابن حجرؒ کی کتاب ''تقریب التہذیب''۔

(١٢) مَعْرِفَةُ أَسْمَاءِ مَنِ اشْتَهَرُوْا بِكُنَاهُمْ

١ - اَلْمُرَادُ بِهٰذَا الْبَحْثِ : اَلْمُرَادُ بِهٰذَا الْبَحْثِ أَنْ نُفَتِّشَ عَنْ أَسْمَاءِ مَنِ اشْتَهَرُوْا بِكُنَاهُمْ حَتّٰى نَعْرِفَ الْإِسْمَ غَيْرَ الْمَشْهُوْرِ لِكُلٍّ مِنْهُمْ . ٢ - مِنْ فَوَائِدِهٖ : وَفَائِدَةُ مَعْرِفَةِ هٰذَا الْبَحْثِ هُوَ أَلَّا يُظَنَّ الشَّخْصُ الْوَاحِدُ اثْنَيْنِ ، إِذْ رُبَّمَا يُذْكَرُ هٰذَا الشَّخْصُ مَرَّةً بِاسْمِهٖ غَيْرِ الْمَشْهُوْرِ ، وَمَرَّةً بِكُنْيَتِهِ الَّتِي اشْتَهَرَ بِهَا . فَيَشْتَبِهُ الْأَمْرُ عَلٰى مَنْ لَا مَعْرِفَةَ لَهٗ بِذٰلِكَ فَيَظُنُّهٗ شَخْصَيْنِ ، وَهُوَ شَخْصٌ وَاحِدٌ . ٣ - طَرِيْقَةُ التَّصْنِيْفِ فِيْهِ اَلْمُصَنِّفُ فِي الْكُنٰى يُبَوِّبُ تَصْنِيْفَهٗ عَلٰى تَرْتِيْبِ حُرُوْفِ الْمُعْجَمِ فِي الْكُنٰى ، ثُمَّ يَذْكُرُ أَسْمَاءَ أَصْحَابِهَا ، فَمَثَلًا يَذْكُرُ فِيْ بَابِ الْهَمْزَةِ " أَبَا إِسْحَاقَ " وَيَذْكُرُ اسْمَهٗ وَفِيْ بَابِ الْبَاءِ " أَبَا بِشْرٍ " وَيَذْكُرُ اسْمَهٗ ، وَهٰكَذَا .

ترجمہ : جو لوگ اپنی کنیتوں کے ساتھ مشہور ہیں، ان کے ناموں کی پہچان۔اس بحث سے

مقصود: اس بحث سے مراد یہ ہے کہ ہم ان راویوں کے نام تلاش کریں جو اپنی کنیتوں کے ساتھ مشہور ہوگئے ہیں یہاں تک کہ ہمیں ان سب کا غیر معروف نام معلوم ہو جائے۔ اس کے چند فوائد: اس بحث کی پہچان کا فائدہ یہ ہے کہ ایک ہی شخص کو دو خیال نہیں کیا جاتا کیونکہ بسا اوقات اس شخص کو ایک مرتبہ غیر مشہور نام کے ساتھ ذکر کیا جائے گا اور دوسری مرتبہ مشہور کنیت کے ساتھ تو اس قسم کی معرفت نہ رکھنے والے پر معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے اور وہ اسے دو شخص خیال کرنے لگتا ہے حالانکہ وہ ایک ہی شخص ہے۔ اس میں تصنیف کا طریقہ: کنیتوں کے بارے میں لکھنے والا اپنی تصنیف کو کنیتوں کے حروفِ معجم پر مرتب کرے گا، اس کے بعد ان لوگوں کے نام ذکر کرے گا، مثلاً وہ باب الہمزہ میں ''ابواسحاق'' کو ذکر کرے گا اور اس کا نام بتائے گا اور باب الباء میں ابوبشر کو ذکر کرے گا اور اس کا بھی نام بتائے گا، اسی طرح اور بھی۔

شرح:- جو لوگ اپنی کنیتوں کے ساتھ اتنے مشہور ہو جائیں کہ ان کے اصلی نام غیر معروف ہوں تو ان کے ناموں کا پہچاننا بھی نہایت اہم ہے کیونکہ بعض اوقات پہلے کنیت کے اعتبار سے اسے ایک راوی سمجھا جاتا ہے پھر جب نام ذکر ہوتا ہے تو دوسرا راوی سمجھ لیا جاتا ہے۔ اس لیے اس کے غیر معروف نام کو تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تا کہ کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے۔ اس فن میں کتاب لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً حروف تہجی کی ترتیب قائم کرے اور ہر کنیت میں ''اَب'' یا ''اِبن'' وغیرہ کے بعد جس حرف سے نام شروع ہو رہا ہے اس کو اسی حرف کے تحت ذکر کرے مثلاً اگر ''ابوبکر'' لکھنا ہو تو اس کو ''باب الباء'' میں لکھے کیونکہ ''بکر'' میں باء پہلے ہے، اسی طرح اگر ''ابن عمر'' لکھنا ہو تو اس کو ''باب العین'' میں لکھے کیونکہ یہاں ''ابن'' کے بعد ''عمر'' ہے جس کا پہلا حرف عین ہے۔

٤ - أَقْسَامُ أَصْحَابِ الْكُنٰى وَأَمْثِلَتُهَا :(أ) مَنِ اسْمُهُ كُنْيَتُهُ ، وَلَا اسْمَ لَهُ غَيْرُهَا ، كَأَبِيْ بِلَالِ الْأَشْعَرِيِّ ، اِسْمُهُ وَكُنْيَتُهُ وَاحِدٌ .(ب) مَنْ عُرِفَ بِكُنْيَتِهِ ، وَلَمْ يُعْرَفْ أَ لَهُ اِسْمٌ أَمْ لَا ؟ كَـ " أَبِيْ أُنَاسٍ " صَحَابِيٌّ .(جـ) مَنْ لُقِّبَ بِكُنْيَةٍ ، وَلَهُ اِسْمٌ وَلَهُ كُنْيَةٌ غَيْرُهَا : كَـ " أَبِيْ تُرَابٍ " وَهُوَ لَقَبٌ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ ، وَكُنْيَتُهُ أَبُو الْحَسَنِ .(د) مَنْ لَهُ كُنْيَتَانِ أَوْ أَكْثَرُ : كَـ "ابْنِ جُرَيْجٍ " يُكْنٰى بِأَبِي الْوَلِيْدِ وَأَبِيْ خَالِدٍ .(هـ) مَنِ اخْتُلِفَ فِيْ كُنْيَتِهِ : كَـ " أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ " قِيْلَ " أَبُوْمُحَمَّدٍ " وَقِيْلَ " أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ "

ترجمہ : کنیت والوں کی قسمیں اور کنیت کی مثالیں: (اُ) جس کی کنیت ہی اس کا نام ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور نام نہ ہو جیسے ابو بلال اشعریؒ کہ ان کا نام و کنیت ایک ہی ہے۔ (ب) جو اپنی کنیت سے پہچانا جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا کوئی نام ہے یا نہیں؟ جیسے ''ابواُناس'' ایک صحابی ہیں۔ (ج) جس کو کسی کنیت کے ساتھ لقب ملا ہو اور اس کا کوئی اور نام و کنیت موجود ہو جیسے ابو تراب جو حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ کا لقب ہے اور آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ (د) جس کی دو یا اس سے زیادہ کنیتیں ہوں جیسے ''ابن جریج''، ان کی کنیت ابو ولید اور ابو خالد بھی ہے۔ (ھ) جس کی کنیت میں اختلاف ہو جیسے اسامہ بن زیدؓ، ایک قول کے مطابق ان کی کنیت ابو محمد ہے، اور ایک قول کے مطابق ابوعبداللہ ہے، اور ایک قول کے مطابق ابو خارجہ ہے۔ (و) جو اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہو اور اس کے نام میں اختلاف ہو جیسے ابو ہریرہؓ، آپ کے نام وولدیت میں تیس اقوال پر اختلاف ہے جن میں سب سے مشہور قول یہ ہے کہ آپ کا نام عبدالرحمٰن بن صخر ہے۔

شرح :- کئی قسموں کا ذکر ہے، چنانچہ (اُ) پہلی قسم میں ابو بلال جو کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے صاحبزادے ہیں، ان کا یہی نام ہے جو در حقیقت کنیت کی صورت میں ہے۔ (ب) دوسری قسم میں ایک صحابی کی کنیت یعنی ابواناس معلوم ہے لیکن ان کا نام معلوم نہیں۔ (ج) جس کا لقب ایک کنیت ہو اور اس کے علاوہ بھی کنیت اور نام ہو جیسے ابو تراب، یہ بظاہر کنیت ہے لیکن در حقیقت یہ حضرت علیؓ کا لقب ہے، اور آپ کی کنیت ابوالحسن جبکہ نام علی مشہور و معروف ہے۔

(د) جس کی دو یا دو سے زیادہ کنیتیں ہوں جیسے ابن جریجؒ کی ایک کنیت ابوالولید ہے اور دوسری کنیت ابو خالد ہے۔ (ھ) جس کی کنیت کے بارے میں اختلاف ہو جیسے حضرت اسامہ بن زیدؓ جن کی کنیت کے متعلق تین اقوال ہیں: ابو محمد، ابوعبداللہ اور ابو خارجہ۔ (و) جس کی کنیت معلوم ہو مگر نام میں اختلاف ہو جیسے حضرت ابو ہریرہؓ، آپ اپنی اسی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں، اور آپ کے اپنے نام اور آپ کے والد کے نام میں تیس تک اقوال ہیں لیکن مشہور یہی ہے کہ آپ کا نام عبدالرحمٰن ہے اور آپ کے والد کا نام صخر ہے۔

(ز) مَنِ اخْتُلِفَ فِيْ اِسْمِهِ وَكُنْيَتِهِ : كَ " سَفِيْنَةَ " قِيْلَ اسْمُهُ " عُمَيْرٌ " وَقِيْلَ " صَالِحٌ " وَقِيْلَ " مِهْرَانُ " وَكُنْيَتُهُ قِيْلَ " أَبُوْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ " وَقِيْلَ " أَبُو الْبَخْتَرِيْ ".

(ح) مَنْ عُرِفَ بِاسْمِهِ وَكُنْيَتِهِ ، وَاشْتَهَرَ بِهِمَا مَعاً : كَآبَاءِ عَبْدِاللّٰهِ " سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ ـ وَمَالِكٍ ـ وَمُحَمَّدِ بْنِ إِدْرِيْسَ الشَّافِعِيِّ ـ وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ " وَكَأَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتٍ .(ط) مَنِ اشْتَهَرَ بِكُنْيَتِهِ مَعَ مَعْرِفَةِ اسْمِهِ : كَـ " أَبِيْ إِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ إِسْمُهُ عَائِذُ اللّٰهِ .(ی) مَنِ اشْتَهَرَ بِاسْمِهِ مَعَ مَعْرِفَةِ كُنْيَتِهِ : كَـ " طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ التَّيْمِيِّ " وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ " وَ " الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ " كُنْيَتُهُمْ جَمِيْعاً " أَبُوْ مُحَمَّدٍ ". ٥ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : لَقَدْ صَنَّفَ الْعُلَمَاءُ فِي الْكُنىٰ مُصَنَّفَاتٍ كَثِيْرَةً وَمِمَّنْ صَنَّفَ فِيْهِ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَمُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ ، وَأَشْهَرُ هٰذِهِ الْمُصَنَّفَاتِ الْمَطْبُوْعَةِ : كِتَابُ " الْكُنىٰ وَالْأَسْمَاءُ " لِلدَّوْلَابِيِّ أَبِيْ بِشْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ٣١٠ھ .

ترجمہ : (ز) جس کے نام اور کنیت میں اختلاف ہو جیسے "سفینہ"، ایک قول کے مطابق آپ کا نام عمیر ہے، اور ایک قول کے مطابق صالح ہے اور ایک قول کے مطابق مہران ہے، آپ کی کنیت ایک قول کے مطابق ابوعبدالرحمٰن ہے اور ایک قول کے مطابق ابوالبختری ہے۔ (ح) جس کا نام اور کنیت معلوم ہو اور ان دونوں کے ساتھ وہ مشہور ہو جیسے ابوعبداللہ یعنی سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ، محمد بن ادریس شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ، اور جیسے ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ۔

(ط) جو اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہو اور نام کی بھی معرفت ہو جیسے ابوادریس خولانیؒ، آپ کا نام عائذ اللہ ہے۔ (ی) جو اپنے نام کے ساتھ مشہور ہو اور کنیت کی بھی معرفت ہو جیسے طلحہ بن عبید اللہ تیمیؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب، ان سب کی کنیت ابومحمد ہے۔ اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: علماء کرام نے کنیتوں کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں، اور اس میں تصنیف کرنے والوں میں علی بن مدینی، مسلم اور نسائی بھی ہیں، اور ان میں سب سے مشہور و مطبوع تصنیف کتاب "الکنیٰ والاسماء" ہے جو ابوبشر محمد بن احمد دولابیؒ متوفی سنہ ۳۱۰ھ کی ہے۔

شرح :- (ح) کے تحت ابوعبداللہ چار مشہور بزرگوں کی مشہور کنیت ہے اور ان کے نام بھی معلوم ہیں یعنی سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ، امام شافعی محمد بن ادریسؒ اور امام احمد بن حنبلؒ، اسی طرح امام

ابوحنیفہؒ اپنی کنیت ابوحنیفہ اور نام نعمان بن ثابت دونوں کے ساتھ مشہور ہیں۔

(۱۳) مَعْرِفَةُ الْأَلْقَابِ

١ – تَعْرِيْفُهٗ : لُغَةً : اَلْأَلْقَابُ جَمْعُ لَقَبٍ ، وَاللَّقَبُ كُلُّ وَصْفٍ أَشْعَرَ بِرِفْعَةٍ أَوْ ضَعَةٍ أَوْ مَا دَلَّ عَلىٰ مَدْحٍ أَوْ ذَمٍّ . ٢ – اَلْمُرَادُ بِهٰذَا الْبَحْثِ : هُوَ التَّفْتِيْشُ وَالْبَحْثُ عَنْ أَلْقَابِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَرُوَاةِ الْحَدِيْثِ لِمَعْرِفَتِهَا وَضَبْطِهَا . ٣ – فَائِدَتُهٗ : وَفَائِدَةُ مَعْرِفَةِ الْأَلْقَابِ أَمْرَانِ وَهُمَا : (أ) عَدَمُ ظَنِّ الْأَلْقَابِ أَسَامِيَ ، وَاعْتِبَارِ الشَّخْصِ الَّذِيْ يُذْكَرُ تَارَةً بِاسْمِهٖ ، وَتَارَةً بِلَقَبِهٖ شَخْصَيْنِ ، وَهُوَ شَخْصٌ وَاحِدٌ . (ب) مَعْرِفَةُ السَّبَبِ الَّذِيْ مِنْ أَجْلِهٖ لُقِّبَ هٰذَا الرَّاوِيْ بِذَاكَ اللَّقَبِ ، فَيُعْرَفُ عِنْدَئِذٍ الْمُرَادُ الْحَقِيْقِيُّ مِنَ اللَّقَبِ الَّذِيْ يُخَالِفُ فِيْ كَثِيْرٍ مِنَ الْأَحْيَانِ مَعْنَاهُ الظَّاهِرَ . ٤ – أَقْسَامُهٗ: اَلْأَلْقَابُ قِسْمَانِ وَهُمَا : (أ) لَا يَجُوْزُ التَّعْرِيْفُ بِهٖ : وَهُوَ مَا يَكْرَهُهُ الْمُلَقَّبُ بِهٖ .
(ب) يَجُوْزُ التَّعْرِيْفُ بِهٖ : وَهُوَ مَالَا يَكْرَهُهُ الْمُلَقَّبُ بِهٖ .

ترجمہ : القابات کی پہچان۔اس کی تعریف:لغت کے اعتبار سے القاب،لقب کی جمع ہے اور لقب ہر وہ وصف ہے جس سے بلندی یا پستی کا پتہ چلے یا وہ تعریف یا مذمت پر دلالت کرے۔اس بحث سے مقصود: محدثین اور راویانِ حدیث کے القابات کو تلاش کرنا اور ان سے بحث کرنا ہے تا کہ ان کو پہچانا جائے اور ضبط کیا جائے۔اس کا فائدہ: القابات کی پہچان کا فائدہ دو چیزیں ہیں اور وہ یہ ہیں: (أ) القابات کو نام نہ خیال کیا جائے اور جو شخص کبھی نام کے ساتھ اور کبھی لقب کے ساتھ مذکور ہو اس کو دو شخص نہ اعتبار کیا جائے حالانکہ وہ ایک ہی شخص ہے۔(ب) اس سبب کا پہچانا جس کی وجہ سے اس راوی کو مذکورہ لقب دیا گیا، پھر اس وقت اس لقب کی حقیقی مراد معلوم ہو جائے گی جو اکثر اوقات اپنے ظاہری معنی کے خلاف ہوتے ہیں۔

اس کی قسمیں: القابات کی دو قسمیں ہیں: (أ) جن کے ساتھ تعارف کرانا جائز نہیں: یہ وہ لقب ہے جس کو ملقب بہ ناپسند کرے۔(ب) جس کے ساتھ تعارف کرانا جائز ہے: یہ وہ لقب

ہے جس کو ملقب بہ ناپسند نہ کرے۔

شرح :- لقب ہر اس وصف کو کہتے ہیں جس سے کسی شخص کی بلندی یا پستی کا پتہ چلے یا پھر اس سے اس کی تعریف یا مذمت کی جائے۔ یہاں پر اس بحث سے مقصود محدثین اور رواۃ کے القابات کو اس لیے تلاش کرنا کہ اس کی پہچان بھی ہو جائے اور صحیح طرح سے اسے یاد بھی رکھا جائے۔ اس فن کے دو بڑے فائدے ہیں:

(۱) بعض اوقات ایک شخص کے لقب کو نام سمجھ لیا جاتا ہے پھر جب نام کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے تو اُسے دوسرا شخص سمجھ لیا جاتا ہے، اس طرح ایک ہی شخص دو آدمی بن جاتا ہے حالانکہ وہ ایک ہی شخص ہے لیکن لقب کی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے یہ خرابی لازم آئی۔ (۲) لقب کی تحقیق میں یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مذکورہ راوی کو یہ لقب کس وجہ سے دیا گیا ہے چنانچہ اس سے کبھی کبھی راوی کا ضعیف الحدیث ہونا بھی معلوم ہو جاتا ہے، نیز کبھی وہ ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے جو سمجھ میں آرہے ہوتے ہیں بلکہ اس سے کچھ اور مقصود ہوتا ہے۔

لقب کی دو قسمیں ہیں: (۱) اگر ملقب بہ اس لقب کو برا سمجھتا ہو تو اس لقب سے اس کی پہچان کرانا ناجائز ہے۔ (۲) اگر بُرا نہ سمجھتا ہو تو اس سے اس کی پہچان کرانا جائز ہے۔

٥ – أَمْثِلَتُهُ : (أ) " اَلضَّالُّ ": لَقَبٌ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ عَبْدِالْكَرِيْمِ الضَّالِّ ، لُقِبَ بِهِ لِأَنَّهُ ضَلَّ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ .(ب) " اَلضَّعِيْفُ ": لَقَبُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدٍ الضَّعِيْفِ ، لُقِّبَ بِهِ لِأَنَّهُ كَانَ ضَعِيْفاً فِيْ جِسْمِهِ لَا فِيْ حَدِيْثِهِ . قَالَ عَبْدُالْغَنِيِّ بْنُ سَعِيْدٍ : " رَجُلَانِ جَلِيْلَانِ لَزِمَهُمَا لَقَبَانِ قَبِيْحَانِ، اَلضَّالُّ وَالضَّعِيْفُ ".(جـ) " غُنْدَر " وَمَعْنَاهُ الْمُشَغِّبُ فِيْ لُغَةِ أَهْلِ الْحِجَازِ، وَهُوَ لَقَبُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرَ الْبَصْرِيِّ صَاحِبِ شُعْبَةَ ، وَسَبَبُ تَلْقِيْبِهِ بِهٰذَا اللَّقَبِ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ قَدِمَ الْبَصْرَةَ فَحَدَّثَ بِحَدِيْثٍ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ ، فَأَنْكَرُوْهُ عَلَيْهِ وَشَغَّبُوْا ، وَأَكْثَرَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرَ مِنَ الشَّغَبِ عَلَيْهِ ، فَقَالَ لَهُ " اُسْكُتْ يَا غُنْدَرُ " .(د) " غُنْجَار " : لَقَبُ عِيْسَى بْنِ مُوْسَى التَّيْمِيِّ ، لُقِبَ بِـ " غُنْجَار " لِحُمْرَةِ وَجْنَتَيْهِ .

ترجمہ : اس کی مثالیں: (أ) ضال: یہ معاویہ بن عبدالکریم الضال کا لقب ہے، ان کو یہ لقب اس وجہ سے دیا گیا کہ وہ مکہ مکرمہ کے راستے میں گم ہوگئے تھے۔ (ب) ضعیف: یہ عبداللہ بن محمد الضعیف کا لقب ہے، ان کو یہ لقب اس لیے دیا گیا کہ وہ جسمانی لحاظ سے کمزور تھے نہ کہ حدیث میں۔ عبدالغنی بن سعید نے کہا: ''دو بڑے لوگ ایسے ہیں جن کے ساتھ دو بُرے لقب چپک گئے ہیں یعنی الضال اور الضعیف''۔ (ج) غُندر: اہلِ حجاز کی لغت میں اس کے معنی شور مچانے والے کے ہیں اور یہ محمد بن جعفر بصری کا لقب ہے جو شعبہ کے ساتھی ہیں، ان کو مذکورہ لقب دینے کی وجہ یہ ہے کہ ابن جریج بصرہ آئے تھے، پھر انہوں نے حسن بصری سے ایک حدیث روایت کی تو اہل بصرہ نے اس کا انکار کیا اور شور مچایا، محمد بن جعفر نے زیادہ شور مچایا تو ابن جریج نے ان سے کہا: اے غندر! چپ ہو جا''۔ (د) غُنجار: یہ عیسیٰ بن موسیٰ تیمی کا لقب ہے، ان کو غنجار کا لقب ان کے سرخ رخساروں کی وجہ سے دیا گیا۔

شرح :- مندرجہ بالا القابات کے معانی بالترتیب یہ ہیں: (أ) ضال بمعنی راہ بھٹکنے والا، گم راہ۔ (ب) ضعیف بمعنی کمزور۔ (ج) غندر بمعنی شور مچانے والا۔ (د) غنجار بمعنی سرخ۔

(هـ) '' صَاعِقَة '' : لَقَبُ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ الْحَافِظِ ، رَوىٰ عَنْهُ الْبُخَارِيُّ، وَلُقِّبَ بِذٰلِكَ لِحِفْظِهِ وَشِدَّةِ مُذَاكَرَتِهِ .(و) '' مُشْكُدَانَة '' :لَقَبُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الْأُمَوِيِّ ، وَمَعْنَاهُ بِالْفَارِسِيَّةِ '' حَبَّةُ الْمِسْكِ أَوْ وِعَاءُ الْمِسْكِ ''.
(ز) '' مُطَيَّن '' : لَقَبُ أَبِيْ جَعْفَرَ الْحَضْرَمِيِّ ، وَلُقِّبَ بِهِ لِأَنَّهُ كَانَ وَهُوَ صَغِيْرٌ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فِي الْمَاءِ ، فَيُطَيِّنُوْنَ ظَهْرَهُ ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْ نُعَيْمٍ : يَا مُطَيَّنُ لِمَ لَا تَحْضُرُ مَجْلِسَ الْعِلْمِ ؟ ٦ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ: صَنَّفَ فِيْ هٰذَا النَّوْعِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ وَالْمُتَأَخِّرِيْنَ ، وَأَحْسَنُ هٰذِهِ الْكُتُبِ وَأَخْصَرُهَا كِتَابُ '' نُزْهَةُ الْأَلْبَابِ '' لِلْحَافِظِ ابْنِ حَجَرَ .

ترجمہ : (ھ) صاعقہ: یہ حافظ محمد بن ابراہیم کا لقب ہے، ان سے بخاری نے روایت کی ہے۔ اور ان کو یہ لقب ان کے حافظے اور بہترین یادداشت کی وجہ دیا گیا۔ (و) مُشکدانہ: یہ عبداللہ

بن عمر اُموی کا لقب ہے، فارسی میں اس کے معنی ہیں مشک کا بیج یا مشک کا برتن۔ (ز) مُطَیَّن: یہ ابو جعفر حضرمی کا لقب ہے اور یہ لقب ان کو اس وجہ سے دیا گیا کہ وہ بچپن میں بچوں کے ساتھ پانی میں کھیلا کرتے تھے اور بچے ان کی پیٹھ پر گارا مل دیا کرتے تھے تو ابونُعیمؒ نے ان سے کہا: اے مُطَیَّن! کیوں علم کی مجلس میں نہیں جاتے؟۔ اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: متقدمین و متاخرین علماء کی ایک جماعت نے اس قسم میں تصنیف کی ہے اور ان میں سب سے اچھی اور مختصر کتاب ''نزہۃ الألباب'' ہے جو حافظ ابن حجرؒ کی تصنیف ہے۔

شرح :- مندرجہ بالا القابات کے معانی بالترتیب درج ذیل ہیں: (ھ) صاعقہ بمعنی کڑک دار بجلی۔ (و) مشکدانہ بمعنی مشک یعنی کستوری کا بیج یا کستوری کا برتن۔ یہ تشبیہ شاید خوشبودار و معطر ہونے میں ہے۔ (ز) مُطَیَّن کے معنی ہیں ''وہ شخص جس پر گارا ملا جائے''۔

(۱٤) مَعْرِفَةُ الْمَنْسُوْبِيْنَ اِلىٰ غَيْرِ آبَائِهِمْ

١ – اَلْمُرَادُ بِهٰذَا الْبَحْثِ : مَعْرِفَةُ مَنِ اشْتَهَرَ نَسَبُهُ اِلىٰ غَيْرِ أَبِيْهِ ، مِنْ قَرِيْبٍ كَالْأُمِّ وَالْجَدِّ أَوْ غَرِيْبٍ ، كَالْمُرَبِّىْ وَنَحْوِهٖ ، ثُمَّ مَعْرِفَةُ اسْمِ أَبِيْهِ . ٢ – فَائِدَتُهُ : دَفْعُ تَوَهُّمِ التَّعَدُّدِ عِنْدَ نِسْبَتِهِمْ اِلىٰ آبَائِهِمْ . ٣ – أَقْسَامُهُ وَأَمْثِلَتُهَا : (أ) مَنْ نُسِبَ اِلىٰ أُمِّهٖ : مِثْلُ : مُعَاذٌ وَمُعَوِّذٌ وَعَوْذٌ بَنُوْ عَفْرَاءَ ، وَأَبُوْهُمُ الْحَارِثُ . وَمِثْلُ بِلَالِ بْنِ حَمَامَةَ ، أَبُوْهُ رَبَاحٌ . وَمُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ ، أَبُوْهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِىْ طَالِبٍ . (ب) مَنْ نُسِبَ اِلىٰ جَدَّتِهٖ : الْعُلْيَا أَوِ الدُّنْيَا ، مِثْلُ يَعْلَى بْنِ مُنْيَةَ ، وَمُنْيَةُ أُمُّ أَبِيْهِ ، وَأَبُوْهُ أُمَيَّةُ ، وَبَشِيْرُ بْنُ الْخَصَاصِيَةِ ، وَهِيَ أُمُّ الثَّالِثُ مِنْ أَجْدَادِهٖ ، وَأَبُوْهُ مَعْبَدٌ . (جـ) مَنْ نُسِبَ اِلىٰ جَدِّهٖ : مِثْلُ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ ، اِسْمُهُ عَامِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْجَرَّاحِ ، وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هُوَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ . (د) مَنْ نُسِبَ اِلىٰ أَجْنَبِيٍّ لِسَبَبٍ : مِثْلُ الْمِقْدَادِ بْنِ عَمْرٍو الْكِنْدِيِّ ، يُقَالُ لَهُ الْمِقْدَادُ بْنِ الْأَسْوَدِ لِأَنَّهُ كَانَ فِىْ حِجْرِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ ، فَتَبَنَّاهُ . ٤ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : لَا أَعْرِفُ مُصَنَّفاً خَاصًّا فِىْ هٰذَا

الْبَابِ ، لٰكِنَّ كُتُبَ التَّرَاجِمِ عَامَّةً تَذْكُرُ نَسَبَ كُلِّ رَاوٍ ، لَا سِيَّمَا كُتُبَ التَّرَاجِمِ الْمُوَسَّعَةِ .

ترجمہ : غیر آباء کی طرف منسوب لوگوں کی پہچان۔اس بحث سے مقصود: ان لوگوں کی پہچان ہے جو باپ کے علاوہ کی طرف نسبت کے ساتھ مشہور ہو گئے چاہے وہ رشتہ دار ہو جیسے ماں اور دادا، یا اجنبی ہو جیسے مربی وغیرہ،اس کے بعد باپ کی پہچان ہے۔اس کا فائدہ: ان کے باپ کی طرف نسبت کرتے وقت تعدد کے خیال کو دور کرنا ہے۔اس کی قسمیں اور مثالیں: (أ) جو لوگ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوئے جیسے عفراءؓ کے بیٹے معاذ،معوذ اور عوذ،ان کے والد حارث ہیں اور جیسے بلال بن حمامہؓ،ان کے والد کا نام رباح ہے،اور محمد بن حنفیہ،ان کے والد حضرت علیؓ ہیں۔

(ب) جن کی نسبت ان کی دادی کی طرف کی گئی ہو: چاہے وہ اوپر ہو یا نیچے جیسے یعلی بن منیہ،منیہ ان کی دادی ہیں اور والد امیہ ہیں،اسی طرح بشیر بن خصاصیہ،یہ ان کے والد کی دادی (دوسرے نمبر کی پردادی) ہیں جبکہ والد کا نام معبد ہے۔

(ج) جس کی نسبت اس کے دادا کی طرف کی گئی ہو جیسے ابو عبیدہ بن جراحؓ،آپ کا نام عامر بن عبداللہ بن جراح ہے،اور احمد بن حنبل جو کہ احمد بن محمد بن حنبل ہیں۔(د) جس کی نسبت کسی وجہ سے اجنبی شخص کی طرف کی گئی ہو جیسے مقداد بن عمرو کندی،ان کو مقداد بن اسود بھی کہتے ہیں اس لیے کہ وہ اسود بن عبدیغوث کی پرورش میں تھے تو اس نے آپ کو متبنیٰ بنالیا۔اس میں زیادہ مشہور تصانیف: مجھے اس باب میں الگ سے کسی تصنیف کا پتہ نہیں ہے البتہ کتب تراجم میں عموماً ہر راوی کے نسب کا بیان ہوتا ہے خصوصاً جامع کتب تراجم میں موجود ہوں گے۔

(۱۵) مَعْرِفَةُ النِّسَبِ الَّتِيْ عَلٰى خِلَافِ ظَاهِرِهَا

١ - تَمْهِيْدٌ : هُنَاكَ عَدَدٌ مِنَ الرُّوَاةِ نُسِبُوْا اِلٰى مَكَانٍ أَوْ غَزْوَةٍ أَوْ قَبِيْلَةٍ أَوْ صَنْعَةٍ ، وَلٰكِنَّ الظَّاهِرَ الْمُتَبَادِرَ اِلَى الذِّهْنِ مِنْ تِلْكَ النِّسَبِ لَيْسَ مُرَاداً ، وَالْوَاقِعُ أَنَّهُمْ نُسِبُوْا اِلٰى تِلْكَ النِّسَبِ لِعَارِضٍ عَرَضَ لَهُمْ مِنْ نُزُوْلِهِمْ ذٰلِكَ الْمَكَانَ أَوْ

مُجَالَسَتِهِمْ أَهْلَ تِلْكَ الصَّنْعَةِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ .

٢ – فَائِدَةُ هٰذَا الْبَحْثِ : وَفَائِدَةُ هٰذَا الْبَحْثِ هُوَ مَعْرِفَةُ أَنَّ هٰذِهِ النِّسَبَ لَيْسَتْ حَقِيْقِيَّةً ، وَاِنَّمَا نُسِبَ اِلَيْهَا صَاحِبُهَا لِعَارِضٍ ، وَمَعْرِفَةُ الْعَارِضِ أَوِ السَّبَبِ الَّذِيْ مِنْ أَجْلِهِ نُسِبَ اِلىٰ تِلْكَ النِّسْبَةِ . ٣ – أَمْثِلَةٌ :(أ) أَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيُّ ، لَمْ يَشْهَدْ بَدْراً بَلْ نَزَلَ فِيْهَا فَنُسِبَ اِلَيْهَا .(ب) يَزِيْدُ الْفَقِيْرُ : لَمْ يَكُنْ فَقِيْراً ، وَاِنَّمَا أُصِيْبَ فِيْ فَقَارِ ظَهْرِهِ .(جـ) خَالِدُ الْحَذَّاءُ ، لَمْ يَكُنْ حَذَّاءً ، وَاِنَّمَا كَانَ يُجَالِسُ الْحَذَّائِيْنَ .

٤ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِي الْأَنْسَابِ : كِتَابُ " الْأَنْسَابُ " لِلسَّمْعَانِيْ ، وَقَدْ لَخَّصَهُ ابْنُ الْأَثِيْرِ فِيْ كِتَابٍ سَمَّاهُ " اللُّبَابُ فِيْ تَهْذِيْبِ الْأَنْسَابِ " وَلَخَّصَ الْمُلَخَّصَ هٰذَا السَّيُوْطِيُّ فِيْ كِتَابٍ سَمَّاهُ " لُبُّ اللُّبَابِ " .

ترجمہ : ان نسبتوں کی پہچان جو اپنے ظاہر کے برخلاف ہیں۔تمہید: بہت سے رواۃ ایسے ہیں جن کی نسبت کسی جگہ یا معرکہ یا قبیلہ یا پیشہ کی طرف کی گئی ہے لیکن ان نسبتوں سے ذہن میں جلدی سمجھ میں آنے والے ظاہری معنی مراد نہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان چیزوں کی طرف ان کی نسبت کسی عارضی سبب کی وجہ سے ہوتی ہے یعنی ان کا مذکورہ جگہ میں اترنا یا اس پیشے کے اہل لوگوں کے ساتھ اٹھک بیٹھک رکھنا وغیرہ۔اس بحث کا فائدہ: یہ پہچان لینا ہے کہ مذکورہ نسبتیں حقیقی نہیں ہیں بلکہ ان کی طرف صاحبِ نسبت شخص کو کسی عارض کی وجہ سے منسوب کیا گیا ہے اور عارض یا سبب کو پہچاننا ہے جس کی وجہ سے اس چیز کی طرف نسبت کی گئی۔

چند مثالیں: (أ) ابومسعود بدریؓ، آپ بدر میں شریک نہیں ہوئے بلکہ بدر کے مقام پر اترے تھے تو اسی کی طرف منسوب ہو گئے۔(ب) یزید الفقیر :فقیر نہیں تھے بلکہ ان کی پیٹھ کی فقار یعنی ریڑھ کی ہڈی میں تکلیف تھی۔(ج) خالد حذّاء (جوتے سینے والا) آپ حذّاء نہیں تھے بلکہ آپ تو موچیوں کے پاس بیٹھتے تھے۔نسبتوں کے بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: کتاب ''الانساب'' جو سمعانی کی ہے،ابن اثیرؒ نے اس کی تلخیص کی اور اس کا نام ''اللباب فی تہذیب الانساب'' رکھا،اور اس تلخیص کی بھی علامہ سیوطیؒ نے ایک کتاب میں تلخیص کر دی جس کا نام لب اللّباب ہے۔

(۱۶) مَعْرِفَةُ تَوَارِيْخِ الرُّوَاةِ

١ – تَعْرِيْفُهُ : (أ) لُغَةً : تَوَارِيْخُ جَمْعُ تَارِيْخٍ وَهُوَ مَصْدَرُ " أَرَّخَ " وَسُهِّلَتِ الْهَمْزَةُ فِيْهِ . (ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ التَّعْرِيْفُ بِالْوَقْتِ الَّذِيْ تُضْبَطُ بِهِ الْأَحْوَالُ مِنَ الْمَوَالِيْدِ وَالْوَفَيَاتِ وَالْوَقَائِعِ وَغَيْرِهَا . ٢ – اَلْمُرَادُ بِهِ هُنَا : مَعْرِفَةُ تَارِيْخِ مَوَالِيْدِ الرُّوَاةِ وَسَمَاعِهِمْ مِنَ الشُّيُوْخِ ، وَقُدُوْمِهِمْ لِبَعْضِ الْبِلَادِ ، وَوَفَيَاتِهِمْ . ٣ – أَهَمِّيَّتُهُ وَفَائِدَتُهُ : هُوَ فَنٌّ مُهِمٌّ ، قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ : " لَمَّا اسْتَعْمَلَ الرُّوَاةُ الْكَذِبَ اِسْتَعْمَلْنَا لَهُمُ التَّارِيْخَ "، وَمِنْ فَوَائِدِهِ مَعْرِفَةُ اتِّصَالِ السَّنَدِ أَوِ انْقِطَاعِهِ . وَقَدِ ادَّعَىٰ قَوْمٌ الرِّوَايَةَ عَنْ قَوْمٍ فَنُظِرَ فِي التَّارِيْخِ فَظَهَرَ أَنَّهُمْ زَعَمُوا الرِّوَايَةَ عَنْهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِمْ بِسِنِيْنَ .

ترجمہ : راویوں کی تواریخ کی پہچان۔اس کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: تواریخ، تاریخ کی جمع ہے جو أَرَّخ کا مصدر ہے اور اس میں ہمزہ کے اندر تسہیل کی گئی ہے۔(ب) اصطلاح کے اعتبار سے: اس وقت کی پہچان کرانا جس کے ذریعہ پیدائش، وفات اور مختلف واقعات کے احوال کو یاد رکھا جاتا ہے۔ یہاں پر اس سے مراد رواۃ کی پیدائش، شیوخ سے سننے اور بعض شہروں میں آنے اور وفات پانے کی تاریخ کی پہچان ہے۔اس کی اہمیت وافادیت: یہ ایک اہم فن ہے، سفیان ثوریؒ نے فرمایا'' راویوں نے جب جھوٹ بولنا شروع کیا تو ہم نے ان کے لیے تاریخ کو استعمال کیا''، اور اس کے فوائد میں سے سند کے اتصال یا انقطاع کو پہچاننا ہے ، کچھ لوگوں نے دوسروں سے روایت لینے کا دعویٰ کیا، ان کی تاریخ میں غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے اُن سے ان کی وفات کے کئی سالوں کے بعد سنا ہے۔

شرح :- تاریخ باب تفعیل کا مصدر ہے اور اصولاً ہمزہ ساکنہ کے ساتھ تأریخ لفظ ہونا چاہیے لیکن چونکہ مہموز میں تسہیل وتخفیف وغیرہ عموی قواعد ہیں انہی کی روشنی میں آسانی کی غرض سے ہمزہ میں تسہیل کی گئی اور اسے الف سے بدل دیا گیا۔اصطلاح کے اعتبار سے تاریخ اس وقت کا بیان ہے جس میں لوگوں کی پیدائش یا وفات یا کوئی اور واقعہ رونما ہوا ہو۔

اس فن کی بڑی اہمیت ہے بالخصوص علومِ حدیث میں اس کی افادیت بہت ہے کیونکہ اس سے راوی کے بہت سے دعووں کی حقیقت سامنے آتی ہے مثلاً کبھی کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے فلاں امام سے سنا ہے لیکن جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کب سنا ہے؟ تو وہ ایسا وقت ذکر کرتا ہے جس سے پہلے اس امام کا انتقال ہو چکا ہے، تو ظاہر ہے کہ بعد از مرگ کیسے حدیث سنی جاسکتی ہے؟ لہٰذا اس کا دعویٰ غلط ہے۔

٤ – أَمْثِلَةٌ مِنْ عُيُوْنِ التَّارِيْخِ :(أ) اَلصَّحِيْحُ فِيْ سِنِّ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ وَصَاحِبَيْهِ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ثَلَاثٌ وَسِتُّوْنَ. ١ – وَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ضُحَى الْإِثْنَيْنِ لِثِنْتَيْ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ سَنَةَ ١١هـ. ٢ – وَقُبِضَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ جُمَادَى الْأُوْلىٰ سَنَةَ ١٣هـ. ٣ – وَقُبِضَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ ذِى الْحَجَّةِ سَنَةَ ٢٣هـ ٤ – وَقُتِلَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ ذِى الْحَجَّةِ سَنَةَ ٣٥ هـ وَعُمُرُهُ ٨٢ سَنَةً وَقِيْلَ ابْنُ ٩٠ سَنَةً. ٥ – وَقُتِلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ سَنَةَ ٤٠ هـ وَهُوَ ابْنُ ٦٣ سَنَةً. (ب) صَحَابِيَّانِ عَاشَا سِتِّيْنَ سَنَةً فِى الْجَاهِلِيَّةِ وَسِتِّيْنَ فِي الْإِسْلَامِ وَمَاتَا بِالْمَدِيْنَةِ سَنَةَ ٥٤ وَهُمَا : (١) حَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ. (٢) حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ.

ترجمہ : تاریخ کی چند نامور شخصیات کی مثالیں: (أ) ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی عمر کے بارے میں صحیح قول تریسٹھ برس ہے۔ (۱) رسول اللہ ﷺ کی وفات بارہ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ میں پیر کے دن چاشت کے وقت ہوئی۔ (۲) حضرت ابوبکرؓ کی وفات جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳ھ میں ہوئی۔ (۳) حضرت عمرؓ کی وفات ذوالحجہ سنہ ۲۳ھ میں ہوئی۔ (۴) حضرت عثمانؓ کی وفات ذوالحج سنہ ۳۵ھ میں ہوئی اور آپ کی عمر ۸۲ برس تھی، ایک قول کے مطابق ۹۰ برس کی برس تھی۔ (۵) حضرت علیؓ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ میں شہید ہوئے جبکہ آپ تریسٹھ سال کے تھے۔ (ب) دو صحابی ایسے ہیں جنہوں نے ساٹھ سال جاہلیت میں زندگی پائی اور ساٹھ سال اسلام میں زندگی پائی اور سنہ ۵۴ھ میں مدینہ منورہ

میں وفات پائے، وہ (۱) حکیم بن حزامؓ اور (۲) حسان بن ثابتؓ ہیں۔

نوٹ :- راجح یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات جمادی الثانی میں ہوئی نہ کہ جمادی الاولیٰ میں اور حضرت عمرؓ ذوالحجہ میں زخمی ہوئے اور یکم محرم الحرام کو دنیا سے رخصت ہوئے۔

(جـ) أَصْحَابُ الْمَذَاهِبِ الْمَتْبُوْعَةِ : (۱) اَلنُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ : (أَبُوْ حَنِيْفَةَ) وُلِدَ سَنَةَ ۸۰ وَتُوُفِّيَ سَنَةَ ۱۵۰ هـ. (۲) مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ : وُلِدَ سَنَةَ ۹۳ ـ وَتُوُفِّيَ سَنَةَ ۱۷۹ هـ (۳) مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيْسَ الشَّافِعِيُّ : وُلِدَ سَنَةَ ۱۵۰ ـ وَتُوُفِّيَ سَنَةَ ۲۰٤ هـ (٤) أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ : وُلِدَ سَنَةَ ۱٦٤ ـ وَتُوُفِّيَ سَنَةَ ۲۳۱ هـ (د) أَصْحَابُ كُتُبِ الْحَدِيْثِ الْمُعْتَمَدَةِ : (۱) مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيُّ : وُلِدَ سَنَةَ ۱۹٤ ـ وَتُوُفِّيَ سَنَةَ ۲۵٦ هـ (۲) مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ النَّيْسَابُوْرِيُّ : وُلِدَ سَنَةَ ۲۰٤ ـ وَتُوُفِّيَ سَنَةَ ۲٦۱ هـ (۳) أَبُوْدَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ : وُلِدَ سَنَةَ ۲۰۲ ـ وَتُوُفِّيَ سَنَةَ ۲۷۵ هـ (٤) أَبُوْ عِيْسَى التِّرْمِذِيُّ : وُلِدَ سَنَةَ ۲۰۹ ـ وَتُوُفِّيَ سَنَةَ ۲۷۹ هـ (۵) أَحْمَدُ بْنُ شُعَيْبٍ النَّسَائِيُّ : وُلِدَ سَنَةَ ۲۱٤ ـ وَتُوُفِّيَ سَنَةَ ۳۰۳ هـ (٦) (اِبْنُ مَاجَةَ) الْقَزْوِيْنِيُّ : وُلِدَ سَنَةَ ۲۰۷ ـ وَتُوُفِّيَ سَنَةَ ۲۷۵ هـ ٦ ـ أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : (أ) كِتَابُ "الْوَفَيَاتُ" لِابْنِ زَبْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ الرَّبْعِيِّ مُحَدِّثِ دِمَشْقَ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ۳۷۹ هـ وَهُوَ مُرَتَّبٌ عَلَى السِّنِيْنَ . (ب) ذُيُوْلٌ عَلَى الْكِتَابِ السَّابِقِ مِنْهَا لِلْكَتَّانِيِّ ثُمَّ لِلْأَكْفَانِيِّ ثُمَّ لِلْعِرَاقِيِّ، وَغَيْرِهِمْ .

ترجمہ : (ج) ایسے مجتہدین جن کے فقہی مذاہب پر لوگ عمل پیرا ہیں: (۱) ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ، پیدائش سنہ ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات سنہ ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ (۲) مالک بن انسؒ، پیدائش سنہ ۹۳ھ میں اور وفات سنہ ۱۷۹ھ میں ہوئی۔ (۳) محمد بن ادریس شافعیؒ، پیدائش سنہ ۱۵۰ھ میں اور وفات سنہ ۲۰۴ھ میں ہوئی۔ (۴) احمد بن حنبلؒ، پیدائش سنہ ۱۶۴ھ میں اور وفات سنہ ۲۳۱ھ میں ہوئی۔ (د) قابلِ اعتماد کتبِ حدیث کے مصنفین:

(۱) محمد بن اسماعیل البخاریؒ، پیدائش سنہ ۱۹۴ھ اور وفات سنہ ۲۵۶ھ میں ہوئی۔

(۲) مسلم بن حجاج نیشاپوریؒ، پیدائش سنہ ۲۰۴ھ میں اور وفات سنہ ۲۶۱ھ میں ہوئی۔

(۳) ابوداؤد سجستانیؒ، پیدائش سنہ ۲۰۲ھ میں اور وفات سنہ ۲۷۵ھ میں ہوئی۔

(۴) ابوعیسیٰ ترمذیؒ، پیدائش سنہ ۲۰۹ھ میں اور وفات سنہ ۲۷۹ھ میں ہوئی۔

(۵) احمد بن شعیب نسائیؒ، پیدائش سنہ ۲۱۴ھ میں اور وفات سنہ ۳۰۳ھ میں ہوئی۔

(۶) ابن ماجہ قزوینیؒ، پیدائش سنہ ۲۰۷ھ میں اور وفات سنہ ۲۷۵ھ میں ہوئی۔

اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: (أ) کتاب ''الوفیات'' جو ابن زبر محمد بن عبیداللہ ربعیؒ محدث دمشق متوفی سنہ ۳۷۹ھ کی ہے اور سالوں پر مرتب ہے۔ (ب) گذشتہ کتاب پر اضافے، جن میں کچھ کتانی کے ہیں، ان کے بعد اکفانی کے ہیں اور پھر عراقی کے ہیں...... وغیرہ۔

(۱۷) مَعْرِفَةُ مَنِ اخْتُلِطَ مِنَ الثِّقَاتِ

١ - تَعْرِيْفُ الْإِخْتِلَاطِ : (أ) لُغَةً : اَلْإِخْتِلَاطُ لُغَةً فَسَادُ الْعَقْلِ ، يُقَالُ : " اُخْتُلِطَ فُلَانٌ " أَيْ فَسَدَ عَقْلُهُ كَمَا فِي الْقَامُوْسِ . (ب) إِصْطِلَاحاً : فَسَادُ الْعَقْلِ ، أَوْ عَدَمُ انْتِظَامِ الْأَقْوَالِ بِسَبَبِ خَرَفٍ أَوْ عَمًى أَوِ احْتِرَاقِ كُتُبٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ. ٢ - أَنْوَاعُ الْمُخْتَلَطِيْنَ : (أ) مَنِ اخْتُلِطَ بِسَبَبِ الْخَرَفِ : مِثْلُ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ الثَّقَفِيِّ الْكُوْفِيِّ . (ب) مَنِ اخْتُلِطَ بِسَبَبِ ذَهَابِ الْبَصَرِ : مِثْلُ عَبْدِالرَّزَّاقِ بْنِ هُمَامٍ الصَّنْعَانِيِّ ، فَكَانَ بَعْدَ أَنْ عَمِيَ يُلَقَّنُ فَيَتَلَقَّنُ . (ج) مَنِ اخْتُلِطَ بِأَسْبَابٍ أُخْرىٰ : كَاحْتِرَاقِ الْكُتُبِ ، مِثْلُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ لَهِيْعَةَ الْمِصْرِيِّ . ٣ - حُكْمُ رِوَايَةِ الْمُخْتَلِطِ : (أ) يُقْبَلُ مِنْهَا مَا رُوِىَ عَنْهُ قَبْلَ الْإِخْتِلَاطِ . (ب) وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا مَا رُوِىَ عَنْهُ بَعْدَ الْإِخْتِلَاطِ ، وَكَذَا مَا شُكَّ فِيْهِ أَنَّهُ قَبْلَ الْإِخْتِلَاطِ أَوْ بَعْدَهُ .

ترجمہ : جو ثقہ راوی دماغی کمزوری میں مبتلا ہوئے ان کی پہچان۔ اختلاط کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے: اختلاط عقل میں بگاڑ کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے'' اُخْتُلِطَ فُلَانٌ '' یعنی اس کی عقل میں بگاڑ آ گیا جیسا کہ قاموس میں ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: بڑھاپے یا بینائی

کے زائل ہونے یا کتابیں وغیرہ جل کر ضائع ہو جانے کی وجہ سے ہونے والی عقلی بگاڑ یا اقوال کے عدم توازن کا نام ہے۔

دماغی فتور میں مبتلا لوگوں کی قسمیں: (أ) جن کو دماغی فتور بڑھاپے کی وجہ سے لاحق ہوا جیسے عطاء بن سائب ثقفی کوفی ؒ۔ (ب) جن کے دماغ میں فتور بینائی زائل ہونے کی وجہ سے آیا جیسے عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، چنانچہ آپ نابینا ہو جانے کے بعد جب تلقین کی جاتی تو تلقین قبول کر لیا کرتے تھے۔ (ج) جن کو دوسرے اسباب سے دماغی کمزوری ہوئی ہو جیسے کتابیں جل جانا مثلاً عبداللہ بن لہیعہ مصری ؒ۔ دماغی فتور میں مبتلا شخص کی روایت کا حکم: (أ) اس کی وہ حدیث مقبول ہوگی جو اس سے اختلاط سے پہلے روایت کی گئی ہو۔ (ب) اور وہ حدیث مقبول نہیں ہوگی جو اس سے اختلاط کے بعد روایت کی گئی ہو، اسی طرح وہ حدیث جس کے متعلق شک ہو جائے کہ اختلاط سے پہلے کی ہے یا بعد کی ہے۔

شرح :- عطاء بن سائب ؒ سے جن حضرات نے اختلاط سے قبل سنا اُن میں سفیان ثوری ؒ، شعبہ ؒ اور حماد بن زید ؒ وغیرہ ہیں اور بعد الاختلاط سننے والوں میں جریر بن عبدالحمید ؒ، خالد واسطی ؒ، ابن علیہ ؒ، علی بن عاصم ؒ وغیرہ ہیں۔ عبدالرزاق صنعانی ؒ سے قبل اختلاط سننے والوں میں امام احمد ؒ، ابن راہویہ ؒ، ابن معین ؒ، ابن المدینی ؒ اور وکیع ؒ وغیرہ ہیں جبکہ بعد اختلاط سننے والوں میں احمد بن محمد ؒ، محمد بن حماد ؒ، اسحاق بن ابراہیم ؒ وغیرہ ہیں۔ عبداللہ بن لہیعہ مصری ؒ بذات خود بڑے متقی و پرہیزگار تھے اور نیک شہرت رکھتے تھے حتیٰ کہ آپ کی وفات پر شہر کے بازار بند رہے اور شہر میں سوگ کی فضا ہوئی مگر آپ کے اصل نسخے جل گئے تھے جن سے حدیث بیان کیا کرتے تھے، اس کے بعد آپ یادداشت سے بیان کیا کرتے تھے اور تلقین قبول کر لیا کرتے تھے، عبداللہ بن مبارک ؒ وغیرہ نے آپ سے کتابیں جلنے سے پہلے حدیث سنی ہے۔

مختلط کی روایت کا حکم واضح ہے کہ اس دماغی فتور میں مبتلا ہونے سے قبل بیان کی حدیثیں تو مقبول ہیں، البتہ جو حدیثیں اختلاط کے بعد کی ہیں یا جن کے متعلق واضح نہیں ہوا تو ایسی حدیثیں مقبول نہیں۔

٤ – أَهَمِيَّتُهُ وَفَائِدَتُهُ : هُوَ فَنٌّ مُهِمٌّ جِدًّا ، وَتَكْمُنُ فَائِدَتُهُ فِيْ تَمْيِيْزِ أَحَادِيْثِ الثِّقَةِ الَّتِيْ حَدَّثَ بِهَا بَعْدَ الْإِخْتِلَاطِ لِرَدِّهَا وَعَدَمِ قَبُوْلِهَا . ٥ – هَلْ أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ فِيْ صَحِيْحَيْهِمَا عَنْ ثِقَاتٍ أَصَابَهُمُ الْإِخْتِلَاطُ ؟نَعَمْ، وَلٰكِنْ مِمَّا عُرِفَ أَنَّهُمْ حَدَّثُوْا بِهٖ قَبْلَ الْإِخْتِلَاطِ . ٦ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : صَنَّفَ فِيْهِ عَدَدٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ ، كَالْعَلَائِيِّ وَالْحَازِمِيِّ ، وَمِنْ هٰذِهِ الْمُصَنَّفَاتِ كِتَابُ " الْإِغْتِبَاطُ بِمَنْ رُمِيَ بِالْإِخْتِلَاطِ " لِلْحَافِظِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدٍ سِبْطِ ابْنِ الْعَجَمِيِّ ، الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ٨٤١ هـ.

ترجمہ : اس کی اہمیت وافادیت: یہ بہت ہی اہم فن ہے اوراس کا فائدہ ثقہ کی ان احادیث کی تمیز میں پوشیدہ ہے جواس نے اختلاط کے بعد بیان کیں تاکہ انہیں رد کیا جائے اور قبول نہ کیا جائے۔ کیا شیخین نے اپنی صحیح میں ایسے ثقات سے روایت کی ہے جن کو اختلاط ہوا؟ جی ہاں، لیکن ان لوگوں سے روایت لی ہے جن کے متعلق معلوم ہو چکا کہ انہوں نے اختلاط سے قبل بیان کیا۔

اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: متعدد علماء نے اس میں لکھا ہے جیسے علامہ علائی اور علامہ حازمیؒ ہیں، انہی مصنفات میں کتاب ''الاغتباط بمن رُمی بالاختلاط ہے جو حافظ ابراہیم بن محمد المعروف بہ سبط ابن العجمی متوفی سنہ ۸۴۱ھ کی ہے۔

(١٨) مَعْرِفَةُ طَبَقَاتِ الْعُلَمَاءِ وَالرُّوَاةِ

١ – تَعْرِيْفُ الطَّبَقَةِ : (أ) لُغَةً : اَلْقَوْمُ الْمُتَشَابِهُوْنَ . (ب) اِصْطِلَاحاً : قَوْمٌ تَقَارَبُوْا فِي السِّنِّ وَالْإِسْنَادِ أَوْ فِي الْإِسْنَادِ فَقَطْ .وَمَعْنَى التَّقَارُبِ فِي الْإِسْنَادِ : أَنْ يَكُوْنَ شُيُوْخُ هٰذَا هُمْ شُيُوْخَ الْآخَرِ ، أَوْ يُقَارِبُوْا شُيُوْخَهُ . ٢ – مِنْ فَوَائِدِ مَعْرِفَتِهٖ : (أ) وَمِنْ تَدَاخُلِ الْمُتَشَابِهِيْنَ فِيْ إِسْمٍ أَوْ كُنْيَةٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ ، لِأَنَّهُ قَدْ يَتَّفِقُ اسْمَانِ فِي اللَّفْظِ فَيُظَنُّ أَنَّ أَحَدَهُمَا هُوَ الْآخَرُ ، فَيَتَمَيَّزُ ذٰلِكَ بِمَعْرِفَةِ طَبَقَاتِهِمَا . (ب) اَلْوُقُوْفُ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْمُرَادِ مِنَ الْعَنْعَنَةِ .

ترجمہ : علماء اور رواۃ کے طبقات کی پہچان۔ طبقہ کی تعریف: (اُ) لغت کے اعتبار سے: ایک جیسے لوگ۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: ایسے لوگ جو عمر اور اسناد میں یا صرف اسناد میں ایک دوسرے کے قریب ہیں، اسناد میں قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے شیوخ بعینہ دوسرے کے بھی شیوخ ہوں یا شیوخ میں ایک دوسرے کے قریب ہوں۔

اس کی معرفت کے چند فوائد: اس کی معرفت کے فوائد میں سے نام یا کنیت وغیرہ میں متشابہ لوگوں کے ایک دوسرے میں تداخل سے محفوظ ہونا ہے اس لیے کہ کبھی دو نام لفظوں میں ایک ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک کو دوسرا خیال کر لیا جاتا ہے، لہذا ان دونوں میں فرق ان دونوں کے طبقات کی پہچان سے ہوگا۔

شرح :- جو لوگ عمر اور سند میں یا صرف سند میں ایک دوسرے کے قریب ہوں مثلاً ان کے اساتذہ ایک ہوں تو وہ ایک طبقہ کہلائیں گے۔ اِن طبقات کو پہچاننا بھی متشابہ ناموں والے راویوں کے درمیان فرق کرنے میں مددگار ہوتا ہے، اگر طبقہ معلوم نہیں ہوگا تو بعض اوقات دونوں کو ایک سمجھ لیا جائے گا۔ طبقات جاننے کے فوائد یہ ہیں: ۱-مشتبہ روات میں خلط سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ ۲-تدلیس کا پتہ چل جاتا ہے۔ ۳-عنعنہ سماع پر محمول ہے یا نہیں، اس کا اطمینان ہو جاتا ہے۔

٣ – قَدْ يَكُوْنُ الرَّاوِيَانِ مِنْ طَبَقَةٍ بِاعْتِبَارٍ ، وَمِنْ طَبَقَتَيْنِ بِاعْتِبَارٍ آخَرَ : مِثْلَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ وَشِبْهِهِ مِنْ أَصَاغِرِ الصَّحَابَةِ ، فَهُمْ مَعَ الْعَشَرَةِ فِيْ طَبَقَةٍ وَاحِدَةٍ بِاعْتِبَارِ أَنَّهُمْ كُلُّهُمْ صَحَابَةٌ ، وَعَلىٰ هٰذَا فَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ طَبَقَةٌ وَاحِدَةٌ . وَبِاعْتِبَارِ السَّوَابِقِ إِلَى الدُّخُوْلِ فِي الْإِسْلَامِ ، تَكُوْنُ الصَّحَابَةُ بِضْعَ عَشْرَةَ طَبَقَةً كَمَا تَقَدَّمَ فِيْ نَوْعِ " مَعْرِفَةُ الصَّحَابَةِ " فَلَا يَكُوْنُ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ وَشِبْهُهُ فِيْ طَبَقَةِ الْعَشَرَةِ مِنَ الصَّحَابَةِ. ٤ – مَا ذَا يَنْبَغِيْ عَلَى النَّاظِرِ فِيْهِ ؟ يَنْبَغِيْ عَلَى النَّاظِرِ فِيْ عِلْمِ الطَّبَقَاتِ أَنْ يَكُوْنَ عَارِفاً بِمَوَالِيْدِ الرُّوَاةِ وَوَفَيَاتِهِمْ ، وَمَنْ رَوَوْا عَنْهُ ، وَمَنْ رَوىٰ عَنْهُمْ .
٥ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : (أ) كِتَابُ " الطَّبَقَاتُ الْكُبْرىٰ " لِابْنِ سَعْدٍ .
(ب) كِتَابُ " طَبَقَاتُ الْقُرَّاءِ " لِأَبِيْ عَمْرٍو الدَّانِيْ . (جـ) كِتَابُ " طَبَقَاتُ

الشَّافِعِيَّةِ الْكُبْرىٰ " لِعَبْدِالْوَهَّابِ السُّبْكِيِّ . (د) تَذْكِرَةُ الْحُفَّاظِ ، لِلذَّهَبِيِّ .

ترجمہ : کبھی دو راوی ایک اعتبار سے ایک طبقہ سے ہوتے ہیں اور دوسرے اعتبار سے دو طبقوں سے ہوتے ہیں مثلاً حضرت انس بن مالکؓ وغیرہ صغار صحابہ، وہ صحابی ہونے کے اعتبار سے عشرہ مبشرہ کے ساتھ ایک ہی طبقہ میں شمار ہوتے ہیں، اس بناء پر صحابہ سب ایک طبقہ بن جاتے ہیں، اور اسلام لانے میں سبقت کے اعتبار سے صحابہ کرامؓ کے دس سے زیادہ طبقات بنیں گے جیسا کہ اس سے پہلے ''معرفة الصحابة'' کی نوع میں گذر چکا ہے، تو حضرت انس بن مالکؓ وغیرہ صحابہ کرام میں سے عشرہ مبشرہ کے طبقہ میں داخل نہیں ہوں گے۔

اس علم میں غور کرنے والے پر کیا لازم ہے؟ علمِ طبقات میں غور کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ رواۃ، ان کے مروی عنہ اور ان کے شاگردوں کی پیدائش اور وفات کی تاریخیں جانتا ہو۔ اس بارے میں مشہور ترین تصانیف: (أ) کتاب ''الطبقات الکبریٰ'' جو ابن سعد کی ہے۔ (ب) کتاب ''طبقات القراء'' جو ابو عمرو دانی کی ہے۔ (ج) کتاب ''طبقات الشافعیة الکبریٰ'' جو عبد الوہاب سبکی کی ہے۔ (د) تذکرة الحفاظ جو علامہ ذہبی کی ہے۔

شرح :- محدثین کی اصطلاح میں ''طبقہ'' ایسی جماعت کو کہتے ہیں جو عمر میں یا اساتذہ سے پڑھنے میں شریک ہو تو اب کبھی شخصِ واحد دو مختلف اعتباروں سے دو طبقوں میں شمار ہوگا جیسے سیدنا انس بن مالکؓ کہ باعتبار صحبتِ نبوی ﷺ مطلق طبقۂ صحابہ میں اور باعتبار صغر سنی کے طبقہ صغار صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ محدثین نے طبقات کی تقسیم میں مختلف اعتبارات کا لحاظ کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کے مطابق رواۃ کے بارہ طبقات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طبقہ۔

(۲) کبار تابعینؒ کا طبقہ جیسے حضرت سعید بن میسبؒ، مخضرمین اسی طبقہ میں شمار کئے گئے ہیں۔

(۳) تابعین کا درمیانی طبقہ جیسے حضرت حسن بصریؒ اور محمد بن سیرینؒ۔

(۴) تابعین کے درمیانی طبقہ سے ملا ہوا طبقہ جن کی اکثر روایات کبار تابعین سے ہیں جیسے زہریؒ اور قتادہؒ۔

(۵) تابعین کا طبقہ صغریٰ جنہوں نے چند صحابہ کو دیکھا ہے پھر بعض کا صحابہ سے سماع ثابت ہے اور بعض کا نہیں جیسے امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام سلیمان الاعمشؒ۔

(۶) طبقہ خامسہ کا معاصر طبقہ مگر کسی صحابی سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی جیسے ابن جریجؒ۔

(۷) کبار تبع تابعین کا طبقہ جیسے امام مالکؒ اور امام ثوریؒ۔

(۸) تبع تابعین کا درمیانی طبقہ جیسے سفیان بن عیینہؒ اور اسماعیل بن عُلَیّہؒ۔

(۹) تبع تابعین کا طبقہ صغریٰ جیسے یزید بن ہارونؒ، امام شافعیؒ، ابوداود طیالسیؒ اور عبدالرزاق صنعانیؒ۔

(۱۰) تبع تابعین سے روایت کرنے والے بعد کے طبقہ کے اکابر جن کی کسی تابعی سے ملاقات نہیں ہوسکی جیسے امام احمد بن حنبلؒ۔

(۱۱) تبع تابعین سے روایت کرنے والا بعد کے طبقوں کا درمیانی طبقہ جیسے امام بخاریؒ اور امام محمد بن یحییٰ ذہلیؒ۔

(۱۲) تبع تابعین سے روایت کرنے والا بعد کے طبقوں کا طبقہ صغریٰ جیسے امام ترمذیؒ وغیرہ۔

(۱۹) مَعْرِفَةُ الْمَوَالِيْ مِنَ الرُّوَاةِ وَالْعُلَمَاءِ

١ - تَعْرِيفُ الْمَوْلىٰ : (أ) لُغَةً : اَلْمَوَالِيْ جَمْعُ مَوْلىً ، وَالْمَوْلىٰ مِنَ الْأَضْدَادِ فَيُطْلَقُ عَلَى الْمَالِكِ وَالْعَبْدِ ، وَالْمُعْتِقِ وَالْمُعْتَقِ . (ب) اِصْطِلَاحاً : هُوَ الشَّخْصُ الْمُحَالِفُ ، أَوِ الْمُعْتَقُ ، أَوِ الَّذِيْ أَسْلَمَ عَلىٰ يَدِ غَيْرِهٖ . ٢ - أَنْوَاعُ الْمَوَالِيْ : أَنْوَاعُ الْمَوَالِيْ ثَلَاثَةٌ وَهِيَ : (أ) مَوْلَى الْحِلْفِ : مِثْلُ الْإِمَامِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ الْأَصْبَحِيِّ التَّيْمِيِّ ، فَهُوَ أَصْبَحِيٌّ صُلْبِيَّةً ، تَيْمِيٌّ بِوَلَاءِ الْحِلْفِ ، وَذٰلِكَ لِأَنَّ قَوْمَهٗ " أَصْبَحَ " مَوَالٍ لِتَيْمِ قُرَيْشٍ بِالْحِلْفِ .(ب) مَوْلَى الْعَتَاقَةِ : مِثْلُ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيِّ التَّابِعِيِّ ، وَاسْمُهٗ سَعِيْدُ بْنُ فَيْرُوْزَ ، هُوَ مَوْلىٰ طَيِّءٍ لِأَنَّ سَيِّدَهٗ كَانَ مِنْ طَيِّءٍ فَأَعْتَقَهٗ .(جـ) مَوْلَى الْإِسْلَامِ : مِثْلُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيِّ الْجُعْفِيِّ ، لِأَنَّ جَدَّهُ الْمُغِيْرَةَ كَانَ مَجُوْسِيًّا فَأَسْلَمَ عَلىٰ يَدِ الْيَمَانِ بْنِ أَخْنَسٍ الْجُعْفِيِّ ، فَنُسِبَ إِلَيْهِ .

٣ – مِنْ فَوَائِدِهٖ : اَلْأَمْنُ مِنَ اللَّبْسِ ، وَمَعْرِفَةُ الْمَنْسُوْبِ اِلَى الْقَبِيْلَةِ نَسَباً أَوْ وَلاءً ، وَمِنْ ثَمَّ لِيَتَمَيَّزَ الْمَنْسُوْبُ اِلَى الْقَبِيْلَةِ وَلَاءً عَمَّنْ يُشَارِكُهٗ فِيْ اِسْمِهٖ مِنْ تِلْكَ الْقَبِيْلَةِ نَسَباً . ٤ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ : صَنَّفَ فِيْ ذٰلِكَ أَبُوْ عُمَرَ الْكِنْدِيُّ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْمِصْرِيِّيْنَ فَقَطْ .

ترجمه : رواۃ اور علماء میں سے جو موالی ہیں ان کی پہچان ۔ مولیٰ کی تعریف: (اَ) لغت کے اعتبار سے: موالی، مولیٰ کی جمع ہے اور مولیٰ اضداد میں سے ہے چنانچہ اس کا اطلاق آقا، غلام اور آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ پر ہوتا ہے۔ (ب) اصطلاح کے اعتبار سے: وہ باہم دوستی کا عہد کرنے والا، یا آزاد کردہ، یا وہ شخص ہے جس نے کسی اور کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

موالی کی قسمیں: موالی کی تین قسمیں ہیں: (اَ) مولی الحِلف : جیسے امام مالک بن انس اصبحی تیمیؒ، آپ ذاتی طور پر اُصبحی ہیں اور ولاء الحلف کی بنا پر تیمی ہیں، اور یہ اس لیے کہ آپ کی قوم اصبح حلف (دوستی معاہدہ) کی بناء پر قریش کے قبیلہ تیم کے موالی تھے۔

(ب) مولی العتاقہ : جیسے ابوالبختری طائی جو تابعی ہیں، ان کا نام سعید بن فیروز ہے، یہ قبیلہ طے کے مولیٰ ہیں اس لیے کہ ان کا آقا قبیلہ طے سے تھا اور اس نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔

(ج) مولی الاسلام: جیسے محمد بن اسماعیل بخاری جعفیؒ اس لیے کہ آپ کے دادا مغیرہ مجوسی تھے پھر وہ یمان بن اخنس جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تو اسی کی طرف منسوب ہوئے۔ اس کے چند فوائد: التباس سے حفاظت اور قبیلہ کی طرف نسب یا ولاء کے طور پر منسوب شخص کی پہچان ۔ چنانچہ اسی کی بنیاد پر قبیلہ کی طرف ولاء کی بناء پر منسوب شخص کو اسی قبیلے سے نسبی تعلق رکھنے والے ایسے شخص سے جدا ہو جاتا ہے جو اس کے ساتھ نام میں شریک ہوتا ہے۔ اس بارے میں زیادہ مشہور تصانیف: اس بارے میں ابو عمر کندی نے صرف مصریین کی نسبت کے اعتبار سے تصنیف کی ہے۔

فائدہ :- مولیٰ لغت میں جس طرح آقا کو کہتے ہیں، غلام کو بھی کہتے ہیں، اور جس طرح آزاد کرنے والے کو کہتے ہیں، آزاد کردہ کو بھی کہتے ہیں، لیکن اس کے اصل معنی ہیں'' مددگار، حمایتی، طرفدار، دوست'' وغیرہ۔ اصطلاح کے مطابق مولیٰ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے کسی کے ساتھ

دوستی نبھانے کا عہدو پیان کیا ہو، اس کو مولی الحلف کہتے ہیں، یا وہ غلام تھا جس کو اس کے آقا نے بعد میں آزاد کر دیا تو یہ مولی العتاقہ کہلاتا ہے، یا پھر کسی کے ہاتھ اسلام قبول کیا ہو تو اس کو مولی الاسلام کہتے ہیں۔ یہی تینوں اقسام یہاں پر معتبر ہیں اور ان کی مثالیں بھی واضح ہیں۔

موالی کے پہچاننے کے دو فائدے مذکور ہیں: (۱) اگر دو راویوں کا ایک ہی نام ہو تو مولیٰ کی نسبت کے ساتھ ان میں تمیز کی جاسکتی ہے جس کے بعد التباس کا خوف نہ ہوگا۔ (۲) جب ایک قبیلے کی طرف منسوب دو راویوں کے نام ایک جیسے ہوں تو اگر یہ پتہ ہو کہ ان میں سے ایک بحیثیت مولیٰ منسوب ہے اور دوسرا بحیثیت قوم تو اس طرح بھی ان دونوں کے درمیان فرق کیا جاسکے گا۔

(۲۰) مَعْرِفَةُ الثِّقَاتِ وَالضُّعَفَاءِ مِنَ الرُّوَاةِ

۱ – تَعْرِيْفُ الثِّقَةِ وَالضَّعِيْفِ : (أ) لُغَةً : اَلثِّقَةُ لُغَةً الْمُؤْتَمَنُ ، وَالضَّعِيْفُ ضِدُّ الْقَوِيِّ . وَيَكُوْنُ الضُّعْفُ حِسِّيًّا وَمَعْنَوِيًّا . (ب) اِصْطِلَاحاً : اَلثِّقَةُ : هُوَ الْعَدْلُ الضَّابِطِ ، وَالضَّعِيْفُ : هُوَ اسْمٌ عَامٌ يَشْمَلُ مَنْ فِيْهِ طَعْنٌ فِيْ ضَبْطِهِ أَوْ عَدَالَتِهِ .

۲ – أَهَمِّيَّتُهُ وَفَائِدَتُهُ : هُوَ مِنْ أَجَلِّ أَنْوَاعِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ ، لِأَنَّهُ بِوَاسِطَتِهِ يُعْرَفُ الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ مِنَ الضَّعِيْفِ .

ترجمہ : ثقہ اور ضعیف راویوں کی پہچان۔ ثقہ اور ضعیف کی تعریف: (أ) لغت کے اعتبار سے ثقہ کے لغوی معنی ہیں قابل بھروسہ، اور ضعیف قوی کا ضد ہے، اور ضعف حسی ومعنوی ہوتا ہے۔ اصطلاح کے اعتبار سے: ثقہ عدل ضابط کا نام ہے اور ضعیف ایک عام نام ہے جو ہر اس راوی کو شامل ہے جس پر اس کے ضبط یا عدالت کے اعتبار سے جرح کی گئی ہو۔ اس کی اہمیت وفائدہ: یہ علوم حدیث کی اہم قسموں میں سے ہے اس لیے کہ اسی کے ذریعہ حدیث صحیح اور ضعیف کے درمیان فرق کیا جاتا ہے۔

۳ – أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ وَأَنْوَاعُهَا : (أ) مُصَنَّفَاتٌ مُفْرَدَةٌ فِي الثِّقَاتِ : مِثْلُ كِتَابِ " الثِّقَاتُ " لِابْنِ حِبَّانَ ، وَكِتَابُ " الثِّقَاتُ " لِلْعِجْلِيِّ . (ب) مُصَنَّفَاتٌ مُفْرَدَةٌ فِي

الضُّعَفَاءِ : كَثِيْرَةٌ جِدًّا كَالضُّعَفَاءِ لِلْبُخَارِيِّ وَالنَّسَائِيِّ وَالْعُقَيْلِيِّ وَالدَّارَقُطْنِيِّ . وَمِنْهَا كِتَابُ " الْكَامِلُ فِي الضُّعَفَاءِ " لِابْنِ عَدِيٍّ ، وَكِتَابُ " الْمُغْنِي فِي الضُّعَفَاءِ " لِلذَّهَبِيِّ .(جـ) مُصَنَّفَاتٌ مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ الثِّقَاتِ وَالضُّعَفَاءِ : وَهِيَ كَثِيْرَةٌ أَيْضاً مِنْهَا : كِتَابُ " تَارِيْخُ الْبُخَارِيِّ الْكَبِيْرُ " وَمِنْهَا كِتَابُ " الْجَرْحُ وَالتَّعْدِيْلُ " لِابْنِ أَبِي حَاتِمٍ ، وَهِيَ كُتُبٌ عَامَّةٌ لِلرُّوَاةِ ، وَمِنْهَا كُتُبٌ خَاصَّةٌ بِبَعْضِ كُتُبِ الْحَدِيْثِ ، مِثْلُ كِتَابِ " الْكَمَالُ فِي أَسْمَاءِ الرِّجَالِ " لِعَبْدِالْغَنِيِّ الْمَقْدِسِيِّ ، وَتَهْذِيْبَاتِهِ الْمُتَعَدِّدَةِ الَّتِي لِلْمِزِّيِّ وَالذَّهَبِيِّ وَابْنِ حَجَرٍ وَالْخَزْرَجِيِّ .

ترجمہ : اس بارے میں مشہورترین تصانیف اوران کی قسمیں: (اَ) صرف ثقات کے متعلق مستقل گئیں کتابیں: جیسے کتاب ''الثقات'' جوابن حبان کی ہے اور کتاب ''الثقات'' جوعجلی کی ہے۔
(ب) صرف ضعفاء کے متعلق مستقل گئیں کتابیں: یہ بہت ساری ہیں جیسے ''الضعفاء'' جوامام بخاری، نسائی، عُقیلی اور ارقطنی میں سے ہرایک کی ہے (یعنی ہرایک نے اس نام سے کتاب مستقل) اوران میں سے ابن عدی کی کتاب ''الکامل فی الضعفاء'' اورذہبی کی کتاب ''المغنی فی الضعفاء'' بھی ہے۔
(ج) وہ تصنیفات جوثقات اورضعفاء کے بارے میں مشترک ہیں: یہ بھی بہت ہیں، جن میں سے چندیہ ہیں: امام بخاری کی کتاب ''التاریخ الکبیر''، ابن ابی حاتم کی کتاب ''الجرح والتعدیل''۔ یہ تمام رواۃ کوشامل کتابیں ہیں، بعض ایسی کتابیں بھی ہیں جوبعض کتب کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے عبدالغنی مقدسیؒ کی کتاب ''الکمال فی أسماء الرجال'' اوراس کی متعدد تہذیبات جومزی، ذہبی، ابن حجراورخزرجی کی ہیں (ہرایک کی لکھی تہذیب ہے)۔

(۲۱) مَعْرِفَةُ أَوْطَانِ الرُّوَاةِ وَبُلْدَانِهِمْ

١ – اَلْمُرَادُ بِهٰذَا الْبَحْثِ : اَلْأَوْطَانُ جَمْعُ وَطَنٍ ، وَهُوَ الْإِقْلِيْمُ أَوِ النَّاحِيَةُ الَّتِي يُوْلَدُ الْإِنْسَانُ أَوْ يُقِيْمُ فِيْهَا ، وَالْبُلْدَانُ جَمْعُ بَلَدٍ ، وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ أَوِ الْقَرْيَةُ الَّتِي يُوْلَدُ الْإِنْسَانُ أَوْ يُقِيْمُ فِيْهَا . وَالْمُرَادُ بِهٰذَا الْبَحْثِ هُوَ مَعْرِفَةُ أَقَالِيْمِ الرُّوَاةِ وَمُدُنِهِمُ الَّتِي

وُلِدُوْا فِيْهَا أَوْ أَقَامُوْا فِيْهَا . ٢ – مِنْ فَوَائِدِهٖ : وَمِنْ فَوَائِدِهِ التَّمْيِيْزُ بَيْنَ الْاِسْمَيْنِ الْمُتَّفِقَيْنِ فِي اللَّفْظِ اِذَا كَانَا مِنْ بَلَدَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ ، وَهُوَ مِمَّا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ حُفَّاظُ الْحَدِيْثِ فِيْ تَصَرُّفَاتِهِمْ وَمُصَنَّفَاتِهِمْ . ٣ – اِلٰى أَيِّ شَيْءٍ يَنْتَسِبُ كُلٌّ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ ؟(أ) لَقَدْ كَانَتِ الْعَرَبُ قَدِيْماً تَنْتَسِبُ اِلٰى قَبَائِلِهَا ، لِأَنَّ غَالِبِيَّتَهُمْ كَانُوْا بَدْواً رُحَّلًا ، وَكَانَ ارْتِبَاطُهُمْ بِالْقَبِيْلَةِ أَوْثَقَ مِنِ ارْتِبَاطِهِمْ بِالْأَرْضِ ، فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ ، وَغَلَبَ عَلَيْهِمْ سُكْنَى الْبُلْدَانِ وَالْقُرٰى اِنْتَسَبُوْا اِلٰى بُلْدَانِهِمْ وَقُرَاهُمْ .(ب) أَمَّا الْعَجَمُ فَاِنَّهُمْ يَنْتَسِبُوْنَ اِلٰى مُدُنِهِمْ وَقُرَاهُمْ مِنَ الْقَدِيْمِ .

ترجمہ : رواۃ کے وطن اور شہروں کی پہچان ۔اس بحث سے مقصو :اوطان، وطن کی جمع ہے اور وطن وہ صوبہ یا طرف ہے جہاں انسان پیدا ہو یا اس میں وہ مقیم ہو، اور بلدان، بلد کی جمع ہے اور بلد شہر یا وہ بستی ہے جہاں انسان پیدا ہو یا اس میں وہ مقیم ہو۔اس بحث سے مقصو رواۃ کے ان صوبوں اور شہروں کی پہچان ہے جن میں وہ پیدا ہوئے یا وہاں وہ مقیم رہے۔اس کے چند فوائد: اس کے فوائد میں سے ونا موں کے رمیان فرق کرنا ہے جو لفظ میں ایک ہوں جب ونوں کا تعلق مختلف شہروں سے ہوگا اور یہ وہ چیز ہے جس کی حفاظِ حدیث کو اپنے کاموں اور تصانیف میں ضرورت پڑتی ہے۔

عرب وعجم کس چیز کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں؟ (أ) عرب پہلے اپنے قبیلوں کی طرف نسبت کیا کرتے نیز اس لیے کہ ان کی اکثریت سفر پسند کرنے والی بدو تھے، ان کا قبیلے سے تعلق سرزمین سے تعلق کی بہ نسبت زیا ہ مضبوط تھا، جب اسلام آیا اور ان پر شہروں اور بستیوں میں رہنے کا رجحان غالب ہوا تو وہ لوگ اپنے شہروں اور بستیوں کی طرف منسوب ہوئے۔(ب) البتہ عجم تو زمانہ قدیم ہی سے اپنے شہروں اور بستیوں کی طرف نسبت کرتے ہیں۔

شرح :– محدثین کرام رواۃ کے شہروں اور علاقوں سے بھی بطور خاص بحث کرتے ہیں تا کہ التباس کے وقت شہروں کی نسبت کو پہچان کر ان کے رمیان فرق کیا جا سکے اور حافظِ حدیث اس کا سب سے زیا ہ ضرورت مند ہوتا ہے۔عربوں میں جب تک تمدن کا غلبہ نہیں ہوا تھا اور وہ شہریت کی بہ نسبت بدویت کو پسند کرتے نیز تو اپنے قبیلہ کی طرف نسبت غالب تھے اور یہ ان کا بہترین تعارف

سمجھا جاتا تھا، پھر جب اسلام کا سورج طلوع ہوا، نظام وضع ہوا، اور عربوں میں بھی تمدن اور شہریت کا رجحان پیدا ہوا تو وہ رہائشی شہروں کی طرف منسوب ہونے لگے، البتہ عجم لوگ پہلے بھی علاقے کی طرف نسبت کرتے نیز اور بعد میں بھی ان کی اکثریت اسی پر عمل کرتی رہی۔

٤ - كَيْفَ يَنْتَسِبُ مَنِ انْتَقَلَ عَنْ بَلَدِهِ ؟ (أ) إِذَا أَرَادَ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا فِي الْإِنْتِسَابِ : فَلْيَبْدَأْ بِالْبَلَدِ الْأَوَّلِ ثُمَّ بِالثَّانِي الْمُنْتَقِلِ إِلَيْهِ ، وَيَحْسُنُ أَنْ يُدْخِلَ عَلَى الثَّانِيْ حَرْفَ " ثُمَّ " فَيَقُوْلُ مَنْ وُلِدَ فِيْ حَلَبَ ، وَانْتَقَلَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ : " فُلَانٌ الْحَلَبِيُّ ثُمَّ الْمَدَنِيُّ " وَعَلىٰ هٰذَا عَمَلُ أَكْثَرِ النَّاسِ .(ب) وَإِذَا لَمْ يُرِدِ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا : لَهُ أَنْ يَنْتَسِبَ إِلىٰ أَيِّهِمَا شَاءَ ، وَهٰذَا قَلِيْلٌ .

ترجمہ : جو شخص کسی شہر سے منتقل ہو جائے وہ کس طرح نسبت کرے گا؟ جواب: (أ) جب وہ نسبت میں ان دونوں کو جمع کرنا چاہے تو پہلے شہر سے ابتداء کرے پھر دوسرے شہر کو ذکر کرے جس میں وہ منتقل ہوا، اور بہتر یہ ہے کہ دوسرے شہر پر حرف "ثُمَّ" داخل کرے چنانچہ جو "حلب" میں پیدا ہوا اور مدینہ منورہ منتقل ہو گیا وہ یوں کہے: " فُلَانٌ الْحَلَبِيُّ ثُمَّ الْمَدَنِيُّ " (فلاں شخص جو حلبی اور پھر مدنی ہے)، اسی کے مطابق اکثر لوگ عمل کرتے ہیں۔ (ب) اور جب دونوں کو اکٹھا کرنا نہ چاہے تو اس کے لیے ان میں سے کسی کی طرف بھی نسبت کرنے کی گنجائش ہے، اور ایسا کم ہے۔

٥ - كَيْفَ يَنْتَسِبُ مَنْ كَانَ مِنْ قَرْيَةٍ تَابِعَةٍ لِبَلْدَةٍ ؟(أ) لَهُ أَنْ يَنْتَسِبَ إِلىٰ تِلْكَ الْقَرْيَةِ . (ب) وَلَهُ أَنْ يَنْتَسِبَ إِلَى الْبَلْدَةِ التَّابِعَةِ لَهَا تِلْكَ الْقَرْيَةُ . (جـ) وَلَهُ أَنْ يَنْتَسِبَ إِلىٰ تِلْكَ النَّاحِيَةِ الَّتِيْ مِنْهَا تِلْكَ الْبَلْدَةُ أَيْضاً . وَمِثَالُ ذٰلِكَ : إِذَا كَانَ شَخْصٌ مِنَ " الْبَابِ" وَهِيَ تَابِعَةٌ لِمَدِيْنَةِ " حَلَب " وَحَلَبُ مِنَ " الشَّامِ " فَلَهُ أَنْ يَقُوْلَ فِي انْتِسَابِهِ : فُلَانٌ الْبَابِيُّ ، أَوْ فُلَانٌ الْحَلَبِيُّ ، أَوْ فُلَانٌ الشَّامِيُّ . ٦ - كَمِ الْمُدَّةُ الَّتِيْ إِنْ أَقَامَهَا الشَّخْصُ فِيْ بَلَدٍ نُسِبَ إِلَيْهَا ؟ أَرْبَعُ سِنِيْنَ ، وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ . ٧ - أَشْهَرُ الْمُصَنَّفَاتِ فِيْهِ :(أ) يُمْكِنُ أَنْ نَعْتَبِرَ كِتَابَ "الْأَنْسَابُ " لِلسَّمْعَانِيِّ الَّذِيْ تَقَدَّمَ مِنْ مُصَنَّفَاتِ هٰذَا النَّوْعِ لِأَنَّهُ يَذْكُرُ الْإِنْتِسَابَ

اِلَى الْأَوْطَانِ وَغَيْرِهَا .(ب) وَمِنْ مَظَانِّ ذِكْرِ أَوْطَانِ الرُّوَاةِ وَبُلْدَانِهِمْ كِتَابُ "الطَّبَقَاتُ الْكُبْرىٰ" لِابْنِ سَعْدٍ .

ترجمہ : جس شخص کا تعلق کسی شہر کے تابع بستی سے ہو، وہ کس طرح نسبت کرے؟[جواب] (أ) اس کے لیے اس بستی کی طرف نسبت کرنے کی گنجائش ہے۔(ب) اور اس شہر کی طرف نسبت کرنے کی بھی گنجائش ہے جس کے تابع وہ بستی ہے۔(ج) اور اس کے لیے اس جانب کی طرف بھی نسبت کرنے کی گنجائش ہے جس میں سے وہ شہر بھی ہے مثلاً جب کسی شخص کا تعلق "باب" سے ہو جو حلب شہر کے تابع ہے اور حلب شام کا حصہ ہے، تو اس کے لیے نسبت میں اس طرح کہنے کی گنجائش ہے کہ "فلاں بابی، یا فلاں حلبی، یا فلاں شامی"۔

وہ کتنی مدت ہے جو اگر آدمی کسی شہر میں گذار لے تو اس کی طرف اس کی نسبت کی جائے گی؟ [جواب] چار سال، اور یہ عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے۔اس بارے میں مشہورترین تصانیف: (أ) ممکن ہے کہ ہم سمعانیؒ کی کتاب "الأنساب" کو جس کا ذکر پہلے ہو چکا، اس نوع کی تصانیف میں سے اعتبار کر لیں اس لیے کہ وہ وطن وغیرہ کی طرف نسبت بھی ذکر کرتے ہیں۔(ب) رواۃ کے وطنوں اور شہروں کا ذکر تلاش کرنے کے مقامات میں سے ایک ابن سعد کی کتاب "الطبقات الکبریٰ" ہے۔

شرح:- کسی شخص کا تعلق جب شہر سے نہ ہو بلکہ شہر کے تابع مضافات سے ہو تو وہ اپنی نسبت کس طرف کرے گا، شہر کی طرف یا اس مضافاتی بستی کی طرف؟ تو ایسے شخص کے لیے تینوں صورتیں درست ہیں: (۱) مضافاتی بستی کی طرف نسبت کرے۔ (۲) مذکورہ شہر کی طرف نسبت کرے۔ (۳) اس طرف یا جانب کی طرف نسبت کرے جس میں وہ شہر بھی ہے جیسے ملک شام ایک جانب ہے، اس کے کئی شہر ہیں اور ہر شہر کے کئی مضافات بھی مثلاً "الباب" ایک بستی ہے جو حلب شہر کے تابع ہے (اور اب تک اسی نام کے ساتھ معروف ہے) اور حلب، شام کی جانب میں واقع ہے تو یہ شخص یا تو بابی کہلائے گا یا حلبی یا شامی۔ایک سوال اور بھی ہے وہ یہ کہ کتنی مدت تک ایک شہر میں رہنے سے انسان کے لیے اس شہر کی طرف نسبت کرنا درست ہے؟ اس بارے میں ایک قول ہے،

اور وہ عبداللہ بن مبارکؒ کا ہے کہ جب کوئی شخص چار سال ایک شہر یا بستی میں گذار لے تو وہ اس شہر یا بستی کی طرف اپنی نسبت کر سکے گا۔

وَهٰذَا آخِرُ مَا يَسَّرَهُ اللّٰهُ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .

ترجمہ : اور یہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس کتاب کے سلسلے میں آسان فرمایا، اس کا اختتام ہے، اور اللہ تعالیٰ ہمارے آقا و نبی حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل واصحاب پر رحمت نازل کرے اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔

تنبیہ :- حدیث مبارک میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے کی حالت میں ملنا چاہے وہ کثرت سے درود پڑھے۔[مسالک الحنفاء، ص:۱۸۹]

تھی جب کتاب کے شروع اور انتہاء میں حمد وصلوٰۃ کا اہتمام ہو تو وہ قبولیت کے زیادہ قریب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور ہمیں اپنے فضل سے جنت الفردوس میں اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا قرب نصیب فرمائے۔ آمین

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وصلى الله تعالى على نبيه محمد وعلى آله وصحبه اجمعين

چند دیگر تالیفات (مطبوع وغیر مطبوع)

۱-تفسیر القرآن الکریم ۔۲- رس آثار السنن شرح آثار السنن۔۳-راہنمائے علم حدیث وار وخلاصہ ''نخبۃ الفکر''۔۴-انوارات تحریری شرح ار ومقامات تحریری۔۵-تفہیم قطبی ۔۶-مسائل قدوری۔۷-تحفۃ الابواب۔کامل ابواب الصرف (تمام ابواب واقسام سے مکمل گردانیں)۔۸- رس مرقات وایساغوجی۔۹-تحفۃ الانشاء شرح معلم الانشاء (تین حصے) بمعہ عربی مضمون نگاری کیسے سیکھیں؟ ۱۰- امام ابوحنیفہؒ کی عبقری شخصیت۔۱۱-خاصیات الابواب۔۱۲-خلاصہ جات (فلکیات، سراجی میراث، متن الکافی)۔۱۳..... اسلامی تعلیمات (عوام الناس کے لیے گراں قدر تحفہ)۔۱۴..... کیف تصیر خطیباً؟! (عربی تقاریر کا مجموعہ)۔۱۵- مجموعہ مستند اسلامی نام (مع) تربیت اولا کے رہنما اصول۔

۱۵-ائمہ، خطباء کے لیے ''خطباتِ جمعہ وعیدین'' (عربی) بمعہ ار وخلاصہ تقاریر۔